ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
از احسن تالیفات یگانۂ دوران یکتای جہان مولانا حاجی وحید الزمان دام اللہ المنان جلد سوم
شرح وقایہ
ترجمۂ اردو
مسمی بہ
نور الہدایہ
باہتمام رحمت غفران مآب محمد عبد الرحمن خان محمد روشن خان مغفور زینت یافتہ برادر معظم محمد مصطفیٰ خان مرحوم
در مطبع نظامی واقع کانپور مطبوع گردید ۱۲۹۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیع

بیع کہتے ہیں مال کو مال سے بدلنے کو اور وہ منعقد ہوتی ہے ایجاب اور قبول سے جب دونون ماضی کے صیغے سے ہون **ف** جاننا چاہیے کہ حلت اور جواز بیع کا کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام کیا اور روایت کی امام احمد نے مسند مین اور بزار نے رفاعہ بن رافع سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ کونسا کسب بہتر ہے فرمایا آپ نے کمانا مرد کا اپنے ہاتھ سے اور ہر بیع جو فروخت بھلی ہو صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور روایت کی ابو داود ترمذی نسائی ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے گروہ سوداگرون کے تحقیق کہ خرید اور فروخت مین لغو اور قسم ہوتی ہے تو ملا دو اوسکو تم صدقے سے یعنی بیع مین اکثر بیکار باتین اور جھوٹی قسمین پیدا ہو جاتی ہین تو اس گناہ کے اوٹھانے کے لیے صدقہ دیا کرو اور مبعوث ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال آنکہ لوگ خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اجماع ہو گیا اوسپر اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ بیع جائز ہو کیونکہ آدمی محتاج ہے کھانے کپڑے گھر کا تو اگر کھانے کے لیے کھیت کا جوتنا پھر اوسمین بیج بونا پھر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی کا پکانا سب اوسکی ذات سے متعلق ہو تو اوس سے ہرگز نہو سکیگا اور اسیطرح کپڑے مین روئی کے درخت بونا اور اوسمین سے روئی نکالنا اور کاتنا اور بننا یہ سب کام اوس سے بذات خاص ممکن نہین اسواسطے ضرور ہوا کہ اپنی حاجت روائی کے لیے کچھ خرید کرے اور کچھ بیچے کیونکہ اگر خرید نہوتی تو یا دوسرے کی چیز کو زبردستی سے چھین لیتا یا بھیک مانگتا یا صبر کر کے بیٹھ رہتا اور ہر طرح خرابی ہے کذا فی الفتح اور دونون طرف مال کی قید اسواسطے لگائی کہ جو چیز مال نہین ہے مثلاً شخص آزاد یا مٹی تو اوسکی بیع جائز نہین اور ایجاب کہتے ہین اوس بات کو جو پہلے کہی جاوے اور قبول جو اوسکے جواب مین دوسرا کہے مثلاً اگر پہلے بائع نے کہا مین نے بیچا العبد اوسکے مشتری نے کہا مین نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول اور جو پہلے مشتری نے کہا مین نے خرید العبد اوسکے بائع نے کہا مین نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ بھی شرط ہے کہ دونون

لفظ ماضی کے صیغے ہون یعنی بیع کے ثبوت پر دلالت کرین تو اگر مشتری نے صیغۂ امر کہا یعنی بیچ میرے ہاتھ اور بائع نے کہا بیچا تو اب بیع صحیح نہوگی جب تک پھر مشتری نہ کہے خرید ا **فقط ص** اور رضامندی کی قید بیع مین اسواسطے لگائی کہ بیع مکرہ کی یعنی جس پر زبردستی کیجاوے مال بیچنے پر منعقد ہو **ف** اور اسکا بیان کتاب الاکراہ مین آویگا **ص** اور بھی بیع جائز ہوجاتی ہی اسطرح کہ بائع اپنی چیز مشتری کو اوٹھا کر دیدے اور مشتری دام اوسکے حوالہ کرے اور زبان سے کچھ نکہین اور اسکو بیع تعاطی کہتے ہین اور جائز ہی یہ عمدہ و نفیس چیزون مین اور ذلیل چیزون مین بھی اور کرخی رح کے نزدیک یہ خسیس یعنی ذلیل چیزون مین جائز ہی اور عمدہ و نفیس چیزون مین جائز نہین **ف** ذلیل چیزین ہلکی قیمت کی جیسے ترکاری گھانس وغیرہ اور نفیس جو بھاری چیزین جیسے کپڑا گھوڑا وغیرہ **ص** اور بیع تعاطی مین شرط ہی کہ دونون جانب سے ہووے اور بعضون کے نزدیک ایک جانب سے بھی اگر ہووے تو بھی جائز ہی جیسے گیہون کا نرخ کیا اور ناپ کر لے لیے اور اوسکے پاس کوئی ظرف نہ تھا کہ اوسمین گیہون رکھکر لیجاوے بعد اوسکے ظرف لایا اور قیمت حوالے کی اور گیہون لیگیا **ف** تو یہین تعاطی صرف مشتری کی جانب سے ہوئی **ص** یا پوچھا کہ گیہون کیونکر بیچتا ہی تو اوس نے کہا ایک پیمانہ ایک درہم کو اور وہ پانچ پیمانے نپوا کرلے گیا تو یہ بیع ہوگی اور مشتری پر پانچ درہم لازم ہونگے **ف** تو اسمین تعاطی صرف بائع کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی مین بہرحال شرط ہی کہ کسی جانب سے نارضامندی ظاہر نہووے مثلاً اگر مشتری نے روپے دیدیے اور خربوزے اوٹھا لیتا ہی اور بائع کہتا ہی کہ مین اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہوگی دمختار **ص** پھر جبکہ ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اوسکو اوسی مجلس مین **ف** یعنی مجلس ایجاب مین اسواسطے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہوگی یہان تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت مین کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طحطاوی نے لکھا ہی کہ مجلس سے وہ مراد ہی جسمین وہ قول اور فعل پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہووے جو ایجاب کو فوت کردیوے اگرچہ اعراض کے واسطے نہووے کذا فی النہر تو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جاویگی تو ایجاب مذکور باطل ہوجاویگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ بدلے **ص** یعنی کل مبیع کو ساتھ کل قیمت کے چھوڑ دیوے مگر جب کئی چیزین ہون اور ہر ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے تو بعض کا لے لینا مشتری کو جائز ہی اور جبتک دوسرے نے قبول نہین کیا ہی تو ایجاب کرنیوالا اگر پھر گیا یا کوئی اوس مجلس سے کھڑا ہوگیا تو ایجاب باطل ہوجاویگا **ف** اسواسطے کہ کھڑے ہوجانا دلیل ہی نہ لینے کی **ص** اور جب ایجاب قبول دونون ہوگئے تو بیع لازم ہوگئی کسیکو اختیار نہین مگر خیار عیب یا خیار رویت **ف** یعنی جب ایجاب و قبول اپنے شرائط کے ساتھ حاصل ہوا تو بیع لازم ہوگئی اب لینے کا اختیار مشتری کو نہین رہا اور نہ دینے کا بائع کو اختیار رہا سوای اختیار عیب یا رویت کے کہ اون دونون کا بیان آگے آویگا اور امام شافعی رح کے نزدیک بعد ایجاب و قبول کے خیار مجلس ہر ایک کو رہتا ہی جبتک مجلس بدلے دلیل شافعی رح کی وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرید و فروخت کرنیوالے مرد ہر ایک اختیار رکھتے ہین جبتک کہ جدا نہون اور تاویل کی اسکی ابراہیم نخعی نے ساتھ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری قول ہی اللہ تعالی کا یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اے ایمان والو پورا کرو عقدون کو اور بیع عقد ہی قبل اختیار کے اور قول اللہ تعالی کا وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ یعنی گواہ کرلو جب باہم بیع کرو تو اس آیت مین حکم ہی استوطی بیع کا ساتھ گواہی کے اور بیع صادق آتی ہی بعد ایجاب اور قبول کے تو اگر اختیار ثابت ہوا اور بیع لازم نہو تو ان آیتون کا ابطال ہوتا ہی **فتح** دوسری دلیل امام صاحب

کی یہ ہو کہ جابرؓ نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دیا ایک اعرابی کو بعد بیع کے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے کیونکہ اس حدیث سے معلوم
ہوا کہ بعد بیع خیار مدام ثابت نہیں ہوتا ص اور دام اگر سامنے ہوں کہ مشتری اونکی طرف اشارہ کر دیوے تو ضرورت بیان شمار اور وصف کی
نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو اونکی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہیے ف یعنی اگر قیمت کی رقم سامنے موجود ہووے اور مشتری اشارہ کر دے
کہ یہی ان داموں کے عوض یہ چیز لیتا ہوں تو ضرورت بیان اونکے تعداد اور اوصاف کی نہیں اور اگر اشارہ نکرے تو اونکی تعداد کہ دس روپے اور
اوصاف یعنی سکہ شاہی یا عالمگیری بیان کرنا ضرور ہے ص اور درست ہے نقد داموں بیچنا اور اودھار بیچنا بشرطیکہ اودھار کی مدت معلوم
ہووے ف مثلاً کہدیوے کہ ایک ماہ میں اسکے روپے دونگا اسواسطے کہ مدت اگر معلوم نہوگی تو مشتری اور بائع میں جھگڑا
ہوگا بائع دام جلدی طلب کریگا اور مشتری دیر میں دیگا اور دلیل اسکے جواز کی یہ ہے کہ قول اللہ تعالی کا وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا مطلق ہے اوسمیں یہ قید نہیں کہ دام نقد دیوے اور روایت کی بخاری مسلم نے حضرت عایشہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے غلہ خریدا ایک یہودی سے میعاد پر اور گرو کر دی اوسکے پاس زرہ اپنی ص اور اگر بیع میں دام کے اوصاف ذکر نہ
کیجیے ف مثلاً دس درہم کا نام لیا اور یہ نہ کہا کہ مصری ہے یا دمشقی ص تو اگر اوس دام کی سب قسمیں قیمت میں برابر ہیں تو
جونسی قسم چاہے دیدے اور اگر قیمت ہر ایک کی مختلف ہو تو جس کا رواج زیادہ ہو وہ دینا پڑیگا اور اگر رواج میں بھی برابر ہوں تو بیع
فاسد ہو جاویگی ف اسواسطے کہ اس صورت میں بائع اور مشتری میں نزاع ہوگی بائع اوس قسم کا درہم مانگیگا جو قیمت میں زیادہ
ہو اور مشتری کم قیمت دیگا ص اور جائز ہے بیع کھانے کی چیزونکی جیسے گیہوں وغیرہ پیمانے میں ناپ کر ف اسواسطے کہ
روایت کی جماعت نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونا بدلے سونے کے اور چاندی بدلے میں چاندی
کے اور گیہوں بدلے میں گیہوں کے اور جو بدلے میں جو کے اور کھجور بدلے میں کھجور کے اور نمک بدلے میں نمک کے برابر برابر اس ہاتھ
دے اوس ہاتھ لے ص اور ڈھیر لگا کر اگر غیر جنس سے ہو ف مثلاً غلہ عوض میں روپے یا اشرفی یا پیسوں کے بیچے یا گیہوں
بدلے میں چانول کے یا جو کے اور اگر ایک جنس سے ہو مثلاً گیہوں بدلے میں گیہوں کے تو ڈھیر لگا کر بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ اسمین
احتمال ہے زیادتی کا اور زیادتی اسمیں بیاج ہے اور خلاف جنس میں اسکا احتمال نہیں کیونکہ اوسی حدیث عبادہ میں ہے کہ جب قسمیں بدل جاویں تو جس طرح
چاہو بیچو مگر دست بدست ص اور ایک برتن خاص یا معین باٹ سے ناپ تول کر بیچنا درست ہے اگرچہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے
اور اگر اناج کا ڈھیر صاع بیچے ایک درہم ٹھہرا کر بیچے تو صرف ایک صاع کی بیع ہوگی کل ڈھیر کی نہوگی مگر جب جتنے صاع ہیں سبکا
ذکر کر دیوے مثلاً یوں کہے کہ یہ ڈھیر اناج کا دس صاع ہے ہر صاع بدلے میں ایکدرہم کے ف اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں
میں کل ڈھیر میں بیع جائز ہو جاویگی اور صاع ایک پیمانہ کا نام ہے جسمیں قریب پونے چار سیر اناج سماتا ہے اسی روپیہ کے سیر سے
ص اور اگر بکریوں کا گلہ یا کپڑے کا تھان ہر بکری یا گز بیچے درہم ٹھہرا کر بیچے تو بیع کل کی فاسد ہوگی ف یعنی ایک بکری
اور ایک گز کی بھی صحیح نہوگی اسواسطے کہ یہاں افراد بکری کے مختلف ہیں کیونکہ مشتری موٹی بکری لیگا اور بائع دبلی دیگا
بخلاف اناج کے کہ وہاں سب دانے برابر ہیں اور صاحبین کے نزدیک اسمیں بھی جائز ہے اور یہ مسئلہ اوس کپڑے میں ہے جسمیں ایک
گز جدا کرنا موجب نقصان کا ہووے اور جو نہووے تو امام صاحب کے نزدیک بھی جائز ہوگی منح ص اور یہی حکم ہے ہر معدود متفاوت
میں ف یعنی جو چیزیں شمار کر کے بیچی جاتی ہیں اور افراد اونکے بڑائی چھوٹائی میں مختلف ہیں جیسے خربوزہ انار وغیرہ ص اور

اگر بائع نے ایک ڈھیر اناج کا بیچا یہ کہکر کہ سو صاع ہین سو درہم کے اور وہ ننانوے نکلے تو مشتری چاہے ننانوے درہم دیکر لے لے
یا راضی نہو تو واپس کر دے اور جو سو سے زیادہ نکلین تو وہ بائع کا ہی اسواسطے کہ اوسنے صرف سو صاع بیچے تھے اور اگر ایک کپڑے
کے تھان کو اسطرح بیچا ف یعنی مثلاً کہا کہ یہ دس گز ہی دس روپی کا ص اور وہ ایک گز کم نکلا تو مشتری چاہے سارا تھان
دس روپی کو لے لیوے خواہ سارا پھیر دیوے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہی اور بائع کو اختیار نہین کہ چاہے دے اور چاہے نہ دے
ف اور مشتری کو یہ نہین پہونچتا کہ نو کو لے لیوے اور دلیل اسکی اصل کتاب مین مذکور ہی ص اور اگر تھان کی قیمت مین بائع نے
یون کہدیا کہ یہ دس گز ہی دس روپی کو فی گز ایک روپی کو تو اب اگر ایک گز کم نکلا تو مشتری کو پہونچتا ہی کہ حصے رسد ہوجانے سے لیلے یا واپس
کر دیوے اور ایسا ہی ہی اگر زیادہ نکلا ف مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپی کو لے سکتا ہی اور اگر ایک گز زیادہ نکلا تو گیارہ کو
لے سکتا ہی اور دونون صورتون مین مشتری کو اختیار ہی فسخ بیع کا اور اگر ساڑھے نو گز نکلا یا ساڑھے دس گز تو اوسکا حکم آگے
آتا ہی ص اور اگر ایک گھر سو گز کا ہی اوسمین سے دس گز زمین بیچی جنکی جگہہ معلوم نہووے تو بیع فاسد ہی اور اگر مکان کے سو حصے
ہون اوسمین سے دس حصے بیچے تو جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین درست ہی ف اور دلیل سب کی ہدایہ مین مسطور ہی
ص اور اگر ایک گٹھری اس شرط پر بیچی کہ اوسمین دس تھان ہین اور اوسمین کم زیادہ نکلے تو دونو صورتون مین بیع فاسد ہی اور
اسی صورت مین اگر ہر ہر تھان کے دام کہدے تو جب دس سے کم نکلین بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو اختیار ہی چاہے حصہ رسد دام
دیکر لے لیوے یا پھیر دیوے اور اگر دس سے زیادہ نکلین تو بیع فاسد ہوگی اسلیے کہ اس صورت مین معلوم نہین کہ دس تھان جو بکے ہین
کونسی ہین اور اگر ایک تھان کو بیچا اس شرط پر کہ دس گز ہی ہر گز ایک درہم کو اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو مشتری دس درہم کو
لیلیوے بغیر اختیار کے ف یعنی اوسکو پھیرنے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ اس زیادتی مین مشتری کا نفع ہی کچھ نقصان نہین
ص اور اگر ساڑھے نو گز نکلا تو نو روپی کو لیلیوے اگر چاہے اور چاہے کل پھیر دیوے اور یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور ابو یوسف کے
نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت مین گیارہ روپی کو لیوے اور دوسری صورت مین دس کو اور امام محمد کے نزدیک اگر مشتری
چاہے تو اول صورت مین ساڑھے دس روپی کو اور دوسری صورت مین ساڑھے نو کو لیوے ف در مختار مین لکھا ہی کہ فتوی امام صاحب
کے قول پر ہی لیکن بہت سے علما نے بلحاظ عرف کے قول امام محمد کا اختیار کیا ہی سو اسواسطے قاضی کو اختیار ہی جس روایت پر فتوی دے
سکتا ہی ص اور صحیح ہی بیچنا گیہون کا بالی مین ف اور امام شافعی کے نزدیک ایک قول مین ناجائز ہی اور دلیل ہماری حق ہی کہ منع
کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے گیہون کے بالی مین یہان تک کہ سفید ہوجاوے اور محفوظ ہوجاوے آفت سے روایت کیا
اسکو جماعت نے سواے بخاری کے ص اور اسیطرح باقلے کا اور چاول کا اور تل کا چھلکون مین اور اسیطرح اخروٹ اور بادام
اور پستے کا پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست مین اور امام شافعی کے نزدیک درست نہین اور دوسرے چھلکون مین یعنی اندر کے
پوست مین بالاتفاق جائز ہی اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کارآمد ہوگیا ہو یعنی کھانے کے قابل ہوگیا ہو یا نہوا ہو درست ہی
اور مشتری پر اوسیوقت اوسکا توڑ لینا واجب ہی ف اور دلیل اسکی فتح القدیر مین مذکور ہی ص اور اگر مشتری نے یہ شرط لگائی
کہ مین ان پھلون کو درخت پر رہنے دونگا تو بیع فاسد ہوگی جیسے پھل درخت پر بیچے اور کچھ رطل اوسمین سے نکال لیے ف مثلاً
یہ کہا کہ مین پھل ان درخت کے بیچتا ہون مگر چار سیر انمین سے لونگا اونکو نہ بیچونگا تو یہ بیع ناجائز ہی اور ہدایہ اور در مختار مین بھی

کہ باعتبار ظاہر روایت کے جائز ہے اور یہی صحیح ہے اسواسطے کہ حدیث جابر رضؓ مین ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مین کچھہ نکال لینے سے مگر یہ کہ معلوم ہووے یعنی معین کردے کہ اسمین سے اسقدر مینہین بیچونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے **ص** اور بیع مین مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گنے والے اسباب کی بائع پر ہے اور مزدوری قیمت تولنے والے اور پرکھنے والے کی مشتری پر ہے **ف** اور ایک روایت مین روپئے پرکھنے والے کی اجرت بائع پر ہے لیکن صحیح اول ہے **خلاصہ ص** اور اگر اسباب کو بدلے روپے اشرفی کے خریدا تو پہلے مشتری کو حکم ہوگا کہ قیمت حوالے کرے بعد اوسکے بائع کو اور اگر اسباب کو بیچے مین اسباب کے یا روپے اشرفی کو بدلے مین روپے اشرفی کے خریدا تو دونون کو حکم ہوگا کہ معًا ایک دوسرے کو دیوین ❊ ❊

باب الخیار

ف یعنی جا کر بیچنے کے بیان مین خواہ بائع کو اختیار ہو یا مشتری کو یا دونونکو **ص** بائع اور مشتری دونونکو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے کم کا اختیار درست ہے اور اس سے زیادہ کا درست نہین **ف** اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے ایک مدت معلومہ تک اگرچہ ہزار دن کا ہووے خواہ ایک مہینے کا یا ایک برس کا اور اس اختیار کو خیار الشرط کہتے ہین دلیل امام صاحب کی وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا دارقطنی اور بیہقی رحؒ نے کہ حبان بن منقذ بن عمرو انصاری دھوکا دیے جاتے تھے خرید و فروخت مین تو فرمایا واسطے اونکے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب بیع کیا کرے تو تو کہہ نہین فریب ہے اور مجھے اختیار ہے تین دن تک اور روایت کی عبد الرزاق نے ابان بن ابی عیاش سے اونھونے انس رضؓ سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک اونٹ اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہے لیکن ابان بن ابی عیاش ضعیف ہے مگر وہ صالح ہے اور روایت کی دارقطنی نے نافع سے اونھونے ابن عمر رضؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہے اور اسکی اسناد مین احمد بن میسرہ متروک الحدیث ہے اور صاحبین کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ ابن عمر رضؓ نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس اثر کا کتب حدیث مین نشان نہین ملتا **ص** تو اگر بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحب اور زفر رحؒ کے نزدیک بیع فاسد ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے پھر اگر تین دن کے اندر اونھونے اجازت دیدی **ف** یعنی بیع کو نافذ اور لازم کر دیا **ص** تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہو جاویگی اور امام زفر رحؒ کے نزدیک جائز نہو گی **ف** اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہے **ص** اور جو اس شرط پر خریدا کہ اگر تین دن تک دام ندونگا تو بیع نہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور چار دن کی اگر قید لگاویگا تو درست نہوگی نزدیک شیخین کے اور امام محمد رحؒ کے نزدیک درست ہوگی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا کر دیگا تو سب کے نزدیک بیع درست ہو جاویگی

مسئلہ بائع کا اختیار شی مبیع کو ملک بائع سے نہین نکالتا بلکہ وہ شی مدت خیار تک بائع کی ملک مین رہتی ہے تو اگر بائع کے اختیار کی صورت مین وہ شی مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مشتری پر قیمت اوس شی کی لازم آویگی نہ ثمن **ف** ثمن اسکو کہتے ہین جو بائع اور مشتری کے درمیان ٹھہری ہو اور قیمت ہو اوسکا نرخ بازار ہووے مثلاً ایک کپڑا زید نے عمرو سے چار روپے کو خریدا تو چار روپے ثمن ہے اب بازار مین اوسکی قیمت تین حال سے خالی نہین یا چار روپے ہین یا کم و بیش اول صورت مین ثمن اور قیمت مقدار مین مساوی ہین اور دوسری صورت مین ثمن زیادہ اور قیمت کم ہے اور تیسری صورت مین ثمن کم اور قیمت زیادہ ہے تو اس مسئلے کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو کے ہاتھہ ایک کپڑا چار روپے کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار

ابان بن ابی عیاش

احمد بن میسرہ

رکھا کہ اس عرصے مین چاہون تو کپڑا پھیرون یا اوسکی ثمن سے لون اور عمرو وہ کپڑا لیکر چلا گیا اب اوسکے اندر مدت خیار کے
وہ کپڑا عمرو کے پاس تلف ہوگیا تو عمرو پر چار روپے ثمن کے لازم نہ آوینگے بلکہ جو کچھ اوس کپڑے کی قیمت از روی نرخ بازار
ہووے وہ دینا پڑیگی اسلیے کہ جب بائع نے خیار کیا تو وہ کپڑا اوسی کی ملک مین رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہین اور مشتری اوسکو بقصد
خریداری لیگیا ہی اور اوسمین قیمت لازم آتی ہی ص اور مشتری کو اگر خیار ہووے تو وہ شئی بائع کی ملک سے نکل جاتی ہی لیکن مدت کے
اندر مشتری کی بھی ملک مین نہین آتی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک مین
آجاتی ہی اس صورت مین اگر وہ شئی مشتری کے پاس تلف ہوگئی یا عیب دار ہوگئی تو مشتری پر ثمن لازم آویگی ف تو حاصل
کلام یہ ہی کہ اگر بائع کو اختیار ہووے اور وہ شئی مشتری کے پاس تلف ہوجاوے تو اوسکو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مشتری کو اختیار
ہووے اور وہ شئی اوسکے پاس تلف یا عیب دار ہوجاوے تو ثمن دینی پڑیگی ص اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی کو اوسکے
مالک سے خریدا بشرط خیار تو امام صاحب کے نزدیک نکاح نہین فاسد ہوگا مدت خیار مین اسواسطے کہ اونکے نزدیک جب مشتری کو
خیار ہووے تو وہ شئی ملک مین مشتری کے نہین آتی اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہوجاویگا اسواسطے کہ وہ اوس لونڈی کا مالک ہوگیا
تو اگر بعد خریدنے کے مدت خیار مین خاوند نے اوس سے وطی کی اور وہ عورت ثیبہ ہو تب بھی پھیر سکتا ہی اور اگر بکر ہی تو نہین پھیر سکتا
ہی نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک خواہ بکر ہو یا ثیب کسی صورت مین نہین پھیر سکتا ف اور وجہ اوسکی ظاہر ہی اور
آگے اور آٹھ مسائل بیان ہوتے ہین وہ سب مبنی ہین اسی بات پر کہ خیار مشتری مین امام صاحب کے نزدیک وہ شئی ملک مشتری مین نہین آتی
اور صاحبین کے نزدیک ملک مین مشتری کے آجاتی ہی ص اگر مشتری نے ایک غلام بشرط خیار خریدا اور وہ اوسکا قریب نکلا
ف یعنی ذو رحم محرم جسکا بیان کتاب الاعتاق مین ہوچکا ص تو امام صاحب کے نزدیک مدت خیار مین وہ آزاد نہوگا اور صاحبین
کے نزدیک آزاد ہوجاویگا اور اگر کسی نے یہ قسم کی کہ اگر مین کسی غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی اور پھر ایک غلام بشرط
خیار خریدا تو امام صاحب کے نزدیک آزاد نہوگا مدت خیار مین اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوجاویگا ف اور اگر یہ قسم کھائی تھی کہ اگر مین
کسی غلام کو خریدون تو وہ آزاد ہی تو بمجرد خریدنے کے آزاد ہوجاویگا سب کے نزدیک ھدایہ ص اور جس لونڈی کو بشرط
خیار خریدا تو مدت خیار مین جو اوسکو حیض آویگا وہ استبرا مین شمار نہوگا اور صاحبین کے نزدیک شمار ہوگا اور اگر پھر اوسکو بائع پر رد
کردیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبرا واجب نہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک واجب ہوگا اور اگر اپنی منکوحہ لونڈی
حاملہ کو اوسکے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار مین وہ جنی تو امام صاحب کے نزدیک وہ ام ولد نہوگی تو اوسکو پھیر سکتا ہی اور صاحبین کے
نزدیک مشتری کی ام ولد ہوجاویگی تو اب نہین پھیر سکتا ہی اور اگر مشتری نے ایک شئی کو بشرط خیار خریدا اور اوسپر قبضہ کیا بعد قبضے
کے پھر وہی شئی بائع کے پاس امانت رکھدی اور بائع پاس تلف ہوگئی مدت خیار مین تو امام صاحب کے نزدیک بائع کا مال ہلاک
ہوگا اور مشتری پر اوسکی ثمن لازم نہ آویگی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اوسپر ثمن لازم ہوگی اور اگر عبد
ماذون نے ف یعنی جسکو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہووے ص ایک شئی بشرط خیار خریدی بعد اوسکے بائع نے ثمن اوسکو معاف
کردیا تو امام صاحب کے نزدیک خیار اوسکا باقی ہی یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دیوے اور صاحبین کے نزدیک خیار باطل ہوگا اور
اگر ایک ذمی نے ایک ذمی سے شراب خریدی بشرط خیار پر بعد اوسکے خریدار مسلمان ہوگیا تو صاحبین کے نزدیک خیار اوسکا باطل ہوگیا

یعنی اب اوسکو پھیر نہین سکتا اور امام صاحب کے نزدیک اختیار باقی ہی یعنی اوسکو پھیر سکتا ہو ف اور ان آٹھون مسألون مین وجہ
اختلاف وہی ہی جو اوپر بیان ہو چکی ص اور جس شخص کو اختیار ہی وہ اجازت دے سکتا ہو معاملے کی اگرچہ طرف ثانی اوسوقت حاضر
نہووے اور فسخ نہین کر سکتا جبتک طرف ثانی حاضر نہووے اور امام ابی یوسف رح اور شافعی رح کے نزدیک فسخ بھی کر سکتا ہی بے اوسکے
حضور کے اور اگر جس شخص کو اختیار تھا اوسنے فسخ کیا پیٹھ پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار مین طرف ثانی کو خبر فسخ کی پونہچی
تو معاملہ فسخ ہو جاویگا اور اگر مدت خیار مین اوسکو خبر فسخ کی نہین پونہچی تو معاملہ تمام ہو جاویگا اور جس شخص کو خیار العیب
یا خیار التعیین ہووے اور وہ مر جاوے تو اوسکے وارث کو بھی خیار رہیگا اور اگر اوسکو خیار الشرط یا خیار الرویۃ تھا اور وہ
مر گیا تو اوسکے وارث کو نہوگا ف خیار الشرط تو معلوم ہوا اور خیار الرویۃ اسے کہتے ہین کہ بن دیکھے ایک چیز خریدی
اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت مین مشتری کو اختیار ہی پھیر دینے کا اور خیار العیب ہی کہ بعد خریدنے اور
قبضہ کرنے کے مبیع مین کوئی عیب نکلا تو اس مین بھی پھیرنے کا اختیار ہوتا ہی اور خیار التعیین کہ مثلاً دو غلامون مین سے ایک کو خریدا
اس شرط پر کہ جو پسند آویگا ہزار کو لے لیویگا اور پھر وہ شخص مر گیا تو اوسکے وارث کو بھی اختیار معین کر کے لے لینے کا باقی
رہیگا ص اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے ف مثلاً کہے کہ زید اگر پسند کر لیگا تو بیع منعقد ہوگی ورنہ نہوگی
ص تو درست ہی اور اس صورت مین جو بیع کو جائز یا فسخ کریگا درست ہوگا اور اگر ایک جائز رکھے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی
بات معتبر ہوگی اور اگر دونون کی باتین ساتھ ہووین تو بیع فسخ ہو جاویگی اور اگر دو غلامون کو بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام مین
مجھے اختیار ہو تو اگر ہر ایک کی قیمت جداگانہ بیان کر دی ہی اور جس غلام مین اختیار ہی اوسکو معین کر دیا تو بیع جائز ہی ورنہ
فاسد ہی ف مثلاً قیمت جداگانہ نہ بیان کی اور نہ محل خیار معین کیا یا قیمت جداگانہ بیان کی لیکن محل خیار معین نکیا یا محل خیار
معین کیا لیکن قیمت جداگانہ بیان نہین کی ص اور اگر دو یا تین کپڑون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جسکو چاہیگا معین
کر لیگا تین دن کے عرصہ مین صحیح ہی اور چار کپڑون مین جائز نہین ف یعنی اگر چار کپڑون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ
تین دن مین ایک پسند کر کے لے لونگا تو جائز نہین کیونکہ یہ بیع خلاف قیاس استحساناً جائز ہوئی ہی بنظر حاجت کے طرف دفع
غبن کے اور تین کپڑون سے حاجت مندفع ہو جاتی ہی اسواسطے کہ غالباً ایک عمدہ ہوگا ایک اوسط ایک ناقص تو چار کی ضرورت
نہین هدایه ص اور اگر ایک گھر خریدا بشرط خیار بعد اوسکے مدت کے اندر ایک اور گھر قریب اوس گھر کے بکا اور اوسنے
شفعہ کی راہ سے اوسکو لیا تو دوسرے گھر کا لینا بطریق شفعہ رضامندی شمار کیجاویگی پہلے گھر کی خرید مین ف اسواسطے
کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نکرین تو دوسرے گھر مین شفعے کا دعوی کب ہو سکتا ہی ص اور اگر دو شخصون نے ملکر ایک چیز مول
لی بشرط خیار اور ایک اونمین سے راضی ہو گیا تو دوسرا بھی واپس نہین کر سکتا یعنی اوسکا بھی اختیار جاتا رہا اور اسیطرح خیار
العیب اور خیار الرویۃ مین ف یعنی دو شخصون نے ملکر خریدا بعد اوسکے عیب نکلا ایک راضی ہو گیا تو دوسرا اگرچہ ناراض ہی پھیر نہین سکتا
یا بن دیکھے دونون نے خریدا بعد دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو بھی دوسرا جو ناراض ہی نہین پھیر سکتا اور صاحبین کے نزدیک سب
صورتون مین جو ناراض ہی رد مبیع کر سکتا ہی ص اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ یہ نانبائی یا نویسندہ ہی اور اوسکے
خلاف نکلا تو مشتری چاہے کل ثمن کو لے لیوے یا پھیر دیوے اسلیے کہ یہ امور اوصاف ہین انکے عوض مین ثمن مین نقصان نہوگا

بیان خیار التعیین

فصل خیار رویت کے بیان مین

یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان مین **ص** جس چیز کو مشتری نے نہ دیکھا ہو اوسکا خرید لینا درست ہی اور جب اوسکو دیکھے تو اختیار ہی چاہے
اوسی دامون کو خرید لیوے یا واپس کر دیوے اگرچہ قبل دیکھنے کے راضی ہو چکا ہو اور اسکی کوئی مدت مقرر نہین **ف** تو جائز ہی واسطے اوسکے
فسخ بیع تمام عمر تک جبتک کہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نہ کہے یا کوئی فعل ایسا نکرے جو دلالت کرتا ہو رضامندی پر اور بعضون کے نزدیک بعد
ہی بوقت امکان فسخ یعنی جب دیکھکے قادر ہو فسخ پر اور فسخ نکرے تو خیار ساقط ہو جاتا ہی لیکن صحیح اول ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیع صحیح
نہین ہی اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا دارقطنی نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص خریدے ایسی چیز کو
کہ نہ دیکھا ہو اوسکو تو واسطے اوسکے اختیار ہی جب دیکھے اور اسناد مین اسکے عمر بن ابراہیم کردی ہی نسبت کیا گیا ہی طرف وضع حدیث کے لیکن روایت
کیا اوسکو امام ابوحنیفہؒ نے ہیثم سے انھون نے محمد بن سیرین سے انھون نے ابوہریرہؓ سے مثل اوسکے اور بھی مؤید ہی اسکے وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہ
اور بیہقی نے مکحول سے مرسلاً کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسی چیز مول لیوے جسکو نہین دیکھا تو اوسکو اختیار ہی جب دیکھے
اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل حجت ہی اکثر علما کے نزدیک اور یہی مذہب ہی امام مالک و احمد کا **ص** اور اگر مشتری
نے معاملۂ بیع فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو فسخ جاری ہو جاویگا اب دیکھنے کے وقت اگر پھر معاملے کی اجازت دیگا تو جائز نہو گی اور جس شخص نے
بیچا اپنی شی کو بغیر دیکھے ہوے تو اوسکو اختیار نہین ہی **ف** اور پہلے امام صاحب کے نزدیک بائع کو بھی خیار تھا لیکن پھر اوس سے رجوع کیا
کیونکہ روایت کی طحاوی نے پھر بیہقی نے علقمہ بن ابی وقاص سے کہ طلحہؓ نے کچھ مال خریدا حضرت عثمانؓ سے تو کہا گیا اونسے کہ نقصان پایا تم
نے اسمین کہا حضرت عثمانؓ نے کہ مجکو اختیار ہی اسواسطے کہ مین نے بیچا ایسی چیز کو جسکو نہین دیکھا تو حکم بنایا اون دونون نے جبیر بن مطعمؓ کو
تو فیصلہ کیا انھون نے اس بات پر کہ اختیار طلحہ کو ہی اور نہین اختیار ہی حضرت عثمانؓ کو **ص** اور خیار الرویۃ اور خیار الشرط دونون باطل ہو جاتی
ہین جب شی مبیع مین مشتری کے پاس آنکر کچھ عیب ہو جاوے یا مشتری اوس شی مین ایسا تصرف کرے جو قابل فسخ کے نہووے جیسے
غلام کو آزاد کر دیوے یا مدبر کر دیوے یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اوس سے متعلق ہو جاوے جیسے بدون خیار کے اوسکو بیچ ڈالے یا گرو
رکھدے یا کرایہ پر دیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے کے پہلے ہون یا بعد ہر طرح خیار رویت باطل ہو جاتا ہی اور اسیطرح خیار الشرط اور اگر
ایسا تصرف کرے جس سے غیر کا حق متعلق نہو جاوے جیسے بشرط خیار اوسکو بیچے **ف** کیونکہ بیع بشرط خیار مین وہ شی ملک بائع سے
نہین نکلتی **ص** یا بازار مین اوسکا نرخ کراوے یا کسی کو ہبہ کرے بدون تسلیم کے تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہونگے تب
خیار باطل نہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل ہو جاویگا اور غلے کے ڈھیر کو اور لونڈی غلام کے منہ کو اور جانور کے
منہ اور پٹھے کو اور تہ کیے ہوے کپڑے کے اوپر کی تہ کو اگر اوسمین نقش و نگار نہو دیکھ لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہو جاویگا اور اگر
کپڑے مین نقش و نگار ہی تو جس جگہہ نقش ہی اوسکا بھی دیکھنا ضرور ہی بغیر اوسکے دیکھے خیار ساقط نہوگا **ف** اور صحیح تر یہ
ہی کہ ہر کپڑے کو اندر سے دیکھنا کھولکر ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی **ص** مشتری نے اگر کسیکو مبیع پر قبضہ
کرنے کے لیے اپنا وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط ہو جاویگا نہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے **ف** یعنی اگر
مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرا پیام پہونچا دے قبضہ کرنیکا بائع سے اور اوس نے پیام پہونچایا اور مبیع کو دیکھ لیا تو یہ دیکھنا
اوسکا خیار کو ساقط نکریگا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شی کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو اوسکے دیکھنے سے خیار ساقط

ہوجاویگا اور ہدایہ مین ہی کہ اسپر اجماع ہی امام صاحب اور صاحبین کا البتہ وکیل بالقبض مین اختلاف ہی اور غایۃ الاوطار مین جو خلاف
وکیل خرید مین اور اتفاق وکیل بالقبض مین لکھا ہی بالکل سہو ہی **ص** اور اس زمانے مین دخل دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا اندر سے ضرور ہی
کیونکہ زمانہ سابق مین جب دیوارین گھر کی یا درخت باغ کے باہر سے دیکھہ لیتا تھا کافی ہوتا تھا اسواسطے کہ گھر اور باغ اونکا یکسان
تھے اور اب بہت فرق ہونے لگا **ف** اور امام زفرؒ کے نزدیک فقط صحن دیکھنا کافی نہین بلکہ اوسکے دالان کوٹھریان کمرے بھی دیکھے
اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اس زمانے مین اور اسیطرح حکم ہی باغ کا **در مختار ص** اندھا اگر بیچے یا خریدے تو درست ہی اور خریدے
تو اوسکو اختیار رہیگا اور اگر اوسکو ٹٹول لیگا یا سونگھہ لیگا یا چکھہ لیگا تو خیار ساقط ہوگا اون چیزون مین جو ٹٹولے یا سونگھے یا چکھنے سے انکا
حال معلوم ہوجاتا ہی **ف** جیسے بکری عطر حلوا **ص** اور زمین یا مکان اگر اندھا خرید کرے تو اوسکا خیار ساقط نہوگا جبتک کہ اوسکے
اوصاف بیان نہ کیے جاوین اور امام ابی یوسفؒ سے مروی ہی کہ اگر ایسی جگہہ مین کھڑا ہوجاوے کہ درصورت بینائی اوسکو دیکھہ لیتا تو
خیار اوسکا ساقط ہوگا **ف** جب بھی کہدے کہ مین راضی ہوگیا اور کہا حسن بن زیادؒ نے کہ اپنا ایک وکیل بالقبض کردیوے اور وہ دیکھہ
لیوے اور یہ مشابہ زیادہ ہی قول امام صاحب کے کیونکہ اونکے نزدیک دیکھنا وکیل بالقبض کا بمنزلہ موکل کے ہی **ہدایہ ص** اگر دو کپڑون
مین سے ایک کو دیکھہ کے دونون کو لیلیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب دونون کو پھیر سکتا ہی نہ ایک کو جسکو نہین دیکھا تھا اور اگر مشتری نے اپنی دیکھی
ہوئی چیز کو مول لیا پس اگر اوسکا حال بدل گیا ہی تو اوسکو اختیار ہوگا ورنہ نہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا ہی اور بائع کہے کہ نہین
بدلا ہی تو قول بائع کا معتبر ہی قسم سے اور اگر دیکھنے مین اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تونے دیکھہ کے خریدا ہی اور مشتری کہی کہ بن دیکھے خریدا ہی تو قول مشتری کا
ساتھہ قسم کے معتبر ہی اور اگر ایک گٹھری تھانون کی مول لی اور اون مین سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسیکو ہبہ کرکے اوسکے حوالے کردیا
تو خیار الرویۃ اور خیار الشرط ساقط ہوگیا البتہ اگر اوسمین عیب نکلے تو جو باقی رہا ہی اوسکو پھیر سکتا ہی **ف** ہدایہ مین اور اصل کتاب مین
اسکی وجہہ یہی لکھی ہی کہ خیار الشرط اور خیار الرویۃ مانع ہین تمامی صفقہ کے بخلاف خیار العیب اور بعض پھیر نے مین تفریق صفقہ ہوتی
ہی اور تفریق صفقہ جائز ہی بعد تمام عقد کے نہ قبل اوسکے اور یہی ہدایہ مین لکھا ہی کہ اگر وہ تھان پھر مشتری پاس لوٹ آیا مثلاً بیع
فسخ ہوگئی یا ہبہ مردود ہوگیا تو خیار الرویۃ پھر عود کریگا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہی کہ بعد سقوط کے پھر عود نکریگا مثل خیار الشرط
کے اور اوسی پر اعتماد کیا قدوری نے اور درمختار مین ہی کہ صحیح کہا اوسکو قاضی خان نے اور اگر کوئی چیز خریدے بدون دیکھے تو بائع
مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہین طلب کرسکتا ہی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا
سیاہ اور کتاب یا کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے واسطے خیار الرویۃ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہی اوس عوض کا جو اوسکو حاصل ہوگا **در مختار و طحطاوی**

فصل خیار عیب کے بیان مین

یعنی عیب نکلنے کے سبب سے جو اختیار ہوتا ہی اوسکے بیان مین **ص** مشتری اگر مبیع مین ایسا عیب پاوے جس سے اوسکی قیمت تاجرون کے
نزدیک کم ہوجاتی ہی تو اوسکو اختیار ہی چاہے پھیر دیوے اور چاہے پورے دامون سے لیوے **ف** اور دلیل اس خیار کے ثبوت کی وہی ہی جو روایت
کی بخاریؒ نے تعلیقاً عدا بن خالدؓ سے کہ بیع مسلمان کی ساتھہ مسلمان کے نہین عیب ہی اوسمین اور نہ خباثت اور نہ فریب اور روایت
ابن شاہین مین ہی بیع المسلم بالمسلم ما کان سلیماً بیع مسلمان کی ساتھہ مسلمان کے وہ ہی جو سالم ہو عیب سے اور سنن
ابی داؤد مین ہی حضرت عائشہؓ سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور وہ اوسکے پاس رہا پھر اوسمین عیب پایا تو پھیر دیا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو بائع پر ص اور مشتری کو یہ نہین پہونچتا کہ بیع کو اپنے پاس رکھے اور عیب کے سبب سے جو اوسکا نقصان ہے وہ
بائع سے پھیر لیوے اور بھاگنا اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اور بچھونے مین موت دینا اور چوری کرنا غلام لونڈی مین چھٹپنے مین
جب عقل رکھتے ہون عیب ہی اور بڑے پن مین دوسرا عیب ہی ف حاصل اسکا یہ ہی کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا ہووے وہی مشتری
کے پاس اگر ہوگا تو اوسکو خیار ثابت ہوگا اور اگر بدل جاویگا تو اوس صورت مین خیار نہین مثلاً ص بائع کے پاس چھوٹے پن مین
چورایا اور پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن مین تو ایک ہی عیب گنا جاویگا ف اسواسطے کہ سبب چوری کا دونون جگہہ ایک ہی وہ بے
پروائی جو عہد طفولیت مین ہوتی ہی ص اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھوٹے پن مین چوری کی تھی
اور مشتری کے پاس بڑے پن مین کی دوسرا عیب گنا جاویگا اس صورت مین مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہوگا ف اسواسطے کہ
چھوٹے پن کی چوری کا سبب لاپروائی ہی اور بڑے پن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہی ص اور عاقل ہونے کی قید اسواسطے لگائی
کہ اگر نہایت صغیر سن ہووے کہ عقل نرکھتا ہووے تو اوسکی چوری عیب نہین ہی ف اور اسیطرح بھاگنا اوسکا شمار مین نہین بلکہ وہ گمراہ
ہو ھدایہ ص اور جنون خواہ چھوٹے پن مین ہووے یا بڑے پن مین ہر طرح ایک عیب ہی تو اگر بائع کے پاس چھوٹے پن مین
مجنون ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس آکر خواہ چھوٹے پن مین مجنون ہوا یا بڑے پن مین ہر صورت مین اوسکو اختیار واپسی کا ہی اور منہ
اور بغل کی بدبوئی اور زناکاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی مین عیب ہی غلام مین نہین ف اسواسطے کہ لونڈی سے صحبت اور طلب
ولد کبھی منظور ہوگا اور یہ باتین اوسمین مخل ہین برخلاف غلام کے کہ خدمت مین یہ باتین قادح نہین الا درصورتیکہ غلام کو عادت
زناکی ہووے کیونکہ اس صورت مین خدمت مین حرج ہوگا ھدایہ ص اور کافر ہونا دونون مین عیب ہی ف اسواسطے
کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہی کافر کی صحبت سے دوسرے یہ کہ اوسکی آزادی کفارۂ قتل مین صحیح نہین ہی تو اگر خریدا اس شرط
پر کہ وہ کافر ہی اور مسلمان نکلا تو رد نکریگا اسواسطے کہ یہ زوال عیب ہی اور امام شافعی رہ کے نزدیک رد کرسکتا ہو ھدایہ
ص اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لڑکی کو عیب ہی ف سترہ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ یہ نہایت
مدت ہی بلوغ کی نزدیک امام ابوحنیفہ کے عورت مین اور ان دونون عیبون کی پہچان عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دیجاویگی جب بائع
انکار کرے قسم سے خواہ قبل قبض کے ہووے یا بعد قبض کے ھدایہ ص اور سترہ برس سے کم سن کو عیب نہین ف کیونکہ ابھی احتمال
ہی بالغہ نہونیکا ص اگر مشتری کے پاس آنکر ایک اور عیب ہوگیا تو جو عیب بائع کے پاس سے تھا اوسکے موافق نقصان کے دام پھیر لیوے
اور بیع کو رد نہین کرسکتا مگر جب بائع راضی ہووے پھیر لینے پر اور جسنے ایک کپڑا خریدا اور اوسکو قطع کیا بعد اوسکے اوسمین عیب معلوم
ہوا تو جسقدر عیب سے نقصان ہوا ہی اوسکے موافق دام پھیر لیوے اور کپڑے کو نہین پھیر سکتا مگر جب بائع راضی ہوجاوے اوس قطع
کیے ہوے کپڑے کے لینے پر اور اگر مشتری نے اوس کپڑے کو بعد قطع کے بیچ ڈالا تو اب نقصان کا عوض بائع سے نہین لے سکتا
اور اگر قطع کرکے اوسکو سیلیا یا سرخ رنگا ف اسواسطے کہ اگر سیاہ رنگے گا تو بائع اگر راضی ہوجاویگا تو پھیر سکتا ہی ص یا ستو
خریدکے اوسکو گھی مین ملایا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کے دام پھیر لیوے اور بیع کو رد نہین کرسکتا ف اگرچہ بائع
راضی ہوجاوے پھیر لینے پر کیونکہ اوسمین زیادتی ہوگئی ہی اور وہ جدا نہین ہوسکتی ص اور اگر بعد عیب معلوم ہونیکے ان چیزون
کو بیچ ڈالا تب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہی ف ہدایہ مین ہی کہ اگر کسی نے کپڑا خریدا اور اوسکو قطع کرکے اپنے

نابالغ لڑکے کا کپڑا سیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو اب نقصان کے دام نہین پھیر سکتا اور اگر بالغ لڑکے کا سیا تو نقصان کا عوض پھیر سکتا ہی ص اگر ایک غلام خریدا اور اوسکو آزاد کر دیا مفت یا مدبر کر دیا یا لونڈی خریدی اور اوسکو امّ ولد بنایا یا مر گیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا بدلہ بائع سے پھیر سکتا ہی اور اگر مال کے عوض مین اوسکو آزاد کیا یا اوسکو قتل کر ڈالا یا کھانا خریدا اور کل یا بعض اوسمین سے کھا لیا یا کپڑا خریدکے اسقدر پہنا کہ پھٹ گیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض پھیر نہین سکتا ص اور اگر انڈا یا خربوزہ یا ککڑی یا کھیرا یا اخروٹ خریدا اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلا کہ کچھ کار آمد نہو وے تو کل قیمت بائع سے پھیر لیوے اور اگر کچھ کار آمد ہی تو موافق نقصان کے دام پھیر لیوے ف اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہو جاویگی جیسے سو اخروٹون مین ایک یا دو برے نکلے ھدایہ ص اور اگر مشتری نے مبیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اوسمین عیب معلوم ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اسمین عیب کا یا انھون نے دیکھا تھا اس عیب کو جب مبیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری اول سے قسم طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس عیب تھا اور اوسنے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے مبیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھروا دیا تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اوس شی کو پھیر سکتا ہی اور اگر مشتری اول نے اپنی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شی پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہین پھیر سکتا ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی ص اور جس شخص نے مبیع پر قبضہ کیا بعد اوسکے اوسمین عیب کا دعوی کیا تو قاضی مشتری کو واسطے ادا ہی قیمت کے جبر نکریگا یہان تک کہ بائع حلف کر لیوے اس بات پر کہ میرے پاس مبیع عیبدار نہ تھی یا مشتری گواہ قائم کر دیوے کہ مبیع بائع پاس عیبدار تھی ف اسواسطے کہ اول صورت مین قاضی ثمن بائع کو مشتری سے دلا دیویگا اور دوسری صورت مین وہ شی بائع کو پھروا دیگا تو جب تک ان دونون امرون مین سے کوئی امر نپایا جاوے قاضی مشتری سے ثمن نہین دلا سکتا کیونکہ احتمال ہو کہ بائع قسم سے نکول کرے اور مشتری گواہ عیبدار ہونے پر قائم کروا دے تو اب قضای قاضی باطل ہو جاویگی ص اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین تو ثمن بائع کے حوالے کرے بشرطیکہ بائع قسم کھا لے عیب نہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہو جاویگا اور وہ مشتری کے پاس سے بائع کو پھروا دیجاویگی ف تو اگر بائع نے عیب نہونے پر قسم کھا لی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت مین ثمن مشتری سے دلا دیجاویگی اب اگر پھر اوسکے گواہ آگئے اور انھون نے گواہی دی اوس شی کے عیبدار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھر بائع سے لیکر مشتری کو دلا دی جاویگی اور مبیع بائع کو کفایہ ص تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کر لینے کے دعوی کیا اس بات کا کہ یہ بھگوڑا ہی تو بائع سے قسم نلیجاویگی جب تک مشتری گواہ نہ لاوے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہی اور جب وہ گواہ پیش کر دیوے تو قاضی بائع کو اسطرح سے حلف دیوے قسم اللہ کی بیشک بیچا اوسنے اوس غلام کو اور سپرد کیا اوسکو مشتری کے اور جبتک کبھی نہ بھاگا تھا یا اسطرح سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو دعوی اوسکے رد کا نہین پہونچتا اور یہ ترے جس طور سے وہ دعوی کرتا ہی یا اسطرح سے کہ کبھی نہ بھاگا تھا میرے پاس ف کیونکہ ان تینون صورتون مین بائع کو گنجایش تاویل اور بات بنانے کی نہین ہی کہ دوسرے طور پر قسم سمجھے ص اور اسطرح سے قسم نہ لیوے کہ جسوقت میں نے بیچا تھا اوسوقت غلام مین عیب تھا یا جسوقت بیچا اور تسلیم کیا تھا اوسوقت یہ عیب نہ تھا ف اسواسطے کہ دونون صورتون مین بائع کو گنجایش بات بنانے کی ہی کیونکہ اول صورت مین ممکن ہی کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم کے حادث ہو گیا ہو اس صورت مین اوسکا کلام سچا ہو سکتا ہی اور دوسری صورت مین

ہوسکتا ہی کہ مراد اوس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم دونون کے وقت مین نہ تھا بلکہ ایک کے ساتھ تھا
ص اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہو وین بھاگنے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبین کے نزدیک اول قاضی بائع سے
قسم لیوے اس بات کی کہ واللہ مین نہین جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہی تو اگر اوسنے قسم کھالی تو دعوی مشتری کا
کالعدم ہوگیا اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دیجاویگی جو بعد گواہون کے پیش ہونے کے دیجاتی تھی ف یعنی اوسی
طرح سے ص اور امام صاحب کے نزدیک ایک قول مین جب مشتری پاس گواہ نہون تو بائع کو قسم بالکل نہ دیجاویگی ف اسواسطے
کہ قسم مرتب ہوتی ہی دعوی صحیح پر اور دعوی صحیح نہین ہوتا بغیر خصم کے اور مشتری خصم نہین ہوتا بائع کا جب تک عیب ثابت نکرے تسلیم
مین گواہون سے اور اگر دعوی بالغ غلام کے بھاگنے مین ہووے تو قاضی بائع کو اسطور سے قسم دیویگا کہ واللہ نہین بھاگا میرے
پاس سے یہ مردون مین شریک ہوا ہی یعنی بالغ ہوا ہی اسواسطے کہ چھوٹے پن مین بھاگنا سبب نہین ہی دکا بعد بلوغ کے ہدایہ ص اور ایک
قول مین قسم دیجاویگی موافق مذہب صاحبین کے ف اور یہی مختار ہو ص اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی
پر قبضہ کیا اور بائع نے اوسکے ثمن پر اور بعد قبضہ کر لینے کے مشتری کو اوسمین عیب معلوم ہوا اور بائع پاس پھیرنے کو لیگیا اور بائع نے
کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسی دامون مین دو لونڈیان بیچین تھین ایک یہ عیب دار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہین تو نے یہی اکیلی اس
دامون مین بیچی تھی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور اگر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوا اس بات پر کہ دو لونڈیان بیچین
تھین لیکن مشتری یہ کہتا ہی کہ میرے قبضے مین ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہی کہ تو دونون لے گیا تھا تب بھی قول مشتری کا
قسم سے معتبر ہوگا اور اگر دو غلامون کو ایک ہی مرتبے مین خریدا اور اونمین سے ایک پر قبضہ کیا اور کسی مین عیب معلوم ہوا تو چاہے
دونون کو رکھے اور چاہے دونون کو پھیر دے ف اور یہ نہین کر سکتا کہ ایک کو پھیر دیوے ایک کو رکھ لے اسواسطے کہ ابھی صفقہ بیع
تمام نہین ہوا ہی بسبب عدم قبض مشتری کے دونون غلامون پر تو ایک کے پھیرنے مین تفریق صفقہ لازم آتی ہی قبل تمام کے اور وہ
جائز نہین ہدایہ ص اور اگر دونون پر قبضہ کر لیا تھا تو صرف عیب دار کو پھیر سکتا ہی ف اسواسطے کہ یہان صفقہ بسبب قبض
کے تمام ہوگیا ہی تو تفریق مین کچھ قباحت نہین ص جو چیز ناپ تول کے بکتی ہی ف جیسے غلہ وغیرہ ص اگر اوسمین کسی قدر عیب
پایا تو خواہ سارے کو پھیر دیوے خواہ سب کو رکھ لیوے ف مثلاً من بھر گیہون خریدے اور سیر بھر مین اونمین سے کچھ عیب معلوم
ہوا تو چاہے کل کو واپس کرے چاہے کل کو رکھے اور یہ نہین ہوسکتا کہ جتنا عیب دار ہی اوسکو واپس کر دے اور باقی کو رکھ لیوے
ص اور یہ جب ہی کہ وہ ساری چیز ایک ہی ظرف مین ہو اور جو دو ظرفون مین علیحدہ علیحدہ ہووے ف جیسے دو بورے
گیہون کے ہووین من من بھر کے ص تو جسمین عیب نکلے اوس ظرف کو پھیر سکتا ہی اور اگر بیع مین کسی قدر دوسرے کا حق نکل آوے
اور مشتری بیع پر قبضہ کر چکا ہو تو اوسکو یہ اختیار نہین کہ جسقدر استحقاق مستحق سے باقی رہے بائع کو پھیر دیوے اور اگر قبل قبضے کے
استحقاق ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کر سکتا ہی ہان بیع اگر کپڑا ہووے اور اوسمین تھوڑا کپڑا دوسرے کا نکلے تو مشتری
کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس کر دے ف اسواسطے کہ بیع اگر کپڑا نہین ہی بلکہ اناج وغیرہ ہی تو اوسمین تھوڑا نکل جانا
مشتری کو ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ اوسکے دام بائع سے پھیر لیگا اور کپڑے مین بعض اوقات اگر تھوڑا سا نکلجاوے تو ضرر کرتا ہی
اسواسطے کہ مشتری نے جس چیز کے بنانے کے لیے لیا تھا وہ اب بن سکے گی ص اگر ایک گھوڑا خریدا کہ اوسمین عیب پایا اور کھر

اوسکا علاج کیا یا اپنی حاجت کے واسطے اوسپر سوار ہوا تو خیار ساقط ہو جاویگا اور اگر سوار ہوا اوسکے پھیرنے کے لیے یا پانی پلانے کے لیے یا چارہ خریدنے کے لیے جب بغیر چڑھے چارہ نہ لاسکتا اور پانی پلانا ممکن نہو ف مثلاً وہ گھوڑا شریر ہو بغیر سوار ہوئے نہ چلے یا مشتری چال سے عاجز ہو ص تو خیار ساقط نہوگا اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا تھا اور مشتری کے پاس آنکر اوسکا ہاتھ کاٹا گیا یا خون کے عوض مین گردن مارا گیا تو اول صورت مین مشتری غلام کو پھیر دیگا اور دونو صورتون مین بائع سے ثمن پھیر لیوے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اوسکی قیمت دونون حالت کی لگا کر جو بڑھے وہ پھیر لیوے ف یعنی اوس غلام کی اگر سارق نہو تو کیا قیمت ہو اور اگر سارق ہو تو کیا قیمت ہو لگا کر اول جو زیادہ پڑے اوسقدر بائع سے پھیر لیوے اور اسیطرح غیر قاتل معصوم الدم کے اور قاتل مباح الدم کے ص جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آنکر بسبب جنگی کے مر گئی ف تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کل ثمن پھیر لیوے اور صاحبین کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگا کر اول کی قیمت جتنی بڑھے اوسقدر پھیر لیوے ہدایہ ص اور اگر بائع نے وقت بیع کے کہدیا کہ مین بیع کے سب عیبون سے بری ہون اور مشتری نے اوسکو منظور کیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی جہت سے پھیر سکیگا اگرچہ بائع نے ہر عیب کا نام نہ لیا ہو ف اور امام شافعی کے نزدیک درست نہین تو بائع سب عیبون سے بری ہوگا خواہ وہ عیب وقت بیع ہو یا قبل قبض کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابو یوسف رح کے اور امام محمد رح کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہوا ہو اوس سے بائع بری نہوگا ف اور یہی قول ہے زفر کا اور مختار قول امام ابو یوسف کا ہے

باب بیع باطل اور فاسد کے بیان مین

ف شرح بدیع مین ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہو اسطرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف کے سبب ہونے عاقد کے جیسے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب مردار یا خون یا شراب ہونے کے تو بیع باطل ہے بسبب فوت ارکان بیع کے اور اگر ایجاب و قبول مبیع مین خلل نہ پڑے لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہووے اسطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سؤر یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہووے جو مقتضا عقد کے مخالف ہووے تو وہ بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے اور اصل کتاب مین ہے کہ مال وہ چیز ہے جسمین آدمیون کی رغبت ہووے اور اوسکو لوگ خرچ کرین تو مٹی اور خون اور جو جانور آپسے مر جاوے اور شخص آزاد وہ مال نہین ہے لیکن وہ جانور جو گلا گھونٹا جاوے یا اور کسی جگہہ زخمی کر کے قتل کیا جاوے جیسا کہ بعض کفار کی عادت ہے اور ذبیحہ مجوسی کے مال ہین لیکن شرع مین یہ چیزین متقوم نہین ہین جیسے شراب اور سؤر اور جو مال شرع مین غیر متقوم ہے یعنی بے قیمت اوسکی اہانت اور ذلیل کرنے کا ہمکو حکم ہوا ہے لیکن وہ اگر دینوں مین مال متقوم ہے تو جو چیزین بالکل مال نہین ہین جیسے مٹی خون شخص آزاد اور آپسے جانور مرا ہوا تو اوسمین بیع بالکل باطل ہے برابر ہے کہ اوسکو مبیع بناوین یا ثمن اور جو مال غیر متقوم ہے ہماری شرع مین جیسے شراب یا سؤر یا ذبیحہ مجوسی تو اوسکو اگر بدلے مین روپیا اشرفی کے بیچین تو بیع باطل ہے اور اگر اسباب کے بدلے مین بیچین یا اسباب کو ان چیزون کے بدلے مین بیچین تو اسباب مین بیع فاسد ہے اور ان چیزون مین باطل تو باطل وہ بیع ہے کہ جسکی اصل اور وصف دونون فاسد ہون اور فاسد وہ ہے جسکی اصل صحیح ہووے اور وصف فاسد ہووے اور امام شافعی کے نزدیک باطل اور فاسد مین کچھ

فرق نہین ہوا اور تحقیق اسکی اصول فقہ مین ہو انتہی اور ہدایہ مین ہو کہ بیع باطل مین وہ شی مشتری کے ملک مین کسی طرح نہین آتی تو اگر وہ شی مشتری کے پاس تلف ہو جاوے اوسکا تاوان مشتری پر نہوگا اور بیع فاسد مین جب مشتری اوس شی پر قبضہ کرلیوے تو اوسکا مالک ہو جاتا ہی اور اوس شی کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہی اسکی مثال یہ ہو کہ زید نے مثلاً ایک گھوڑا بدلے مین مُردے یا خون کے خریدا اور وہ گھوڑا زید کے پاس آنکر ہلاک ہو گیا تو اوسکی قیمت زید پر لازم نہ آویگی کیونکہ یہ بیع باطل ہی اور اگر زید نے ایک گھوڑا بدلے مین شراب یا سور کے خریدا تو زید پر اوسکی قیمت لازم آویگی اور جب زید اوس پر قبضہ کرلیگا تو وہ گھوڑا زید کی ملک مین آجاویگا اسواسطے کہ یہ بیع فاسد ہو اس قاعدہ کلیہ کو یاد رکھنا ضرور ہو کہ اس باب مین مسائل مذکورہ مین کام آویگا **ص** باطل ہی بیع اوس چیز کی جو مال نہین ہو جیسے خون یا مُردہ **ف** اسواسطے کہ یہ چیزین مال نہین ہین دوسرے یہ حرام کیا انکو اللہ تعالی نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ یعنی حرام ہو تمپر مُردہ جانور اور خون اور گوشت سور کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے نام کسی شخص کا سوا خدا کے پکارا جاوے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی جسوقت حرام کرتا ہو کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہو اوسپر قیمت اوسکی روایت کیا اسکو ابو داود نے ابن عباسؓ سے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سال فتح مکہ کے اور آپ مکہ مین تھے کہ اللہ اور رسول نے اوسکے حرام کی بیع شراب اور مُردہ اور سور اور بتونکی سو کسی نے کہا یا رسول اللہ فرمائیے چربی کو مُردونکی کہ روغن کرتے ہین اوس سے ناؤن کو اور چرب کیجاتی ہین اوس سے کھالین اور روشنی کرتے ہین اوس سے لوگ سو فرمایا نہین وہ حرام ہو لعنت کرے اللہ یہود کو کہ اللہ تعالی نے جب حرام کی اونپر چربی جانورون کی پگھلایا اوسکو پھر بیچا اوسکو پھر کھائے دام اوسکے **ص** اور آزاد شخص کی **ف** اسواسطے کہ آزاد شخص مال نہین ہو اور صحیح بخاری مین مروی ہو ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تین آدمی ہین کہ دشمن ہونگا مین اونکا دن قیامت کے ایک وہ شخص کہ اوسنے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا اور ایک وہ شخص جس نے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اوسکی اور ایک وہ شخص جسنے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اوسکو مزدوری اوسکی **ص** اور اسیطرح ان چیزون کے عوض بیع کرنا بھی باطل ہو اور یہی باطل ہو بیع ام ولد کی **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ماجہ نے سُنن مین کہ ذکر آیا ماریہ قبطیہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپ نے کہ آزاد کر دیا اوسکو لڑکے نے اوسکے یعنی ابراہیم نے اور روایت کی بیہقی اور مالک نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت عمرؓ نے بیع سے ام ولد کے تو کہا کہ نہ بیع کیجاوے اور نہ ہبہ کیجاوے اور نہ میراث مین آوے خدمت لے اوس سے مالک اوسکا جبتک جیتا رہے پھر جب مرگیا تو وہ آزاد ہی **ص** اور مدبر کی **ف** یعنی مدبر مطلق کی اور مدبر مقید کی بیع جائز ہی ھدایہ مدبر مطلق اوسکو کہتے ہین جسے مالک نے کہا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہی اور مدبر مقید وہ ہی جسے مالک کہے کہ اگر مین اس سفر سے آؤن تو تو آزاد ہی یا اس بیماری مین اگر مر جاؤن تو تو آزاد ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیع مدبر مطلق کی بھی جائز ہی اور دلیل ہماری وہ حدیث ہو جو گذری کتاب العتاق مین کہ نہ بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا ثلث مال سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے **ص** اور مکاتب کی **ف** اور یہی صحیح مذہب ہو شافعی کا اور بعض مالکیہ کا اور امام احمدؒ کے نزدیک بیع مکاتب کی جائز ہی اور نہایہ مین ہو کہ اگر مکاتب راضی ہو جاوے بیع پر تو اوسمین دو روایتین ہین اصح اور اظہر یہ ہو کہ جائز ہی اسواسطے کہ روایت کی ابو داود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے مکاتب غلام ہی جبتک کہ باقی رہے اوسپر ایک درہم اور نقل کیا اسکو بخاری نے حضرت

عایشہ رضی اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمرؓ سے اور بھی روایت کی بخاری نے کہ آئی بریرہ مدد مانگتی تھی حضرت عایشہؓ سے اپنے بدل کتابت
مین سو کہا حضرت عایشہؓ نے کہ اگر تیرے مالک راضی ہوجاوین اس بات پر کہ سب بدلی مین انکو ایکدفعہ دیدون اور تجکو آزاد کردون تو مین ایسا
کرونگی تو ذکر کیا بریرہ نے اس بات کا اپنے مالکون سے کہا اونھون نے نہین راضی ہین ہم اسپر مگر یہ کہ ترکہ تیرا ہمارے واسطے ہووے تو ذکر کیا حضرت
عایشہؓ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپنے کہ خرید کرلو تم اوسکو اور آزاد کردو اور ترکہ اوسکو ملیگا جو آزاد
کریگا اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ مکاتب کی بیع جب راضی ہوجاوے بیع پر درست ہی اور یہی موافق قیاس کے ہی ص اور
باطل ہی بیع اوس مال کی جو شرع مین نہ قیمت ہی جیسے شراب یا سور روپی اشرفی کے بدلے مین ف یعنی اون چیزون کے بدلے مین
جو ثمن ہین جیسے روپی اشرفی اور پیسے جنکا چلن ہووے اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی جسوقت حرام کرتا ہی
کوئی شی حرام کرتا ہی ثمن اوسکی روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور گذر چکی اوپر حدیث جابرؓ کی کہ حرام کی اللہ تعالی نے بیع شراب
اور سور اور مردے اور بتونکی ص اور اگر بایع نے آزاد اور غلام کو ملاکر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اور مردار کو ف جس پر قصداً اللہ کا
نام ترک کیا گیا ہووے یا اور کسی کے نام پر ذبح کیا جاوے ص تو دونون کی بیع باطل ہوگی اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ کہدی ہو
ف مثلا یون کہدے کہ بیچا مین نے ان دونونکو بدلے مین دو روپے کے ایکروپیہ قیمت ہی بدبوجھ کی اور ایکروپیہ مردی کی ص اور اگر غلام کو
مدبر کے ساتھ خواہ بیگانے غلام کے ساتھ ملاکر بیچے یا اپنے ملک کو شی وقف کے ساتھ ملاکر فروخت کرے تو غلام اور اپنی ملک کی
بیع درست ہوجاویگی اور مدبر اور دوسرے غلام کی اور وقف کی بیع جایز نہوگی ف اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان
نہ کی ہووے ھدایہ ص اور اسباب کا بیچنا بدلے مین شراب کے یا شراب کا بدلے مین اسباب کے فاسد ہو ف یعنی یہ بیع فاسد ہی اسباب
مین تو اگر مشتری اسباب پر قبضہ کرلیگا اس صورت مین اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی اور اوسکا مالک ہوجاویگا لیکن شراب مین باطل
ہی یہانتک کہ نہین شراب کا مالک نہین ہوسکتا تو جسکی طرف سے شراب ٹھہری ہی وہ اوسکی قیمت دیگا ص اور باطل ہی بیع مچھلی
کی دریا مین قبل شکار کے اگر روپیہ اشرفی کے بدلے مین ہووے اور فاسد ہی اسباب کے بدلے مین ف اسواسطے کہ روایت ہی
ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خرید و مچھلی کو پانی مین بیشک وہ مین خطر ہی یعنی
دھوکا ہی روایت کیا اسکو امام احمد نے اور اشارہ کیا اسطرف کہ موقوف ہونا اوسکا صواب ہی اور روایت کی امام ابو یوسف رحمہ
نے کتاب الخراج مین عمر بن خطاب سے کہ فرمایا اونھون نے نہ بیچو تم مچھلی کو پانی مین بیشک وہ دھوکا ہی اور انکا اثر مثل اوسکا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
ص اور اگر مچھلی کو شکار کرکے ایسے گڑھے مین ڈالدیا کہ بغیر جال وغیرہ کے اوسکو پکڑ سکتے ہین تو اوسکی بیع جایز ہی اور اگر بغیر
جال یا شست کے نہین پکڑ سکتے ہین تو فاسد ہی اور اگر مچھلیان دریا سے ایکطرف گڑھے مین آنکر جمع ہورہین اور اونکی راہ دریا کی
بند کردی تو بیع اونکی جایز ہی ورنہ باطل ہی اور بھی باطل ہی بیع ہوا مین اوڑتے جانور کی ف اسواسطے کہ قبل پکڑنے کے وہ
ملک مین نہین آیا اور بعد پکڑنے کے اگر چھوڑدیا ہی تو بھی جایز نہین اسواسطے کہ اوسکی تسلیم پر قادر نہین ہی اور منع کیا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابو ہریرہؓ سے اور اگر وہ پرند جانور ایسا ہو کہ بایع سے
ہلا ہو اور اوسکے بلانے سے چلا آتا ہووے بغیر تکلف کے تو جایز ہی بیع اوسکی ورنہ نہین فتح ص اور باطل ہی بیع بچے کی پیٹ مین ف
اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدنے سے اوس چیز کے جو پیٹ مین ہی چوپایون کے یہانتک کہ جنین روایت کیا

اوسکو ابن ماجہ نے اور روایت کی بزار نے ابوہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا بیع اون چیزونکے جو شتر کی پشت مین ہووے اور ماده کے شکم مین **ص** اور بچے کے بچے کی **ف** یعنی جیسے پیٹ کے بچے کی بیع باطل ہو ویسے ہی اوس بچے کے بچے کی جسکو عربی مین نتاج اور حبل الحبلہ کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے حبل الحبلہ کے یعنی ولد الولد کے اور ابن عمرؓ سے حبل الحبلہ کے یہی معنی مصنف عبدالرزاق مین بسند صحیح منقول ہین اور یہی موافق ہین لغت کے اور قریب ہین از روی لغت کے اور اسیطرف گئے ہین امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور مالکؒ اس حدیث کے معنی بیان کیے ہین کہ کسی چیز کو خریدے اس وعدے پر کہ جب اس اونٹنی کا بچہ ہووےگا اور پھر بچہ کا بچہ اوسوقت مین دام دونگا تو یہ بیع بسبب جہالت میعاد کے فاسد ہو **قسطلانی ص** اور جائز نہین بیع دودہ کی تھن مین جانور کے **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہو منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اوس چیز کے جو تھنون مین جانور کے ہو اور روایت ہو ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کہ بیچا جاوے میوہ یہان تک کہ کھانے کے قابل ہووے اور نہ بیچی جاوے اون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودہ تھن مین روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور دارقطنی نے اور نکالا اسکو ابوداود نے مراسیل مین عکرمہ سے اور یہی راجح ہو اور بھی نکالا اوسکو موقوف ابن عباسؓ پر اسناد قوی سے اور ترجیح دی اسکو بیہقی نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین عکرمہ سے انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپنے اس بات سے کہ بیچا جاوے دودہ تھن مین اور گوشت بکری مین یا چربی اوسکی یا صوف اوسکے یا پائے اوسکے یا کھال اوسکی جب زندہ ہووے یا آٹا گیہون مین یا گھی دودہ مین **فتح ص** جاننا چاہیے کہ دودہ کی تھن مین بیع جائز نہونے کی دو وجہین ہین ایک تو یہ کہ معلوم نہین دودہ ہو یا خون ہو یا پیپ تو اس صورت مین بیع باطل ہونی چاہیے اسواسطے کہ اوسکے وجود مین شک پڑگیا دوسری وجہ یہ ہو کہ دودہ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہو تو بعد بیع دوہنے کے پہلے اگر بڑھ گیا تو ملک بائع کی مشتری کی ملک سے مخلوط ہوجاویگی اور یہ وجہ چاہتی ہو کہ بیع فاسد ہو **ف** اسیواسطے ہم نے اوسکو جائز نہین کہا تا دونون صورتون کو شامل ہوجاوے **ص** اور فاسد ہو بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر **ف** بسبب حدیث ابن عباسؓ کے جو اوپر گذری **ص** اور ایک کڑی کی چھت مین اور ایک گز کی کپڑے مین اگرچہ اوسکے کاٹنے کی جگہہ بیان کی ہووے یا نہ بیان کی ہو اور صحیح ہوجاویگی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے مشتری کے کڑی کو اوکھاڑ دیا یا ایک گز کپڑا کاٹ دیا اور باطل ہو بیع اوس چیز کی جو شکاری کے ایک بار جال لگانے مین پھنسے **ف** اسواسطے کہ اسمین دھوکا ہو اور منع کیا ہو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس سے اور اسیطرح باطل ہو بیع غوطہ باز کی ایک بار کے غوطے کی کیونکہ منع کیا اوس سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابی سعید مین روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے **ص** اور فاسد ہو بیع مزابنہ اور وہ یہ ہو کہ درخت پر کی کھجور کو ساتھ ٹوٹی ہوئی کھجور کے بیچے اٹکل سے **ف** اور اسیطرح سے محاقلہ یعنی گیہون کو بالی مین بیچے اوس گیہون کے بدلے مین جو کٹے ہوے الگ رکھے ہین اٹکل سے اور یہ حکم ہر میوے کو شامل ہو اسواسطے کہ اسمین گمان بیاج کا ہو بسبب زیادتی کے اور اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے اور روایت کیا اوسکو ابوداود اور ترمذی اور نسائی نے جابرؓ سے اور صحیح کہا اوسکو ترمذی نے **ص** اور فاسد ہو بیع ملامسہ اور بیع حصاة اور منابذہ **ف** یہ تینون بیع مروج تھین زمانہ جاہلیت مین بیع ملامسہ اسے کہتے ہین کہ بائع اور مشتری نرخ کرین ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اوسکو مشتری چھولیوے تو بیع لازم ہوجاوے اور بیع حصاة اسے کہتے ہین کہ مشتری جب

کنکر رکھ دیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور بیع منابذہ یہ کہ بائع جب مبیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور منع
کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوع سے روایت کی بخاری نے حدیث انس ؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ملامسہ اور منابذہ سے اور روایت کی مسلم اور چاروں اصحاب سنن نے ابوہریرہ ؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حصات سے
ص اور باطل ہی بیچنا گھاس کا جو زمین مین اوگا ہو اور اوسکو ٹھیکہ دینا ف اسواسطے کہ روایت کی ابوداود نے سنن مین حریز بن عثمان ؓ سے انھون نے
ابی خراش بن حبان بن زید سے انھون نے ایک مرد صحابی سے کہا کہ جہاد کیا مین نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین مرتبہ
سنتا تھا مین آپ سے کہ فرماتے تھے مسلمان شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین اور روایت کیا اوسکو امام احمد نے
مسند مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور رستا کی ابن عدی نے کامل مین احمدؒ او ابن معین سے کہ حریز راوی اس حدیث کا ثقہ اور
مجہول ہونا صحابی کا مضر نہین فتح ص اور باطل ہی بیع شہد کی مکھیون کی مگر جب ایک بار تن مین شہد اور مکھیان دونون ہون
تو بیع مکھیون کی بھی بتبعیت شہد کے جائز ہو جاویگی اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیع شہد کی مکھیون کی جب محفوظ اور مقدور
التسلیم ہون جائز ہی ف اور اسی پر فتوی ہی درمختار ص اور ریشم کے کیڑون کی اور اوسکے تخم کی ف یعنی جسکے اندر ریشم کا کیڑا
پیدا ہوتا ہی ص امام صاحب کے نزدیک اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک جب اون کیڑون مین ریشم نکل آیا ہو تو بیع کیڑون کی ریشم کی
تبعیت مین درست ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت مین درست ہی ف اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی پر فتوی ہی درمختار
ص اور بھاگے ہوے غلام کی بیع فاسد ہی ف اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھاگے ہوے
غلام کی بیع سے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ص مگر اوس شخص سے جسکے پاس گمان ہو اوس غلام کے ہونے کا ف اسواسطے کہ وہ مشتری کے
حق مین بھاگا ہوا نہین ہی بلکہ اوسکے قبضے مین ہی ص اور باطل ہی بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ برتن مین ہووے یا لونڈی کا دودھ
ہووے اور امام ابی یوسف کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہی ف اور ہمارے
مذہب کی طرف گئے ہین امام احمدؒ اور مالکؒ فتح القدیر مین ہی کہ نفع اوٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہی یہان تک کہ بعض مشایخ
نے آنکھ مین ڈالنے کے لیے بھی منع کیا ہی اور بعضون نے جائز رکھا ہی دوا کے واسطے ص اور باطل ہی بیع سور کے بالون کی ف
اسواسطے کہ وہ نجس العین ہی اور موزہ سینے کے لیے اوس سے انتفاع جائز ہی اور اگر کہین بدون خرید سے نہ ملے تو بسبب ضرورت کے خرید
اوسکی جائز ہی اور بائع کو اوسکی بیع مکروہ ہی تو اوسکی قیمت حلال نہین بائع کے لیے اور بال اوسکا پانی کو بقول صحیح نجس کر دیتا ہی امام ابی یوسف
کے نزدیک بخلاف امام محمدؒ کے درمختار ص اور حرام ہی نفع اوٹھانا اوس سے اور بھی باطل ہی بیع جانور مُردے کے کھال کی
قبل دباغت کے ف اسواسطے کہ روایت کی ترمذی اور ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عکیم سے کہ آئی ہمارے پاس
کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اوٹھاؤ مُردے کی کھال سے قبل دباغت کے اور نہ اوسکے پٹھون
سے ص اور بعد دباغت کے اوسکو بیچنا اور کام مین لانا درست ہی ف اور دلیلین اوسکی کتاب الطہارۃ مین گذرین اور قوی دلیل
یہ ہی کہ روایت کی بخاری مسلم نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ حضرت میمونہ کی ایک لونڈی کو ایک بکری ملی صدقہ مین اور وہ مر گئی
تو گذرے اوسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمایا آپ نے کیون نہین لی تم نے کھال اوسکی اور دباغت کر کے نفع نہ اوٹھایا
کہا صحابہ نے کہ وہ مُردہ ہی فرمایا آپ نے کہ مُردے کا صرف کھانا حرام ہی ص اسیطرح مُردار جانور کی ہڈی اور رویان اور پٹھے اور

بال اور سینگ سے نفع لینا اور انکا بیچنا جائز ہو ف اس واسطے کہ یہ سب چیزین پاک ہین اور دلیل انکی کتاب الطہارۃ مین گذر چکی
ص اور ہاتی مثل درندون کے ہڈی کا بیچنا اور اوس سے نفع اوٹھانا درست ہے مگر امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ف اس واسطے کہ
امام محمد رح کے نزدیک ہاتی مثل سور کے نجس العین ہے اور صحیح ہمارا مذہب ہے اور اوسکے موید بہت سی احادیث ہین جنکا بیان فصل دباغت
مین کتاب الطہارۃ مین گذرا ص اگر بالا خانہ ایک شخص کا تھا اور نیچے کا مکان ایک شخص کا اور دونون گر گئے یا بالا خانہ بالکل گر گیا
اب بالا خانے والے مالک نے صرف بالا خانہ بیچا تو بیع اوسکی باطل ہے اس واسطے کہ سوای اوپر ہونیکے حق کے اور کوئی چیز باقی نہین اور اوپر ہونیکے
کا حق مال نہین ف یعنی جب بالا خانہ گر گیا تو کوئی چیز اس قسم کی باقی نہین رہی جو مشاہد ہو موجود ہو صرف ایک حق تعلی یعنی اوپر ہونیکا
حق باقی ہے اور وہ مال نہین ہے اور جو مال نہین ہے اوسکی بیع باطل ہے ہدایہ ص ایک لونڈی اس شرط سے لیا کہ وہ لونڈی
ہے بعد اوسکے غلام نکلا تو بیع باطل ہے اور اگر ایک بکرا خریدا بعد اوسکے بکری نکلی تو بیع جائز ہے لیکن مشتری کو اختیار ہے چاہے رکھے
یا پھیر دیوے اور فاسد ہے خریدنا اس طور پر کہ مشتری سے بائع اوسی چیز کو پہلی قیمت سے کم مین لیوے قبل وصول قیمت اول کے مثال اوسکی یہ ہے
ایک شخص نے ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی وہ روپے وصول نہین ہوے تھے کہ مشتری سے پھر دس کو خرید لی تو دس کی عوض مین دس ادا
ہوگئے اور بائع کے پانچ روپے اور مشتری پر باقی رہے ف اس واسطے کہ یہ نفع ایسی چیز کا ہے جو مالک کے ضمان مین نہین آئی اور منع کیا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نفع سے روایت کیا اوسکو ابو داود اور ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن العاص سے اور صحیح
کہا اوسکو ترمذی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے علوم الحدیث مین اور بیہقی روایت کی امام ابو حنیفہ نے مسند مین ابی اسحق سبیعی سے
انہون نے عورت سے ابی السفر کے کہ کہا ایک عورت نے حضرت عایشہ رض سے کہ زید بن ارقم نے بیچا میرے ہاتھ ایک لونڈی کو آٹھ سو درہم کے
بدلے مین پھر خریدا اوسکو چھ سو درہم کے عوض مین تو کہا حضرت عایشہ رض نے کہ خبر پہونچا دے تو میری طرف سے زید بن ارقم کو کہ اللہ تعالی باطل
کر دیگا حج اور جہاد تمہارا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نکرو گے اور روایت کی امام احمد رح نے بسند صحیح کہ آئی حضرت
عایشہ رض کے پاس ایک عورت اور کہا اوس نے کہ مین نے زید بن ارقم رض کے ہاتھ ایک غلام بیچا آٹھ سو روپے کو میعاد پر پھر خرید لیا مین نے
اوس سے چھ سو روپے کو تو فرمایا حضرت عایشہ رض نے کہ خبر پہونچا دے تو زید کو کہ تم نے باطل کر دیا جہاد اپنا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے اگر توبہ نکرو گے برا کیا تو نے جو بیچا اور جو خریدا اور یہ حدیث صحیح ہے اور یہ قول حضرت عایشہ رض کا سمجھا گیا ہے قول سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور شافعی رح نے جو کہا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے اور عالیہ اسکی اسناد مین مجہول ہے باطل ہے اس واسطے کہ عالیہ
ایک عورت جلیل القدر ہے زوجہ ہے ابی اسحق سبیعی کی ذکر کیا اوسکو ابن سعد نے طبقات مین اور کہا کہ سنا ہے اوس نے حضرت عایشہ رض
سے فتح ص اور ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی قیمت نہین وصول پائی کہ پھر وہی لونڈی ایک اور لونڈی کے ساتھ
ملا کر پندرہ کو خرید کی تو پہلی لونڈی مین بیع فاسد ہے اور دوسری مین جائز ہے ف اس واسطے کہ پہلی لونڈی کو جس قیمت سے بیچا اوس سے
کم مین خریدا ہے تو اوسمین بیع جائز نہوگی اور دوسری لونڈی مین صحیح ہو جاوے گی ص تیل کو اس طرح خریدا کہ برتن سمیت
تول لیوین گے اور ہر برتن کے عوض مثلاً پانچ سیر مجرا کرینگے خواہ وہ برتن پانچ سیر کا ہو یا نہو تو یہ فاسد ہے اور اگر اس
طور سے خریدا کہ جس قدر خالی برتن کا وزن ہے اوتنا حساب مین مجرا کرینگے تو یہ درست ہے ف اس واسطے کہ پہلا قول خلاف دستور
اور خلاف مقتضای عقد ہے کیونکہ احتمال ہے کہ برتن پانچ سیر کا ہووے یا کم و بیش اور دوسرا قول موافق دستور اور موافق مقتضای

عقد ہی اور تیل کی قید واسطے مثال کے ہی اور ہر وزنی مین یہی حکم ہو ص اگر گھی کپے مین خریدا اور مشتری جب کپا پھینے گیا
تو وہ پانچ سیر کا نکلا تب بائع نے کہا کہ میرا کپا اور تھا اور وہ ڈھائی سیر کا تھا اور مشتری نے کہا کہ یہی کپا تھا تو قول مشتری کا ساتھ
قسم کے معتبر ہوگا ف اسواسطے کہ کپے پر قابض مشتری تھا اور قول قابض کا معتبر ہوگا ھ ایہ اور یہان بھی قید گھی کی
اتفاقی ہی بلکہ جو وزنی ہو اوسمین یہی حکم ہو ص باطل ہو مسیل یعنی پانی بہنے کی جگہہ کی بیع اور ہبہ اوسکا اور صحیح ہی بیع اور ہبہ
راہ کا ف یعنی ایک شخص کی زمین سے دوسرے کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہو تو جس شخص کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہو اور نے
اوتنی زمین بیع کی تو باطل ہی اور اگر ایک شخص کے مکان کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہو کر ہی اور اوسنے راستہ بیچا تو صحیح ہو
ص بعض علما نے کہا ہو کہ مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین پانی بہتا ہو ف جیسے نہر یا نالے یا
چھت ص اور راہ سے بھی رقبہ راہ یعنی اوتنی جگہہ جسمین سے گذرتا ہو تو پانی بہنے کی مقدار مجہول ہی لہذا اوسکی
بیع اور ہبہ جائز نہین ف یہ جب ہو کہ اوسکا طول و عرض معین معلوم نہووے اور جب اوسکا طول و عرض بیان
کردیوے اسطرح پر کہ وہ ایک زمین کا ٹکڑا ہو جاوے تو جائز ہی بیع اوسکی جیسا کہ ذکر کیا سرخسی نے یا پانی بہنے کی جگہہ کہے لیکن اوسکی
حدود اور جگہہ بیان کردیوے تب بھی جائز ہی ذکر کیا اوسکو قاضی خان نے چلپی ص اور رقبہ راہ معلوم ہو اگر اوسکے
حدود بیان کرے اور اگر نہین بیان کیے جب بھی وہ مقدر ہو دروازے کے عرض سے جیسے تقسیم زمین مین تو جائز ہی
اوسمین بیع اور ہبہ اور یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہو تو اگر زمین پر ہی تو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ
حق تعلّی ہو یعنی ایسا حق ہو کہ متعلق ہی ایسی چیز سے جو باقی نہین رہتا ف جب چھت گر جاوے ص اور راہ سے بھی حق
گذرنے کا مراد ہی تو اوسمین دو روایتین ہین ف ایک روایت مین بیع اوسکی صحیح ہی اور دوسری روایت مین باطل ہی
درمختار مین ہو کہ اکثر فقہا نے روایت اول سے اخذ کیا ہی اور روایت ثانی کو فقیہ ابو اللیث نے صحیح کیا ہو ص وجہ
بطلان یہ ہی کہ وہ صرف حق ہی اور مال نہین ہی اور وجہ صحت یہ ہو کہ اسکی طرف احتیاج ہی اور وہ ایک حق معلوم ہی
متعلق ہی اوس چیز سے جو باقی ہو ف یہ جب ہو کہ حق گذرنے کا زمین پر ہووے اور جو چھت پر ہووے تو باتفاق باطل ہو ص اور
صحیح ہو وکیل کر دینا مسلمان کا ذمی کو واسطے بیچنے یا خریدنے شراب و سور کے اور احرام باندھے ہوئے کا غیر محرم کو واسطے
بیچنے شکار اپنے کے نزدیک امام صاحب کے ف لیکن مکروہ ہی بکراہت شدیدہ تو مسلم کو واجب ہو کہ درصورت خرید شراب
کو سرکہ بناوے یا اوسکو بہا دیوے اور سور کو چھوڑ دیوے اور درصورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق کرے طحطاوی ص اور صاحبین
کے نزدیک صحیح نہین ف درمختار مین ہو کہ یہی ظاہر تر ہو ص بیان بیع بالشرط کے قواعد کلیہ مذکور ہوتے ہین ف
جاننا چاہیے کہ حدیث اور آثار شروط بیع مین مختلف وارد ہوئے ہین طبرانی نے اوسط مین روایت کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے
کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیع سے اور شرط سے اور اس حدیث سے باطل ہونا بیع اور شرط دونو کا معلوم ہوتا ہی
اور حدیث اوپر گذر چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہا حضرت عائشہ سے کہ خرید لو بریرہ کو اور شرط کر لو اوسکے مالکون کے لیے ولا کی
اور ولا اوسیکو ملیگی جو آزاد کرے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ بیع جائز ہی اور شرط باطل اور بھی اوپر گذری حدیث خیار الشرط کی اور اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ بیع
اور شرط دونون جائز ہین اسواسطے فقہا نے شروط کی تقسیم کردی ص اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جسکو عقد مقتضی ہووے جیسے ملک

بیع بالشرط کا بیان

واسطے مشتری کے یا اوسکو عقد مقتضی نہووے لیکن اوسمین نفع کسیکو نہووے ف یعنی نہ نفع بائع کو ہو نہ مشتری کو نہ معقود علیہ کو یعنی جسن چیز کی بیع ہو رہی ہی اوسکی مثال ہدایہ مین لکھی ہی کہ بائع ایک جانور کو اس شرط پر بیچے کہ مشتری پھر اوسکو بیچ نکر ڈالے ص جائز ہی ف اور وہ شرط لغو ہی مثلاً اس صورت مین مشتری کو اختیار رہیگا کہ جانور کو بیچ ڈالے ص اور بیع ایسی شرطوں کے ساتھہ جسکو عقد مقتضی نہووے اور اوسمین بائع کو نفع ہووے یا مشتری کو یا معقود علیہ کو فاسد ہی اول کی مثال یہہ ہی کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ ایک مہینے تک میری خدمت کرے کیونکہ اس صورت مین بائع کو نفع ہی دوسرے کی مثال یہہ ہی کہ مشتری ایک کپڑا اس شرط پر خریدے کہ بائع اوسکو قطع کر دیوے یا اوسکی قبا سی دیوے یا چمڑا خریدے اس شرط پر کہ اوسکی جوتی بنا دیوے یا اوسکا تسمہ لگا دیوے کیونکہ ان صورتون مین مشتری کا نفع ہی تیسرے کی مثال یہہ ہی کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ مشتری اوسکو آزاد کر دے یا مدبر یا مکاتب کرے کیونکہ ان صورتون مین معقود علیہ کو نفع ہی اور فاسد ہی بیع لونڈی کی بدون حمل کے ف یعنی ایک لونڈی حاملہ کو بیچا بغیر حمل کے یعنی بائع نے کہا کہ حمل میرا ہی اور لونڈی تیری ہی تو یہہ بیع فاسد ہی اسواسطے کہ صرف حمل کا بیچنا درست نہین تو اوسکا استثنا بھی درست نہوگا ص اور اگر مشتری نے قیمت ادا کرنے کے لیے یہہ کہا کہ نوروز تک یا مہرگان تک یا نصاری کے روزون تک یا یہود یون کی عید تک دون گا اور بائع اور مشتری کو یہہ دن معلوم نہون تو یہہ بیع فاسد ہی ف اسواسطے کہ اس صورت مین بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی بائع قیمت جلدی مانگے گا اور مشتری دیر مین دیگا اور اگر ان دنون کو دونون پہچانتے ہون تو جائز ہی درمختار نوروز اوس دنکو کہتے ہین جب جاڑا ختم ہو کر دن رات برابر ہوتا ہو اور مہرگان وہ دن ہی جب گرمی تمام ہو کر دن رات برابر ہوتا ہی ص یا یہہ کہا کہ حاجیون کے آنے تک اور کھیتی کٹنے تک اور دائین چلنے تک اور میوہ توڑنے تک اور جانورون کی پیٹھہ پر سے اون کاٹنے تک دونگا تو بھی بیع فاسد ہی ف اسواسطے کہ یہہ امور کبھی جلدی کبھی دیر مین ہوتے ہین تو بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی ص اور اگر ان وقتون تک بیع کی اور قبل ان وقتون کے آنیکی مدت کو ساقط کر دیا تو بیع صحیح ہو جاویگی اور اگر ان مدتون تک کسی کی ضمانت کی تو صحیح ہی

فصل احکام بیع باطل اور بیع فاسد کے بیان مین

بیع باطل مین مبیع مشتری کے پاس امانت ہوتی ہی بعضون کے نزدیک تو اوسکے تلف ہو جانے سے مشتری پر ضمان نہ واجب ہوگا اور بعضون کے نزدیک مشتری پر ضمان اوسکی قیمت کا لازم ہوگا ف اول یہی مختار ہی اور اسی پر فتوی ہی قنیہ ص اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا بائع کی رضا سے خواہ رضا اوسکی صراحتاً ہو ف مثلاً بائع کہے کہ تو اسپر قبضہ کرے ص یا دلالت حال سے ف مثلاً بائع کے سامنے مجلس عقد مین قبضہ کیا ص اور مبیع اور ثمن دونون مال ہون تو مشتری مبیع کا مالک ہو جاویگا اور مشتری پر مبیع کا مثل لازم ہوگا خواہ وہ مثل حقیقۃً ہو یا معنیً ف مثل حقیقۃً اون چیزون مین جو مثلی ہین جیسے گیہون چانول اور اناج وغیرہ اور مثل معنیً اون چیزون مین جو غیر مثلی ہین جیسے جانور کپڑا ہتھیار وغیرہ ان چیزون کا مثل حقیقۃً نہین ہوتا کیونکہ جانور سے جانور کا سب اوصاف مین ایک ہونا دشوار ہی سواسطے قیمت کو انکا مثل معنوی قرار دیا گیا ہی ص اور جب تک ہر ایک بائع اور مشتری فسخ کر بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے جب تک وہ مشتری کی ملک مین ہی اور اسیطرح بعد قبض کے اگر فساد ذات عقد مین ہو ف یعنی احد العوضین مین جیسے بیع درہم کی بدلے مین درہم کے ف اسکے فسخ مین حکم قاضی شرط نہین اور اگر کوئی

فسخ مین انکار کرے تو قاضی جبراً فسخ کرا دیوے در مختار ص اور اگر فساد کسی شرط کے سبب سے ہوئے مثلاً بائع نے یہ شرط لگائی ہو کہ مشتری مجکو ایک ہزار دیوے تو جسنے شرط لگائی ہووے اوسکو فسخ کا اختیار ہی امام محمد کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک ہر ایک کو اختیار ہی تو اگر مشتری نے بیع فاسد مین مبیع کو بیچڈالا یا ہبہ کر دیا اور تسلیم کر دیا موہوب لہ کو یا مبیع غلام تھا اوسکو آزاد کر دیا تو یہ تصرفات مشتری کے صحیح ہوجاوینگے اور اوسپر قیمت لازم آویگی اور حق فسخ کا ساقط ہوجاویگا ف اسواسطے کہ مبیع سے حق غیر کا متعلق ہوگیا اور فسخ تھا بسبب حق اللہ کے اور حق العباد مقدم ہی حق اللہ پر کیونکہ اللہ تعالی غنی ہی اور بندہ محتاج ہی ص اور بیع فاسد اگر فسخ کی گئی تو بائع مبیع کو مشتری سے نہین لے سکتا جبتک اوسکی ثمن نہ پھیر دیوے تو اگر بائع بعد فسخ کے مرجاوے تو پہلے اوس شئے کو بیچکر مشتری کی ثمن ادا کرینگے بعد اوسکے اور قرضخواہون کو جو بچے گا دیا جاویگا ف جیسے رہن مین اگر راہن مرجاوے تو شئی مرہون کو بیچکر اول روپیہ مرتہن کا ادا کرینگے بعد اوسکے جو بچے گا بعد تجہیز و تکفین کے اور قرضخواہون کو ملے گا ھدایہ ص اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع کو بیچا اور اوسمین نفع کمایا تو مشتری کو یہ نفع حلال نہین تو اوسکو صدقہ دیدیجیے اور بائع نے جو نفع کمایا تھا اوسکو حلال ہوگیا ف اور دلیل اسکی ہدایہ اور اصل کتاب مین مذکور ہی ص اسیطرح پر اگر ایک شخص نے دعوی کیا کچھ روپیون یا اشرفیون کا دوسرے پر اور مدعا علیہ نے مدعی کو وہ روپئے اشرفی ادا کردیے بعد اوسکے مدعی نے اقرار کیا کہ میرا کچھ مدعا علیہ پر نہ تھا اور مدعی اون روپیون مین نفع کماچکا تو وہ نفع مدعی کو حلال ہوجاویگا ف اور مدعا علیہ سے جس قدر روپئے لیے تھے وہ پھیر دینگے ص اور اگر بائع نے بیع فاسد سے ایک زمین بیچی اور مشتری نے اوس زمین پر مکان بنایا تو مشتری پر اوسکی قیمت لازم ہوگی اور حق فسخ کا ساقط ہوجاویگا اور صاحبین کے نزدیک مکان گرایا جاویگا اور زمین بائع کو واپس کیجاویگی اور مشتری اپنا عملہ لیجاویگا ف ایسا ہی اگر مشتری نے اوس زمین مین درخت بوئے تو امام صاحب کے نزدیک قیمت زمین کی لازم آویگی اور بائع فسخ نہین کرسکتا اور صاحبین کے نزدیک مشتری کو حکم ہوگا کہ درخت اوکھاڑلیوے اور زمین خالی کرے کمال الدین ابن الہمام نے مذہب صاحبین کو ترجیح دی ہی اور نہر الفائق مین مذہب امام صاحب کو اور وہی مختار ہی اس زمانے مین ص

فصل مکروہات بیع مین

مکروہ ہی لاڑھیا پن یعنی مال کی قیمت زیادہ کہدینی اس غرض سے کہ دوسرا شخص اوسکی خریداری مین رغبت کرے اور اپنے کو خریدنا منظور نہو ف اسکو عربی مین نجش کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ نجش کرو ص اور مول کرنا اوس چیز پر جسکا کوئی اور مول کرچکا ہی یعنی اوس قیمت پر بائع راضی ہوچکا ہی ف اور اگر اوسنے ابھی مول نہین چکایا تو جائز ہی صحاح ستہ مین ابوہریرہ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مول نہ چکاوے کوئی اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر اور قید بھائی کی اتفاقی ہی واسطے زیادتی نفرت اور قباحت کے ورنہ یہی حکم ہی اگر غیر ذمی ہو یا مستامن در مختار ص اور مکروہ ہی اناج کی بھیرٹی کو آگے بڑھکر لینا جب شہر والون کو ضرر کرے ف یعنی اناج لیکر بنجارے چلے آتے ہین تو شہر کے باہر جاکر اون سے خرید لینا مکروہ ہی اسکی کراہت کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شہر مین قحط ہی اور یہ شخص قافلے مین جاکر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کرلیا اور شہر مین

لاکر خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ بیجاروں کا شہر مین آتا تو اہل شہر کو فائدہ ہوتا دوسرے یہ کہ شہر مین
قحط اور تنگی نہو مگر یہ کہ قافلے والون کو نرخ شہر کا معلوم نہووے اور یہ شخص اون سے جا کر سستا خرید کرلیوے
قریب بنگر اگر یہ دونون صورتین نہون تو مکروہ نہین هدایہ صحیحین مین مروی ہی ابن عباس سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اوسکے یہی معنی ہین جو اوپر گذرے ص اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے
بادی کے زمانہ قحط مین مہنگے داموں کی طمع سے ف حاضر وہ شخص ہی جو شہر مین رہتا ہی بادی وہ جو بیرون
شہر دیہات کا رہنے والا ہی ممانعت اس بیع کی حدیث سے ثابت ہی روایت کی بخاری نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر سے واسطے بادی کے اور اس حدیث کے دو معنی ہین ایک یہ کہ شہر کا بنیا
بقال شہر کے لوگون کے ہاتھہ نہ بیچے بلکہ جو باہر سے لوگ آتے ہین اونکے ہاتھہ بیچے تا کہ دام زیادہ ملین اور اسکو خلاف
کیا ہی ہدایہ مین دوسرے یہ کہ باہر کا شخص غلہ لاوے اور اوسکی طرف سے شہری دلال ہووے اور کہے کہ تو جلدی مکر مین تجکو
گران بیچ دون گا تو بائع بادی ہوا اور حاضر دلال اور یہی معنی اختیار کیے ہین مجتبی اور ردمختار اور اصل کتاب مین اور منقول
ہی یہ تفسیر ابن عباسؓ سے اور مناسب ہی اسکے آخر حدیث کہ چھوڑو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے آدمیون کو بعضون سے
روایت کیا اوسکو مسلم نے جابرؓ سے ص اور مکروہ ہی بیع وقت آذان جمعے کے تحریما ف سو واسطے کہ فرمایا اللہ تعالی جل شانہ نے
یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ اے ایمان والو
جو وقت پکارا جاوے واسطے نماز کے دن جمعے کے لپس دوڑو واسطے یاد خدا کے اور چھوڑو سوداگری اور اسواسطے کہ بیع کرنے مین خلل
آتا ہی سعی مین اور وہ واجب ہو یہان تک کہ اگر سعی مین خلل نہ آوے بلکہ سعی بھی ہوتی جاوے اور بیع بھی جیسے بائع اور مشتری
ایک کشتی مین سوار ہین اور وہ کشتی چلی جاتی ہی مسجد جامع کو تو مضایقہ نہین در مختار ص جن دو مردون مین
قرابت قریب محرم ہو ف یعنی ہر ایک دوسرے کا قریب محرم ہو تو محرم غیر قریب جیسے باپ کی جورو یا قریب غیر محرم جیسے چچا
کی اولاد دونون نکل گئے هدایہ ص اور دونون صغیر سن ہون یا ایک صغیر سن تو اونمین جدائی ڈالنا مکروہ ہی جب کسی حق کے
سبب سے نہووے نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک جب ان دونون مین ناتا ولادت کا ہووے تو ایک کی بیع بدون
دوسرے کے جائز نہین ف اور بعضون نے کہا کہ مطلق امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز نہین خواہ ناتا ولادت کا ہووے
یا اور طرح کا اور یہی قول ہو زفر اور ائمہ ثلثہ کا اور اصل اس باب مین قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو روایت کی ترمذی نے
ابی ایوب انصاریؓ سے کہا کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے جس شخص نے جدائی ڈالی درمیان مین والدہ اور اوسکے ولد کے
جدائی ڈالیگا اللہ تعالی درمیان اوسکے اور درمیان دوستون اوسکے کے دن قیامت کے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہی غریب ہی اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے
شرط مسلم پر اور نظر کی اوسمین ہی شیخ نے کہ اوسکے اسناد مین یحیی بن عبد اللہ ہی نہین اخراج کیا اوس سے صحاح مین اور اختلاف کیا گیا اوسمین اور بسبب اختلاف
کے نہین صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو امام احمدؒ نے ایک قصے کے ساتھہ اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین عمران بن حصینؓ سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون ہی وہ شخص جسنے جدائی ڈالی درمیان والدہ اور اوسکے ولد کے اور کہا کہ اسناد اوسکی صحیح ہی
اور روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ ہبہ کیے مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو غلام کہ آپس مین بھائی تھے تو بیچا

مین نے ایک کو انمین سے بیچا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا علی کیا ہوا ایک غلام تیرا کہا مین نے بیچڈالا اوسکو تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھیرلے اوسکو پھیرلے اوسکو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہی اور روایت کی حاکم اور دارقطنی نے دوسرے طریق سے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے اونھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیدی تو حکم کیا مجکو ساتھ بیع دو بھائیون کے تو بیچا مین نے اون دونون کو الگ الگ اور کہا مین نے آنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے کہ پھیرلے اونکو اور بیچ اونکو ایک ساتھ اور نہ جدائی کر درمیان اونکے صحیح کیا اوسکو حاکم نے اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور نفی کی ابن قطان نے عیب کو اس حدیث سے اور کہا کہ یہ اولی ہی اون حدیثون مین جنپر اعتماد ہی اس باب مین اور روایت کیا اوسکو احمد اور بزار نے دوسرے طریق سے لیکن اوسمین انقطاع ہی اور وہ مضر نہین ہمارے نزدیک ص اور اگر جدائی اون دونون کی کسی حق کے سبب سے ہووے جیسے ایک نے کوئی جنایت کی اوسمین دیا گیا یا عیب کے سبب سے رد کیا گیا تو مکروہ نہین اور جائز ہی بیع من یزید یعنی نیلام ف جسکو ہراج کہتے ہین اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سُنن اربعہ نے انس بن مالک سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اوسنے کہا کیون نہین ایک کملی ہی جسکو کچھہ مین اوڑھتا ہون اور کچھہ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہی جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ اونکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درہم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درہم کو لیتا ہون سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونون چیزین اسکو دین اور دونو درہم انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلھاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اوسمین لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیان لایا کر اور بیچا کر اور مین تجکو پندرہ دن نہ دیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اوسکو دس درہم حاصل ہوے سو اوسنے کچھہ درہمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھہ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہی تیرے آنے سے دن قیامت کے اور داغ سیاہی کا تیرے منہ پر ہووے بسبب سوال کے ص

باب اقالہ کے بیان مین

ف اقالہ کا جواز ثابت ہی حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پھیردے مسلمان کی بیع رد کریگا اللہ تعالی لغزش اوسکی قیامت کے دن روایت کیا اوسکو ابوداود اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور صحیح کہا اوسکو ابن حبان اور حاکم نے ص جاننا چاہیے کہ اقالہ یعنی پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق مین تو فسخ بیع ہی اور سوا اونکے اور شخصون کے حق مین مانند بیع جدید کے ہی تو اگر فسخ بیع بائع اور مشتری کے حق مین نہو سکے تو اقالہ باطل ہوگا ف اور مثال اوسکی آگے آتی ہی ص اور یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہی تو اوسکا فائدہ یہ ہی کہ وقت اقالہ کے شفیع کو دعوی شفعہ پہونچتا ہی ف مثلاً زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھہ بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اوسوقت حق شفعہ ساقط کردیا بعد اوسکے اقالہ بیع ہوا تو زید اور عمرو کے حق مین تو یہ اقالہ فسخ بیع شمار کیا جاویگا اور شفیع کے حق مین بیع جدید ہوا تب پھر اوسکو دعوی شفعہ پہونچ سکتا ہی ذ ت مختار ص اور اگر ایک لونڈی کی بیع ہوئی اور بعد اوسکے

اقالہ بیع ہوا تو اب پھر لونڈی پر استبرا واجب ہوگا ف یعنی استبرا بائع اول کو وطی اوسکی جائز نہوگی بغیر استبرا کے ص اور ابو یوسف کے
نزدیک اقالہ بیع ہی اور اگر بیع نہو سکے گی تو فسخ شمار کیا جاویگا اور امام محمدؒ کے نزدیک فسخ ہی اور اگر فسخ ممکن نہوگی تو بیع
شمار کی جاویگی ص تو باطل ہی اقالہ بیع اوس لونڈی میں جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آکر جنے ف مثلاً ایک لونڈی
خریدی اور وہ مشتری پاس آکر بعد قبض کے جنے تو اس اقالہ کو فسخ نہین کر سکتے ہو اسطے کہ بیع مین زیادتی ہو گئی اور یہ
مانع فسخ ہی تو اقالہ باطل ہوگا کفایہ ص امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک باطل نہین ہی کیونکہ اس اقالہ
کو بیع بنا سکتے ہین اور اقالہ اوتنی ہی قیمت کو درست ہی جو اول مقرر ہوئی تھی تو اگر روپیہ کے بدلے مین بیع ہوئی تھی اور اقالہ
مین اشرفی ٹھہری یعنی جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم و بیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہوگی اور بائع پر پہلی
قیمت کا صرف پھیرنا لازم آویگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک شرط صحیح ہی اسواسطے کہ امام صاحب کے نزدیک
اقالہ فسخ بیع اول ہی اور فسخ نہین ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبین کے نزدیک بیع جدید ہی تو کم و بیش قیمت پہلی قیمت سے درست ہوگی
الا اگلی قیمت کی اس صورت مین درست ہی جب مبیع مین مشتری کے پاس آکر کوئی عیب آگیا ہو اور صحت اقالہ کا ہلاک ثمن مانع
نہین ہی البتہ ہلاک ہو جانا مبیع کا مانع صحت اقالہ ہی ف یعنی اگر ثمن اول بائع کے پاس تلف ہو جاوے تو یہ اقالہ کا مانع نہین اسواسطے
کہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اصل مبیع ہی اور وہ موجود ہی اسی واسطے اگر مبیع تلف ہو جاویگی مشتری پاس تو پھر اقالہ اوسکا نہو سکیگا
مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آکر مر گیا تو اب اقالہ اوسکا نہین ہو سکتا یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالہ کے مبیع
ہلاک ہو گئی تو اقالہ باطل ہو کر اصل بیع قائم ہو جاویگی بحر ص اور اگر مبیع مین سے کسی قدر تلف ہو جاوے تو اوسیقدر کا اقالہ نہو سکیگا باقی کا
درست ہوگا ف مثلاً زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اوسکے حصے کے اقالہ صحیح ہی
مسائل الحاقیہ اقالہ مین مناسب ہی بائع اور مشتری کی شرط ہی اور اقالہ نکاح اور طلاق اور عتاق کا نہین ہو سکتا اور واجب ہی
اقالہ عقد فاسد مکروہ کا اگر اقالہ ہوا اور پھر وہ چیز موہوب لہ کے پاس آگئی تو واہب کو حق رجوع ثابت نہوگا صابون کو خریدا اور پھر
وہ سوکھ گیا تو اقالہ جائز ہی اسواسطے کہ کل بیع باقی ہی اور صحیح ہی اقالہ کا اقالہ کرنا تو پھر مبیع اول لوٹ آویگی مگر اقالہ سلم کا اقالہ صحیح نہین انگور کا
باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پھل کھایا یا سال بھر تک پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین در مختار

باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان مین

مرابحہ کہتے ہین چیز کے بیچنے کو اصل لاگت پر ایک نفع معین کر کے اور تولیہ کہتے ہین صرف لاگت پر بیچنے کو بلا نفع کے
ف جاننا چاہیے کہ بیع چار طرح پر ہوتی ہی مرابحہ اور تولیہ اور مساومہ اور وضعیہ مرابحہ اور تولیہ تو معلوم ہو چکا ہی اور مساومہ
کہتے ہین اوس بیع کو جسکے ثمن پر بائع اور مشتری راضی ہو جاوین بدون لحاظ پہلی قیمت کے اور وضعیہ کہتے ہین اصل لاگت سے نقصان
پر بیچنے کو اور مرابحہ اور تولیہ کا جواز عقلاً ثابت ہی اور نقلاً بھی بدلیل اوس حدیث کے جسکو ذکر کیا ابن اسحاق نے سیرت مین کہ حضرت
ابو بکرؓ نے دو اونٹ خریدے اور اون مین سے جو افضل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واسطے سواری کے پیش
کیا اور کہا آپ سوار ہوجیے صدقے ہون آپ پر مان باپ میرے تب فرمایا آپ نے مین نہین سوار ہونگا
اوس اونٹ پر جو میری ملک مین نہین ہی تو کہا ابو بکرؓ نے کہ وہ اونٹ آپ کا ہو گیا فرمایا آپ نے نہین مگر اوسی

قیمت پر جتنے کو تم نے خریدا تو قبول کیا اوسکو حضرت ابوبکر رضنے اور سوار ہوے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس اونٹ پر اور روایت
کی عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ اور اقالہ اور شرکت سب برابر ہین نہین حجت
حجج اِن ہین اور مرسلات سعید کے مقبول ہین فتح ص اور شرط ان دونون کی یہ ہی کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی مثلی ہو ف
یا غیر مثلی لیکن وہ چیز وقت مرابحہ کے مشتری کی مملوک ہو جاوے ثمن مثلی جیسے روپئے اشرفی اور مکیل موزون یعنی جو چیزین ہین
تل کر بکتی ہین اور جو گن کر بکتی ہین لیکن مقدار مین یکسان اور قریب ہوتے ہین اور ثمن مثلی اسواسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن
غیر مثلی ہووے چنانچہ کپڑا العوض غلام کے خرید کیا تو یہان مرابحہ اور تولیت قیمت غلام پر ہوگا اور حال آنکہ قیمت مجہول ہی ہان اگر مشتری
ثانی اوسی چیز کا مالک ہو جاوے جسکو بائع ثانی نے قیمت مین دیا تھا تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہی صورت اوسکی یہ ہی کہ عمر خرید
کیا عوض کپڑے کے اور اوسکو تسلیم کر دیا پھر عمر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر عمر کے مشتری نے گھوڑا بیچا
زید کے ہاتھ بعوض اوسی کپڑے کے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہی کیونکہ زید ثمن اول کے دینے پر قادر ہی نہر ص اور مرابحہ اور تولیہ
کی طرف احتیاج اسواسطے ہی کہ جو شخص ناواقف اور نادان ہی خرید و فروخت مین وہ شخص واقف کے ایمان پر خواہ نفع دیکر یا اصل
لاگت پر خرید کر سکتا ہی اور اس سے اپنے جی کو خوش کرتا ہی اسواسطے ان دونون بیعون کا مدار امانت اور دیانت پر ہی اور ضرور
ہوا ہمین احتراز خیانت اور شبہہ خیانت سے مسألہ اور اصل لاگت مین شریک ہوگی مزدوری دُھلوائی اور رنگائی اور چھپوائی
کے کپڑے مین اور اسیطرح ڈورے مین بٹوائی کی مزدوری اور غلہ مین باربرداری کی ف اور بھیڑ بکریون کے ہانکنے کی مزدوری
اور شوربے اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سنچوائی پانی کی کھیت مین اور نہرون کی
صفائی کی اور باغ مین درخت لگانے کی اور گھر کے چونہ کاری کی ان سب چیزون کی مزدوریان اصل لاگت مین گنی جاوینگی
اسیطرح موتی مین سوراخ کرنیکی مزدوری اور لکڑی مین دروازہ بنانے کی درمختار و نہر ہدایہ مین اسکا قاعدہ کلیہ لکھا
ہی کہ جن مصارف کی لاگت مین ملانے کا دستور ہو تجار مین اور اوسکے سبب سے مبیع مین یا قیمت مین زیادتی ہووے تو وہ لاگت مین
ملائے جاوینگے ص لیکن ان چیزون کی اجرت اور مزدوری جب لاگت مین ملائی جاوے تو بائع یون کہے کہ اتنے دامون کو
مجھے یہ چیز پڑی ہی اور یون نہ کہے کہ اتنے کو مینے خریدا ہی ف تا کہ جھوٹ نہو جاوے اور جس مکان مین اسباب رکھا ہووے اوسکا
کرایہ یا چرواہے کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت مین داخل نہوگی ہدایہ ص تو اگر مشتری
دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اول نے مرابحہ مین خیانت کی تو اوسکو اختیار ہی چاہے اون دامون پر جو مشتری اول نے
بیان کیے ہین خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ مین اگر خیانت معلوم ہوئی تو جسقدر مشتری اول نے خیانت کی رو سے
اصل لاگت پر دام بڑھائے ہون کاٹ کر باقی دام دیدیوے اور امام ابویوسف کے نزدیک مرابحہ اور تولیہ مین دونون صورتون مین
کاٹ لیوے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونون صورتون مین چاہے مشتری اول کے بتائے دامون پر لے لیوے یا پھیر دیوے
ف اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہی ص اور جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع سے بیچی اور پھر اوسکو جس دامون سے بیچا تھا اوس سے
کم کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچے گا تو مقدار نفع کو اصل لاگت سے مجرا کرے اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر
لیوے یعنی وہ شی کمفت پڑ جاوے تو اب اوسکو بطریق مرابحہ نہ بیچے ف مثلاً ایک گھوڑا دس روپے

کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا اور پھر دس کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچے گا تو یہ کہے کہ مجھکو پانچ روپے کو پڑا ہی اور اگر دس
روپے کو خریدا اور بیس کو بیچا اور پھر دس کو خریدا تو اب وسکو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃً یا اور طرح سے بیچ ڈالے
برخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر مرابحۃً بیچنا جائز ہی اور صاحبین کا قول خلق پر آسان
ہی اور امام کا قول مضبوط تر ہی تو جس قول پر چاہے عمل کرے ص اگر اوس غلام نے جسکو مولی نے اذن تجارت کا
دیا ہی اگرچہ وہ قرضدار ہووے ایک کپڑا خریدا دس روپے کو اور مولی نے اوس سے پندرہ کو خریدا تو مولی اگر اوس کپڑے کو
مرابحہ سے بیچے تو چاہیے کہ اصل جمع دس روپے بتلاوے اور ایسا ہی اوسکا اولٹا یعنی اگر مولی دس روپے کو کپڑا لیکر اوسی غلام کے
ہاتھ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام مرابحہ سے بیچنا چاہے تو دس روپے لاگت بتلاوے اور پندرہ نہ کہے ف اور دلیل اسکی اصل
کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہی اور قرضدار غلام میں جب یہ صورت ہوئی تو اگر قرضدار نہوگا تو بطریق اولی مولی کو یا غلام
کو وہی دام بتلانا پڑینگے جن داموں مولی یا غلام نے اوس شئی کو لیا ہی یعنی دس روپے ان دونوں صورتوں میں ص
اور اگر مضارب کے پاس دس روپے تھے مثلاً آدھے نفع کے قرارداد پر اوس دس روپے کے بدلے میں مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ
روپے کو مالک مال کے ہاتھ بیچا تو اگر مالک مال اب وسکو مرابحہ سے بیچے تو ساڑھے بارہ قیمت کپڑے کی بتاوے ف
اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی روپیہ ملک ہی صاحب مال کی اور اسیطرح اوسکے اولٹے میں حکم ہی یعنی جبکہ صاحب مال بائع
ہووے اور مضارب مشتری چنانچہ ذکر اسکا کتاب المضاربۃ میں آویگا ص اگر لونڈی خریدے صحیح وسالم اور مشتری کے پاس
آنکر کانی ہوگئی ف کسی آفت سماوی سے ص یا وہ لونڈی ثیبہ تھی اور مشتری نے اوس سے جماع کیا اور پھر اب بیچا
ہی اوسکو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاگت بیان کریوے اور اسکا بیان ضرور نہیں کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آنکر کانی ہوگئی
یا اس سے میں نے جماع کیا ہی ف اور ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک بیان اسکا ضرور ہی اور یہی مذہب ہی باقی ائمہ کا فقیہ
ابو اللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیا کمال الدین ابن الہمام نے ص اور اگر مشتری نے خود آنکھ
اوسکی پھوڑ دی یا کسی اور نے اوسکی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اوس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اوسکا
ازالہ بکارت کا کیا جماع سے تو ان صورتوں میں جسوقت مرابحہ سے بیچے تو یہ کیفیت بیان کردیوے اگر ایک کپڑا خریدا اور چوہے نے
اوسکو چوہا یا کہیں سے کاٹ گیا یا آگ سے جل گیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچے تو بیان کرنا اوسکا ضرور نہیں اور اگر اسکے لپیٹنے اور کھولنے
سے کپڑے کی تہ ٹوٹ گئی تو مشتری ثانی سے بیان وسکا ضرور ہی اگر ایک غلام خریدا ہزار روپے کو اودھار ایک مدت پر پھر سو کے نفع
پر اوسے فروخت کیا بغیر بیان کیے ف یعنی مشتری ثانی سے یہ نہ کہا کہ میں نے ہزار روپے اودھار کو لیا ہی ص تو اب مشتری ثانی کو اختیار
ہی جب معلوم ہووے اوسکو یہ بات چاہے اوس غلام کو پھیر دیوے چاہے رکھ لیوے ف لیکن اگر رکھ لیگا تو اوسکو گیارہ سو روپے نقد دینے
پڑینگے نہ موجل ص تو اگر مشتری ثانی نے وہ غلام تلف کردیا تو اوسکو گیارہ سو روپے پورے دینا لازم آوینگے نقد اور یہی حال تولیہ کا ہی
ف اگر مبیع کے ہوتے ہوئے مشتری دوم کو خیانت مشتری اول کی معلوم ہوگی تب تو اختیار ہوگا چاہے اوس چیز کو رکھ لیوے
اور چاہے واپس کردیوے اور اگر بعد مبیع کے تلف کرنے کے خیانت مشتری اول پر اطلاع ہوگی تو جتنے دام ٹھہرے تھے پورے
دینا پڑینگے ص اگر زید نے عمرو سے کہا کہ جتنے کو یہ چیز مجھکو پڑی ہی اوتنے کو تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اور عمرو کو معلوم نہیں

کہ زید کو کتنے کو یہ چیز پڑی ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر عمرو کو اوسی مجلس بیع مین معلوم ہو جاوے کہ اتنے کو یہ چیز زید کو پڑی ہی تو اوسکو
اختیار ہوگا چاہے لے لے چاہے پھیر دیوے **ف** تو اگر مجلس مین بھی حال ثمن کا معلوم نہووے تو بیع باطل ہو جاوے گی
دُرمختار ص جس چیز کو خریدے تو جبتک اوسپر قبضہ نکرلیوے بیع اوسکی جائز نہین مگر عقار مین **ف** جاننا چاہیے
کہ مبیع دو قسم ہی ایک منقول جو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجا سکین جیسے چاندی سونا برتن گھوڑا اسباب وغیرہ اور ایک غیر
منقول جسکی نقل وتحویل مکانی متعذر ہووے جیسے زمین مکان باغ وغیرہ اور اوسکو عقار کہتے ہین دلیل اس باب مین وہ روایت
ہی جو اخراج کیا اوسکا شیخین اور مالک نے ابن عمرؓ سے کہ نہ بیچے کوئی غلہ کو یہان تک کہ قبضہ کر لیوے اوسپر اور طعام وغیرہ منقولات
مین ہے ہی اور محمدؒ کے نزدیک خواہ منقول ہو یا عقار کسی کی بیع قبل قبض کے جائز نہین دلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کی نسائی
نے سنن کبری مین حکیم بن حزامؓ سے کہ کہا مینے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین خرید وفروخت کیا کرتا ہون تو بتا دیجیے
کہ کون سی خرید وفروخت حلال ہی اور کون سی حرام ہی تب فرمایا آپنے کہ نہ بیچ تو کسی شی کو یہان تک کہ قبضہ کرے تو اوسپر اور بھی
روایت کیا اوسکو احمدؒ نے مسند مین اور ابن حبان نے اور کہا کہ یہ حدیث مشہور ہی یوسف بن ماہک سے انھون نے حکیم بن حزام سے
اور راوی نکے بیچ مین ابن عصمہ نہین ہی اور حاصل یہ ہی کہ محدثین اس حدیث کے بعضے ابن عصمہ کو داخل کرتے ہین درمیان ابن ماہک
اور حکیم کے اور بعضے نہین اور ابن عصمہ ضعیف ہو نہایت قریب ہے کہ کہا ابن حزم نے عبداللہ بن عصمہ مجہول ہی اور صحیح کہا انھون نے حدیث
کو سبب روایت یوسف بن ماہک خود حکیم سے اسواسطے کہ اوس نے تصریح کردی اپنے سماع کی حکیم سے روایت قاسم بن اصبغ مین اور صحیح یہ ہی
کہ عبداللہ بن عصمہ ان دونون کے بیچ مین ہی ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور عبداللہ اور ابن قطان نے اوسکو ضعیف
کہا اور دونون نے خطا کی اسواسطے کہ یہ عبداللہ بن عصمہ جشمی حجازی ہی اور وہ جو ضعیف ہی عبداللہ بن عصمہ نصیبی ہی یا اور کوئی
ہی تو حق یہ ہی کہ یہ حدیث حجت ہی اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین نقل کی زید بن ثابت سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے اسباب کے یہان تک کہ لیجاوین اوسکو تجار اپنی منزلون تک اور صحیح کہا اوسکو اور تنقیح مین ہی کہ اسناد جید
ہی اور یہ حدیث دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ مراد اسباب سے یہان منقول ہی کیونکہ منقولات کا لیجانا اپنی منزلون تک ممکن ہی نہ
غیر منقول کا البتہ حدیث نسائی کی عام ہی تو اوسکا جواب امام صاحب دیتے ہین کہ مراد اوس سے بھی شی منقول ہی اسلیے کہ علت
اس نہی کی یہی ہی کہ جبتک مبیع پر قبضہ نہین کیا احتمال ہی اوسکے تلف اور ہلاک ہو جانیکا اور تلف وہلاک عقار مین نہایت نادر ہی اسی
واسطے اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے
تو اسوقت مین غیر منقول بھی مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین قبل قبض کے فتح ودرمختار **ص** اور جس شخص نے کوئی
ایسی چیز خریدی جو ناپ کر یا تول کر یا گن کر بکتی ہو **ف** جیسے غلہ کہ ناپ کر عرب مین اور حوالی مدراس مین بکتا ہو اور سونا چاندی
تول کر بکتا ہی اور اخروٹ وغیرہ گن کر **ص** تو نہ بیچے اوسکو اور نہ کھاوے یہان تک کہ ناپے اوسکو یا تولے یا گنے **ف** اور اگر یونہی
کھاوے گا یا بیع کریگا تو مکروہ تحریمی ہی درمختار **ص** اور مطلب اسکا یہ ہی کہ بائع مشتری کے سامنے اوسکو ناپ
یا تول یا گن دیوے اور صحیح یہ ہی کہ بائع کا اس صورت مین ناپنا اور تولنا اور گننا کافی ہی اب پھر مشتری کو ضرور نہین **ف**
یہان تک کہ اگر بائع نے قبل بیع کے اوسکو ناپ یا تول یا گن رکھا ہی تو یہ کافی نہین اگرچہ مشتری کے سامنے ہو یا بعد

بیع کے لیکن مشتری کے غیبت مین اور اوس سے وہ چیزین نکل گئین جو بطور تخمین اور اٹکل کے ڈھیریان لگا کر بکتی ہین تو اوسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اصل اس باب مین روایت ہی ابن ماجہ کی جابرؓ سے نهی النبی صلی الله علیه وآله وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیه الصاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اوسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمونکو اسحاق اور ابن ابی شیبہ اور بزار اور عبد الرزاق نے بالفاظ مختلفہ نقل کیا ہی اگرچہ اس حدیث کی اسنادون مین ضعف ہی لیکن بسبب تعدد طرق اور قبول ائمہ کے حجت ہی اور محل حدیث وہ ہی کہ مشتری نے ایک چیز خریدی ناپ تول کے اور اب اوسکو بیع کرتا ہی تو پھر مشتری ثانی کے روبرو ناپے اور تولے تو مشتری اول وقت اوسکے خرید کے مشتری تھا اور اب بائع ہو گیا علیحدہ یا وہ صورت ہی جسکو شارح بیان کرتا ہی **ص** کہ ایک شخص نے عقد سلم کیا ایک کر پر گیہون کے مثلاً ایک مدت معین پر تو ہر گاہ مدت گذری تو مسلم الیہ نے ایک کر گیہون کا ایک شخص سے خرید کر کے رب السلم کو حکم کیا کہ قبضہ کر لیوے اوس کر پر پہلے مسلم الیہ کی طرف سے پھر اپنے لیے تو پہلے رب السلم نے اوس گیہون کو مسلم الیہ کے لیے ناپا پھر اپنے لیے ناپا تو جائز ہو گا **ف** اس صورت مین صاع بائع اور مشتری کے جمع ہوئے **ص** اور جو چیزین گز وغیرہ سے ناپ کر بکتی ہین اونکا استعمال الخ قبضے کے قبل ناپنے کے درست ہی اور ثمن مین تصرف کرنا **ف** جیسے روپے مین اشرفیان مقرر کرنا یا کپڑا یا اونٹ یا گھوڑا یا ثمن کا ہبہ کر دینا یا بیچ ڈالنا یا وصیت کرنا ساتھ ثمن کے یا اجارہ دینا **فتح ص** قبل اس بات کے کہ بائع اوسپر قبضہ کرے درست ہی **ف** کیونکہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اوسمین خوف فسخ عقد کا نہین بسبب ہلاک ثمن کے اسواسطے کہ وہ متعین نہین تعین سے بخلاف بیع کے **ھدایہ** عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہی کہ کہا مین نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین بیچتا ہون اونٹ بقیع مین تو بیچتا ہون عوض مین دینارون کے اور لیتا ہون درہم اور بیچتا ہون عوض مین دراہم کے اور لیتا ہون دینار تو فرمایا آپ نے نہین ہی حرج اسمین اگر لے نرخ سے اوس دن کے جبتک کہ جدا نہو تم دونون اور تمھارے درمیان مین کوئی معاملہ باقی رہے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور دارمی نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے **ص** ثمن مین کمی اور زیادتی کرنی درست ہی جبتک مبیع قائم ہی یعنی کمی مطلقاً درست ہی اور زیادتی اوس صورت مین جبتک مبیع ہلاک نہوئی ہو تو درست ہی **ف** اور بعد ہلاک مبیع کے زیادتی ثمن درست نہین اگرچہ ہلاکی حکمی ہو اسطرح کہ مشتری نے اوسکو بیچا پھر اوسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا **در مختار ص** اور اسیطرح جائز ہی زیادتی مبیع مین **ف** یعنی اگر بائع اپنی خوشی سے مبیع مین کچھ اوپر اور بڑھاوے تو درست ہی **ص** اور ان صورتون مین کل کا استحقاق ہو جاتا ہی یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھائے تو بائع اصل ثمن اور زیادتی دونون کا مستحق ہو جاتا ہی اور بائع نے اگر مبیع بڑھا دی تو مشتری اصل مبیع اور زیادتی دونون کا مستحق ہوتا ہی اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ اگر مبیع درصورت زیادتی یا ثمن درصورت زیادتی کسی شخص غیر کے نکلے تو مشتری اصل ثمن مع زیادتی بائع سے پھیر لے گا اور اسیطرح بائع کل ثمن مع زیادتی کے مشتری سے وصول کریگا **ف** اسواسطے کہ یہ زیادتی ثمن یا مبیع مل جاتی ہی اصل عقد سے گویا عقد اسقدر مبیع یا اسقدر ثمن پر واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو سے ایک روپے کو چار آم خریدے اور عمرو نے اپنی خوشی سے ایک اور آم بڑھا دیا تو گویا ایسا سمجھا جاویگا کہ زید نے عمرو سے روپے کے پانچ آم خریدے اس صورت مین اسی طرح اگر زید نے ایک روپے پر چار آنے یا آٹھ آنے بڑھا دیے تو ڈیڑھ روپے یا سوا روپے

اصل ثمن سمجھا جاویگا ص اور امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک یہ زیادتی اصل عقد سے نہ ملیگی بلکہ ایک علیحدہ احسان ہوگا تو اب بعد زیادتی ثمن یا مبیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کمی مبیع یا ثمن کے باقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع صورت مین کم قیمت سے لیگا ف یعنی مثلاً اگر زید نے عمرو سے ایک مکان خریدا سو روپیہ پر بعد اسکے زید نے پچیس روپیہ بڑھا دیے یا عمرو نے پچیس روپیہ گھٹا دیے اور بکر کا شفعہ اوس مکان پر ثابت ہوا تو بکر بصورت اول مین صرف سو ہی روپیہ کو اور صورت ثانی مین پچھتر کو لے سکتا ہی ص اگر ایک شخص نے کہا بیچ تو غلام اپنے کو زید کے ہاتھ ایک ہزار روپیہ پر اس شرط پر کہ مین ضامن ہون ثمن مین سے سوا ہزار کے سو روپیہ کا مثلاً اور اوسنے بیچ ڈالا تو مالک غلام کا ہزار روپیہ زید سے وصول کرے اور سو روپیہ ضامن سے اور اگر اوس نے یہ نہین کہا کہ مین ثمن مین سے سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون ف یعنی ثمن کی قید اوسنے نہین لگائی ص بلکہ اتنا ہی کہا کہ مین سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون تو مالک غلام کا ہزار روپیہ زید سے وصول کرے اور ضامن پر کچھ نہین لازم آتا سوا ہی قرض کے ف قرض وہ عقد مخصوص ہی جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دیوے جیسے روپیہ اشرفی غلہ وغیرہ ص اوسطرح کے دین کے ف مثلاً ثمن مبیع ص اسکی مدت اگر دائن مقرر کردیگا تو وہ موجل ہو جاویگا یعنی پھر اندرون مدت کے اوسکو مطالبہ نہین ہوسکتا اور قرض کی مدت اگر مقرض یعنی قرض دینے والا مقرر کر دے تو صحیح نہین یعنی اوسکو لازم نہین کہ پھر مدت کے اندر مطالبہ نکر سکے بلکہ باوجود تقرر مدت کے جب چاہے اپنا قرض طلب کر سکتا ہی وجہ اوسکی یہ ہی کہ قرض باعتبار ابتدا کے محض تبرع ہی تو جیسے معیر کو مدت استیفای عاریت کی لازم نہین اسی طرح مقرض کو اور باعتبار انتہا کے معاوضہ ہی کیونکہ اوسمین رد مثل واجب ہی تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہین کیونکہ لازم آتا ہی کہ دراہم کی بیع دراہم سے اودھار ہو اور یہ مقتضی فساد قرض ہی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہی لہذا علمای حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہی زیلعی وغیرہ مسائل الحاقیہ ایک لڑکے صغیر محجور کو قرض دیا اور اوسنے ہلاک کر دیا تو ضامن نہوگا اور مثل اوسکے مرد بالغ بیہوش ہی شرائط زائدہ قرض مین باطل ہین اور اون سے قرض باطل نہین ہوتا روٹی کا قرض لینا اور گوندھے ہوئے آٹے کا تولکر جائز ہی مگر چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہی اور مکروہ ہی درمختار

باب ربوا یعنی سود کے بیان مین

ف سود لینا باتفاق امت حرام ہی اور گناہ کبیرہ ہی فرمایا اللہ سبحانہ نے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوا ای ایمان والو بیاج نکھاو اس آیت مین مراد ربو سے مال زائد ہی خواہ قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین اور کاہے ربو نفس زیادت کو بھی کہتے ہین یعنی بمعنی مصدری فرمایا اللہ تعالی نے وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حلال کیا اللہ تعالی نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض یا بیع مین زیادہ دینے لینے کو فتح صحیح مسلم مین جابرؓ سے روایت ہی کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور اوسکے لکھنے والے پر اور اوسکے گواہون پر اور فرمایا آپ نے کہ سب برابر ہین اور روایت کی امام احمدؒ اور ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البتہ آویگا ایک زمانہ لوگون پر کہ نہ باقی رہیگا کوئی مگر کھانے والا بیاج کا تو اگر نہ کھاویگا اوسکو پہونچ جاویگی اوسکی بھاپ اور ایک روایت مین گرد اوسکے

ع ... اللہ حنظلہ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درہم سود کا کہ کھاتا ہی اوسکو آدمی جانکر چھتیس زنا سے سخت زیادہ ہی

ح جسکو دوبھے ادہن سے پکا ہو ... نصرفات ...

چھتیس بار زنا سے اخراج کیا اوسکا احمدؒ اور دار قطنی نے اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عباسؓ سے کہ جس شخص کا گوشت بڑھا ہو
مال حرام سے تو جہنم قریب ہی اوسکے اور روایت کی ابن ماجہ و بیہقی نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے بیاج کے ستر ٹکڑے ہین سب سے کم ایسا ہی جیسے کوئی اپنی ماں سے جماع کرے اور ابن مسعودؓ سے کہ بیاج اگرچہ بہت ہوتا ہی مال
اوس سے لیکن انجام اوسکا نقصان ہی اور احمد و ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شب معراج
کو آیا مین ایک قوم پر پیٹ اونکے مثل گھرون کے ہین اور اوسمین سانپ دکھائی دیتے ہین تو پوچھا مین نے جبرئیل علیہ السلام سے کون ہین یہ لوگ کہا
انھون نے یہ سود خوار ہین فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ اخیر آیت کلام اللہ کی آیت بیاج کی ہی اور تحقیق حضرت نے وفات کی اور خوب
کھول کر بیان نفرمایا بیاج کو تو چھوڑ دو تم بیاج کو اور جسمین شبہہ بھی بیاج کا ہووے **ص** ربوا ایک زیادتی ہی ایک جنس کی دو
چیزون مین تول یا ناپ سے جو خالی ہی عوض سے اور شرط کی گئی ہی واسطے احد المتعاقدین کے **ف** یعنی واسطے بائع کے یا
مشتری کے یا مقرض کے یا مستقرض کے **ص** معاوضہ مین **ف** تو ایک جنس کی دو چیزون کے کہنے سے نکل گیا مبادلہ
ایک دو سیر جو کا ساتھ ایک سیر گیہون کے بسبب متحد نہونے جنس کے اور تول ناپ کی قید سے نکل گیا دس گز کپڑا بدلے مین پانچ گز کے اور
خالی ہو عوض سے اس سے وہ صورت نکل گئی کہ سیر بھر گیہون اور سیر بھر جو کو دو سیر گیہون اور دو سیر جو کے بدلے مین بیچا اسواسطے کہ یہان
اگرچہ ثانی زائد ہی لیکن یہ زیادتی بے عوض کے نہین کیونکہ ہو سکتا ہی کہ سیر بھر جو کے مقابلے مین دو سیر گیہون ہو وین اور سیر بھر گیہون کے
عوض مین دو سیر جو اور یہ جو کہا کہ شرط کی گئی ہی احد المتعاقدین کے واسطے اس سے وہ صورت خارج ہوگئی کہ زیادتی کی شرط شخص
ثالث کے لیے ہووے تو وہ ربوا نہین شمار کیجاویگی اور معاوضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ زیادتی اوس عقد مین جو خالی ہوتا ہی عوض سے جیسے
ہبہ بیاج نہین ہی **ص** علت اور شرط ربوا کی دو چیزین ہین ایک یہ کہ دونون چیزین قدری ہون یعنی پیمانے مین نپ کر یا تل کر بکتی ہون
دوسرے یہ کہ اون دونون چیزون کی جنس ایک ہووے **ف** مثلاً دونون طرف گیہون ہون یا چانول یا جو اور اگر وہ چیزین
تل کر نہ بکتی ہو بلکہ شمار کرکے جیسے خربوزے آم وغیرہ تو اسمین ایک کے بدلے دو لینا درست ہی یا قسم اور جنس ایک نہو جیسے جو کے بدلے گیہون
یا چانول کے بدلے جو تو اس صورت مین بھی زیادہ لینا بیاج نہ کہلاویگا **ص** اور شافعیؒ کے نزدیک شرط بیاج کی یہ ہی کہ وہ دونون
چیزین یا کھانے کی قسم سے ہووین یا قیمت جیسے سونا چاندی اور امام مالکؒ کے نزدیک شرط یہ ہی کہ کھانے کی قسم سے ہووے یا قابل رکھ چھوڑنے
کے اور جمع کرنیکے ہووے **ف** اصل اس باب مین وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا صحاح ستہ والون نے سوای بخاری کے عبادہ
بن صامتؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے اور چاندی کو بدلے مین چاندی کے اور گیہون
کو بدلے مین گیہون کے اور جو کو بدلے مین جو کے اور چھوہارے کو بدلے مین کھجور کے اور نمک کو بدلے مین نمک کے مثل کو بعوض مثل کے دست
بدست برابر برابر تو جب یہ قسمین مختلف ہووین یعنی گیہون بدلے مین جو کے یا جو بدلے مین نمک کے مثلاً تو بیچو جسطرح چاہو تم
لیکن دست بدست اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ علت سود کی اتحاد جنس و قدر ہی اور اسی کو اختیار کیا امام اعظمؒ نے اور دلیل
اسکی کتب اصول مین بتفصیل مذکور ہی **ص** تو جو چیز نپ یا تل کر بکتی ہی جب بدلے مین اپنی جنس کے بیچی جاویگی تو اوسمین زیادتی
لینا حرام ہی اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہووے جیسے چونا اور لوہا **ف** کہ یہ دونون چیزین کھانے کی نہین ہین
لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہی اسواسطے زیادتی حرام ہوگی اور شافعیؒ کے نزدیک حرام نہین

ص اور برابر بیچنا درست ہی اور جو قدر شرعی مین داخل نہین جیسے نصف صاع سے کم او نمین بھی زیادتی حرام نہین
جیسے بیع ایک مٹھی گیہون کی بدلے مین دو مٹھی گیہون کے یا ایک انڈے کی بدلے مین دو انڈون کے یا ایک
کھجور کی بدلے مین دو کھجور کے ف اسواسطے کہ مقادیر مین شرعا نصف صاع سے کم کا اعتبار نہین البتہ نصف
صاع تک کا اعتبار ہی صدقہ فطر وغیرہ مین توجو اوس سے کم ہی اوسمین زیادتی حرام نہوگی بوجہ معدوم ہونے قدر کے
ص توجہان پر قدر و جنس دونون موجود ہین وہان زیادہ لینا اور اودھار بیچنا دونون حرام ہین جیسے ایک صاع
گیہون کو بدلے مین دو صاع گیہون کے بیچے یا ایک صاع گیہون کو بدلے مین ایک صاع گیہون کے بیچے ایک
طرف اودھار یا دونون طرف اودھار سے اور جہان پر نہ قدر ہی نہ جنس وہان دونون باتین درست ہین ف مثلاً چار آمون کو بدلے مین
دو خربوزون کے بیچے یا دو آمون کے بدلے مین دو خربوزونکی ایک طرف اودھار کرکے یا دونون طرف اودھار کرکے ص
اور جہان پر فقط قدر ہی یا فقط جنس تو وہان زیادتی درست ہی لیکن اودھار بیچنا نادرست ہی جیسے ایک صاع
گیہون کی بیع ساتھ دو صاع جو کے یا پانچ گز ہراتی کپڑے کی بیع چھہ گز ہراتی کپڑے کے بدلے مین تو یہ بیع نقد
درست ہی اور اودھار درست نہین ف پہلی صورت مین صرف قدر ہی اور دوسری صورت مین صرف اتحاد جنس
ص اور جو اور گیہون اور کھجور اور نمک ہمیشہ کیلی رہینگے اور چاندی سونا وزنی اگرچہ لوگ انکا کیل یا وزن چھوڑ دیوین
ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو گیہون کھجور نمک کو کیلی قرار دیا اور چاندی سونیکو وزنی تو لوگون نے
اگر گیہون کو تول کر بیچنا اختیار کیا یا چاندی سونیکو ناپ کر جب بھی وہ کیلی قرار دیے جاوینگے اور چاندی سونا وزنی جیسا حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ص اور سوا ان چھہ چیزون کے باقی چیزین لوگونکی عادت کے موافق رکھی جاوینگی ف یعنی اگر
لوگ اوسکو ناپ کر بیچتے ہین تو کیلی گنی جاوینگی ورنہ وزنی ص تو بیع گیہون کی گیہون کے ساتھہ برابر تول کر جائز نہین ف اسواسطے
کہ اصل مین وہ کیلی ہی تو احتمال ہی کہ باوجود برابر ہونے وزن کے کیل مین فرق ہو اس صورت مین ربوا ہو جاویگا ص اور سونے کی سونیکے
ساتھہ برابر ناپ کر جائز نہین ف اسواسطے کہ وہ اصل مین وزنی ہی تو احتمال ہی کہ باوجود برابر ہونیکے ناپ مین وزن مین تفاوت
نکلے تو ربوا ہو جاویگا ص جیسے جائز نہین بیع ان چیزونکی ڈھیر لگا کر ف اسواسطے کہ اسمین احتمال زیادتی کا ہی ص
اور ان چیزون مین وقت عقد کے معین کر دینا مبیع کا ضرور ہی ضرور نہین کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کر لین ف
یعنی اگر گیہون کے بدلے مین گیہون بیچے جاوین تو دونون کو معین کر دینا مجلس عقد مین ضرور ہی یہ لازم نہین کہ اوسی وقت ہر ایک
شخص اپنی اپنی عوض پر قبضہ بھی کر لین ص البتہ عقد صرف مین قبض کرنا بدلین کا مجلس عقد مین ضرور ہی
ف یعنی اگر مبیع اور ثمن دونون ثمن کی چیزین ہون مثلاً روپے اشرفی ہون یا چاندی سونا تو اس صورت مین مجلس
عقد مین بائع اور مشتری کا قبضہ کرنا معتبر ہی ف اور بیان اسکا باب الصرف مین آویگا ص اور شافعی کے نزدیک
جب طعام کی بیع ہووے تو قبضہ کرنا دونون طرف سے عوضین پر مجلس عقد مین ضرور ہی ف شافعی کی دلیل وہی
حدیث عبادہ بن صامت ہی جسمین دست بدست مذکور ہی یعنی یداً بید امام اعظم کہتے ہین کہ معنی اوسکے عیناً بعین ہین
جیسا کہ روایت مسلم اور شافعی مین ہی باقی تفصیل ہدایہ اور فتح القدیر مین ہی ص

ایک پیسے معین کے بدلے مین دو پیسے معین کے جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ف اسواسطے کہ امام محمد رح کے نزدیک
پیسے چلن دار ثمن مین داخل ہین اور ہماری دلیل اصل مین مذکور ہو لیکن مختار قول امام محمد رح کا ہو ص اور درست ہی بیع گوشت کی ساتھ
حیوان زندہ کے اگرچہ وہ گوشت اوسی جانور کی جنس سے ہووے ف مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ بیع
وزنی چیز کی ہی غیر وزنی سے تو جائز ہی جسطرح سے کہ ہو کم و بیش بشرط تعیین ہاتھ کے البتہ اودھار درست نہین در مختار ص اور امام محمد رح کے
نزدیک اگر جس جانور کا گوشت ہی اوسی جانور کے بدلے مین بیع ہی تو ضرور ہی کہ گوشت زائد ہو اوسقدر گوشت سے جتنا اوس حیوان مین نکلے تاکہ گوشت
مقابل گوشت کے ہو جاوے اور باقی بمقابلے اوجھڑی پچونی وغیرہ کے ف اور امام شافعی رح اور مالک رح کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز نہین
بدلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کیا مالک رح نے موطا مین اور ابو داود نے مراسیل مین سعید بن المسیب سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے گوشت کی بدلے مین حیوان کے اور ایک روایت مین یہ ہی کہ بیع سے زندہ کی بدلے مین بے جان کے اور مراسیل
سعید کے بالاتفاق مقبول ہین اور روایت کی ابن خزیمہ نے سمرہ رض سے مانند اسکے بروایت حسن عن سمرۃ کہا بیہقی نے اسناد اوسکی صحیح ہی اور جس
شخص نے سماع حسن کا سمرہ رض سے ثابت کیا ہی اوسکے نزدیک یہ حدیث موصول ہی اور جس نے نہین ثابت کیا اوسکے نزدیک مرسل ہی
جید تو بلحاظ ان احادیث کے احتیاط اسی مین ہی کہ بیع گوشت کی ساتھ حیوان کے نکرے واللہ اعلم ص اور جائز ہی بیع آٹے کی اپنی
جنس کے ساتھ ناپ کر اور بیع رطب کی ساتھ رطب کے اور ساتھ تمر کے ف رطب کہتے ہین تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو تو رطب
کی بیع بدلے مین رطب کے اور اسیطرح رطب کی بدلے مین تمر کے برابر درست ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی رح کے
نزدیک رطب کی بیع ساتھ تمر کے درست نہین اسواسطے کہ رطب سوکھنے سے کم ہو جاویگا دوسری دلیل یہ ہی کہ مروی ہی سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے
کہا اونھون نے سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے مین تمر کے تو فرمایا آپ نے
کیا کم ہو جاتا ہی تر خرما سوکھ کر کہا انھون نے ہان تو منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو پانچون عالمون نے
اور صحیح کہا اوسکو ابن المدینی اور ترمذی اور ابن حبان اور حاکم نے اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ رطب بھی تمر مین داخل ہی بدلیل اوس
حدیث کے جو بدلے مین ہی کہ ہدیہ بھیجے گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب خیبر کے تو فرمایا آپ نے کیا کل تمر خیبر کے
اسیطرح ہین اور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہی اور یہ حدیث بخاری مسلم مین بروایت ابو سعید خدری موجود ہی لیکن اوسمین
رطب کا لفظ نہین البتہ روایت کی حاکم اور بیہقی اور طحاوی نے سعد سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
بیع سے تمر کی ساتھ رطب کے اودھار اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ مطلق بیع رطب کی ساتھ تمر کے ممانعت نہین صرف
اودھار ممنوع ہی اور یہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بھی ثابت ہی حکایت ہی کہ امام ابو حنیفہ رح جب بغداد مین داخل ہوئے
اور وہانکے لوگ اس مسئلے مین امام صاحب پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت ظاہری حدیث کے تو اہل حدیث نے
سوال کیا اون سے کہ رطب کی بیع تمر سے کس طرح جائز کہتے ہو امام نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہین یا رطب تمر ہی یا تمر
نہین ہی اگر تمر ہی تو عقد جائز ہی بدلیل حدیث التمر بالتمر کے اور اگر تمر نہین ہی تو بھی عقد جائز ہی بدلیل آخر حدیث کے
اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعد کی وارد کی امام اعظم رح نے جواب دیا
کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہی اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہین تو حیران ہو گئے سب علما اور نہ رد کر سکے حجت کو

امام کی و تمامہ فی فتح القدیر ص اور درست ہی بیع انگور تر کی بدلے مین انگور خشک کے جیسے جائز ہو بیع تر یا بھگوئے ہوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے اور اسیطرح جائز ہی بیع بھگوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھگوئی ہوئی خشک کھجور یا انگور سے اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمد رہ کے در مختار ص اور جائز ہو بیع ایک حیوان کے گوشت کی ساتھ دوسرے حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی ف یعنی گاے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اونٹ کا گاے بکری کے عوض لیکن گاے بھینس ایک جنس ہین اور اسیطرح بھیڑ بکری تو انمین زیادتی کمی درست نہین ہدایہ ص اور اسیطرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے دودھ کے عوض مین کم و بیش بیچنا درست ہی ف بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ اونمین تفاضل جائز نہین کیونکہ دونون ایک جنس ہین طحطاوی ص اور اسیطرح ناقص کھجور کے سرکہ کی بیع عوض سرکہ انگور کی کے اور پیٹ کی چربی کی عوض دُنبے کی چکتی کے یا گوشت کی کمی و بیشی کے ساتھ درست ہی ف ناقص کھجور کی قید اتفاقی ہی چونکہ اکثر سرکہ ناقص ہی کھجور کا ہوتا ہی اسواسطے یہ لفظ کہا ص اور اسیطرح درست ہی روٹی کی بیع ف اگرچہ گیہون کی ہو در مختار ص عوض مین گیہون کے اور آٹے کے کمی بیشی سے گرچہ ایک جانب اودھار ہووے اسی پر فتوی ہی ف اور امام ابو حنیفہ رہ نے فرمایا کہ بہتر نہین ہی اور یہی محتاط ہی ص اور نہین جائز ہی بیع جید کی ساتھ ردی کے اموال ربویہ مین سے مگر مساوی اور اسیطرح بیع گدر کھجور کی یعنی بُسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کے مگر برابر برابر ف جید کہتے ہین عمدہ اور بہتر کو اور ردی کہتے ہین خراب کو جیسے گیہون بعض عمدہ ہوتے ہین اور بعض خراب یا کھجور کہ جید اور ردی سب قسم کی ہوتی ہی تو یہ نہین جائز ہی جب جنس ایک ہو کہ جید والا زیادہ لیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اسواسطے کہ حدیث ہدایہ مین ہی جیدھا و ردیھا سواء یعنی جید اور ردی ان چیزون مین سے سب برابر ہین کہا زیلعی نے غریب ہی اس لفظ سے لیکن معنی اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہین ص اور اسیطرح جائز نہین بیع گیہون کی ساتھ ستو کے یا گیہون کے آٹے کی یا آٹے اور ستو کی نہ برابر برابر نہ کم زیادہ ف اسواسطے کہ یہ چیزین ناپ کر بکتی ہین اور ناپ مین انکی زیادتی کمی کا احتمال ہی کیونکہ گیہون کم سماوین گے بہ نسبت آٹے کے ص اور جائز نہین بیع زیتون کی ساتھ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھ تل کے تیل کے یہان تک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہووے اوس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلے تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہی عوض مین کھلی کے ہو جاوے اور روٹی کا قرض لینا تولکر جائز ہی گن کر جائز نہین امام ابو یوسف رہ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اور امام صاحب کے نزدیک بالکل جائز نہین اور محمد رہ کے نزدیک دونون طرح درست ہی مالک اور غلام مین سود نہین متحقق ہوتا اسواسطے کہ غلام مع اوسکے مال کے ملک ہی مولا کی ف یہ صورت جب ہی کہ عبد ماذون ہو اور اوسپر قرض نہووے اور اگر اوسپر قرض ہی تو زیادتی کمی سود گنی جاوے گی ہدایہ ص اور مسلمان اور حربی مین دار الحرب مین سود ثابت نہین ہوتا ف نہ دار الاسلام مین اسواسطے کہ مال حربی کا مباح ہی تو لینا اوسکا جسطرح ممکن ہو جائز ہی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ صورت جب درست ہی کہ زیادتی مسلمان کے لیے ہووے لیکن جواب مسائل عام ہی اور ابو یوسف اور شافعی رہ کے اور ائمہ باقیہ کے نزدیک درست نہین کیونکہ نصوص حرمت ربو مطلق ہین اور امام صاحب کی دلیل وہ ہی جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہی ربا درمیان مسلمان اور حربی کے دار الحرب مین اور یہ حدیث غریب ہی لیکن روایت کیا اوسکو مکحول شامی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے نہین ہی ربا درمیان مین اہل حرب کے اور گمان کرتا ہون کہ کہا آپ نے اور درمیان مین اہل اسلام کے کہا شافعی رحمہ

کہ یہ حدیث ثابت نہین ہی اور نہین حجت ہی اسناد کی اس حدیث کی بیہقی نے معرفہ مین مبسوط مین ہی کہ یہ حدیث مرسل ہی
اور مکحول ثقہ ہی اور مرسل ثقہ کی مقبول ہی اور دوسری دلیل یہ ہی کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق اکبرؓ نے غلبہ روم
کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوے
تو صدیق اکبرؓ نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لے لیا اور یہ بعینہ قمار ہی اور مکہ اوسوقت دار الحرب تھا تیسری دلیل یہ ہی کہ
مال اہل حرب مباح ہی بشرط نہونے عہد شکنی کے اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہی نہ مال مباح مین اور علمائے مذہب نے
درس مین لازم کیا ہی کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہی کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے
مخالف ہی انتہی ما قال الشیخ ابن الهمام ملخصاً +

باب اون حقوق کے بیان مین جو بیع مین داخل ہو جاتے ہین اور جو داخل نہین ہوتے

حقوق جمع ہی حق کی اور اصطلاح فقہ مین وہ ہی جو مبیع کا تابع ہووے اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے
سبب سے جیسے پانی لینے کا حق اور راہ زمین مین **ص** داخل ہو جاتی ہی دار کی بیع مین علو اور عمارت اوسکی اور مفاتیح **ف**
مراد مفاتیح سے وہ ہین جو اغلاق سے متصل ہین کبھی جدا نہووین جیسے ضبہ اور کنیلون اگرچہ چاندی کے ہون نہ قفل یعنی قفل
اور اوسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور اغلاق جمع ہی غلق کی اور غلق کو فارسی مین کلیدانہ اور بندر
کہتے ہین یعنی لوہے کا آلہ جو دونون کواڑون مین کیلون سے جڑا ہوتا ہی دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند
اوسکو کھٹکا کہتے ہین اور بعضے بیلن اور عرب اوسکو ضبہ اور کنیلون بولتے ہین غایۃ الاوطار **ص** اور بالاخانہ اور
پاخانہ اور نہین داخل ہوتا ہی دار کی بیع مین ظُلّہ **ف** بضم ظاے معجمہ اور تشدید لام کے اوس چھتے کو کہتے ہین جو دروازہ پر
ہوتا ہی اور صاحب حصر سے منقول ہی کہ ظلہ وہ ہی کہ ایک طرف اوسکی کڑیون کا اس دار پر ہووے اور دوسرا کنارہ ہمسایہ
گھر کی دیوار پر ہووے در مختار مین ہی کہ ظلہ اگر ایسا ہو کہ اوسکا دروازہ اندر سے مکان کے ہووے تو دار کی بیع مین
داخل ہوگا بالاخانے کے مانند **فائدہ** فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین ہی کہ یہان تین چیزین ہین اونکی شناخت ضرور ہی +
دار بیت منزل بیت وہ ہی جسکی ایک چھت ہووے اور شب باشی کے واسطے بنا ہووے اور بعضون کے نزدیک بیت
مین ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہی اور منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہی یعنے وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین آ
دن آدمی رہین اور اوسمین باورچیخانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اوسمین صحن بے چھت نہو اور اوسمین اصطبل نہو اور دار نام ہی اوس
احاطہ کا جسکے گرد حدود ہون اور وہ مکان بیوت متعددہ اور اصطبل اور بے چھت کے آنگن پر مشتمل ہو **ص**
مگر اوس صورت مین جب بیع بکل حق هو لها یا بمرافقها یا بکل قلیل وکثیر هو منها او فیها ہووے
ف یعنے اگر بائع نے عقد بیع مین یہ الفاظ بڑھا دیے تو ظلہ بھی داخل ہو جاوے گا معنی اسکے یہ ہین کہ بیع کیا مین نے
دار کو ساتھ ہر حق کے کہ وہ واسطے دار کے ہی یا ساتھ منافع اور حقوق اوسکے کے یا ساتھ ہر قلیل اور کثیر کے کہ وہ اوس
دار سے ہی یا دار مین ہی **ص** اور زمین کی بیع مین اشجار یعنی درخت اوسکے داخل ہووینگے اور کھیت داخل نہوگا
ف وجہ اسکی یہ ہی کہ اشجار متصل ہین زمین سے باتصال قرار یعنے اسواسطے نہین بوئے گئے کہ پھر وہ اوکھاڑے

جاوین یا جدا کیے جاوین بخلاف کھیتی کے اور ضابطہ اس بات کا یہ ہی کہ جو چیز ایسی ہو کہ بیع کا اسم اوسکو شامل ہو عرف مین یا متصل ہو بیع سے باتصال قرار یعنے جدا کرنے کے لیے نہو تو وہ بیع مین داخل ہو جاوے گا ورنہ نہین جیسے زینہ اینٹ چونے کا اور لکڑی کا جو گڑا ہوا ہووے یا زنجیرین اور قنادیل جو چھت مین کیلون سے جڑی ہوئین ہون گہر کی بیع مین داخل ہون گی اور جو لکڑی کا زینہ الگ گھر مین رکھا ہو تو وہ داخل نہوگا در مختار و تاتارخانیہ ہم اس قاعدہ کی راہ سے جو او کھلی گھر مین پتھر کی گڑی ہوئی ہی گھر کی بیع مین داخل ہوگی اور اسیطرح ڈنڈا اوسکا از روی استحسان کے جیسے چکی گڑی ہوئی کا نیچے کا پاٹ از روے قیاس کے اور اوپر کا بطریق استحسان کے داخل ہوتا ہی ص اور نہین داخل ہوتے پھل لگے ہوئے درخت کے درخت کی بیع مین مگر اگر خریدار شرط کر لیوے ف اسواسطے کہ روایت کی ایمہ ستہ نے عبد اللہ بن عمر رض سے کہ جو شخص بیچے ایک غلام مالدار کو تو مال اوسکا واسطے بائع کے ہی مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور جو بیچے ایک کھجور پیوند کی ہوئی کو تو پھل اوسکا واسطے بائع کے ہی مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور امام محمد رح نے روایت کی اصل مین کہ جو ایسی زمین خرید کرے جسمین کھجور کے درخت ہین تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار ص ہر چند کہ زمین کی یا درخت کی بیع مین بائع یہ کہدے کہ بعتُ بحقوقہ او بمرافقہ ف یا بکل قلیل وکثیر ھو لہ فیہا ومنہا من حقوقہا او من مرافقہا ھدایہ ص جب بھی کھیت اور پھل داخل نہون گے ف اسواسطے کہ یہ چیزین حقوق اور منافع نہین ہین البتہ اگر یہ کہے گا کہ بعتہٗ بکل قلیل وکثیر ھو لہ منہا او فیہا تو یہ چیزین داخل ہو جاوین گی اسواسطے کہ اس صورت مین بائع نے تصریح مرافق اور منافع کی نہین کی ھدایہ ص اور بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بکل حقٍ ھو لہ کہے ورنہ منزل کی بیع مین مگر جب کہ منزل کی بیع مین بکل حقٍ ھو لہ کہدے گا تو بالاخانہ داخل ہو جاوے گا ف اسواسطے کہ بالاخانہ ایک جدا بیت ہی اور شی اپنے ہمسر کو نہین شامل ہوتی بخلاف منزل کے کہ وہ درصورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہی بالاخانے کو جیسا انکی تعریف سے معلوم ہو چکا ص جیسے داخل نہین راہ اور شرب اور مسیل بیع مین البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کردے گا تو یہ چیزین داخل ہو جاوین گی اور اجارے مین ہر طرح خواہ ذکر کرے یا نکرے داخل ہون گی ف راہ سے وہ راہ مراد ہی جو طریق خاص انسان کی ملک مین ہی لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہی یا شارع عام کی طرف ہی وہ داخل بیع کے ہی چنانچہ بحر الرائق مین معراج سے منقول ہی اور گھر کی راہ کا عرض اوس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہی اور طول اوسکا شارع عام تک ہی چنانچہ قہستانی مین ہی اور مسیل وہ مکان ہی جسپر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہی اور شرب بکسر اول و سکون ثانی عبارت ہی پانی لینے کے حصے سے کذا فی الطحطاوی ص وجہ اسکی یہ ہی کہ اجارہ منعقد ہوتا ہی منفعت پر اور بدون ان چیزون کے منفعت متصور نہین اور بیع سے ملک مقصود ہوتی ہی تو ممکن ہی کہ غرض مشتری کی پھر بیع ہو سا تنفع کے اور یہ بدون ان حقوق کے متصور ہی ف کیونکہ ملک رقبہ مین کچھ قدرت علی الانتفاع ضرور نہین مسائل الحاقیہ گھر کی بیع مین کنوان جو اوس گھر مین ہو اور اوسکی گھرنی اور جو تخت زمین مین گڑا ہووے اور خانہ باغ جو گھر کے اندر ہووے داخل ہی اور ڈول رسی کوئین کی داخل نہین اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین نہ کانسے یعنی بڑے پیالے اور دھوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالون کے تغار اور تیلیون کی مٹھو اور مٹکے اور دھوبیون کا پٹرا جسپر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہین زمین کی بیع مین داخل نہین اور گدھے کی بیع مین اوسکا پالان داخل ہی اگر گدھے کو ہنقاون سے یا بہائیو

خریدا ہوا اور جو تاجرون سے خریدیگا تو داخل نہوگا البتہ رسی جو اوسکے گلے مین بندھی ہوتی ہے داخل ہوگی اور جانور کی لگام اور جو
رسی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہے اور جھول بغیر شرط کے داخل نہین اور گھوڑے کی بیع مین لگام اور اونٹ کی بیع مین فقط نکیل
داخل ہے اور گاے کا شیرخوار بچہ گاے کی بیع مین داخل ہے اور گدھی کی بیع مین اوسکا بچہ داخل نہین اگرچہ شیرخوار ہووے اور اگر انگور
کے درختونکو خرید کیا تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی کھونٹون مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ تھونیان جو
ایک طرف سے زمین مین گڑی ہین اور جتنی چیزین تبعًا داخل ہین اونکے مقابل کچھ ثمن نہوگا تو اگر وہ تلف ہو جاوینگا قبل ادا کے
ثمن کے اس صورت مین ثمن کچھ ساقط نہوگا جیسے بیع مین اشیا داخل ہوتی ہین بالتبع اسیطرح سے چند چیزین بے نکالے ہوے
نکل بھی جاتی ہین جیسے قریے کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہرپناہ انتہی ملتقطًا من الدر المختار والفتح والعالمگیریۃ۔

باب استحقاق کے بیان مین یعنے بیع دوسرے کسی کی نکلنے کے بیان مین +

یعنی بعد بیع کے یہ بات ثابت ہوئی کہ مبیع بائع کی ملک نتھی بلکہ ایک شخص ثالث کی ملک نکلی **ص** اگر ایک شخص نے ایک
لونڈی خرید کی بعد خریدنے کے مشتری پاس آنکر وہ جنی جب وہ جن چکی تو مشتری نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہے تو زید صرف
لونڈی کو لے لیگا ولد کو نہین لے سکتا اور اگر زید نے نسبت لونڈی مذکورہ کے ملک اپنی گواہون سے ثابت کردی تو اس صورت
مین زید لونڈی اور ولد دونون لے سکتا ہے **ف** فرق کی وجہ اصل کتاب اور ہدایہ اور درمختار مین مذکور ہے خلاصہ اوسکا یہ ہے کہ بینہ
حجت مطلقہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ تو بصورت اقرار ضرورت دفع ہو جاتی ہے ساتھ ثبوت ملک مقرلہ کے بعد انفصال ولد کے
برخلاف صورت اول کے **ص** ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجھکو خریدلے کیونکہ مین غلام ہون اور اوسنے خرید لیا بعد خریدنے
کے وہ غلام آزاد نکلا اور اوسکے بائع کا پتہ نہین اس صورت مین مشتری ضمان ثمن اوس شخص سے جسنے اپنے تئین غلام کہا تھا
لے لیگا **ف** اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسپر ضمان نہین اور اگر بائع کا نشان و پتہ موجود ہے تو مشتری رجوع ثمن اوسی
بائع پر کریگا نہ غلام پر **درمختار** **ص** اور وہ شخص بائع سے لیگا جب اوسکو پاویگا بخلاف رہن کے اس طرح پر کہ ایک شخص نے
کہا مرتہن سے کہ مجھکو رہن رکھ لے کہ مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا برابر ہے کہ راہن کا نشان معلوم ہو یا نہو
اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک حق مجہول کا ایک دار مین اور مدعی علیہ نے کچھ روپیہ دیکر اوس سے صلح کرلی بعد اسکے اس دار مین سے
کچھ حصہ کسی شخص غیر کا ملک نکلا تو اس صورت مین مدعی علیہ مدعی پر کچھ رجوع نکریگا اسواسطے کہ مدعی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا حق اس حصے کے
سوا نہین تھا اور اگر کل دار کسی اور کا نکلا تو اس صورت مین البتہ مدعی علیہ نے جو روپیہ صلحًا مدعی کو دیا ہے سب پھیر لیگا اس مسئلے سے
یہ مسئلہ سمجھا گیا کہ صلح دعوی مجہول سے جائز ہے اور بر مال معلوم کے اسواسطے کہ جہالت اوس چیز مین ہے جو ساقط ہو جاویگی اور یہ جہالت
نشا منازعت نہین ہے اور بعض فتاوی سے منقول ہے کہ صلح نہین صحیح ہے مگر جب دعوی صحیح ہووے تو اس مسئلے سے اس روایت
کی عدم صحت معلوم ہو گئی اسواسطے کہ دعوی حق مجہول کا غیر صحیح ہے اور باوجود اسکے صلح ایسے دعوے سے درست ہے اور بہت سے
مسائل ذخیرے کے دلالت کرتے ہین اس روایت کی عدم صحت پر مسئلہ اگر مدعی نے دعوی کل دار کا کیا اور مدعی علیہ نے
کچھ روپیہ دیکر اوس سے صلح کرلی بعد اوسکے آدھا گھر یا پاؤ گھر کسی شخص ثالث کا نکلا تو مدعی علیہ اسی قدر حصہ اپنے
زر صلح سے مدعی سے پھیر لیوے **ف** مثلاً اگر آدھے دار کی صورت مین آدھا روپیہ اور پاؤ دار کی صورت مین

سریع روپیہ پیسہ ہوے ص اگر کوئی شخص غیر کی ملک کو بیچ کر ڈالے تو مالک کو اختیار ہی چاہے بیع توڑ دے یا جائز رکھے مگر جائز رکھنا
اوس صورت مین ہی اگر بائع اور مشتری اور مبیع باقی ہوات اور اسیطرح اگر ثمن عرض ہو تو اوسکا بھی باقی ہونا ضرور ہی ف عرض وہ چیزین
ہین جو متعین ہو جاتی ہین عقدون مین جیسے گھوڑا ہاتھی کتاب وغیرہ اور مقابل اوسکے وہ ہین جو متعین نہین ہوتی ہین جیسے درہم دینار
پیسے رائج یا جو چیزین کیلی وزنی ہین ص تو اگر مالک نے اجازت دی تو ثمن مالک کی ہو جاویگی اور بائع کے ہاتھ مین امانت رہیگی
اور بائع کو بھی حق فسخ پہونچتا ہی قبل مالک کی اجازت کے ف اسواسطے کہ بائع یہان فضولی ہی اور ہوسکتا ہی کہ وہ اپنے دفع ضرر کیلیے
عقد کو فسخ کرے برخلاف فضولی نکاح کے کہ وہ فسخ عقد قبل اجازت ناکح کے نہین کر سکتا کیونکہ یہان حقوق بیع رجوع کرتے ہین طرف
عاقد کے اور عاقد فضولی ہی اور نکاح مین حقوق نکاح رجوع کرتے ہین طرف اصل ناکح کے اور فضولی سفیر محض ہوتا ہی ص اور اگر
ایک شخص ایک غلام غصب کر کے لے گیا اور اوسکو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا اب
اصل مالک کو خبر ہوئی اور اوسنے غاصب کی بیع کو جائز رکھا اس صورت مین مشتری کا عتق نافذ ہو جاویگا اور امام محمد رح کے نزدیک نافذ
نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین عتق ہی اوس غلام لونڈی مین جسکا مالک نہین آدمی ف روایت
کیا اوسکو ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے زیلعی ص اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا
بعد اوسکے مالک نے غاصب کے بیع کی اجازت دی اس صورت مین بیع ثانی جائز نہوگی اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس
کسی نے کاٹ ڈالا اور مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو نصف قیمت ہاتھ کاٹنے کی [illegible] مشتری کو ملیگی [illegible]
کو نصف قیمت اگر نصف ثمن غلام سے زائد ہووے تو اوسکو فقیرون پر خیرات کر دیوے اسلیے کہ مشتری کا حق اوتنا ہی ہی جو غلام
مذکور کی نصف ثمن ہی ف [illegible] غلام کا اگر [illegible] ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو [illegible] نصف قیمت اوسکا [illegible]
[illegible] اسلیے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے مین [illegible] اس صورت [illegible]
غلام کا [illegible] اوس ثمن سے نکالا جسکے عوض مین مشتری نے غلام [illegible] خریدا تو نصف قیمت بھی اوسکی نصف ثمن سے
زائد ہوئی تو جسقدر زیادہ ہووے اوسکو مشتری تصدق کر دیوے فقیرون پر ص اگر [illegible] عمرو کا غلام [illegible] اوسکی اجازت کے
بکر کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ گذرانے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجھکو اجازت بیع کی نہین دی یا گواہون سے یہ ثابت کیا
مالک یعنے عمرو نے اقرار کیا تھا کہ مین نے زید کو اجازت بیع کی نہین دی اور اس گواہی سے بکر کا مقصود یہ ہی کہ بیع کو ناجائز قرار دیکر وہ غلام
دیدے عمرو پر تو یہ گواہی قبول نہوگی اسواسطے کہ یہ دعوی بکر کا متناقض ہی کیونکہ اوسنے جب اقدام کیا تھا غلام کی خریداری پر تو اوس سے معلوم
ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہی اور اب یہ کہتا ہی کہ اجازت نہین ہوئی ہان البتہ اگر بائع خود قاضی کے نزدیک اقرار کرے کہ بکر
مالک کی اجازت نہ تھی تو بیع رد ہو جاویگی اگر مشتری طلب کریگا رد بیع کو ف اسواسطے کہ اس صورت مین اگرچہ دعوے مشتری
ہی لیکن متناقض مانع صحت اقرار مدعی علیہ نہین ہی تو مشتری کو ہو سکتا ہی کہ بائع کی موافقت کرے اس باب مین اور بیع کو رد کر دیوے

باب سلم کے بیان مین

بیع سلم جائز ہی قرآن اور حدیث سے لیکن قرآن تو آیت مداینہ یعنے قول اللہ تعالی کا یا ایہا الذین امنوا اذا
تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ الایۃ حمل کیا اسکو عبد اللہ بن عباس رض نے اوپر بیع سلم

روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین اور صحیح کہا اوسکو اور برشرط بخاری مسلم کے کہ کہا ابن عباس رض نے شہادت
دیتا ہون مین اس بات کی کہ اللہ تعالی نے حلال کیا سلم کو ایک میعاد معین تک اور اذن دیا اوسکا اسی آیت سے
اور بھی اخراج کیا اوسکا شافعی رح نے مسند مین اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے
عبد اللہ بن عباس رض سے کہا کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے مین اور وہ لوگ سلف کرتے تھے یعنے بیع سلم کرتے
تھے میوون مین برس کا اور دو برس کا تو فرمایا آپ نے جو شخص سلف کرے تم مین سے کسی میوے مین تو چاہیے کہ سلف
کرے ایک ناپ معین اور ایک تول معین مین ایک مدت معین تک اور بہت سے آثار واحادیث اسکی اباحت پر دلالت
کرتے ہین ص سلم کہتے ہین بیع کو ایک شمن کی اس طور پر کہ مبیع دین ہو جاوے بائع پر اور قیمت نقد دیجاوے ساتھ شرائط
معتبرہ کے ف اور سلف بھی اسی کو کہتے ہین ص تو مبیع کو مسلم فیہ اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مسلم الیہ اور مشتری کو
رب السلم کہتے ہین اور صحیح ہے سلم اوس چیز مین جسکی قدر اور صفت معلوم ہو سکے بیان کر دینے سے ف اور جن چیزونکی
صفت اور مقدار بیان سے معلوم نہو سکے تو اونمین سلم جائز نہین جیسے وہ چیزین کہ عددی ہین متفاوت جیسے خربزہ کدو
مولی انار ص جیسے جو چیزین کہ بکتی ہین پیمانے مین ف مثلاً گیہون چانول آٹا غلہ وغیرہ ص یا تل کر سواے
ثمن کے ف یعنے ثمن ہون ثمن نہون مثمن اوس چیز کو کہتے ہین جو عوض مین ثمن کے آوے اور ثمن کی [illegible]
روپیہ اشرفی دراہم دنانیر نکل گئے کہ یہ بھی اگرچہ تل کر بکتے ہین [illegible] سلم انمین جائز نہین
ص یا گز گنتی سے ناپ کر جیسے کپڑا جب کہ اوسکا طول اور عرض اور سنگینی اور صفت بیان کر دیوے یا شمار
اون چیزون مین جو قریب قریب ایکسی ہوتی ہین ف جیسے چھٹائی اور بڑائی مین اونکے بہت فرق نہین ہوتا ص
جیسے اخروٹ انڈے پیسے کچی پکی اینٹ ایک سانچے مین سے ف انڈا اور اخروٹ بھی انہین مین داخل ہین [illegible]
ص اور صحیح ہے سلم سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی مین اور تازی مچھلی مین بھی جب اوسکا موسم ہو ف بے موسم تازی مچھلی
مین سلم درست نہین مگر اوس شہر مین جہان ہمیشہ بکتی ہو ص تول سے اور قسم معلوم ہووے ف جیسے روہو وغیرہ
ص اور جائز ہے سلم طشت اور کاسے اور موزون مین اگر اونکی پہچان بیان ہو سکے ورنہ نہین جائز ہے ف اور
اسی طرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ ص اور نہین جائز ہے سلم کسی جانور زندہ مین ش اور امام شافعی رح کے نزدیک
جائز ہے کیونکہ وہ معلوم ہو سکتا ہے بیان سے قسم اور سن اور نوع اور صفت کے اور ہم کہتے ہین کہ بعد بیان ان سب
باتون کے بھی اوسمین تفاوت فاحش رہتا ہے دوسرے یہ کہ مذہب شافعی رح کا صریح مخالف ہے حدیث کے جو روایت
کی حاکم نے مستدرک مین اور دارقطنی نے سنن مین ابن عباس رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
منع کیا سلم سے حیوان مین کہا حاکم نے حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اور تفصیل فتح القدیر مین ہے
ص اور نہ سری پاؤن مین اور نہ کھالون مین شمار کی رو سے اور نہ لکڑی کے گٹھون مین اور نہ ترکارین کی
گڈیون مین اور نہ جواہرات اور پرونے کی چیزون مین ف جیسے موتی پوت وغیرہ ص اور نہ ساتھ ایک صاع
معین یا گز معین کے کہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے ف اسواسطے کہ احتمال ہے کہ وہ صاع یا گز تلف ہو جاوے

وقت تسلیم مسلم فیہ تک تو پھر منازعت ہوگی ص اور نہ کسی خاص گانون کے گیہون پر یا کسی خاص درخت کی کھجور پر ف
اسواسطے کہ احتمال ہے کہ اس سال مین اوس قریے مین کچھہ پیدا نہو یا اوس درخت مین کچھہ نہ نکلے تو مسلم فیہ کی تسلیم پر قادر نہوگا
ص اور نہین جائز ہے سلم یہان تک کہ مسلم فیہ موجود ہووے بازار مین وقت عقد سے لیکر مدت معین تک تو اگر معدوم
ہوگا مسلم فیہ وقت عقد کے اور موجود ہوگا مدت گذرنے پر یا موجود ہو عقد کے وقت اور معدوم ہووے مدت کے
گذرنے پر یا بیچ مین دونون وقتون کے معدوم ہوجاوے تو سلم جائز نہین اور شافعی رح کے نزدیک اگر مسلم فیہ مدت گذرنے
کے وقت موجود ہوگا تو سلم جائز ہوگی ف اگرچہ وقت العقد مفقود ہوا اور دلیل ہماری اصل اور ہدایہ مین مذکور ہے ص
اور نہین جائز ہوتی ہے سلم گوشت مین امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اگر صفت اور جنس اور
نوع اور سن اور مقام اور مقدار اوسکی بیان کردیوے جیسے کہدیا کہ گوشت بکرے خصی دو برس کا موٹا پسلی کا سو سیر ف
اور ایمہ ثلاثہ بھی صاحبین کے متفق ہین اور اوسی پر فتویٰ ہے درمختار ص سلم کے جائز ہونے کی چند شرطین
ہین اونکو معلوم کرنا چاہیے ۱ بیان کرنا جنس مسلم فیہ کا مثلاً گیہون ہے یا جو ۲ بیان کرنا اوسکی نوع کا کہ آدمی کی سینچی ہوئی
یا بارانی ۳ بیان کرنا اوسکی صفت کا کہ عمدہ ہون یا ناقص ۴ بیان کرنا مقدار معلوم کا ایک کیل معروف سے جسکا مقدار
معلوم ہووے ف اور وہ کیل سکڑتا اور پھیلتا نہووے جیسے زنبیل وغیرہ ص یا بانٹ معلوم و معین سے جسکا
وزن معلوم ہووے ۵ مدت مسلم فیہ کے ادا کرنے کی ف ہمارے نزدیک سلم بغیر مدت کے جائز نہین اور شافعی رح کے
نزدیک درست ہے اور ہماری دلیل صاف وہ حدیث ہے ابن عباس رض کی جسکو روایت کیا بخاری و مسلم نے اور اوسمین
الیٰ اجل معلوم موجود ہے ص اور اقل مدت ایک مہینا ہے صحیح قول مین اسواسطے کہ بعضون کے نزدیک اقل مدت تین دن
ہین اور بعضون کے نزدیک آدھے دن سے زیادہ ف درمختار مین ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ اقل مدت ایک مہینا ہے ص
۶ راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو مقدار سے جیسے راس المال کیلی ہو یا وزنی یا عددی اسواسطے کہ عقد
ان چیزون مین متعلق ہوتا ہے مقدار سے تو ضرور ہے بیان مقدار اوسکا ف کہ یہ روپے اتنے ہین یا یہ غلہ اتنا ہے ص اور
یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک جب راس المال معین ہو تو اوسکے بیان مقدار کی ضرورت نہین
اسواسطے کہ مقصود حاصل ہوگیا اوسکی طرف اشارہ کردینے سے جیسے ثمن بیع مین یا اجرت اجارے مین ف کہ ثمن مبیع
یا اجرت کی طرف اگر اشارہ کردیا تو اوسمین بیان مقدار ضرور نہین ص امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راس المال
کے روپے یا اشرفی کھوٹی ہوتی ہین اور مجلس عقد سلم مین مسلم الیہ اوسکو نہین بدلتا ہے تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا معلوم
نہوگا تو یہ تحقیق نہوگا کہ کتنے روپے مین سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر وقت مدت گذر جانے کے قادر نہین ہوتا سو
اوسکو رد کرنا راس المال کا لازم آتا ہے اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہوا تو منازعت واقع ہوگی ہان اگر راس المال کوئی کپڑا
معین ہووے تو اوسکا مقدار بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ کپڑے مین عقد متعلق اوسکی ذات سے ہوتا ہے نہ اوسکے مقدار سے ف
اب دو مسئلون کی تفریع کرتا ہے چھٹی شرط پر ص تو جائز نہوگی سلم دو جنسون مین بغیر بیان راس المال ہر ایک جنس کے
ف مثلاً دس درہم دیے اور سلم کی ایک کر گیہون کے اور ایک کر جَو کے اور یہ نہ بیان کیا کہ گیہون کے حصے کے

کتنے روپے ہین اور یہ کہ جو کے حصے کے کتنے تو یہ سلم جائز نہوگی بوجہ معلوم نہونے راس المال کے **ص** یا دو نقدون مین بغیر بیان
حصے ہر ایک کے مسلم فیہ سے **ف** جیسے سلم کیا دراہم و دنانیر دیکر ایک کر مین گیہون کے اور ایک کا حصہ معلوم ہی اور دوسرے کا
معلوم نہین کہ کتنا حصہ ہی مسلم فیہ سے **ج ص** کے بیان مکان جہان پر مسلم فیہ رب السلم کو ادا کیا جاویگا اگر مسلم فیہ
ایسی چیز ہو جسکی باربرداری اور مزدوری چاہیے امام ابو حنیفہ رہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جہان پر عقد سلم واقع ہوا
اوسی جگہہ مسلم فیہ کا دینا لازم آویگا اور اسی خلاف پر ہی ثمن اور اجرت اور قسمت **ف** ثمن کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے
غلام کو عوض مکیل یا موزون کے اودھار خرید کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہی اور اجرت کی یہ صورت
ہی کہ ایک شخص نے گھر یا جانور کرایہ کو لیا بعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفاے اجرت
شرط ہی اور قسمت کی صورت یہ ہی کہ دو شخصون نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد
کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہی برخلاف صاحبین کے
کذا فی الطحطاوی **ص** اور جو مسلم فیہ ایسی چیز ہووے کہ اوسمین باربرداری وغیرہ کی حاجت نہووے تو جہان چاہے
مسلم فیہ رب السلم کو حوالے کرے اور یہی قول اصح ہی اور جامع صغیر کی روایت مین جہان پر عقد سلم ہوا ہی وہان حوالے کرے اور سلم کے
باقی رہنے کی شرط یہ ہی کہ راس المال مسلم الیہ قبل ایک دوسرے کے جدا ہونے کے لیلیوے تو اگر سلم کیا کسی نے بعوض دو سو کے
سو نقد اور سو قرض تھے مسلم الیہ پر ایک کر مین گیہون کے تو باطل ہوگی سلم سو روپے قرضے مین اور سو نقد مین صحیح ہو جاوے گی
ف کر ہوتا ہی ساٹھ قفیز کا اور قفیز ہوتا ہی آٹھ مکول کا اور مکول ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہی تو قفیز بارہ صاع کا ہوا اور کر سات سو بیس
صاع کا **ص** اور سلم نہین صحیح ہوتی اگر اوسمین خیار الشرط ہو یا خیار الرویۃ کیونکہ یہ دونون مانع ہین تمام سلم کے البتہ خیار العیب
مانع نہین ہی تمام تسلیم کا تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جدا ہونے متعاقدین کے صحیح ہوجاویگی اور زفر رہ کے نزدیک صحیح نہوگی
ف اور دلیل اوسکی ہدایہ مین مذکور ہی **ص** راس المال اور مسلم فیہ مین قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف کرنا درست نہین جیسے
شرکت اور تولیہ صورت شرکت کی یہ ہی کہ رب السلم کسی شخص سے کہے تو مجکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیری
ہوجاوے اور صورت تولیہ کی یہ ہی کہ کہے تو کل راس المال مجھے دیدے تا مسلم فیہ کل تیری ہو جاوے اور تصرف کی یہ صورت
بھی ہی کہ رب السلم راس المال کے بدلے مین کوئی اور چیز لیوے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے مین کوئی اور چیز ادا کرے اگر زید نے
عمرو سے بیع سلم کی پھر اوسکو اقالہ کیا تو زید عمرو سے اپنے راس المال کے بدلے مین کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ جو مال عمرو کو
دیا ہی پھیر لیوے فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ لے تو مگر مسلم فیہ یا راس المال **ف** یہ حدیث اس لفظ سے روایت کیا اوسکو
دار قطنی نے سنن مین ابو سعید خدری رض سے عن ابراهیم بن سعید الجوهری من اسلم فی شیء فلا یأخذ الا ما
اسلم فیه او راس ماله اور ضعیف کیا اوسکو دار قطنی نے بسبب عطیہ عوفی کے لیکن روایت کیا اوسکو ابو داود نے اور
ابن ماجہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شی مین تو نہ پھیرے اوسکو غیر مین مسلم فیہ کے
اور یہ مقتضی ہی اس بات کو کہ نہ لے مگر اوسی چیز کو اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ نہین پہچانتے ہم مرفوع اوسکو مگر
اسی طریقے سے اور عطیہ عوفی ضعیف کہا اوسکو احمد وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذی نے اوسکی حدیث کو تو حدیث حسن ہی

اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے موقوفاً کہ فرمایا ابن عمر رض نے جسوقت سلم کیے تو کسی شے مین تو نہ لے مگر راس المال اپنا
یا وہ چیز کہ سلم کی ہے تونے اوسمین اور روایت کیا ابو الشعثاء سے مثل اسکے کذا فی فتح القدیر للشیخ ابن الہمام
اور زفر رح کا اسمین خلاف ہے اور حجت اون پر یہی حدیث ہے ص زید نے عمرو سے ایک کر من گیہون کے سلم کی جب وعدہ
گذرا تو عمرو نے ایک کر گیہون کا بکر سے خرید کیے قبل قبضے کے اور ناپ تول لینے کے زید کو حکم کیا کہ بکر سے جا کر وہ گیہون لیوے
بعوض اوسے مسلم فیہ کے تو جائز نہو گا ف اسواسطے کہ یہان دو عقد ہین تو ضرور ہے کہ اوسمین صاع بائع اور مشتری کے دونون
جاری ہو وین بدلیل اوس حدیث کے جو اوپر گذری ص اور قرض مین یہ صورت درست ہے مثلاً زید نے عمرو سے کچھ گیہون
قرض لیے بعد اوسکے اوتنے گیہون زید نے بکر سے خرید کرکے عمرو کو حکم کیا کہ وہ گیہون بکر سے اپنے قرضے کی ادا مین لیوے
تو صحیح ہے ف دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہے ص البتہ سلم مین بھی درست ہے اس طرح سے کہ عمرو زید سے کہے
کر تو گیہون اپنی سلم کے بکر سے لیکر اول میری طرف سے وکالۃً اوسپر قبضہ کرکے ناپ تول لے اور پھر اپنے واسطے قبضہ کرکے
ناپ تول لے اسواسطے کہ اس صورت مین دونون کے صاع جاری ہوگئے ف اور یہ صورت اوپر گذر چکی ہے ص اگر
مسلم الیہ نے رب السلم کے حکم سے اوسکی غیبت مین اوسکے برتن سے مسلم فیہ کو ناپا یا بائع نے اپنے ظرف مین مشتری کی
غیبت مین اوسکے حکم سے یا اپنے مکان مین ایک کونے مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ رب السلم اور مشتری کا نہ شمار کیا
جاویگا البتہ اگر بیع کی صورت مین بائع نے مشتری کے حکم سے مشتری کی طرف سے اوسکی غیبت مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ
مشتری کا شمار کیا جاویگا اگر ایک شخص نے حکم کیا بائع کو کہ ایک کر غلے کا سلم کی بابت اور ایک کر خرید کا دونون میرے
برتن مین ڈال دو تو اگر بائع نے پہلے خرید کا غلہ ڈالنا شروع کیا بعد اوسکے سلم کا بھی ڈال دیا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار
کیا جاویگا اور اگر پہلے سلم کا غلہ ڈالنا شروع کیا تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کسی کا قابض قرار نہ دیا جاوے گا
اور صاحبین کے نزدیک مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اوتنے مال مین بائع کا شریک ہو جاوے اگر
رب السلم نے ایک لونڈی راس المال مین دیکر سلم کیا اور مسلم الیہ نے اوس لونڈی پر قبضہ کر لیا بعد اوسکے دونون
نے اقالہ سلم کیا اب وہ لونڈی مر گئی تو اقالہ باقی رہیگا اور اوس لونڈی کی قیمت جو دن قبض کے تھی مسلم الیہ کو
واپس کرنا پڑیگی اور اگر بعد موت کے اقالہ ہوا تو بھی یہی حکم ہے ف یعنے اقالہ صحیح ہو جائیگا اور مسلم الیہ کو قیمت اوس
لونڈی کی جو یوم القبض تھی دینا پڑیگی ص یہی حکم ہے اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے مین بیچا اور لونڈی یا وہ اسباب
تلف ہونے کے اول اقالہ کیا بعد اوسکے تلف ہو گیا یا بعد تلف ہو جانے کے اقالہ کیا برخلاف خریدنے لونڈی کے عوض
مین ثمن کے کہ اگر وہ لونڈی بعد اقالہ کے مری تو اقالہ باطل ہو گیا اور اگر قبل اوسکے مری بعد اقالہ ہوا تو اقالہ صحیح نہو گا اور اگر مسلم الیہ نے
کہا کہ مین نے شرط کر لی تھی خراب گیہون کی اور رب السلم نے کہا تو نے کچھ شرط نہین لگائی تھی یا اسکا اولٹا ہوا یا ایک
کہے کہ مدت کی شرط ہوئی تھی اور دوسرا کہے کہ مدت کی شرط نہین ہوئی تھی تو قول اوسی کا معتبر ہوگا جو مدعی خراب گیہون
ٹھہرنے کا یا مدت قرار پانے کا ہوگا اور جو انکا منکر ہوگا اوسکا قول معتبر نہو گا اسلیے کہ مدعی کے قول سے صحت سلم ہوتی ہے کیونکہ
سلم مین بیان صفت اور مدت ضرور ہے اور استصناع یہ ہے کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ مجکو یہ چیز بنا دے جیسے

جوتے والے سے کہ مجھکو جوتا تیار کردے اپنے پاس سے **ف** استصناع قیاساً ناجائز تھا کیونکہ بیع ہی معدوم کی لیکن بسبب تعامل یعنے آدمیون کے رواج کے جائز ہی **ہدایہ ص** تو اگر استصناع ایک مدت معین کے ساتھ ہی تو سلم ہوجاویگا خواہ اوسکا رواج ہوا ہو یا نہو اور اگر مدت نہ ہووے تو جس چیز مین رواج ہی جائز ہی جیسے موزہ طشت کاسہ تو بیع ہی نہ وعدہ **ف** حاکم شہر کے نزدیک استصناع ایک وعدہ ہی تو بائع جب بناکر وہ شی لاتا ہی تو بیع ہوجاتا ہی بسبب تعاطی کے لیکن اکثر کے نزدیک ابتدا سے وہ بیع ہی **ص** اور جب بیع ہوا تو کاریگر اوسکے بنانے پر جبر کیا جاویگا اور جسنے بنانے کا حکم کیا ہی وہ اپنے قول سے پھر نہین سکتا اور بیع خود وہ چیز ہی نہ کام و محنت اوسکی تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنی بنائی لیکن قبل عقد کے بنائی تھی اور بنوانے والے نے اوسکو لے لیا صحیح ہوگا اور بیع متعین نہوگی قبل اختیار کرنے بنوانے والے کے تو اگر قبل دکھانے کے بنوانے والے کے تعین کاریگر نے اوسکو کسی اور کے ہاتھ بیچڈالا صحیح ہی اور جب بنوانے والے نے اوس چیز کو دیکھا تو اوسکو اختیار ہی چاہے لے چاہے نلیوے **ف** اسواسطے کہ اوسنے خریدی ایسی چیز جسکو نہین دیکھا تھا اور اوسکو اختیار ہوتا ہی جیسا گذرا خیار الرویۃ مین **ص** اور نہین صحیح ہی استصناع بغیر بیان مدت کے اوس چیز مین جسکا رواج نہین ہی جیسے کپڑا وغیرہ

باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان مین

بیل یا گھوڑا یا مٹی کا خرید الڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہین اور اوسکی کچھ قیمت نہین اور اوسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہین اور قول ضعیف یہ ہی کہ بیع صحیح ہی اور تلف کرنے والے پر اوسکا ضمان ہی اور مجتبی کی کتاب الحظر کے آخر مین ابو یوسف سے روایت ہی کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کھیلنا جائز ہی **در مختار ص** صحیح ہی بیع کتے کی اور چیتے کی اور درندون کی برابر ہی کہ سکھائے ہوئے ہون یا بے سکھائے ہوئے **ف** جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھا لیتے ہین تو اوسکو معلم کہتے ہین ورنہ غیر معلم تو مطلب مصنف رح کا یہ ہی کہ کتا خواہ چیتا جو درندہ ہو خواہ معلم ہو یا نہو بیع اوسکی درست ہی اور یہ ہمارا مذہب ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع اوس کتے کی درست نہین ہی جو کٹنا ہی اور نزدیک شافعی رح کے کسی کتے کی بیع درست نہین اسواسطے کہ روایت کی ابن حبان نے صحیح مین ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حرام ہی زانیہ کی خرچی اور قیمت کتے کی اور کمائی پچھنے لگانے والے کی اور روایت کی شیخین نے ابو مسعود انصاری رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے اور خرچی سے فاحشہ کی اور کمائی سے فال نکالنے والے کی اور روایت ہی ابی الزبیر رض سے کہ پوچھا مین نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت لینے سے بلی اور کتے کی پس کہا کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو مسلم اور نسائی نے اور اسواسطے کہ کتا نجس العین ہی اور نجاست سے ذلت اوسکی لازم ہوئی اور بیع سے اعزاز اوسکا لازم آتا ہی تو نا جائز ہوگی دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا ترمذی نے ابو ہریرہ رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کتے کی مگر کتے شکاری کی اور ضعیف کہا اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث جابر رض سے بھی مرفوعاً مروی ہی اور اسناد اوسکی صحیح نہین اور احادیث صحیحہ مین اسکا استثنا مذکور نہین ہم کہتے ہین کہ روایت کی ابو حنیفہ رح نے مسند مین ہیثم سے انھون نے عکرمہ سے انھون نے ابن عباس سے کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت مین کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہی اسواسطے

کہ ہیثم ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین آور روایت کی بیہقی نے مثل اسکے جابر رضہ سے اوسکی اسناد مین بھی ہیثم ہی لیکن ہیثم باتفاق محققین ثقہ ہی توثیق کی اوسکی ابن سعد اور دار قطنی نے اور اخراج کیا اوس سے ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین اور روایت کی دار قطنی نے ابو الزبیر رضہ سے انہون نے جابر رضہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے بلی کی اور کتے کی مگر شکاری کتے کی آور روایت کی طحاوی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے حکم کیا ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس روپے کا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈھے کا آور روایت کی طحاوی نے عبد اللہ بن المغفل سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قتل کتون کے پھر فرمایا کیا کرتے ہین میرا کتے اور رخصت دی شکاری کتے مین آور حدیث ابو ہریرہ رضہ کی ابتدا ے اسلام مین تھی پھر منسوخ ہو گئی کیونکہ خود مروی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگائے اور دی حجام کو اجرت اور اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کبھی اجرت نہ دیتے روایت کیا اوسکو شیخین نے ابن مسعود رضہ سے آور نجاست عین ہونا کتے کا مسلم نہین اسواسطے کہ اوس سے نفع لیا جاتا ہی بطور حراست کے اور شکار کے حاصل کلام یہ ہی کہ حدیث نہی عن ثمن کلب پہلے عام تھی اور پھر کلب صید اور زراعت اوس سے مخصوص ہوا تو اب عام ظنی ہو گیا اور عام ظنی کی دوبارہ تخصیص جائز ہی قیاس سے مگر اس صورت مین لازم آتا ہی کہ کتے کاٹنے والے یا ضرر پونہچانے والے کی بیع بالکل جائز نہووے جیسا مذہب ابو یوسف کا ہی تاکہ اس حدیث عام کے نیچے کوئی فرد باقی رہے نہ یہ کہ مطلقا بیع کتے کی درست ہو جاوے جیسا کہ مروی ہی امام سے واللہ اعلم هكذا في الفتح القدير وشرح المسند للامام رح **ص** اور ذمی بیع مین مثل مسلمان کے ہی الا شراب اور سور کی بیع کہ ذمی کو درست ہی اور مسلمان کو نادرست **ف** صحیح مسلم مین مروی ہی ابن عباس رضہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے حرام کیا شراب کے پینے کو اوسی نے حرام کیا اوسکی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہی امام محمد رح کے آثار مین **ص** تو شراب ایسی ہی ذمی کے حق مین جیسے سرکا ہمارے نزدیک آور سور ذمی کے حق مین جیسے بکری ہمارے نزدیک تو خمر مثلی ہی اور سور ذوات القیم سے **ف** یعنی اگر ذمی نے ذمی کی خمر تلف کر ڈالی تو اوسکی عوض مین خمر دلائی جاویگی کیونکہ خمر مثلی ہی یعنی اون چیزون مین سے ہی ذمیون کے حکم مین کہ اونکے تلف کر دینے سے مثل اوسکا لازم آتا ہی آور سور ذوات القیم سے یعنی اون چیزون مین سے ہی جنکے تلف کر دینے سے قیمت لازم آتی ہی تو اگر ذمی نے سور دوسرے ذمی کا ہلاک کیا اس صورت مین اونکے یہان جو اوس سور کی قیمت ہوگی دلائی جاویگی نہ دوسرا سور جیسا ہمارے یہان سرکا مثلی ہی اور بکری ذوات القیم سے **ص** زید نے ایک لونڈی خرید کی اور قبل قبضے کے اوسکا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح صحیح ہی اب اگر عمرو نے اوس سے وطی کی تو یہ قبضہ زید کا شمار کیا جاویگا نہ فقط نکاح کر دینا **ف** تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہو گیا ابو یوسف رح کے قول مین اور یہی مختار ہی **در مختار** **ص** اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور زید قبل ادا ے ثمن کے اور قبل قبضہ کرنے کے غلام پر غائب ہو گیا اور بائع نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ یہ غلام مین نے زید کے ہاتھ بیچا ہی تو اگر اوسکا ٹھکانا معلوم ہی تو وہ غلام واسطے ادا ے ثمن کے نہ بیچا جاویگا بلکہ ثمن مشتری جہان ہوگا اوس سے طلب کیا جاویگا اور اگر مشتری ایسا غائب ہی کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اس صورت مین وہ غلام بیچا جاویگا اور اوسکی قیمت سے

ثمن بائع ادا کیجاویگی **ف** تو اگر قیمت ثمن سے بڑھ جاوے تو زیادتی کو رکھ چھوڑین گے جب مشتری حاضر ہوگا
اوسکو حوالے کیجاویگی اور اگر قیمت ثمن سے کم نکلی تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب اوسکو پاوے تو اوس سے لے لیوے اور اگر
مشتری غائب ہوا بعد قبضے کے تو قاضی بائع کی نالش کو نہ سُنیگا کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نرہا اور مبیع کے مانند
مرہون ہے یعنی اگر راہن ایسا غائب ہوا کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش
کی قاضی کے پاس تو سنا اور یہ ہے کہ بیع اوسکی جائز ہے کذا فی الدر المختار و الطحطاوی **ص** اور اگر دو شخصون نے ایک
چیز خریدی اور اون مین سے ایک شخص غائب ہوا **ف** یعنی اس طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہین **نہر ص** تو شخص
حاضر کو کل ثمن کا دیدینا اور کل مبیع پر قبضہ کرنا اور اوسکو روک رکھنا یہان تک کہ شخص غائب اپنے حصے کی ثمن ادا کرے درست ہے
طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکو روک رکھنا کل مبیع کا جب شخص غائب حاضر ہووے درست نہین **ف** طرفین کی دلیل یہ ہے کہ
شخص حاضر لاچار ہے اوسکو نفع اوٹھانا مبیع سے ممکن نہین جب تک کل ثمن ادا نکرے تو جسوقت اوسنے کل ثمن ادا کردی
تو متبرع نہوگا تو جب غائب حاضر ہوا تو نہ لیگا حصہ اپنا جب تک ثمن اپنے حصے کی ادا نکرے اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ شخص
حاضر متبرع ہے اپنے شریک کے حصے کی ثمن کے ادا کرنے مین تو جب وہ حاضر ہوگا تو اوس سے حصہ ثمن کو پھیر نہین سکتا
اور نہ مبیع کو روک سکتا ہے اور فتوی طرفین کے قول پر ہے **ہدایہ ص** کوئی چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے
تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے تو پانسو مثقال ہر ایک کی واجب ہوگی **ف** اسواسطے کہ مثقال چاندی اور سونے
دونون کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونون کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوگی
مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے **ص** کوئی چیز بیچے بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے تو سونا چاندی نصفا نصف ہوگی
تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم وزن سبعہ والے **ف** یعنی وہ دراہم
جو دس سات مثقال کے ہوتے ہین اور ذکر اسکا کتاب الزکوۃ مین گذرا اسواسطے کہ یہی متعارف ہے تو پانسو مثقال سونا اور
پانسو درہم اس صورت مین لازم آوینگے **ص** اگر ایک شخص کے کچھ روپئے کھرے دوسرے پر آتے تھے اور مدیون نے
دائن کو زیوف ادا کیے اور دائن کو معلوم نہوا اوسنے خرچ کر ڈالے یا اوسکے پاس سے تلف ہوگئے تو اوسکا حق ادا ہوگیا
طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اوس قسم کے زیوف مدیون کو پھیر کر کھرے لے لیوے **ف** زیوف جمع
زیف کی ہے زیف وہ روپیہ جسکو تاجر لے لیوین اور خزانہ اسلام مین نہ لیا جاوے اور اگر وہ روپئے ستوقہ یا نبہرجہ ہون تو
بالاتفاق ویسے پھیر کر کھرے لیوے اور اسی پر فتوی ہے ستوقہ وہ درم ہے جسپر چاندی کا پتّر ہو اور نبہرجہ وہ درہم ہو دار الضرب
سلطانی مین نہ بنا ہووے یا جسکو تاجر بھی نہ لیوین **رد محتار ص** اگر پرندے نے انڈے یا بچے دیے ایک شخص
کی زمین پر یا ہرن کا پانون اوسکی زمین مین جاکر خود بخود ٹوٹ گیا تو جو اوسکو پاویگا اوسکی مملوک ہوجاویگی البتہ اگر صاحب زمین
نے زمین کو اپنی اسی کے واسطے تیار کیا ہو تو وہ صاحب زمین کی ہوگی جیسے مکھی نے چھتہ لگایا کسی کی زمین مین تو
وہ اوسکا مالک ہوگا خواہ اپنی زمین شہد کے چھتہ لگانے والی کے واسطے تیار کی ہو یا نہو اور اگر شکار پھنس گیا
اوس جال مین جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا دراہم اور مٹھائی اوچھالی گئی لینے کے واسطے ہو رکسی

کپڑے پر جا پڑی تو وہ اوسکا مالک نہوگا بلکہ جو پاویگا اوسیکو ملیگا البتہ اگر کپڑے والے نے پہلے سے اپنا کپڑا اسی کے
واسطے پھیلا رکھا تھا تو اوسکو ملیگا یا اوسنے اسلیے پھیلا نہین رکھا تھا لیکن اوسکا ہاتھ پڑ گیا اور درا ہم یا
سٹھائی پر تب بھی اوسیکی ہوجاوے گی +

مسائل الحاقیہ بندرے سے خراب کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن وہ مانع بیع نہین بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا
پانی اوس شخص کے ہاتھ بیچنا جو شراب بناتا ہو اور کتے کا پالنا اور رکھنا درست نہین مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضایقہ
نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین اور کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق
درست ہے اقل قیمت بیع ایک پیسہ ہے تو جو چیز مالیت مین ایک پیسے سے بھی کم ہوگی چنانچہ ایک ٹکڑا روٹی کا اوسکے عوض
مین بیع جائز نہین بیچنا اون پرند جانورون کی بیٹ کا جنکا گوشت حلال ہے درست ہے مگر اسقدر بیٹ ہو کہ اوسکی قیمت ایک
پیسہ ہوجاوے اور جائز نہین بیع زمین کے کیڑون کی جیسے چھپکلی بچھو گوہ اور گبریلا البتہ جونک کی بیع درست ہے اسواسطے
کہ لوگ اوسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے علاج مین اوسکی حاجت ہے اور دریا کے جانورون مین سے بھی
سواے مچھلی کے اور کسیکی بیع جیسے کیکڑا وغیرہ درست نہین البتہ فتاوائی قنیہ مین لکھا ہے کہ جو جانور قیمت دار ہین جیسے
سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو تو بیع انکی درست ہے اور سانپون کی بیع اگر اون سے فائدہ حاصل ہو
دواؤن مین تو فقیہ ابواللیث رحمہ نے اوسکو جائز رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر نفع اور صحت مرض منحصر ہوجاوے اون مین
تو جائز ہے اور نہایہ اور تہذیب مین ہے کہ بیمار کو پینا پیشاب اور خون اور کھانا مردے کا واسطے دوا کے درست ہے جب کوئی
طبیب مسلمان اوس سے کہدیوے کہ اس چیز مین تیری شفا ہے اور ادویہ مباح مین کوئی چیز قائم مقام اوسکے نملے اور اگر طبیب
یہ کہے کہ اس چیز مین جلدی شفا ہوگی تو اوسمین دو قول ہین اسی طرح شراب کے پینے مین بھی بعذر مرض لاعلاج درصورت
کہنے طبیب حاذق کے اختلاف ہے لیکن حدیث صحیح مین مروی ہے کہ اللہ تعالی نے تمہاری شفا نہین کی اوس چیز مین جو
تم پر حرام کی اور نجس تیل کی بیع درست ہے اور اوسکو جلانا جائز ہے سواے مسجد کے اور مکانون مین کافر کو خرید مسلمان
غلام یا مصحف مجید کی درست ہے لیکن جبر کیا جاویگا پھر اوسکی بیع پر اسیطرح اگر کافر کا غلام مسلمان ہوجاوے تب بھی
اوس غلام کی بیع پر کافر کو جبر کرینگے ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اوسکے اوکھاڑنے مین بائع کا ضرر ہے تو اوسکو کاٹ لے
زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہووے اور اگر اوسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اوکھاڑنے والا اوسکا تاوان دے
جو اوسکے اوکھاڑنے سے پیدا ہو درمختار و ردالمحتار

باب بیع صرف کے بیان مین +

بیع صرف کہتے ہین ثمن کے بیچنے کو بدلے مین ثمن کے خواہ اپنی جنس کے ساتھ ہووے مثلاً سونے کو بدلے مین سونے
کے یا چاندی کو بدلے مین چاندی کے یا غیر جنس کے ساتھ جیسے سونے کو بدلے مین چاندی کے فروخت کرے شرط ہے بیع صرف
مین کہ بائع اور مشتری کا قبضہ بدلین پر مجلس عقد مین ہوجاوے ف یعنی دونون بدلون پر ہر ایک قبضہ کر لیوے مجلس
عقد مین ہاتھ سے نہ فقط تخلیہ سے درمختار ہا دلیل اوس حدیث کے جو گذری باب الربو مین کہ بیچو سونے کو بدلے مین

سونے کے برابر اس ہاتھہ سے اوس ہاتھہ سے اور زیادتی سود ہی اور روایت کی مالک رح نے موطا مین حضرت عمر رض سے کہ نہ بیچو سونے کو
بدلے مین سونے کے مگر برابر برابر اور نہ بیچو سونے کو بدلے مین چاندی کے اسطرح کہ ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب اور اگر دوسرا مہلت
مانگے اتنی کہ داخل ہو گھر اپنے مین تو نہ دے مہلت اوسکو مگر دست بدست ادھر لے اودھر دے اور مین خوف کرتا ہون تمپر رباء کا
اور بدلیل اس بات کے کہ دونون مین سے ایک کا قبضہ پہلے ضرور ہی تو نہو جاوے بیع ادھار کی بدلے مین اودھار کے اسواسطے کہ
منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو ابن عمر رض سے اسحق نے اور بزار نے پھر جب ایک نے
قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضرور ہی تاکہ مساوات اور برابری حاصل ہووے اور مراد اس سے یہ ہی کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا
بدن دوسرے کے بدن سے جدا نہووے تو اگر دونون ساتھہ چلے جاتے ہین ایک ہی طرف یا دونون اوسی مجلس مین سو رہے
یا بیہوش ہو گئے تو بیع صرف باطل نہوگی بدلیل اثر ابن عمر رض کے کہ اگر کوئی کودے چھت سے تو تو کود ساتھہ اوسکے کہا ابن الہمام رح
نے کہ یہ حدیث غریب ہی نہایت درجے کی کتب حدیث سے مین کہتا ہون روایت کیا اوسکو محمد رح نے آثار مین اور امام نے
اپنی مسند مین ص اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی کے اور اٹکل اور تخمین کے ساتھہ بھی درست ہی ف اسواسطے کہ جنس
بدل گئی لیکن قبضہ کرنا مجلس عقد مین بدلین پر یہان بھی ضرور ہی ص اور سونے کی بیع سونے کے ساتھہ یا چاندی کی
چاندی کے ساتھہ کمی بیشی کے ساتھہ درست نہین بلکہ برابر چاہیے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون ف اسواسطے
کہ باب الربوا مین یہ بات گذر چکی کہ جید اور ردی سب برابر ہین ص بیع صرف مین قبضہ کرنے سے پیشتر ثمن مین تصرف کرنا درست
نہین مثلاً ایک دینار دس درہم کے بدلے مین بیچا اور ابھی اوس دس درہم پر قبضہ نہین کیا تھا کہ اونکے عوض مین ایک کپڑا خرید لیا تو اس
تھان کی بیع فاسد ہوگی مسئلہ زید نے ایک لونڈی جسکی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اوسکے گلے مین ہزار روپے کا طوق تھا دو ہزار
روپے کو عمرو کے ہاتھہ بیچی اور ہزار روپے نقد وصول کیے یا دو ہزار کو بیچی ہزار نقد اور ہزار ادھار پر اور ہزار نقد وصول کیے
اور بعد اوسکے بائع اور مشتری جدا ہو گئے تو یہ ہزار روپے قیمت اوس طوق کی ہون گے ف یعنی ہزار جو نقد وصول
ہوئے ہین وہ طوق کی قیمت مین شمار کیے جاوین گے اسواسطے کہ طوق مین یہ بیع صرف ہی اور اوسمین تقابض بدلین
شرط ہی ص برابر ہی کہ مشتری ہزار روپے دینے کے وقت چپ رہا ہو یا یہ کہا یا ہو کہ اس ہزار روپے کو تو دونون کی ثمن مین
سے لے ف اسواسطے کہ اس کلام کے معنی یہ ہو سکتے ہین کہ دونون مین سے ایک کی ثمن لے البتہ اگر مشتری صاف
کہدیگا کہ یہ ہزار روپے لونڈی کی ثمن ہین خاص تو بیع طوق مین فاسد ہو جاویگی ص اسیطرح اگر ایک تلوار بیچی جسمین پچاس
روپے کا زیور ہی سو روپے کو اور پچاس نقد وصول کیے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاوین گے تو اگر بائع اور مشتری جدا ہو گئے بغیر قبض ثمن کے
تو بیع زیور مین فقط باطل ہوگی اگر وہ زیور تلوار سے بدون ضرر کے علحدہ ہو سکتا ہی ورنہ دونون مین باطل ہو جاویگی
جاننا چاہیے کہ بیع اوس تلوار کی جسمین زیور ہی اوس ثمن کے عوض مین درست ہی جو زیور سے زیادہ ہو تا بعض ثمن بمقابلہ زیور
اور بعض بمقابلہ تلوار ہووے اور اگر ثمن برابر ہووے زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھہ معلوم نہو تو بیع جائز نہوگی ف
اسواسطے کہ اگر کم یا برابر ہی تو سود ہوگیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر معلوم نہین کہ زیادہ یا کم یا برابر ہی تو بھی
شبہہ سود کا ہی ص اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی ف خواہ سونے کا ص بیچا اور کچھہ قیمت اوسکی

مشتری سے وصول کی اور بعد اوسکے جدا ہوگئے تو جائز ہوجاویگی بیع اوس مقدار مین برتن کے جتنے کی ثمن پر بائع نے قبضہ کرلیا اور باطل ہوجاویگی باقی مین اور شریک ہوجاوینگے بائع اور مشتری اوس برتن مین اب اگر برتن کا نصف یا ثلث کسی اور کا نکلا **ف** یعنی گواہون سے اوسکا استحقاق ثابت ہوا **ص** تو مشتری باقی کو بقدر اوسکے حصے کے خرید کرے یا کل کو پھیر دیوے **ف** اسواسطے کہ شرکت ظرف مین عیب ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے باقی کو حصہ رسد دام دیکر لے لیوے چاہے اپنا بھی حصہ جو خرید چکا ہے بائع کو واپس دے مثال اسکی یہ ہے کہ برتن نو روپے بھر تھا مشتری نے اول کل برتن خرید الیکن دام کے کل تین روپے دیے بعد اوسکے دونون جدا ہوگئے تو ثلث ظرف مین بیع جائز ہوئی اور دو ثلث مین غیر صحیح اب ثلث اوس برتن کا کسی شخص ثالث کا نکلا تو مشتری کو اب اختیار ہے چاہے وہ ثلث جو باقی ہے بائع کو تین روپے اور دیکر خرید لیوے یا اپنا بھی ثلث واپس کر دیوے اور اگر مستحق نے بھی اپنے حصے کی اجازت دیدی بیع کی تو بائع دو ثلث کے دام مشتری سے لیکر ثلث آپ لے لیوے اور ثلث مستحق کو دیدیوے اس صورت مین بائع وکیل ہوجاویگا مستحق کا اوسکے حصے مین تو شرط ہے کہ بائع اور مشتری جدا نہوے ہون بعد اجازت مستحق ہے کے **ص** اور قبل ظہور استحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر واپس نہین کرسکتا بسبب عیب شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے ہوئی تو وہ گویا راضی ہوچکا ہے اس عیب سے **مسأله** اور اگر ایک ٹکڑا چاندی کا بیچا اور اوسمین سے کسی قدر دوسری کا نکلا **ف** یعنی وہی صورت برتن کی یہان واقع ہوئی مثلاً وہ ٹکڑا نو روپے بھر کا تھا مشتری نے نو روپے کو خرید کر صرف تین روپے دیے اب ثلث اوسکا کسی اور کا نکلا **ص** تو مشتری باقی کو حصہ رسد **ف** دام یعنی تین روپے دیکر خرید لیوے **ص** اور یہ اختیار نہین کہ اپنے ثلث حصے کو بھی واپس کر دیوے **ف** کیونکہ شرکت عیب نہین چاندی کے ڈلے مین اسواسطے کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوسمین قطع کرنا مضر ہے **ص** اور صحیح ہے بیع دو درہم اور ایک دینار کی عوض مین ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کُر بھر گیہون اور کُر بھر جو کے بدلے مین دو کُر گیہون اور دو کُر جو کے **ف** ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک جائز نہین ہم کہتے ہین کہ یہان ہر جنس کو اوسکے خلاف کی طرف پھیر سکتے ہین کیونکہ صورت اول مین دو درہم کے عوض مین دو دینار اور ایک دینار کے عوض مین ایک درہم ہوسکتا ہے اور صورت ثانی مین کُر بھر گیہون کے عوض مین دو کُر جو اور کُر بھر جو کے عوض مین دو کُر گیہون ہوسکتے ہین **ص** اور گیارہ درہم کے بدلے مین دس درہم اور ایک دینار کے **ف** اسواسطے کہ دس درہم کے بدلے مین دس درہم ہوگئے اور ایک درہم کے مقابلے مین دینار رہ گیا اسی طرح دس روپے اور آٹھ پیسے کی بیع مقابلے گیارہ روپے کے جائز ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دس روپے مقابلے مین دس روپے کے اور ایک روپیہ مقابلے مین آٹھ پیسے کے ہوجاوے اور یہی حیلہ ہے جہان روپے کا بدلنا روپے سے منظور ہووے اور وزن کی برابری نہوسکے **ص** اور دو زیف اور ایک کھرے درہم کے عوض مین ایک زیف اور دو کھرے درم کے **ف** زیف اور غلہ اوسی درم کو کہتے ہین جو بیت المال مین نہ لیا جاوے مگر سوداگر لے لیوین جیسے کھوٹے چھوٹے روپے **ص** زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے

حساب مین برابر ہو جاوینگے ص تو بیع صحیح ہو جاویگی اگر عمرو نے دینار دیدیا تو اب ہر شخص کے دوسرے پر دس درم ہو گئے ف
لیکن عمرو پر تو اسواسطے کہ وہ زید کا دس درم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درم واجب ہوئے ص
اب اگر دونون نے مقاصہ کیا تو بیع اول فسخ ہو جاویگی اور مقاصہ صحیح ہو جاویگا ف اور یہ مقاصہ بیع ثانی ہوگا اوس دینار
کی بمقابلہ دس درہم کے جو عمرو پر قرض تھے ص اگر چاندی دراہم مین غالب ہو تو وہ چاندی ہی شمار کیے جاوینگے اسیطرح سونا اگر دینار مین غالب ہو تو وہ
سونا گنا جاویگا ف یعنی جس چیز مین میل کم ہو چاندی یا سونے سے تو وہ چیز حکم شرع مین چاندی یا سونے کی ہی شمار کیجاویگی مثلاً نو ماشے روپیہ مین چاندی ہو
اور تین ماشے تانبا یا اشرفی مین نو ماشہ سونا ہو اور تین ماشے پیتل تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے کا ہی شمار کیا جاویگا ص تو ایسے
دراہم و دنانیر کی بیع دراہم و دنانیر خالص سے یا انکی بیع آپس مین نہین درست ہے مگر برابر برابر تولکر ف اور قرض لینا انکا نہ درست ہوگا
مگر وزن کر کے خالص کے مانند یعنی جیسے دراہم خالص چاندی کے بغیر وزن کیے قرض نہین لے سکتا اسی طرح یہ دراہم بھی اس سے
معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ مین جو روپیہ اشرفیان مروج ہین انکا قرض لینا بھی بدون وزن کیے صرف شمار سے جائز نہین اگرچہ
عادت عوام کی یون ہی جاری ہو البتہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر دراہم یا دنانیر ایسے مضبوط الوزن ہون کہ ہر درہم دوسرے درہم سے اور ہر
دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہو تو اوس صورت مین عدد کا ذکر کرنا بمنزلہ ذکر وزن کے ہے تو قرض لینا ایسے دراہم دنانیر
کا عدداً بنظر روایت ابو یوسفؒ کے درست ہوگا لیکن آخر مین شامی نے یہ لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت ابو یوسف کی روایت
پر بھی جائز نہین کیونکہ اونکا مذہب یہ ہے کہ اگر کیل کی تقدیر متعارف ہو جاوے وزن سے یا موزون کی کیل سے تو عرف معتبر ہوگا
نہ یہ کہ بالکل وزن لغو کر دیا جاویگا جیسا ہمارے زمانے مین ہے کہ سب لوگ قصر کرتے ہین شمار پر بلا لحاظ وزن کے تو یہ جائز نہوگا نہ روایات
مشہورہ اور نہ غیر مشہورہ پر اس واسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے ابطال اون نصوص کا جو دلالت کرتے ہین مساوات کیلی
اور وزنی پر جن پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدین نے انتہی باختصار ص اور اگر ملونی غالب ہے اور چاندی سونا کم ہے تو وہ دراہم و دنانیر بمنزلہ
اسباب اور اجناس کے ہین تو اگر ایسے دراہم کی بیع خالص چاندی سے ہوگی تو اوسکا حکم بعینہ تلوار کے زیور کی بیع کا حکم ہے جو گذرا
ف یعنی اگر خالص چاندی برابر ہوگی اوسقدر چاندی کے جتنی دراہم مین ہے یا کم یا کچھ معلوم نہو تو جائز نہوگی اور اگر زیادہ ہوگی
تو جائز ہوگی اسواسطے کہ چاندی چاندی مقابل ہو کر باقی ملونی کا عوض ہو جاویگی ص اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے ہی دراہم کے عوض مین
ہوگی تو برابر برابر اور کم زیادہ بھی تولکر درست ہے لیکن ضرور ہے کہ قبضہ متعاقدین کا بدلین پر مجلس مین ہو جاوے ف کمی بیشی سے اسواسطے
درست ہے کہ ایسے دراہم و دنانیر حکم مین ثمن کے نہین رہے تو اب جنس کو طرف خلاف جنس کے پھیر کر زیادتی بھی جائز کرینگے اسیطرح ایسے دراہم
و دنانیر کا گن کر اور شمار کر کر بلا وزن کیے قرض لینا بھی درست ہے رد المحتار باقی رہی ایک صورت و صاحب کتاب نے ذکر نہین کی کہ ملونی
برابر ہو چاندی یا سونے کے یا معلوم نہو کہ کتنی ہے تو اوسکا حکم اونھین دراہم و دنانیر کا ہے جن مین ملونی زیادہ ہے در المختار ص ایک شخص
نے ایسے دراہم کے عوض مین ف یعنی جن مین ملونی غالب ہے یا برابر ہے ص یا اون پیسون کے عوض مین جو چلتے تھے بازار مین
ایک چیز خریدی اور ابھی مشتری نے ثمن نہین ادا کی تھی کہ چلن اون دراہم یا پیسون کا جاتا رہا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بیع باطل
ہو جاویگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری پر قیمت اون دراہم یا پیسون کی جو دن بیع کے تھی لازم آویگی اور امام محمدؒ کے نزدیک
اون دراہم یا پیسون کی جو آخری دن مین رواج کے دنون مین سے قیمت تھی مشتری پر لازم آویگی ف فتوی امام محمدؒ کے

قول یہی ہی کذا فی المحیط اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب بیع باطل ہو گئی ہو مشتری اگر مبیع بعینہ قائم ہی تو نفس مبیع بائع کو پھیر دیوے
والا اوسکا نرخ بازار ہو وے دیوے **ص** ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے بازار مین قرض لیے بعد اوسکے قبل قرض ادا کرنیکے اونکا چلن
جاتا رہا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک مستقرض پر وہی پیسے لازم آوینگے اور جب وہ پیسے حوالے کر دیگا تو قرض ادا ہو جاویگا اور امام ابو یوسف کے
نزدیک قرض لینے کے دن جو قیمت اون پیسون کی تھی دینا پڑیگی اور امام محمد کے نزدیک آخر روز مین چلن کے دونون مین سے جو اونکی قیمت ہو گی دینا
پڑیگی **ف** اسی پر فتوی ہی کذا فی الدر المختار **ص** ایک شخص نے ایک چیز خریدی نصف درہم کے پیسون کے بدلے مین یا ایک دانق کے پیسون کے
بدلے مین یا ایک قیراط کے پیسون کے بدلے مین تو صحیح ہی اور مشتری پر جتنے پیسے نصف درہم کے یا ایک دانق کے یا ایک قیراط کے بازار مین آتے ہین
لازم آوینگے **ف** دانق چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہی اور قیراط نصف دانق کا ہوتا ہی اور زفر کے نزدیک یہ بیع جائز نہین اور اسیطرح ایک
درہم کے یا دو درہم کے پیسون کے بدلے مین کوئی چیز خریدی تو جائز ہی نزدیک ابو یوسف کے اسواسطے کہ ایک درہم کے یا دو درہم
کے پیسے جتنے بازار مین آتے ہین معلوم ہین وہ مشتری دیدیگا اور محمد اسکو ناجائز کہتے ہین کیونکہ عادت یہ ہی کہ پیسون سے خرید و فروخت
جب ہوتی ہی کہ ایک درہم سے کم ہون اور قول ابو یوسف کا صحیح ہی خاص کر ہمارے شہرون مین هدایة **ص** اگر ایک شخص نے
صراف کو ایک درہم دیا اور کہا کہ آدھے درہم کے پیسے دے اور آدھے درہم کے بدلے مین چاندی کی اکنی جو نصف درہم سے ایک رتی
بھر کم ہوتی ہی تو بیع فاسد ہو گی **ف** پیسون مین بھی اور اکنی مین بھی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پیسون
مین جائز ہو جاویگی **ص** اور اگر یون کہا کہ دے تو آدھے درہم کے پیسے اور ایک اکنی چاندی کی تو بیع صحیح ہو جاویگی کل مین **ف**
کیونکہ اس صورت مین اکنی جو ایک رتی کم ہی نصف درہم سے اوسی قدر چاندی کے درہم مین سے مقابل ہو گی اور نصف درہم
ایک رتی زیادہ کے مقابل پیسے ہو جاوینگے **ص** اور اگر دے کا لفظ مکرر کہا یعنی یون کہا ایک درہم دیکر آدھے درہم کے پیسے دے
اور آدھے درہم کی اکنی ایک رتی کم دے تو اس صورت مین پیسون مین بیع جائز ہو گی اور اکنی مین فاسد **ف** امام
صاحب کے نزدیک بھی جیسا صاحبین کہتے ہین منجملہ اقسام بیع کے ایک بیع الوفا ہی یعنی بائع مشتری کے ہاتھ ایک چیز بیچے اس
شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اوسکو مبیع پھیر دیوے اس صورت مین مشتری کو روز فسخ تک نفع اوٹھانا
مبیع سے درست ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اور جو لوگ اسکو رہن قرار دیتے ہین اونکے نزدیک مشتری کو نفع اوٹھانا اوس سے
درست نہین ہی اور اگر میعاد کوئی مقرر ہو جاویگی تو وقت میعاد جب بائع ثمن دیگا مشتری کو فسخ کرنا پڑیگا گو کہ یہ وعدہ تھا مشتری
اور وعدون کی وفا قضاءً لازم نہین لیکن وعدون کی وفا کبھی لازم ہو جاتی ہی بسبب احتیاج ناس کے در مختار جیسے کوئی شخص
کفالت معلقہ کرے یعنی یہ کہے کہ اگر فلان شخص نہ دیگا تو مین دونگا تو کفالت صحیح ہو جاویگی اگرچہ وعدہ ہی کیونکہ وعدہ معلق لازم الوفا ہوتا ہی کذا
رد المحتار اور اگر اوس میعاد معین تک بائع نے ثمن نہین ادا کی تو مشتری کو مطالبہ ثمن یا بتات بیع بائع سے پہونچتا ہی اور
اگر مشتری مر جاویگا تو اوسکے وارثون کو اختیار ہی چاہین بیع کو فسخ کرین یا نکرین اور اگر بائع نے اپنا گھر بیع وفا کرکے پھر مشتری سے
اوسکو ایک مدت معین پر کرایہ کو لیا اور قبضہ کیا تو باوجود شرائط صحت اجارہ بائع پر کرایہ لازم نہ آویگا اون لوگون کے نزدیک
جو اسکو رہن قرار دیتے ہین اور جو بیع قرار دیتے ہین اونکے نزدیک ذرکرایہ لازم ہو گا ***

کتاب الکفالۃ

بیع الوفا

یعنی ضمانت کے بیان میں کفالت کے معنی لغت میں ملانے کے ہیں یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور اصطلاح
شرع میں عبارت ہے ملانے ذمہ کفیل سے طرف ذمہ اصیل کے مطالبہ میں ف یعنی جو مواخذہ اور مطالبہ پہلے اصیل یعنی اصل
مدیون سے متعلق تھا وہ بسبب ضمانت کے کفیل سے بھی متعلق ہو گیا جاننا چاہیے کہ جو شخص ضامن ہوتا ہے اوسکو کفیل کہتے ہیں
اور جسکا ضامن ہوتا ہے اوسکو مکفول عنہ اور جسکے واسطے ضامن ہوتا ہے یعنی جسکے نفع کے لیے ضامن ہوتا ہے یعنی دائن اوسکو
مکفول لہ کہتے ہیں اور جو مال یا نفس کہ مکفول بہ ص کفالت دو قسم ہے ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسرے کفالت بالمال یعنی
مال ضمانت اور قسم اول یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے ان الفاظ سے ف شافعی کے نزدیک حاضر ضامنی درست نہیں ہے
اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا ابوداؤد و ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفیل ضامن ہے اور یہ لفظ مطلق
ہے شامل ہے مال ضامن اور حاضر ضامن دونوں کو ص کہ کفیل یوں کہے کفیل ہوا میں اوسکے نفس کا اور یا مانند اوسکے نفس کا اور یا مانند
اوسکے وہ لفظ ہیں جن سے تعبیر کیا جاتا ہے بدن انسان سے ف مثلاً گردن روح سر بدن فرج یعنی شرمگاہ تو اگر کہے کفیل ہوا میں اسکے ہاتھ یا پاؤں کا
تو کفالت درست نہوگی کیونکہ ہاتھ اور پاؤں سے تعبیر بدن کی نہیں ہوتی یہاں تک کہ اضافت طلاق کی بھی ہاتھ یا پاؤں کیطرف درست نہیں
بخلاف الفاظ مذکورہ بالا کے ہدایہ ص یا جزو غیر معین سے جیسے نصف یا ثلث ف تو اگر یوں کہے کفیل ہوا میں اسکے
نصف کا یا ثلث کا تو بھی کفالت منعقد ہو جاویگی ص یا یوں کہے ضامن ہوا میں اوسکا یا وہ میرے ذمے پر ہے یا میری طرف ہے
یا میں اوسکا زعیم ہوں یا قبیل ہوں یعنی کفیل ہوں تو بھی ان صورتوں میں کفالت منعقد ہو جاتی ہے اور لازم ہے حاضر ضامن پر حاضر
کرنا مکفول بہ کا اگر مکفول لہ طلب کرے تو اگر حاضر نہ کرے حاکم اوسکو قید کرے اور یہی صورت ہے اگر کفیل نے کہدیا تھا کہ مکفول بہ
کو فلاں وقت حاضر کرونگا ف تو جب وہ وقت آوے اور مکفول لہ درخواست کرے تو اوسکو حاضر کرنا پڑیگا اگر حاضر نہ کرے
تو حاکم اوسکو قید کرے لیکن نہ قید کرے اوسکو فی الفور لیکے ہے اسواسطے کہ کبھی کفیل کو معلوم نہیں ہوتا کہ کسواسطے قاضی نے بلوایا ہے
اسلیے پہلے اوسے اطلاع کرے اگر حاضر کر دیا مکفول عنہ کو تو فبہا ورنہ مقید کرے اور اگر مکفول عنہ غائب ہوا اسطرح پر کہ نشان اوسکا
معلوم ہووے تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اوسکے پاس جاوے اور چلا آوے پس اگر اسقدر بھی مدت گذر جاوے اور حاضر نکرے تو حاکم
ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہوا کہ اوسکا پتا ٹھکانا بھی معلوم نہیں رہا تو حاضر ضامن سے مواخذہ نہوگا اور نہ وہ
قید ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے ہدایہ ص اور اگر مکفول عنہ مر گیا اگرچہ غلام ہو تو حاضر ضامن بری ہو جاویگا مواخذہ سے ف
اسواسطے کہ وہ مکفول عنہ کے حاضر کرنے سے عاجز ہے اور اسلیے کہ اصیل یعنی مکفول عنہ کو صلاحیت حضور کی جاتی رہی تو کفیل پر
احضار جاتا رہا اور اسیطرح اگر کفیل مر جاوے جب بھی وہ مواخذہ سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر ضامن تھا اور اب قادر نہ رہا تب مکفول بہ
پر بسبب موت کے اور مال سے اوسکے یہ حق ادا نہیں کر سکتے ہاں اگر وہ کفیل بالمال تھا اور مر گیا تو اوسکی جائداد سے دین وصول کیا
جاویگا اور اگر مکفول لہ مر گیا تو وصی مکفول لہ کو پہنچتا ہے کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وصی نہووے تو وارث اوسکے قائم مقام ہے ہدایہ
ص اسیطرح اگر کفیل نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کر دیا کہ مکفول لہ وہاں اوس سے خصومت کر سکتا ہے تو بھی کفیل بری ہوا ف جیسے
شہر یا ایسی بستی جہاں قاضی موجود ہووے واسطے سماعت مقدمات کے ص اگرچہ کفیل نے وقت کفالت کے یہ کہا ہو کہ جب بقول تسلیم
کروں تیرے حوالے کر دوں تو میں بری ہوں ف کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہو گیا اور وہ تسلیم ہے مکفول بہ کی اسلئے

کہ مستحق اپنے حق کو پہونچ جاوے ص اور اگر کفیل نے شرط کی تھی اس بات کی کہ مین مکفول عنہ کو قاضی کے محکمے مین سپرد کرونگا پھر اوسنے تسلیم
کیا بازار مین یا کفیل نے مکفول عنہ کو تسلیم کیا جنگل مین یا دیہات مین یا مکفول عنہ قید تھا کسی اور مقدمہ مین ف اسواسطے کہ اگر
مکفول لہ نے قید کرایا تھا اور کفیل نے وہین تسلیم کر دیا تو بری ہو جاویگا ص اور وہی قید خانہ مین کفیل نے سپرد کیا مکفول عنہ کو
مکفول لہ کے تو کفیل بری نہوگا کفالت سے اور بعضون نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کر لی تسلیم مکفول عنہ کی مجلس قاضی مین تو اب بری نہوگا
بازار مین تسلیم کرنے سے ہمارے زمانے مین ف در مختار مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے بسبب سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مددگاری
مین ص تو اس روایت کے موافق اگر کفیل نے تسلیم کیا مکفول عنہ کو دوسرے شہر مین تو جب بری ہوگا کہ اوس مقام مین مکفول لہ
قادر ہووے اوسکے حاضر کرنے پر مجلس قاضی مین یہان تک کہ اگر تسلیم کیا دوسرے شہر کے بازار مین تو نہ بری ہوگا اس زمانہ مین اور قید خانہ
مین بھی تسلیم کرنے سے اوس صورت مین بری نہوگا جبکہ قید خانہ دوسرے قاضی کا ہووے اور اگر اوسی قاضی کا قید خانہ ہی جسکے پاس مکفول لہ کا
مقدمہ ہی تو بری ہو جاویگا اگرچہ وہ مکفول عنہ کسی اور کے مقدمہ مین قید ہووے اور بھی بری ہو جاویگا کفیل اگر خود مکفول عنہ نے اپنے نفس کو
مکفول لہ کے سپرد کیا یا کفیل کے وکیل یا فرستادہ نے سپرد کیا اوسکو مکفول لہ کے اگر مکفول لہ مر گیا تو اوسکے وصی یا وارث کو مطالبہ پہونچتا ہی کفیل سے اگر حاضر
ضامن نے اسطرح ضمانت کی کہ اگر کل مین اسکو حاضر نکرون تو جتنا مال اوسپر ہی اوسکا ضامن مین ہون اور پھر کل اوسنے حاضر نکیا تو مال اوسپر لازم
آجاویگا اور شافعی کے نزدیک اسطرح کی کفالت صحیح نہین ف دلیل ہماری یہ ہی کہ کفالت ایک وجہ سے مشابہ بیع کے ہی اور ایک وجہ سے
نذر کے تو دونون کی مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شروط پر معلق ہووے جو مناسب ہی عقد کے تو جائز ہی اور اگر ایسے شروط پر ہووے
جو ملایم نہین عقد کے جیسے ہوا کا چلنا دریا مین موج آنا تو صحیح نہوگی ھدایہ ص اور باوجود اسکے کفالت بالنفس سے بھی بری نہوگا البتہ جب
مال ادا کر دیگا تو بری ہو جاویگا اور اگر صورت مذکورہ مین مکفول عنہ کل مر گیا جب بھی کفیل مال کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شرط اور وہ حاضر
نہ کرنا پائی گئی ایک شخص نے دعوی کیا سو دینار کا مدعی علیہ پر برابر ہی کہ اوسکی صفت بیان کی ہو یا نہو ف یعنی کھرے کھوٹے وغیرہ کفایہ
ص اب مدعی علیہ کی کفالت کی ایک شخص نے صرف یہ کہکر کہ اگر کل مین اسکو حاضر نہ کرون تو میرے اوپر وہ سو ہین اور اوسنے حاضر نکیا تو کفیل
پر سو دینار لازم ہونگے شیخین کے نزدیک بخلاف امام محمد کے ف وجہ ہمارے مذہب کی یہ ہی کہ جب کفیل نے یہ کہدیا کہ وہ سو میرے اوپر ہین تو
وہی لفظ سے مراد وہی سو دینار ہین جنکا دعوی مدعی نے کیا ہو اور محمد کہتے ہین کہ کفیل نے کفالت مین یہ نہین کہا کہ حق سو دینار کا مدعی نے
دعوی کیا ہی وہ میرے اوپر ہین تو کفالت صحیح نہوئی اور بعضون نے کہا کہ محمد کے خلاف کی یہ وجہ ہی کہ مدعی نے دعوی مجہول کیا تو خود اوسکا دعوی
صحیح نہوا اور مدعی علیہ پر حاضر ہونا واجب نہوا تو کفالت ہی صحیح نہوئی اس صورت مین مسئلہ مخصوص ہو جاویگا اوسی صورت سے جب مدعی نے قبل کفالت کے
صفت اون دینارون کی بیان نہین کی ہی اور ہماری دلیل یہ ہوگی کہ گو مدعی نے قبل کفالت کے بیان صفت نکیا لیکن بعد کفالت کے بیان اوسکا اصل دعوی سے ملحق ہو جاویگا
اسواسطے کہ عادت ہی اجمال کی عادی ہین ھذا حاصل ما فی الھدایہ وشرح الوقایہ ص اگر کسی شخص نے مدعی علیہ پر دعوی کیا قصاص کا یا حد کا
ف مثلا حد قذف یا حد سرقہ ص اور مدعی علیہ اقرار نہین کرتا اور نہ مدعی نے ابھی گواہ پیش کیے تو مدعی علیہ جبر نکیا جاویگا واسطے داخل کرنے
حاضر ضمانت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک حد قذف اور قصاص مین جبر کیا جاویگا ف مراد جبر سے بقول صاحبین
ملازمت ہی یعنی ساتھ چھوڑنا نہ قید کرنا در مختار ص اسواسطے کہ حد قذف مین حق بندہ کا غالب ہی اور قصاص خالص حق العبد ہی اور
ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہی کہ یہی قصاص اور حد کا دفع کرنے پر ہی تو اونمین مضبوطی واجب نہوگی ف یعنی قصاص اور حد دونون شبہہ سے دفع

حاشیہ:
یہ بیان مکفول
صرف بیان
دعوی نفس
حدود وغیرہ اور
اگر مدعی نے دعوی
بلا بیان
تو اوسکا بیان بعد
اوسیکا ہوگا صورت
اوسکی مسئلہ کی
مدعی علیہ
تین دن سے
لیجاوے
کی جاوے
یعنی
جس نکیا جاویگا
تا ادخال ضمانت
یا ملازمت کا حکم
نہوگا فقط

نہ دونون اوصاف ...

ہوجاتے ہین تو اونکی مضبوطی واجب نہوگی اور کفالت مضبوطی ہی دلیل امام صاحب کی ایک حدیث بھی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے نہین ہے کفالت حد مین روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور کہا کہ متفرد ہوا ساتھ اوسکے عمر بن ابی عمرو کلاعی عمرو بن شعیب عن
ابیہ عن جدہ سے اور وہ مشایخ مجہولین سے ہے بقیہ کے اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین عمرو کلاعی سے اور معلول کیا حدیث کو
بسبب اسی عمر کے اور کہا مجہول ہے ہین اسکا حال نہین جانتا ص البتہ اگر خود مدعی علیہ نے حد یا قصاص مین کفیل دیا کردیا
تو صحیح ہے اور حد و قصاص کے دعوی مین قید نکیا جاویگا بلکہ مدعی کو حکم کیا جاویگا مدعی علیہ کے ساتھ رہنے کا تو مدعی اگر وقت برخاست
قاضی تک گواہ لایا تو بہتر ہے اور اگر مدعی نے دو گواہ مستور ف مستور وہ گواہ ہین جنکا حال قاضی کو معلوم نہین کہ عادل
ہین یا فاسق ص یا ایک گواہ عادل قائم کردیا تو قاضی مدعی علیہ سے حاضر ضمانت نلے بلکہ اوسکو قید کرے بسبب تہمت
کے یہان تک کہ حق ظاہر ہووے ف یعنی مدعی دوسرا گواہ عادل بھی لے آوے یا ان دو گواہون مستور کی عدالت ثابت ہوجاوے
ص اور اگر مدعی نے نہ گواہ عادل قائم کیے نہ مستور نہ ایک گواہ عادل لایا اور وقت برخاست ہوگیا تو مدعی علیہ کو چھوڑ دیوے
ف حبس بسبب تہمت کے جائز ہے تو جب مدعی نے دو گواہ مجہول الحال قائم کیے یا ایک گواہ عادل تو اگرچہ نصاب شہادت پورا نہوا اسواسطے کہ شہادت
مین دو باتین ضرور ہین ایک عدد اور دوسری عدالت اور یہان یا عدد پایا گیا یا عدالت تو مدعی علیہ متہم ہوگیا اور حبس متہم کا جائز ہے
بنظر حدیث کے جسکو روایت کیا بہز بن حکیم نے عن ابیہ عن جدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قید کیا ایک شخص کو بسبب تہمت
کے پھر چھوڑ دیا اوسکو روایت کیا اوسکو اصحاب سنن نے ص خراج کا روپیہ اگر کسی شخص پر واجب ہوا اور کوئی اوسکی طرف سے کفالت
بالمال کرے یا وہ کوئی چیز اوس روپیہ کے عوض مین رہن کردے تو درست ہے اگر دائن نے مدیون سے ایک کفیل لیا اور پھر دوسرا کفیل
تو دونون مدیون کے کفیل ہوجاوینگے یعنی کفالت ثانی لینے سے کفالت اولی باطل نہوگی کفالت بالمال صحیح ہے اگرچہ مکفول بہ مجہول
ہووے لیکن یہ شرط ہے کہ مکفول بہ دین صحیح ہووے ف دین صحیح اوسکو کہتے ہین کہ بغیر ادا یا معاف کردینے دائن کے مدیون کے ذمہ سے
ساقط نہووے اس سے نکل گیا بدل کتابت یعنی مکاتب پر جو مال مقرر کردیتا ہے مولی عوض مین اوسکے آزادی کے تو وہ دین صحیح نہین کیونکہ وہ
ساقط ہوجاتا ہے مکاتب کے عاجز ہوجانے سے ص جیسے کفیل کہے دائن سے جو کچھ تیرا آتا ہے مدیون پر اوسکا مین ضامن ہون تو
کفالت صحیح ہوجاویگی اگرچہ مکفول بہ مجہول ہے یعنی مقدار اوسکی معلوم نہین یا کفیل کہے مشتری سے جو تجھکو دینا پڑے اس بیع مین
اوسکا مین ضامن ہون ف یہ ضمان استحقاق کہلاتا ہے اسصورت مین اگر مبیع کسی اور کی سوا بائع کے نکلیگی تو مشتری
کی ثمن کفیل کو دینی ہوگی ص اگر معلق کرے کفالت کو شرط مناسب پر جیسے یون کہے اگر تو فلان سے معاملہ بیع کرے تو اوسکا مین
ضامن ہون ف یعنی اوسکی ثمن کا اسواسطے کہ کفالت نفس مبیع کی درست نہین جیسا کہ آگے آتا ہے ص یا اگر
تیرا اوسپر کچھ نکلے یا وہ تیرا کچھ چھین لے تو اوسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہوجاویگی اور اگر وہ شرط مناسب نہو تو کفالت
صحیح نہوگی جیسے یون کہے اگر ہوا چلے گی یا پانی برسے گا تو مین ضامن ہون تو اگر اسطرح کفالت کی کہ جو تیرا اوسپر ہے اوسکا
مین ضامن ہون تو جتنا مال گواہی سے دائن کا مدیون پر ثابت ہوگا کفیل کو دینا پڑیگا اور اگر گواہ نہین ہین مکفول لہ پاس
تو کفیل جسقدر حلف کی رو سے کہدیگا اوتنا دینا پڑیگا اوس سے زیادہ کا اگر مکفول عنہ اقرار کرے تو اوسکا مواخذہ کفیل سے نہوگا بلکہ
ذات پر مکفول عنہ کی لازم آویگا ف درصورت نہونے شہادت کے کفیل سے جو حلف لی جاویگی تو علم پر کہ تو نہین جانتا ہے

کہ اس سے زیادہ مکفول لہ کا مکفول عنہ پر واجب ہی اسواسطے کہ حلف غیر کے افعال پر ہمیشہ علم پر ہوتی ہی نہ بطور قطعی **ص** اور
جب کفالت کر لی کفیل نے تو مکفول لہ کو پہونچتا ہی کہ جس سے چاہے اپنا دین طلب کرے خواہ مکفول عنہ سے جو اصل مدیون ہی یا کفیل
سے جو اوسکا ضامن ہی اور دونون سے معًا بھی مطالبہ کر سکتا ہی اور اگر ایک سے اوسنے تقاضا کر لیا جب بھی دوسرے سے
تقاضا کر سکتا ہی **ف** اسواسطے کہ مطالبہ حق ہی مکفول لہ کا اور اوسکو اختیار ہی جس سے چاہے جس طرح سے طلب کرے **ص**
اور مالک مال کی صورت اسکے برخلاف ہی **ف** مثال اوسکی یہ ہی کہ زید کا گھوڑا عمرو غصب کر لے گیا اور عمرو سے وہ گھوڑا بکر غصب
کر لے گیا بعد اوسکے وہ گھوڑا بکر کے پاس تلف ہو گیا تو پہلے مالک کو اختیار ہی کہ خواہ غاصب سے تاوان طلب کرے یا غاصب غاصب سے
یعنی بکر سے مگر جب وہ ایک شخص سے طلب کرنے پر راضی ہو گیا یا قضائے قاضی اوس پر واقع ہوئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہین
کر سکتا تو اگر تاوان اوسنے غاصب سے لیا تو وہ رجوع کر لے غاصب غاصب پر اور اگر غاصب غاصب سے لیا تو وہ کسی پر
رجوع نکرے **ص** اور جائز ہی کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور بدون اوسکے حکم کے تو اگر کفالت اوسکے حکم سے ہوئی اس صورت
مین جو روپیہ کفیل ادا کریگا وہ مکفول عنہ سے پھیر لیگا لیکن قبل ادا کے مکفول عنہ سے نہین لے سکتا بخلاف اوس شخص کے
جو وکیل ہو کسی چیز کی خرید کا اور اوسنے جب کوئی چیز خرید کی تو قبل ادائے ثمن کے بائع کو اپنے موکل سے ثمن طلب کر سکتا ہی اور اگر کفالت
بدون اوسکے حکم کے ہوئی ہی تو کفیل جو مال ادا کریگا مکفول عنہ کو اوسکا پھیرنا لازم نہین تو اگر پیچھا کیا جاوے کفیل کا مال کے لیے تو کفیل
پیچھا کرے مکفول عنہ کا اور اگر کفیل قید کیا جاوے تو وہ مکفول عنہ کو قید کرے اور اگر مکفول لہ نے مکفول عنہ کو قرض معاف کر دیا تو
کفیل بھی بری ہو جاویگا اور اگر کفیل کو اوسنے بری کر دیا تو مکفول عنہ بری نہوگا اسواسطے کہ اصل قرض مکفول عنہ پر ہی تو جب
وہ بری ہو جاویگا تو کفیل کا بری ہونا ضرور ہی نہ اسکا الٹا **ف** یعنی ابرائے کفیل سے ابرائے اصیل ضرور نہین **ص** اور
اگر مکفول لہ نے کفیل کو مہلت دیدی ادائے قرض کے لیے تو مکفول عنہ کو نہوگی البتہ اگر مکفول عنہ کو مہلت دیگا تو کفیل کو بھی مہلت
ہو جاویگی اگر قرض کے ہزار روپیہ تھے اور کفیل نے مکفول لہ کو سو روپیہ پر راضی کر کے اوس سے صلح کر لی تو نو سو روپیہ مکفول عنہ کے اور
کفیل کے دونون کے ذمے سے ساقط ہو جاوینگے اس صورت مین اگر کفیل رجوع کریگا مکفول عنہ پر تو صرف سو روپیہ لیگا اگر کفالت
اوسکے حکم سے کی ہوگی **ف** ورنہ کچھ نہ لیگا **ص** اور اگر کفیل نے کسی دوسری جنس پر **ف** یعنی جنس دین کے سوا دوسری
جنس پر جیسے گھوڑا ایل خچر کتاب وغیرہ **ص** مکفول لہ کو راضی کر کے اوس سے صلح کر لے تو اس صورت مین اگر کفیل نے کفالت
مکفول عنہ کے حکم سے کی ہی تو کل دین اوس سے پھیر لیگا **ف** اسواسطے کہ یہ مبادلہ ہی مکفول لہ سے یعنی بدلنا ہی اس جنس کو
عوض مین دین کے تو کل دین کی مقدار مکفول عنہ پر رجوع کریگا **ص** اور اگر کفیل نے مکفول لہ سے صلح کر لی مُوجَب کفالت
پر تو اس صورت مین مکفول عنہ دین سے بری نہوگا **ف** موجب بفتح جیم مفعول کا صیغہ ہی یعنی جسکو کوئی اور چیز مُوجِب بالکسر
یعنی واجب کیا گیا تو مُوجَب کفالت یعنی جس امر کو کفالت نے واجب کیا تھا مطالبہ تھا اور مطالبہ کے اسقاط سے اصل دین ساقط
نہین ہو سکتا **ص** مکفول لہ نے کفیل سے یہ کہا بَرِئتَ اِلَیَّ مِنَ المَالِ یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھہ تک تو اس صورت مین کفیل
رجوع کرے مکفول عنہ پر **ف** اسواسطے کہ الٰی موضوع ہی واسطے انتہائے غایت کے تو معنی یہ ہوئے کہ برات شروع ہو کر طرف سے
کفیل کے منتہی ہوئی طالب پر اور ایسی برأت جسکا شروع کفیل سے اور انتہا طالب پر ہووے نہین ہو سکتی بدون ایفائے دین کے

تو گویا مکفول لہ نے یون کہا کہ بری ہوا تو بسبب ادا ے دین کے مجھکو تو رجوع کریگا ساتھ مال کے مکفول عنہ پر اگر اوسکے حکم سے کفالت ہوگی ص اور ایسے ہی رجوع کرے کفیل اگر مکفول لہ نے اوس سے کہا کہ بری ہوا تو نزدیک ابو یوسف کے اور امام محمد کے نزدیک رجوع نکرے ف درمختار مین ہے کہ قول امام متحد ہے ساتھ قول ابو یوسف کے اور اسیکو اختیار کیا ہے ہدایہ مین اور یہی اولی ہے ص ہان اگر مکفول لہ نے یہ کہا کہ بری کیا مینے تجکو تو اس صورت مین رجوع نکرے ف اسواسطے کہ یہ ابرا ہے طرف سے طالب کے باسقاط دین اور اسقاط دین جب ذمہ کفیل سے ہوگیا تو اوسکو حق رجوع ثابت نہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ ان سب صورتون مین طالب اگر موجود ہوگا تو اوس سے استفسار کرلینگے کہ مطلب تیرا کیا ہے پھر اوسکے بیان کے لحاظ سے عمل ہوگا ص اگر مکفول لہ برات کفیل کو معلق کرے شرط پر جیسے یون کہے کہ اگر فلانا شخص سفر سے لوٹ آوے تو تو دین سے بری ہے تو برات صحیح نہوگی ف کیونکہ ابرا تملیک ہے دین کی اصیل یون کو اور جو چیزین تملیک ہین اونکی تعلیق شرط پر صحیح نہین ص اسیطرح کفالت صحیح نہین نفس حد یا قصاص سے کیونکہ استیفا انکا کفیل سے متعذر ہے اور نہ مبیع کی قبل قبض مشتری کے اور نہ عین مرہون کی اور نہ عین امانت کی اور نہ عین عاریت کی اور نہ اوس چیز کی جو اجارہ لی گئی ہے اور نہ مال مضاربت کی اور نہ مال شرکت کی ف البتہ ان چیزون کی تسلیم کی ضمانت درست ہے اسواسطے کہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر لازم ہے تو کفیل اوسکا التزام کرسکتا ہے تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ ہلاک ہوجاوے تو ضامن پر کچھہ واجب نہین مثل حاضر ضامن کے درمختار ص البتہ صحیح ہے کفالت اوس مبیع کی جو بیع کی گئی بیع فاسد یا مغصوب کی یا مقبوض کی بہ نیت خریداری ف بشرطیکہ ثمن معین ہوگیا ہو اور نہین تو امانت ہوجاویگی اور ایسے ہی صحیح ہے اوس مال کی جو صلح ہووے قتل عمد سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو درمختار جاننا چاہیے کہ جو چیزین مضمون بنفسہا ہین اونکی کفالت صحیح ہے اور جو چیزین مضمون ہی نہین جیسے امانت عاریت مال شرکت مال مضاربت مستاجر یا مضمون ہین لیکن بغیرہا تو اونکی کفالت درست نہین یہی قاعدہ کلیہ اس باب کا ہے مضمون بغیرہا وہ چیزین ہین کہ درصورت ہلاک اونکے قیمت اونکی واجب نہووے جیسے مبیع بیع صحیح قبل القبض کہ اگر وہ بائع کے پاس تلف ہوجاویگی تو رد ثمن مشتری واجب ہوگا نہ کہ بائع پر ضمان قیمت لازم آوے اسیطرح مرہون کہ مضمون بالدین ہے مضمون بنفسہا وہ چیزین ہین جنکی قیمت واجب ہوتی ہے درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا بیع اور مقبوض بہ نیت خرید تو اونکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور درصورت عجز دفع قیمت کذا فی فتح القدیر ص اور صحیح نہین ضمانت بوجہ لادنے کے کسی خاص جانور پر جو کرایہ لیا گیا ہووے ف اسواسطے کہ کفیل کو قدرت نہین اس بات پر کہ مکفول عنہ کا جانور معین تسلیم کرے برخلاف جانور غیر معین کے کہ وہان فقط تسلیم کسی جانور کی لازم ہوتی ہے اور اوس پر کفیل قادر ہے ص یا خدمت لینے کی ایک خاص غلام سے جو کرایہ پر لیا گیا ہووے ف اسی وجہ سے کہ گذری جانور مین ص ایک شخص یون ہی مفلس مرگیا اور اوسکے مرجانیکے کوئی شخص اوسکی طرف سے قرضخواہون کے لیے کفالت کرے تو یہ کفالت درست نہین ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہان اگر کوئی شخص تبرعا میت کا دین ادا کردیگا تو سب کے نزدیک درست ہے اور اسیطرح اگر میت کفیل یا مال چھوڑ جاوے جب بھی اوسکے دین کی کفالت درست ہے ہدایہ ص اور کفالت درست نہین جبتک مکفول لہ قبول نکرے اوسی مجلس مین جسمین ذکر کفالت ہوا ہے ف یہ مذہب شیخین کا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر مکفول لہ کو خبر پہنچے اور وہ منظور کرے جب بھی جائز ہوجاویگی ص مگر ایک مسئلہ مین وہ مسئلہ یہ ہے کہ مریض اپنے مرض موت مین قرضخواہون کی غیبت مین اپنے وارث سے کہے کہ میری طرف سے قرض ادا کرو اوسکا تو کفیل ہوجا اور وہ کفیل ہوگیا تو جائز ہوگا باوجود اسکے کہ مکفول لہم یعنی قرضخواہ غائب ہین ف اسواسطے کہ یہ درحقیقت وصیت ہے اور اگر مریض یہی قول کسی شخص اجنبی سے کہے اور وہ

کفالت منظور کرے تو اوس میں دو روایتیں ہیں لیکن اوصح یہ ہے کہ صحیح ہے ص اور کفالت درست نہیں بدل کتابت کی خواہ شخص آزاد اوسکی کفالت کرے
یا غلام ف مثلا ایک مولی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سو روپیہ پر یعنی جب تو سو روپیہ دیگا تو تو آزاد ہے اب یہ سو روپیہ بدل
کتابت کہلاتے ہیں ان روپیوں کا اگر کوئی شخص کفیل ہو یا غلام کی طرف سے تو کفالت صحیح نہوگی کیونکہ کفالت کے لیے دین صحیح چاہیے
اور بدل کتابت دین صحیح نہیں جیسا اوپر گذرا ص اگر مکفول عنہ نے روپیہ کفیل کو اپنے دیدیا اور ابھی کفیل نے وہ روپیہ مکفول لہ کو
نہیں دیا تو اب مکفول عنہ کو نہیں پہونچتا کہ اوس روپیہ کو کفیل سے پھیر لیوے اور کفیل نے جو اوس روپیہ میں کچھ نفع کمایا تو وہ کفیل کا ہوجاویگا
حلال طیب اوسکا تصدق کرنا کچھ ضرور نہیں اور اگر کفالت کر بھر گیہون کی کی اور کفیل نے وہ کر مکفول عنہ سے لیا قبل اسکے کہ مکفول لہ کو
حوالہ کرے بیچکر اوسمیں نفع کمایا تو یہ نفع کفیل کا ہوجاویگا لیکن بہتر یہ ہے کہ نفع کو پھیر دیوے مکفول عنہ کو اور صاحبین کے نزدیک کچھ پھیرنا ضرور
نہیں ف امام کا قول صحیح ہے کذا فی الہدایہ اور فرق کی وجہ دونوں مسالوں میں مذکور ہے اصل کتاب اور ہدایہ میں ص ایک شخص
کفیل ہے اور دوسرے کا حکم سے اوسکے اب مکفول عنہ نے کفیل کو حکم کیا کہ ایک کپڑا بطریق بیع عینہ خرید کر کے میرا دین ادا کردے تو کفیل نے وہ کپڑا
خریدا تو وہ بیع کفیل کے واسطے ہے اسواسطے کہ یہ وکالت فاسدہ ہے بوجہ مجہول ہونے ثواب اور ثمن کے ف عینہ بکسر عین مہملہ عبارت
ہے اس بیع سے کہ ایک شخص نے تاجر سے قرض حسنہ مانگا اور اوسنے نہ دیا تو تاجر نے ایک کپڑا دس روپیہ کی مالیت کا اوس شخص کے ہاتھ
پندرہ کو بیچا تا وہ شخص اوس کپڑے کو دس کو بیچکر اپنی حاجت روائی کرے اور پندرہ تاجر کو ادا کرے تو تاجر کو پانچ روپیہ نفع ہوئے
اور اسکے سوا بھی اور صورتیں بیع عینہ کی ہیں جو درمختار وغیرہ میں مذکور ہیں درمختار میں ہے کہ یہ بیع مکروہ ہے مذموم ہے اسواسطے کہ اسمیں ثواب
قرض سے روگردانی ہے اور محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کے مانند ہے اسکو سود خواروں نے نکال لیا ہے فرمایا علیہ السلام نے جب تم
خرید و فروخت بطریق بیع عینہ کروگے اور بیلوں کی دموں کے پیچھے پڑوگے یعنی کھیتی اور کسب میں مشغول ہوکر جہاد کرنے سے غافل
ہوجاؤگے تو ذلیل ہوجاؤگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں کیونکہ بہت سے صحابہ نے
ایسی بیع کی ہے ص اور زیادتی نفع کی جو بائع کو حاصل ہوئی اوسکا نقصان کفیل پر ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اوس بیع کا ف اور لازم نہیں مکفول
عنہ پر وہ نقصان جو کفیل کا ہوا ہے ص زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھ عمرو پر بکر کا ثابت اور واجب ہے یا قاضی نے حکم کیا ہے اوسکا
میں کفیل ہوں بعد اوسکے عمرو غائب ہوگیا اب بکر نے گواہ پیش کیے زید پر کہ میرا اتنا مال عمرو پر تھا تو گواہی مقبول نہوگی ف جب
تک مکفول عنہ یعنی عمرو پھر حاضر نہو پھر جب آویگا تو اوسپر مال مدعی بکر کا حکم کیا جاویگا پھر زید پر لازم آویگا بحکم کفالت وجہ اس مسالہ کی
یہ ہے کہ کفیل نے صرف اوسی مال کی کفالت کی تھی جسکا قاضی نے فیصلہ کردیا ہووے کیونکہ ثابت اور واجب ہوتی ہے شی قضا سے اور گواہوں
کی گواہی میں ذکر بھی قضا قاضی کا نہیں تو دعوی مدعی کا مطلق ہوگیا اور مکفول خاص اس صورت میں مسموع نہوگا ہدایہ ص
زید نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ میرے عمرو پر جو غائب ہے ہزار روپیہ ہیں اور یہ شخص یعنی بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اوسکے حکم سے تو قاضی فیصلہ
کردیگا اوس مال کا عمرو اور بکر پر تو جب بکر یہ روپیہ زید کو ادا کردیگا عمرو سے پھیر لے گا ہمارے نزدیک نہ زفر کے نزدیک ف دلیل
زفر کی یہ ہے کہ ہر گاہ بکر کا زعم یہ ہے کہ زید جھوٹا ہے اور میں عمرو کا کفیل نہیں ہوا تو وہ اپنی دانست میں مظلوم ہے اور مظلوم نہیں ظلم کریگا
غیر پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اوسکے زعم کی تکذیب ہوگئی بحکم شرع گواہوں سے ص اور اگر گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ بکر کفیل ہوا تھا عمرو
کا اوسکے حکم سے بلکہ یہ کہا کہ کفیل ہوا تھا عمرو کا بغیر اوسکے حکم کے ف یا صرف اتنا ہی کہا کہ کفیل ہوا تھا نہ امر کی قید نہ بلا امر کی

ص تو قاضی فیصلہ کریگا مال کا صرف بکر کی ذات پر ف اور وہ رجوع نہ کریگا عمرو پر کیونکہ رجوع جب ہی ہوتی ہی کہ کفالت بالامر ہو
ص زید ایک شی عمرو کے ہاتھ بیع کر رہا تھا اتنے مین بکر آیا اور اوسنے اطمینان دیا عمرو کو کہ تو یہ چیز زید سے خرید کرے اگر کسی اور کی نکلیگی تو
مین تیری ثمن کا ضامن ہونگا ف یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان الدرک اسی کو کہتے ہین ص تو بکر کا یہ ضمان کرنا اقرار ہو گیا اس بات
کا کہ یہ چیز مملوک ہی زید کی اگر بعد اسکے بکر نے اوس چیز کا دعوی کیا تو یہ دعوی باطل شمار کیا جاویگا ف بوجہ تناقض کے ص اور اگر
بکر نے شہادت لکھدی اوس چیز کی بیعنامہ پر اور اپنی مُہر کر دی تو یہ اقرار نہوگا بکر سے ملک زید کا ف تو اب دعوی بکر بابت ملکیت خود
شہادت مقبول ہوگا اسواسطے کہ بیع کا ہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہی چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے
کہ بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کرے یا تامل کرنیکے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اوسمین مصلحت معلوم ہو تو اوسکو جائز رکھے طحطاوی
ص لیکن اگر اوس بیعنامہ مین یہ لکھا ہوگا کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا یہ بیع نافذ لازم ہی اور بکر نے شہادت کر دی تو یہ شہادت
تسلیم اور تصدیق ملک بائع کی ہوگی تو اب دعوی بکر کا بعد اسکے مسموع نہوگا اور اگر بکر نے گواہی لکھی صرف اقرار عاقدین پر تو بکر کا پھر
دعوی صحیح ہو سکتا ہی بسبب نہونے تناقض کے اگر کوئی شخص کفیل ہوا عہدہ کا تو یہ کفالت باطل ہی اسلیئے کہ عہدہ کے کئی معنی ہین قبالہ قدیم
عقد حقوق عقد ضمان الدرک تو معلوم نہین کہ کون سے معنی مراد ہین اسیطرح اگر کوئی شخص کفیل ہوا خلاص کا تو بھی صحیح نہین ف
ضمان خلاص یہ ہی کہ کفیل شرط کرے مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی نکلیگی تو مین اوس سے چھوڑا کر تیرے حوالے کر دونگا تو امام صاحب کے نزدیک
درست نہین اسواسطے کہ کفیل کو اسپر قدرت نہین اور صاحبین کے نزدیک درست ہی لیکن محمول ہوگا ضمان درک پر ص مضارب
یا وکیل ضامن ہوا ثمن کا رب المال اور موکل کے لیے ف تو یہ ضمانت باطل ہی اسواسطے کہ ثمن امانت ہی مضارب اور وکیل کے
پاس ص دو شریکون نے ملکر ایک غلام کو بیچا ایک ہی عقد مین اور ہر ایک شخص دوسرے کے حصے کے ثمن کا ضامن ہوا تو یہ
ضمانت صحیح نہین البتہ اگر دو عقدون مین بیع ہوگی علیحدہ علیحدہ تو ضمانت جائز ہی ف یعنی اگر پہلے ایک شریک نے اپنا حصہ
بیع کیا اور دوسرا شریک ضامن ہو گیا مشتری کی طرف سے اوسکی ثمن کا پھر دوسرے شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور پہلا شریک اسکی ثمن کا
ضامن ہو گیا تو یہ صحیح ہی اور دلیل دونون مسئلون کی ہدایہ اور اصل مین مذکور ہی ص صحیح ہی کفالت خراج کی اور نوائب کی قسمت
کی ف لیکن خراج کا بیان تو گذر چکا ہی پہلے اس سے اور لیکن نوائب تو وہ دو قسم ہین ایک واجبی ایک غیر واجبی جیسے نہر مشترک
کھدوائی جسمین سے عامہ خلائق کو فائدہ ہو یا اجرت چوکیداری یا وہ مال جسکو بادشاہ اسلام واسطے تیاری لشکر کے مسلمانون سے
لیوے غیر واجبی جیسے جبایات یعنی مظالم سلاطین جو ہمارے زمانے مین لوگون سے ناحق لیے جاتے ہین تو پہلی قسم کی کفالت بالاتفاق
صحیح ہی اور قسم ثانی کی کفالت مین اختلاف ہی لیکن فتوی اسپر ہی کہ صحیح ہی یہان تک کہ اگر کسان سے بابت زمین کے ناحق مال ظالم لیوے
تو وہ کسان یعنی مزارع زمیندار سے وصول کر لیوے اور قسمت نوائب کو کہتے ہین یا ایک حصے کو نوائب مین سے اور بعضون نے کہا ہی کہ قسمت نائبہ
موظفہ معینہ ہی یعنی جو ہر ایک ماہ یا دو ماہ یا تین ماہ بطریق محصول کے مقرر ہوتا ہی اور نوائب غیر معین ہوتے ہین نہر الفائق کفالت اوسکی بھی جائز ہی
ص ضامن نے کہا کہ مین ضامن ہوا ہون مکفول عنہ کی طرف سے ایک مہینہ کے وعدہ پر یعنی مال موجل ہی بمیعاد ایک ماہ کے اور مکفول لہ
کہتا ہی کہ نہین وہ مال نقد ہی یعنی بالفعل دینا چاہیے میعادی نہین ہی تو قول کفیل کا قسم سے معتبر ہوگا ضامن درک سے مواخذہ
[illegible]

نوائب جمع نائبہ

تو بھی ظاہر الروایۃ مین جب تک بائع پر حکم نہو واپسی ثمن کا تو اصیل پر جب تک رد ثمن واجب نہوگا تو کفیل پر بھی واجب نہوگا

باب دو شخصون کے کفیل ہونے کے بیان مین

دو آدمیون نے ملکر ایک غلام خریدا اور ہر شخص حصہ ثمن کا ضامن ہوا دوسرے کی طرف سے اوسکے حکم سے تو جو ہر ایک مین بائع کو ادا کرے اوسکو دوسرے سے نہین لے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جسقدر زائد دیا ہے اوتنا دوسرے شریک سے پھیر لیوے **ف** اسواسطے کہ اسکی مین مثلاً ہر ایک نے نصف نصف غلام خریدا ہے تو ہر شخص پر نصف ثمن لازم ہے اپنے حصے کی اور نصف دوسرے کی بوجہ ضمانت تو ہر ایک جو کچھ روپیہ ادا کریگا وہ اوسی کے حصے کے دام سمجھے جاوینگے یہان تک کہ دام اپنے حصے سے بڑھ کے دیوے تو جسقدر زائد دیگا اوتنا دوسرے شریک سے پھیر لیگا **ص** زید پر ہزار روپیہ آتے تھے عمرو کے اب پہلے بکر کفیل ہوا زید کیطرف سے اون ہزار روپے کا بعد اوسکے خالد کفیل ہوا زید کیطرف سے اونھین پورے ہزار روپے کا پھر بکر اور خالد ہر ایک انمین سے اپنے ساتھی کا یعنی کفیل کا ضامن ہوا اوسکے حکم سے سب دین کا تو یہان بکر اور خالد مین سے جو کوئی کچھ روپیہ عمرو کو ادا کریگا اوسکا نصف اپنے ساتھی یعنی دوسرے کفیل سے پھیر لیگا **ف** اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جسقدر ادا کیا ہے سب زید سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہوا ہے اوسکی طرف سے ھدایہ جاننا چاہیے کہ یہان تین قید ہین ایک تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکر اور خالد ساتھ ہی ضامن ہوئے ہون زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جاویگا کیونکہ دونون پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو زید کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اسصورت مین جب نصف سے زائد ادا کریگا تب رجوع ہوگا ایک جمیع دین کے کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکر اور خالد ابتدا سے نصف نصف کے ضامن ہونگے پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہوگا تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاویگا اور ایک اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص زید کے پورے دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاویگا [illegible] اس مقام مین صدر الشریعۃ نے صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا ہے چلپی نے اوسکا جواب دیا ہے اصل کے مطالعہ سے واضح ہوگا یہان بوجہ دقت اور اشکال کے ترک کیا گیا **ص** اور اگر دو آدمیون مین شرکت مفاوضہ تھی **ف** اوسکا بیان کتاب الشرکۃ مین گذر چکا **ص** اب دونون جدا ہوگئے تو صاحب دین کو اختیار ہے کہ اون دونون مین سے جس سے چاہے اپنا کل دین طلب کرے اور کوئی اون شریکون مین سے اگر دیوے تو رجوع نکرے دوسرے ساجھی پر مگر جب نصف سے بڑھ جاوے تو اوس قدر رجوع کر لیوے اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون کو ایک ہی بار مکاتب کیا اور ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے عقد کتابت قبول کیا یا ہر ایک دوسرے کا کفیل ہوگیا تو جو غلام اون دونون مین سے کچھ ادا کرے اوسکا آدھا دوسرے سے وصول کر لے اسی صورت مین اگر مولی نے قبل ادا ے مال کے ایک کو آزاد کر دیا تو جسکو آزاد نہین کیا اوسکا زر کتابت خواہ اوسی سے وصول کر لے یا آزاد سے لیوے تو اگر آزاد سے لیوے تو آزاد مکاتب سے پھیر لیوے اور اگر مکاتب سے لیوے تو وہ آزاد سے کچھ نہ لیوے **ف** اسواسطے کہ آزاد بحکم کفالت ادا کرتا ہے مولی کو تو رجوع کر لیگا مکفول عنہ یعنی دوسرے مکاتب پر بخلاف مکاتب کے کہ وہ اپنی ذات کا عوض دیتا ہے تو وہ کسی پر رجوع نکریگا

ص باب غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونے کے بیان مین

اگر ایک شخص ضامن ہوا اوس مال کا جسکا ادا غلام پر واجب ہو بعد آزادی کے **ف** چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک [illegible] **ص** اور ضامن [illegible] تو وہ [illegible] اوسکو نقد دینا لازم

ہوگا سو اگر کفیل نے مال دیا تو کفیل اگر غلام کے حکم سے ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اوسپر رجوع کرے ف ورنہ نہین
ص ایک غلام تھا زید کے پاس عمرو نے اوسکا دعوی کیا کہ میرا ہے بکر نے ضمانتی کی اسبات کی عمرو سے کہ اگر غلام تھارا ثابت ہوگا
تو مین تمہین دونگا بعد اس ضمانتی کے غلام مرگیا اب عمرو نے ملک اپنی نسبت اوس غلام کے گواہون سے ثابت کردی تو بکر کو اوس غلام
کی قیمت دینی ہوگی اور اگر ایک شخص نے کچھ مال کا دعوی کیا غلام پر اوس غلام کی طرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اوسکے غلام
مرگیا تو کفیل بھی بری ہوجاویگا اگر مولی نے ضمانت کی غلام کیطرف سے ف اوسکے حکم سے خواہ بدون اوسکے حکم سے ص
یا غلام غیر مدیون نے اپنے مولی کا ف خواہ مولی کے حکم سے یا بے حکم کے ص اور مالک نے غلام کو آزاد کردیا بعد اوسکے صورت
اول مین مولی نے غلام کیطرف سے وہ روپیہ مکفول لہ کو ادا کیا اور صورت ثانی مین غلام نے وہ روپیہ مولی کیطرف سے مکفول لہ کو ادا کیا
تو کسی کو حق رجوع دوسرے پر نہین پہونچتا اور شافعی اور زفر کے نزدیک اگر کفالت بالامر ہوگی تو حق رجوع پہونچتا ہے
ف دلیل ہماری اور شافعی اور زفر کی ہدایہ مین مسطور ہے ص اور غیر مدیون کی قید
اسواسطے ہمنے لگائی کہ اگر وہ غلام مدیون ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہین مولی کی طرف گو کہ مولی اوسکو حکم کرے

کتاب الحوالہ

حوالہ لغت مین کہتے ہین نقل کو اور اصطلاح شرع مین کہتے ہین قرض کے اوتار دینے کو ایک ذمہ پر سے دوسرے ذمہ پر مثلاً زید مدیون
تھا عمرو کا سو روپیہ کا تو زید نے عمرو کا مقابلہ کرادیا اوس دین کے وصول کے لیے بکر پر تو زید محیل ہوا اور عمرو محتال اور محتال لہ
اور محال اور محال لہ اور بکر محتال علیہ اور محال علیہ اور سو روپیہ محال بہ ٹھہرے حوالہ جائز ہے حدیث سے روایت کیا بخاری مسلم نے
ابو ہریرہ رض سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر مین قرض ادا کرنا مالدار کا ظلم ہے اور جب حوالہ دیا جاوے تم مین کوئی
کسی مالدار پر تو مان لے اور ابن ابی شیبہ اور احمد کی روایت مین ہے تو حوالہ قبول کرے اور ہدایہ مین یہ حدیث اس لفظ سے ہے
مَنْ اُحِيْلَ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط مین ابو ہریرہ سے انتہی زیلعی ص حوالہ صحیح ہوتا ہے
محیل اور محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی سے یہی روایت قدوری کی ہے ف رکن حوالہ ایجاب و قبول ہے ایجاب محیل سے
اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مینے تیرے قرض کا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال
اور محتال علیہ سے قبول اسطرح کہ ہر ایک ان دونون مین سے کہین کہ مینے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اسکے جو قبول و رضا
پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ اسیطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل مین عقل و بلوغ شرط ہے اور شرط نفاذ ہے تو صغیر
عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل کی شرط نہین تو حوالہ عبد ماذون و محجور کا صحیح ہے اور
رضائے محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال مین بھی رضا اور عقل و بلوغ
شرط انعقاد ہے تو صغیر کا محتال ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہووے جیسے وصی مال یتیم کا حوالہ
قبول کرے تو یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہووے اور محتال کا ہونا مجلس حوالہ مین ضرور ہے تو اگر محتال
غائب ہو مجلس سے اور کسنے حاضر رکھے تو حوالہ منعقد نہین مگر اوس صورت مین کہ محتال کی طرف سے کوئی اور شخص موجود ہووے
اور وہ قبول کرے اور محال علیہ مین بھی عقل و بلوغ شرط ہے تو صبی کا محتال علیہ ہونا صحیح نہین اگرچہ ولی کے حکم سے ہووے

ف حوالہ جائز ہے دین میں نہ عین میں یعنی شئی معین میں اور دین مطلق میں ۱۲ در مختار

اسواسطے کہ یہ محض ضرر ہی اور رضا بھی شرط ہی تو جبر سے محتال علیہ پر منعقد نہوگا اور محتال علیہ کا بھی مجلس حوالہ مین ہونا ضرور ہی اور جامع
مین ہی کہ محتال علیہ کی غیبت مانع صحت حوالہ نہین یہان تک کہ اگر اوسکو خبر نہ پہنچی اور اوسنے جائز رکھا تو صحیح ہو جاویگا اور ایسا ہی
بزازیہ مین ہی اور محال مین یہ شرط ہی کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ بھی نہین جائز ہی جیسے کفالت ہکذا فی الطحطاوی
والشامی ص اور زیادات کی روایت مین حوالہ صحیح ہی بدون رضا محیل کے اور صورت اوسکی یون ہی کہ ایک شخص کہے دائن سے
کہ تیرا قرض جو اتنا فلانے پر آتا ہی اوسکا حوالہ قبول کر میرے اوپر یعنی مجھسے لے اور دائن راضی ہوگیا تو حوالہ صحیح ہوگیا اور اصل
مدیون بری ہوگیا اور ایک صورت اور ہی کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی بدون اوسکے حکم کے اور قبول کیا مکفول لہ نے
تو صحیح ہو جاویگی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کیجاویگی جیسے حوالہ اس شرط سے کہ اصل مدیون مطالبہ سے بری ہو کفالت ہی
ف یعنی کفالت مین تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونون سے رہتا ہی اور حوالہ مین بعد صحت و نفاذ حوالہ محیل بری ہوجاتا ہی دین سے
تو اگر کفالت مین شرط کر لی برات مکفول عنہ کی تو وہ معنی مین حوالہ کے ہو جاویگا اور حوالہ مین اگر شرط کر لی عدم برات محیل کی تو وہ کفالت
ہو جاویگا در مختار مین ہی کہ صحیح روایت زیادات کی ہی کہ رضا مندی محیل شرط نہین صحت حوالہ کی اسواسطے کہ دین کا التزام یعنی قبول
کرنا یہ تصرف ہی محتال علیہ کا اپنے ذات کے حق مین اور محیل کا اس مین کچھ ضرر نہین بلکہ اوسمین اسکا فائدہ ہی کیونکہ محتال علیہ اوس پر رجوع
نہین کر سکتا جب کہ حوالہ بدون امر محیل ہووے کذا فی النہر ص جب حوالہ تمام ہوگیا تو اب محیل بری ہوگیا دین سے بسبب
قبول کرنے محتال کے حوالہ کو ف لیکن برات موقتہ جیسا آویگا فائدہ برات کا یہ ہی کہ اگر محیل مر گیا تو محتال اپنے دین کو اوسکے
ترکہ سے نہین لے سکتا لیکن محیل ضامن سے لیکن ورثہ محیل سے یا اوسکے قرضدارون سے اس خوف سے کہ مبادا حق اوسکا ہلاک ہو جاوے شامی
ص اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اوس صورت مین کہ اوسکا توا حق ہو ف توی یا الف مقصورہ یا تواء بالف ممدودہ
عبارت ہی ہلاکت مال سے ص اوسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مر جاوے ف یعنی ترکہ بقدر ادائے دین محتال
نہ چھوڑے ص دوسری یہ کہ محتال علیہ منکر ہو جاوے حوالے کا اور قسم کھالے اور حوالہ کے گواہ نہووین اور صاحبین کے نزدیک توی اس صورت
سے بھی ہوتا ہی کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونے کا حکم کر دے ف اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کا مفلس کہدینا معتبر ہی اور
امام شافعی اور ابوحنیفہ رح کے نزدیک معتبر نہین کیونکہ کسی شخص کو اس بات پر اطلاع نہین ہو سکتی تو گواہی اوسکی افلاس پر کہ محتال
علیہ کے پاس مال نہین ہی شہادت ہی نفی پر اور وہ غیر مقبول ہی ص حوالہ دو قسم ہی ایک حوالہ مطلقہ اور دوسرے حوالہ مقیدہ
حوالہ مقیدہ یہ ہی کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہووے یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز غصب کر کے لیگیا ہووے یا محیل کا
محتال علیہ مدیون ہووے اور محیل حوالہ کرے محتال کے دین کا ان چیزون پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اوس ودیعت پر جو محتال علیہ
کے پاس تھی اور بعد حوالہ کے وہ امانت تلف ہو گئی محتال علیہ پاس تو اب پھر محتال رجوع کر سکتا ہی محیل پر اور اگر مغصوب پر حوالہ کیا
اور وہ شی مغصوب تلف ہوگئی محتال علیہ پاس تو اس صورت مین محتال رجوع نہین کر سکتا محیل پر اسواسطے کہ اوسکی قیمت باقی ہی
ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہی حوالہ مقیدہ مین محیل اوس شی کو طلب نہین کر سکتا ہی محتال علیہ سے
اسواسطے کہ اوس سے حق محتال کا متعلق ہوگیا باوجود اسکے بھی اگر محیل مر گیا بعد حوالہ کے اور ابھی وہ شی محال بہ محتال نے وصول نہین کی
تھی محتال علیہ سے تو اب محتال برابر ہوگا سب قرضخواہون کے ف یعنی وہ ودیعت یا مغصوب یا دین سب قرضخواہون

حصون کے موافق تقسیم ہوگا اور محتال بھی اونھین کے برابر ہے یہ نہین ہوگا کہ پہلے محتال اپنا دین اوس شے سے وصول کرلے بعد اوسکے جو بچے اور قرضخواہوں مین تقسیم ہووے جیسا کہ مرتہن کہ پہلے مرتہن اپنا زر رہن شے مرہون کو بیچکر لے لیتا ہے بعد اوسکے جو بچتا ہے وہ اور راہن کے قرضخواہون کو ملتا ہے کیونکہ حوالہ کم ہے درجہ مین رہن سے ص حوالہ مطلقہ یہ ہے کہ محیل حوالہ کو مضاف نکرے اپنے دین یا عین ودیعت یا مغصوب پر جو محتال علیہ کے پاس ہووے تو اسصورت مین محیل بعد حوالہ کے وہ شے اپنی محتال علیہ سے لے سکتا ہے ف یعنی محیل حوالہ مطلقہ مین اپنا دین یا عین امانت یا مغصوب بعد حوالہ کے بھی محتال علیہ سے پھیر سکتا ہے کیونکہ حوالہ اوسکے ساتھ نہین ہوا ان چیزون سے تا حق محتال کا متعلق ہوجاوے ص اور حوالہ مطلقہ اور مقیدہ دونون صورتون مین اگر محیل نے وہ شے عین یا دین محتال علیہ سے لے لی تو حوالہ باطل نہوگا ف بلکہ محتال علیہ اپنے پاس سے قرضہ محتال کا ادا کرکے رجوع کرلیگا محیل پر ص اگر زید نے حوالہ کیا عمرو کے دین کا بکر پر سو روپیہ کا بکر نے وہ سو روپیہ عمرو کو ادا کرکے زید سے طلب کیے زید نے یہ کہا کہ میرے سو جو تیرے اوپر آتے تھے اوسپر مینے حوالہ کیا تھا بکر نے انکار کیا اور کہا کہ میرے اوپر تیرا کچھہ نہ آتا تھا اور عمرو کے پاس گواہ نہین ہین تو اسصورت مین قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کرلینا اقرار دین نسمجھا جاویگا کیونکہ حوالہ مین یہ ضرور نہین کہ محتال علیہ پہلے سے مدیون ہو محیل کا ف بلکہ غیر مدیون پر بھی صحیح ہے اوسکی رضا سے ص اسیطرح اگر محیل محتال سے کہے کہ مینے حوالہ اسواسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول کرے محتال سے اور مین تیرا مقروض تھا اور محتال یہ کہے کہ تو میرا مقروض تھا اوس بابت تونے حوالہ کیا تھا اور محتال پاس گواہ نہین ہین تو قول محیل کا قسم سے معتبر ہوگا ف اگرچہ یہ خلاف ہے معنی حوالہ کے اسواسطے کہ حوالہ نام نقل الدین من ذمۃ الی ذمۃ کا ہے تو ضرور ہے یہ کہ محیل مدیون ہووے محتال کا مگر چونکہ کاہے حوالہ بمعنی وکالت بھی مستعمل ہے مجازاً اور محتال پاس گواہ نہین ہین قرضہ کے تو قول اسکا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اس بات مین کہ مراد میری لفظ حوالہ سے وکالت تھی اور صرف حوالہ کر دینا اقرار بالدین نسمجھا جاویگا ص مکروہ ہے سُفتجہ ف سُفتجہ بضم سین اور فتح تا معنی اوسکے یہ ہین کہ اپنا مال دیوے ایک تاجر کو بطریق قرض کے تا وہ اوسکے دوست کو دیدیوے دوسرے شہر مین غایت اسکی یہ ہے کہ خطر راہ ساقط ہوجاوے اصل مین سُفتجہ معرب ہے سفتہ کا اس قرض کا نام اسواسطے ہوا کہ مشابہ ہے سا تھہ رکھنے دراہم اور دنانیر کے سفاتج مین یعنی اشیاء مجوفہ مین جیسے لاٹھی وغیرہ کہ اوسمین مال رکھکر اپنے ہمراہ لے جاتے تھے تا کسیکو خبر نہووے ص یعنی قرض دینا واسطے دور ہوجانے خوف راہ کے ف ہندی مین اوسکو ہنڈوی کہتے ہین اور چونکہ اسمین فائدہ حاصل ہوتا ہے قرض دینے والے کو اسواسطے مکروہ ہے وجہ کراہیت وہ حدیث جو حارث بن اسامہ کی مسند مین مروی ہے سوار بن مصعب سے اونھون نے عمارہ ہمدانی سے کہا کہ سنا مینے علی رضی اللہ عنہ سے کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَھُوَ رِبٰوا یعنی جو قرض فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے بسبب سوار بن مصعب کے عبد الحق نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ایسے ہی غیر نے ثقہ نکے اور روایت کیا اوسکو ابن الجہم نے اپنے جزو معروف مین اور نکالا ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے السفتجات حرام یعنی ہنڈویان حرام ہین اور معلول کیا حدیث کو بسبب عمرو بن موسی بن وجیہ کے ضعیف کیا اوسکو بخاری اور نسائی اور ابن معین نے اور ذکر کیا اوسکو ابن الجوزی نے موضوعات مین اور اس باب مین بہتر روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ ہے جسکو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ثنا خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال کانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر اوس قرض کو جو منفعت کھینچے یعنی اوسمین نفع ہوجاوے مُقرض یا مُستقرض کو اور فتاوی

صغری میں ہے کہ اگر ہنڈوی لکھدینا مشروط ہو قرض میں تو مکروہ ہے اور جو اسکی شرط نہو قرض دیتے وقت تو مکروہ نہیں اور شرط کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے قرض دیا دوسرے کو مال اس شرط پر کہ لکھدے اسکی ہنڈوی فلانے شہر پر تو یہ نہیں جائز ہے اور اگر قرض دیا بغیر شرط کے اور اوسنے لکھدیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تو مجھے پرچہ لکھدے فلانے شہر پر میں شرط پر کہ میں تجھے نہیں دونگا تو بھی بہتر نہیں ہے اور مروی ہے ابن عباس سے کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ اگر قرضدار نے قرضے میں وہ مال ادا کیا جو مقرض کے مال سے اچھا تھا تو مکروہ نہیں جبکہ مشروط نہو اور فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اوس وقت حلال ہے جب کہ اسکا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ اقراض سقوط خطر طریق کے لیے ہوتا ہے تو حلال نہیں گو کہ شرط نہووے اور وہ جو مروی ہے امام ابو حنیفہ سے کہ وہ نہیں بیٹھے اپنے قرضدار کی دیوار کے سایہ میں تو اسکی کچھ اصل نہیں اسواسطے کہ یہ انتفاع نہیں ہے اوسکی ملک سے نہ اسکی شرط ہوتی ہے اور نہ یہ رائج ہے فتح **فائدہ** جب مطلق ہنڈوی بلا کمی بیشی یعنی جتنا روپیہ دے اوتنا ہی دوسرے شہر میں لے مکروہ ہوئی تو جو ہماری ملک میں مروج ہے ایک روپیہ یا دو روپیہ سیکڑا زیادہ دینا اور اسکا نام ہنڈاون ہے اور کم وصول کرنا بطریق اولی ناجائز اور حرام مطلق ہوگی کیونکہ یہ سود ہے اور اوسکا دینا اور لینا سب برابر ہے بموجب اوس حدیث کے جو اوپر گذری دینے والے اور لینے والے سب ملعون ہیں حذر محفوظ رکھے فقط

كتاب القضاء

جو شخص گواہی کے لائق ہو وہ قاضی ہونیکے لائق ہے **ف** یعنی جو حر مسلم عاقل بالغ ہے نہ اندھا ہے نہ محدود فی القذف نہ بہرا نہ گونگا تو وہ شہادت کے لائق ہے اسیطرح وہ قضا کے عہدہ کے بھی لائق ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ قاضی ہووے اور یہ چیزیں جیسے شرط ہیں شہادت کی ویسی شرط ہیں قضا کی **ص** اور فاسق اہل ہے واسطے شہادت کے تو اہل ہوگا واسطے قضا کے تو صحیح ہوگا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہے کہ حاکم اوسکو قاضی نہ بناوے اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی بنایا تو گنہگار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہے لیکن چاہیے قبول نکیا جاوے اگر قبول کریگا تو گنہگار ہوگا **ف** در مختار میں ہے کہ اسی روایت پر فتوی ہے اور شامی اور طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی اقاویل اس مسئلہ میں سب مرجوح ہیں اور یہی قول راجح ہے ابن الہمام نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی مقرر کر دے تو قضا اوسکی نافذ ہوگی ظاہر الروایت کے موافق تو وہ حکم کرے غیر کے فتوے سے لیکن واجب ہے حاکم پر کہ ایسے شخص کو قاضی نہ بناوے **ص** اگر قاضی تقلید قضا کے وقت عادل تھا بعد اوسکے فاسق ہو گیا بسبب لینے رشوت وغیرہ کے **ص** تو عہدۂ قضا سے معزول نہو جاویگا لیکن لائق ہو جاویگا عزل کے **ف** یعنی واجب ہے حاکم پر کہ معزول کرے اوسکو فتح القدیر **ص** یہی ظاہر مذہب ہے اور اسی پر ہیں مشائخ حنفیہ **ف** بخارا اور سمرقند کے اور بعض مشائخ کے نزدیک خود بخود معزول ہو جاویگا اور فاسق مفتی بھی نہیں ہو سکتا ہے بعضوں کے نزدیک ہو سکتا ہے اور مفتی یہ بعضوں کے نزدیک قول اول ہے اور بعضوں کے نزدیک قول ثانی **ص** اور مجتہد ہونا شرط ہے اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا **ف** یعنی کسی شخص کا قاضی بنانا دوسرے شخص سے اولی نہیں ہوتا مگر بشرط اجتہاد یعنی جو مجتہد ہو اوسکا قاضی ہونا اولی ہے اور اجتہاد صحت کی شرط نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ غیر مجتہد کی تقلید صحیح نہو **ص** تو اگر جاہل کو عہدۂ قضا دیا گیا صحیح ہے ہمارے نزدیک **ف** لیکن امام شافعی رح کے نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو مطلقا درست نہیں اور احتیاط اوسی قول میں ہے جسکو شافعی رح نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے اگر علم وعدالت شرط ہو تو قضا کا کام بالکل اوٹھ جاویگا **ص** کہ حاکم کو چاہیے کہ اختیار کرے اوسکو جو زیادہ قادر ہے

قضا پر اور اولی ہی **ف** روایت کیا طبرانی نے ابن عباس رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہو وے مسلمانون کے
امور کا پھر مقرر کرے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہی کہ اون لوگون مین بہتر اوس سے اور زیادہ جاننے والا کتاب اللہ اور سنت رسول
کا موجود ہی تو اوسنے خیانت کی اللہ اور اوسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی اور روایت کیا حاکم نے مستدرک مین اور ابو یعلی موصلی نے
حذیفہ سے مثل اسکے **ص** اور آدمی کو چاہیئے کہ عہدہ قضا طلب کرے **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو شخص کہ طلب کرتا ہی قضا کو اور سوال کرتا ہی اوسکا سونپ دیا جاتا ہی اپنے نفس کیطرف یعنی اللہ کیطرف سے اوسکو اعانت اور مدد
نہین ہوتی اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہی تو اوتارتا ہی اللہ تعالی اوسپر ایک فرشتہ کہ مضبوط کرتا ہی اوسکو یعنی اعانت کرتا ہی
اوسکی اوپر صواب کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے انس رضی سے **ص** اور درست ہی عہدہ قضا لینا اوس
شخص کو جسکو اعتماد ہی اپنے نفس پر کہ عدل و انصاف کریگا **ف** اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہی عہدہ قضا کو اور
اسواسطے کہ قضا فرض کفایہ ہی واسطے انتظام امور مسلمین کے اور اسلیئے کہ امر بالمعروف ہی حضرت علی رضی سے مروی ہی کہ بھیجا مجکو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بناکر یمن کیطرف تو کہا مینے یا رسول اللہ بھیجتے ہین آپ مجکو عہدہ قضا پر اور مین کمسن ہون اور قضا
کو نہین جانتا تو فرمایا حضرت نے قریب ہی کہ اللہ ہدایت کریگا تمہارے دل کو اور مضبوط کر دیگا تمہاری زبان کو جسوقت جھگڑا لاوین تمہارے
پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کرو واسطے پہلے کے جب تک سن نہ لو گفتگو دوسرے کی تو اب معلوم کرو کیفیت اپنے حکم کی فرمایا علی رضی نے کہ پھر
شک نہین کیا مینے کسی فیصلہ مین بعد اسکے روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو اور قوی کیا اسکو ابن المدینی
نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور اوسکا ایک شاہد ہی مستدرک مین حاکم کے ابن عباس سے اور روایت کیا ترمذی اور ابوداود اور دارمی نے
معاذ بن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس گاہ بھیجا اونکو یمن کیطرف تو پوچھا اونسے کسطرح فیصلہ کروگے تم جب کوئی مقدمہ
پیش آویگا کہا انھون نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ مین کہا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا اگر نہ پاؤ سنت مین رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہا اجتہاد کرونگا مین اپنی رائے سے اور نہ کمی کرونگا کوشش مین کہا معاذ نے کہ پھر حضرت نے ہاتھ اپنا میرے
سینے پر اور فرمایا شکر ہی اوس خدا کا کہ توفیق دی اوسنے رسول رسول کو اوس امر کی کہ جس سے راضی ہو رسول اللہ اس حدیث سے صاف
حجت ہونا قیاس کا وقت نہونے آیت اور حدیث کے ثابت ہوا اور رد ہو گیا اون لوگون کا جو قیاس کو شرع کی حجتون مین شمار نہین کرتے
ص اور مکروہ ہی **ف** تحریمی **ص** عہدہ قضا لینا اوس شخص کو جو خوف کرتا ہی عاجز ہو جانیکا تصفیہ مقدمات مین یا ظلم کے
صادر ہونیکا **ف** تاکہ وسیلہ امر قبیح کا نہو جاوے اور جو حدیثین کہ ممانعت اختیار عہدہ قضا مین آئی ہین محمول ہین ایسے شخص پر فرمایا حضرت
صلعم نے جسکو دی گئی قضا سو ذبح ہوا بغیر چھری کے روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے اور صحیح کیا اوسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان
نے مروی ہی بریدہ رضی سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہین دو اون مین سے جہنم مین جاتے ہین
اور ایک جنت مین ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق اور فیصلہ کیا موافق اوسکے تو وہ جنت مین جاویگا ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق کو پھر
نہ فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا حکم مین تو وہ جہنم مین جاویگا ایک آدمی وہ کہ اوسنے نہ پہچانا حق اور فیصلہ کیا لوگون کا نادانی سے
وہ بھی جہنم مین جاویگا روایت کیا اوسکو چارون عالمون نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے اور فرمایا اللہ تعالی نے وَمَن لَّم يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ
اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اور ظالمون اور کافرون جو شخص حکم نکرے اوسکے موافق جو اتارا اللہ تعالی نے تو وہ

فاسق ہے اور ظالم ہے اور کافر ہے اس سے بڑائی ثابت ہوگئی اون لوگون کی کہ جان بوجھکر حکم الٰہی اور سنت رسول کے خلاف

باتباع احکام امراے وقت اور قوانین نصاریٰ کے فیصلے کرتے ہین اور جو اونکے معین ہین کچھ شک نہین کہ اونکے لیے بھی وعید ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر

اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر **ص** جو شخص قاضی کیا جاوے اوسکو چاہیے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جنمین سجلات و وثیقات اور فیصلنامے

ہین اور حوالات کے قیدیون کو دیکھے **ف** یعنی جو قاضی سابق کے قیدخانہ مین قید تھے اونکے حال مین نظر کرے نہ اون قیدیون

مین جو حاکم کے قیدخانہ مین ہین در مختار **ص** تو جو شخص اون قیدیون مین سے اقرار کرے کسی حق کا یا اوس پر گواہ قائم ہون

تو اوسکا حبس قائم رکھے یا اوس پر حق کو لازم کرے اور اگر وہ منکر ہو تو قاضی معزول کا قول اوسکے باب مین معتبر نسمجھے بلکہ منادی کرا دے

ایک مدت مناسب مقرر کرکے کہ جن جن لوگون کو فلان فلان قیدی پر دعوی کرنا ہو تو اس مدت مین حاضر ہون مجلس قاضی مین

تو اگر کوئی حاضر ہو سنے مقدمہ اوسکا ورنہ بعد گذر جانے مدت مذکور کے اون قیدیون کو چھوڑ دیوے **ف** در مختار مین ہے کہ بعد منادی

کرنیکے اگر کوئی مدعی اوسکا حاضر ہووے تو اوسکو حاضر ضامن لیکر چھوڑ دیوے اور اگر حاضر ضمانت نہ دے سکے تو ایک مہینے تک اور منادی

کرا دے بعد اوسکے اگر کوئی نہ آوے تو اوسکو چھوڑ دے **ص** اور عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف مین گواہی سے یا قابض کے اقرار

قاضی معزول کے کہنے پر عمل نکرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اس بات کا کہ قاضی معزول نے اوسکو یہ ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہین

تو اب اون ودائع اور محاصل اوقاف مین قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا **ف** اس صورت مین وہ قاضی اون چیزون کو جسکی بتلا دیگا

اوسکی سمجھی جاوینگی مگر جب کہ قابض نے پہلے زید کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اوسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے

شخص کے واسطے مثلاً عمرو کیلیے اقرار کیا تو اس صورت مین ودائع اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کیے جاوینگے اور تاوان دیگا قابض قیمت کا

اگر ودیعت ذوات القیم سے ہو یا مثلی کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اوسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل عمرو کو تسلیم کرے جو قاضی

معزول کا مقرلہ تھا ہدایہ **ص** قاضی کو چاہیے کہ مسجد مین باعلان بیٹھکر حکم کرے اور مسجد جامع اولیٰ ہے اور باعلان بیٹھنے سے یہ مراد ہے کہ

جسکا جی چاہے واسطے قطع نزاع کے حاضر ہووے کسی کی تخصیص نہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک مکروہ ہے بیٹھنا قاضی کا مسجد مین واسطے

کہ کبھی شخص حاضر مشرک یا حائض ہوتا ہے اور مشرک نجس ہے نص کلام اللہ سے اور حائض کو منع ہے داخل ہونا مسجد مین اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد مین بیٹھکر قضیے فیصل کیے اور یہ بھی قضا عبادت ہے اور نجاست مشرک کی از روے اعتقاد ہے نہ نجاست ظاہری

اور حائض نہ داخل ہووے مسجد مین بلکہ فیصلہ کیا جاوے مقدمہ اوسکا دروازہ مسجد پر **ف** ہدایہ مین ہے کہ دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئین مسجدین واسطے ذکر الٰہی کے اور حکم کے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین قلت غریب بھذا اللفظ اور کنوز الحقائق

مین بھی یہ حدیث منقول ہے لیکن حوالہ اوسنے صاحب ہدایہ پر کیا ہے لیکن معنی مین اس حدیث کے چند حدیثین آئی ہین نقل کیا اونکو شیخ ابن الہمام نے

فتح القدیر مین ایک حدیث صحیحین کی کعب بن مالک رض سے اور دوسری حدیث طبرانی کی ابن عباس سے اور روایت کیا بخاری نے کہ لعان

کرایا حضرت عمر رض نے نزدیک منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسناد کیا امام ابو بکر رازی نے حسن تک کہ دیکھا انھون نے حضرت

عثمان رض کو کہ فیصلہ کیا مسجد مین اور ذکر کیا قصہ اور روایت کیا ابن سعد نے طبقات مین ربیعہ بن ابی عبد الرحمن سے کہ دیکھا اونھون نے

ابو بکر رض کو فیصلہ کرتے تھے مسجد مین نزدیک قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کذا فی الفتح انتہیٰ حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان

بیان کرنے قاضی اول کا احوال قیدیون کا [illegible]

[illegible]

یعنی مسجد مین بیٹھکر فیصلہ کرنا

نجاست شرک کی از روے اعتقاد ہے نہ نجاست ظاہری

سابق مناسب تھی اور ہمارے زمانے مین تو مناسب نہین کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہیے ویسا نہین کرتے اور بحال
جنابت جانے سے احتراز نہین کرتے اور مساجد مین وہ کام کرتے ہین جو ہرگز لائق نہین ص اور اگر قاضی قضا کے لیے
بیٹھے اپنے گھر مین اور اذن دیدے عام تو بھی درست ہے ف اور اولی یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر مین ہو اور مشہور ہو تا لوگون کو
آنے مین دقت نہ پڑے اور قاضی حکم نکرے اوسوقت جب قلب اوسکا مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہ اور تشویش یا شہوت
جماع یا نہایت سردی یا نہایت گرمی یا بول و براز کی حاجت کے اور جس دن قضا کے لیے بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اوسدن روزہ نفل نرکھے
اور اچھے کپڑے پہن کر نکلے اچھے طور سے ماص قاضی کو چاہیے کہ کسیکا ہدیہ قبول نکرے مگر اپنے رشتہ دار محرم کا یا اوس شخص کا
جو قاضی ہونے سے پہلے بھیجا کرتا تھا بشرطیکہ اوسی مقدار ہو جتنا قبل قضا کے آتا تھا اور ان دونون مین سے کسیکا مقدمہ قاضی کے پاس
دائر نہووے ف اگر ذی رحم محرم یا اوس شخص کا جسکی پہلے سے عادت ہدیہ بھیجنے کی تھی قاضی کے پاس مقدمہ رجوع ہوگا تو اونکا بھی ہدیہ
نہ لیوے یا وہ شخص عادت سے زیادہ ہدیہ بھیجے تو زائد پھیر دیوے اور سلطان اور نائب سلطان کا بھی ہدیہ لینا درست ہے فتاوے عالمگیری مین ہے
کہ قاضی قرض لیوے مگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت اور عدم تہمت اعانت
اور اسیطرح عاریت لینا مطلقاً اولی ہے ص اور قاضی کو چاہیے کہ دعوت مین کسی کی نجاوے مگر دعوت عام مین اور دعوت عام وہ ہے کہ
قاضی کے آنے پر موقوف نہو اور امام محمد کے نزدیک دعوت خاص مین بھی جاسکتا ہے اگر اپنے قریب ذی رحم محرم سے لیکی ہو ف
کیونکہ وہ مثل ہدیہ کے ہے اور جو کسیکا مقدمہ رجوع ہو قاضی کے پاس تو دعوت عام بھی اوسکی قبول نکرے اور اسیطرح دعوت غیر معتاد کو
اگرچہ عام ہووے در مختار ص اور قاضی حاضر ہونا جنازہ مین اور اسیطرح بیمار کی بیمار پرسی کرے ف بشرطیکہ اوس بیمار کا
مقدمہ قاضی کے پاس رجوع نہووے کفایہ اسواسطے کہ روایت کیا مسلم نے ابی ہریرہ رض سے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہین
جواب دینا سلام کا جواب دینا چھینکنے والے کا قبول کرنا دعوت کا عیادت کرنا مریض کا جب مرجاوے تو اوسکے جنازے کے ساتھ جانا اور جب
نصیحت طلب کرے تجھ سے مسلمان تو نصیحت دے اوسکو روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہ رض سے اور نصیحت دینا چھٹا امر ہے تو ہدایہ مین
جو لکھا ہے کہ فرمایا حضرت نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہین درست ہوگیا ص اور جب مدعی مدعی علیہ حاضر ہون تو دونون کو سامنے
بٹھلاوے برابر برابر اور دونون کی طرف توجہ یکسان کرے ف اور داہنے بائین نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی جانب افضل ہے اور یہ برابر بٹھانا
عام ہے کبیر و صغیر اور بادشاہ و رعیت اور ذلیل و شریف اور باپ و بیٹے اور مسلم و ذمی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے
کہ اپنے مقام پر سے اوٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مدعی کو وہان بٹھلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے روایت کیا اسحاق بن راہویہ
نے اپنی مسند مین ام سلمہ رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانون کا تو چاہیے اوسکو کہ برابری کرے بٹھانے
مین اور اشارہ مین اور نظر مین ص اور کسی سے سرگوشی نکرے اور کسی کی ضیافت نہ کرے اور کسی سے ہنسی اور مزاح نکرے اور نہ
ایک کی طرف اون دونون مین سے اشارہ کرے اور نہ کسی کو کوئی دلیل یا حجت سکھلاوے اور گواہون کو تعلیم نکرے اسطرح پر کہ کیا تم
اس بات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہے اوسطرح کہ شاہد کو قاضی کے کہنے سے زیادہ دانست حاصل نہو ف
ابو یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو سو وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضایقہ نہین
کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو جیسے مدعی [illegible] کا

دعویٰ کرے اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہوا اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کر دیے ہوں
اور شاہد کو اسکے علم حاصل ہو اور وہ معافی کے قول سے شہادت کو دعوے کے موافق کرے اسیطرح قاضی سے توفیق دی
تو بالاتفاق جائز نہیں جیسے تعلیم مدعی تخصیص جائز نہیں کذا فی فتح القدیر

ص فصل حبس مدعی علیہ کے بیان میں

اگر مدعی کا حق مدعی علیہ پر ثابت ہو وا قرار سے مدعی علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعی علیہ کو ادا حق کا در صورت نا دہندگی کے اگر مدعی درخواست کرے اوسکے حبس کی تو قاضی کو جس قدر مناسب معلوم ہو وے مدعی علیہ کو قید کرے اور اگر گواہوں سے ثبوت حق ہوا ہو تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ قبل حکم ادا حق کے مدعی علیہ کو بدرخواست مدعی محبوس کرے **ف** اسوجہ سے کہ قید جزا ہی نا دہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اوسوقت نا دہندگی مدعی علیہ کی جب ثابت ہو گی کہ قاضی ادا حق کا اوسکو حکم کرے اور وہ نہ دیوے اور جب حق گواہوں سے ثابت ہوا تو نا دہندگی و انکار مدعی علیہ کا تو پہلے سے موجود ہے اسلیے قبل حکم ادائے حق قید کرنا اوسکا درست ہے اور مدت قید مفوض ہے رائے قاضی کی طرف اسواسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہیں باعتبار احوال کے بعضے شریر نہیں ہوتے اونکو تھوڑی مدت کفایت ہے بعض شریر ہوتے ہیں اونکو تھوڑی حبس سے زجر نہیں ہوتا اور یہ حبس اسواسطے کہ مدعی علیہ مال اپنا ظاہر کرے اور ایفائے حق مدعی اوس سے ہو وے اکثر مدت حبس کی باعتبار روایات کے چھ مہینے ہیں اور ایک مہینا اور دو مہینے تین مہینے بھی مروی ہیں مگر صحیح وہی ہے کہ مدت حبس مفوض ہے رائے قاضی کیطرف ہدایہ **ص** مدعی علیہ کا حبس اون حقوق میں ہوگا جو لازم آئے ہیں اوسکو بسبب عقد کے یا بدل ہیں مال کے جیسے مہر معجل **ف** اور مہر موجل کے عوض میں حبس نکیا جاویگا اگرچہ معجل ہو جاوے طلاق سے زوجہ کی درمختار **ص** ضمانت یا ثمن مبیع نفقہ زوجہ نفقہ ولد **ف** قرض اگرچہ ذمی کا ہو و ضمان الدرک درمختار **ص** اور دین ولد اور دیت اور ضمان جنایات **ف** اور بدل خلع اور بدل مغصوب اور بدل متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اوسکا بدل بدل دم عمد ضمان اعتاق یعنی شریک کے حصہ آزاد کرنیکا تاوان نفقہ اقارب مہر موجل درمختار **ص** میں محبوس نہ کیا جاویگا اگر اپنی مفلسی کا اظہار کرے الا اوس صورت میں جب مالدار ہونا اوسکا ثابت ہو جاوے گواہوں سے تو ان چیزوں میں بھی قید کریں گے **ف** اور قسم اول کی چیزوں میں محبوس کرینگے اگرچہ مدعی علیہ مدعی محتاجی کا ہو وے اور دعوی محتاجی کی تصدیق نکیجاویگی درمختار

باب بیان میں قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

اگر گواہ گواہی دیں قاضی کے سامنے اور مدعی علیہ حاضر ہو تو حکم کرے ساتھ گواہی کے اور لکھدے حکمنامہ جسکو عربی میں سجل کہتے ہیں اور اگر مدعی علیہ غائب ہو اور گواہ گواہی دیں اوس پر تو قاضی حکم نکرے بلکہ لکھدے گواہوں کی گواہی کو تاکہ قاضی مکتوب الیہ اوسکے موافق حکم کرے اور یہی کتاب حکمی ہے اور کتاب القاضی الی القاضی کی حقیقت میں یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ہے ایک قاضی کے پاس سے دوسرے قاضی کے پاس اور قبول کیجاتی ہے کتاب القاضی الی القاضی سب مقدمات میں سوا حد اور قصاص کے **ف** اسواسطے کہ کتاب میں شبہہ ہے اور حد قصاص دفع ہو جاتے ہیں شبہات سے اور خط پر عمل کرنا کو شبہہ ہے اوسکے اثبات میں **ص** جب شہادت گذرے قاضی کاتب کے پاس جیسے دین اور عقار اور نکاح اور نسب اور مغصوب اور ایسی امانت اور مضاربت جنکا انکار کیا گیا ہے کیونکہ

امانت اور مال مضاربت کا اگر انکار نہوگا تو کیا حاجت ہے کتاب القاضی کی اور جسوقت انکار کیا ان دونون کا شوہ یا مضارب
تو ہو گئی مغصوب اور مغصوب مین واجب مثل ہی یا قیمت اور قیمت دین ہے تو جاری ہو گی اوسمین کتاب حکمی سواسطے کہ وہ محتاج نہین ہے
اشارہ کا بلکہ صفت سے اوسکی معرفت ہوسکتی ہے بخلاف اعیان منقولہ کے کہ اوسمین احتیاج ہے اشارہ کی اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے اور
ایسی ہی نزدیک امام ابو یوسف کے مگر اونکے نزدیک غلام مفرور مین بھی کتاب القاضی درست ہے صورت اوسکی یون ہے کہ قاضی بخارا کا فلان
لکھے قاضی سمرقند کو کہ فلان اور فلان نے شہادت دی میرے پاس اس بات کی کہ فلان کا غلام جسکا نام مبارک ہے اور اوسکا حلیہ ایسا ہے بھاگ
گیا ہے اپنے مالک کے پاس سے اور اب سمرقند مین فلان کے قبضہ مین ہے آخر کتاب تک اور مہر کرے اوسپر تو جب پہنچے یہ کتاب قاضی سمرقند
پاس حاضر کرے مدعی علیہ اور غلام کو اور دکھوے کتاب کے ساتھ شرائط اوسکی کے جو آگے آتی ہین اور ملاوے حلیہ مکتوبہ کو ساتھ غلام کے تو
اگر مطابق نہووے چھوڑ دے اوسکو اور اگر مطابق ہووے تو اگر مدعی علیہ بخارا کو جاوے تو بہتر ورنہ اوس غلام کو مدعی کے سپرد کرے نہ بطور
حکم کے اور فیصلہ کے اور لیوے اوس مدعی سے ایک کفیل غلام کے حاضر ضمانت کا اور ڈالے اوس غلام کی گردن مین کوئی چیز قفل اور اوسپر مہر کر دیوے تاکہ ایسا
نہو کہ مدعی وہان جاکر غلام بدل لیوے وقت شہادت شہود کے اور لکھے جواب کتاب قاضی بخارا کو اس مضمون سے کہ مین اس غلام کو روانہ
کرتا ہون تو جب قاضی بخارا پاس کتاب آوے تو قاضی بخارا اون گواہون کو بلاوے جنھون نے گواہی دی تھی اس غلام کے
مالک کی غیبت غلام مین تاکہ گواہی دین اوسکی حضور مین اور اشارہ کرین اس غلام کیطرف کہ یہی غلام ملک ہے مدعی کی لیکن قاضی
بخارا ابھی حکم نکرے کیونکہ مدعی علیہ غائب ہے بلکہ پھر لکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہون نے شہادت دی غلام کے سامنے اس بات کی کہ یہ غلام
ملک ہے مدعی کی تو جب یہ کتاب قاضی سمرقند پاس پہنچے اوسوقت فیصلہ کر دیوے اور حکم سناوے مدعی علیہ کو اور بری کر دیوے حاضر ضامن کو
ضمانت سے اور امام محمد سے مروی ہے کہ کتاب القاضی جمیع منقولات مین قبول کیا جاویگی اور اسی پر متاخرین ہین **ف** درمختار
مین ہے کہ اسی روایت پر فتوی ہے کہ کتاب القاضی سب مقدمات اور دعاوی مین عام ہے کہ دعوی دین ہو یا عین درست ہے **ص**
سوا حد اور قصاص کے اور واجب ہے کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہون کو اوسکا مضمون پڑھ کر سناوے اور مہر کرے اپنی اونکے
سامنے اور وہ کتاب اون گواہون کو دیدیوے اور ابو یوسف نے کوئی بات انمین سے شرط نہین رکھی اور امام سرخسی نے اونھین کا قول اختیار
کیا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک صرف دو گواہون کو اس بات کا گواہ کر دیوے کہ یہ کتاب اور مہر میری ہے اور ایک روایت مین مہر بھی
شرط نہین ہے مین کہتا ہون جب کتاب مدعی کے حوالے کی جاویگی تو فتوی اس بات پر ہے کہ مہر کرنا ضروری ہے اور جب گواہون کو سپرد کیا جاویگا
تو فتوی اس بات پر ہوگا کہ مہر شرط نہین پھر یہ کتاب جب قاضی مکتوب الیہ پاس پہونچے تو قبول نکرے اوس کتاب کو مگر مدعی علیہ کے سامنے
اور وہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے جو کتاب لے کر آئے ہین تو جب گواہی دین گواہ کہ یہ کتاب فلان قاضی کی ہے
پڑھا تھا اوسکو اوس قاضی نے اپنے حکم مین اور مہر کی تھی اوسپر اور دی تھی ہمکو تو اوسکی مہر دیکھکر کھولے اور مدعی علیہ کو سناوے
اور لازم کر دیوے اوسپر حکم کو **ف** یعنی اوس گواہی کی رو سے جو کتاب مین مندرج ہے مدعی علیہ پر جو امر لازم آتا ہے اوسکا فیصلہ کر دیوے
ص اور قاضی مکتوب الیہ جب فیصلہ کرے اوس کتاب کے ساتھ اوسوقت تک قاضی کاتب قاضی ہووے تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہنچنے کے
مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو کتاب باطل ہو جاویگی اسیطرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہنچنے کے اول مر جاوے تو بھی کتاب باطل ہو جاویگی مگر جب کہ
قاضی کاتب نے بعد نام اوس قاضی مکتوب الیہ کے یہ لکھدیا ہوگا کہ اور مسلمانون کے قاضیون مین جسکے پاس یہ خط پہنچے وہ اوسکی تعمیل کرے

تو مکتوب الیہ کے مرنے سے باطل نہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ شرط نہین کہ قاضی کا خط قاضی معین کو لکھے بلکہ کافی ہی کہ ابتدا سے اسی طرح لکھے کہ کتاب جس قاضی کے پاس مسلمانون کے قاضیون سے پونہچے وہ اوسکی تعمیل کرے کیونکہ معین کرنا مکتوب الیہ کا محض لینے فائدہ کو ہی اور اگر کتاب پہونچنے کے اول مدعی علیہ مرجاوے تو جاری کیجاویگی کتاب اوسکے وارث پر اور صحیح ہی قاضی ہونا عورت کا سب مقدمات مین سوا حدود وقصاص کے **ف** اسواسطے کہ قضا نظیر شہادت ہی اور شہادت عورت کی حدود وقصاص مین مقبول نہین تو قضا بھی مقبول نہوگی درمختار مین ہی کہ اگرچہ قضا عورت کی صحیح ہی سوا حدود اور قصاص کے باقی مقدمات مین لیکن عورت کا قاضی بنانیوالا گنہگار ہوگا بسبب حدیث بخاری کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین فلاح پاوینگے وہ لوگ جنھون نے سپرد کیا کام اپنا عورت کو انتہی **ص** قاضی اپنا نائب کسیکو نہین بنا سکتا مگر وہ قاضی جسکو اختیار دیا ہو بادشاہ نے نائب بنالینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا نائب بنالیا پھر قاضی معزول ہوا یا مرگیا تو نائب معزول نہوگا اسی طرح وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو وکیل اپنا بناوے مگر اوس صورت مین جب موکل نے اوسکو اجازت دی ہو تو یہان بھی پہلے وکیل کے معزول ہوجانے یا مرجانے سے وکیل کا وکیل معزول نہوگا اسواسطے کہ وکیل کا وکیل درحقیقت نائب ہی اصل موکل کا نہ وکیل اول کا **ف** ہدایہ مین ہی کہ جو شخص حاکم کی طرف سے امام جمعہ ہووے تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہی گو اوسکو اس بات کا حاکم کیطرف سے اختیار نہووے کیونکہ جمعہ ایک شی موقت ہی خوف ہی اوسکے فوت ہوجانیکا تو امر بالامامت گویا اذن بالاستخلاف ہی بخلاف قضا کے **ص** جس قاضی کو اختیار نائب کے مقرر کرنے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر نائب بنایا اور نائب نے منوب کے سامنے فیصلہ کیا یا بعد فیصلے کے منوب کی رائے شریک ہوگئی تو جائز ہوجاویگا **ف** اسواسطے کہ جب قاضی اول کی رائے شریک ہوگئی گویا اول ہی نے قضا کی **ص** اسیطرح جس وکیل کو اختیار دوسرے کو وکیل بنانے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر وکیل بنایا اور بعد اوسکے وکیل وکیل نے روبرو وکیل کے وہ کام کیا یا وکیل کی رائے اوسمین شریک ہوگئی یا موکل نے جسوقت پہلے وکیل کو وکیل کیا تھا کسی چیز کی خریدنے کیلیے تو اوسکی ثمن بیان کردی تھی تو ان سب صورتون مین وکیل وکیل کا تصرف صحیح ہوجاویگا اور مثل تصرف وکیل کے گنا جاویگا اگر موکل نے وقت توکیل کے وکیل سے یہ کہا کہ تو اپنی رائے پر عمل کر تو اس کہنے سے وکیل کو اختیار ہوجاویگا کہ دوسرے شخص کو وکیل کرے

باب مرافعہ کے بیان مین

اگر ایک قاضی کے حکم کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو قاضی ثانی نافذ کردے پہلے قاضی کے حکم کو مسائل اختلافیہ مین **ف** یعنی اگر اون مسائل مین جنمین صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کا اختلاف تھا قاضی نے کسیکا قول اختیار کرکے قضا کردی بعد اوسکے دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو قاضی ثانی پہلے قاضی کا حکم منسوخ نہین کرسکتا مراد یہان قاضی اول سے قاضی مجتہد ہی کیونکہ سوا مجتہد کے اور کسیکو یہ بات نہین پہونچتی کہ مسائل مختلف فیہا مین جسکا قول چاہے اختیار کرے اور قاضی مقلد کا حکم تو اپنے مذہب کے مخالف ہرگز نافذ نہوگا قنیہ **ص** الا وہ حکم منسوخ کرے جو مخالف ہو کتاب اللہ کے **ف** اگرچہ دوسرے مجتہد کا قول ہو **ص** جیسے ایک قاضی نے حکم کیا حلت گوشت اوس جانور کا جسپر وقت ذبح کے بسم اللہ قصدا ترک کی گئی ہو کیونکہ مخالف ہی آیت کریمہ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ کے **ف** یعنی نہ کھاؤ تم وہ جانور جسپر نہین ذکر کیا گیا نام خدا کا جاننا چاہیے کہ مسلمان وقت ذبح کے اگر بھولکر تسمیہ ترک کردیوے تو ذبیحہ کا گوشت حلال ہی ہمارے نزدیک بھی اور شافعی کے نزدیک بھی اور اوسکی بیع بھی جائز ہوگی اور اگر قصدا ترک کردیوے تو وہ ذبیحہ ہمارے نزدیک حرام ہوجاویگا اور بیع بھی اوسکی

ناجائز اور شافعی کے نزدیک بیع اور اکل دونون جائز ہین تو یہ حکم شافعی کا مخالف ہے اوس آیت کتاب اللہ کے جو اوپر گذری قاضی
اول نے اگر حکم صحت بیع ایسے ذبیحہ کا جسپر بسم اللہ عمداً متروک ہوئی ہو کیا تو قاضی ثانی اوسکو منسوخ کردیگا **ص** یا مخالف ہو حدیث
مشہور کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا مطلقہ ثلث **ف** یعنی وہ عورت جسکو اوسکے خاوند نے تین طلاق دیے ہون **ص**
کی حلت کا واسطے شوہر اول کے صرف نکاح زوج ثانی سے بدون وطی کے موافق مذہب سعید بن المسیب رح کے اسواسطے کہ یہ مخالف ہے حدیث
مشہور کے یعنی قول حضرت کا واسطے عورت رفاعہ کے نہین ہوگا یہ جب تک تو نہ چکھے شیرینی عبد الرحمن بن زبیر کی اور وہ شیرینی تیری **ف**
روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے اور گذری یہ حدیث کتاب الطلاق مین قصے سمیت **ص** یا مخالف ہووے اجماع مسلمین کے
جیسے قاضی اول نے حکم کیا حلت متعہ کا اسواسطے کہ صحابہ نے اجماع کیا اوسکے فساد پر **ف** اور گذرے دلائل حرمت متعہ کے کتاب
النکاح مین **ص** تو حاصل یہ ہے کہ قاضی نے جب مسئلہ مجتہد فیہ مین حکم دیا تو وہ مجتہد فیہ مجمع علیہ ہوجاویگا اور قاضی ثانی پر نافذ کرنا اوسکا
واجب ہے لیکن یہ صورت جب ہے کہ قاضی اول نے اپنی راے کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنی راے کے خلاف حکم دیگا تو اوسکا بیان آگے
آتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اوسکی قضا جائز نہین
اور نہ قاضی ثانی اوسکو جاری کرے مجتہد فیہ سے مراد یہ ہے کہ محل قضا یعنی جس حکم مین قضا ہوتی ہے اوسمین اختلاف ہو اور جو خود قضا
مین اختلاف ہووے جیسے قضا علی الغائب **ف** اسکا بیان آگے آتا ہے **ص** تو وہ قاضی اول کی حکم کردینے سے مجمع علیہ
نہوگا اور قاضی ثانی کو اوسکا نسخ پہونچتا ہے ہان اگر قاضی ثانی بھی اوسکو جاری کردے تو اب وہ مجمع علیہ ہوجاویگا اب اگر قاضی
ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہین کرسکتا اجماع مین اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہے تو جب اکثر ایک امر پر متفق ہوجاوینگے وہ امر
متفق علیہ شمار کیا جاویگا اور مخالفت بعض کی معتبر نہوگی **ف** ہدایہ مین بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن اصول فقہ کی کتابون مین
مذکور ہے کہ خلاف ایک شخص کا بھی مانع انعقاد اجماع ہے اور اجماع نہین ہوتا مگر سب کے اتفاق سے **ص** اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ مسئلہ مختلف
فیہ سے مراد یہ ہے کہ صدر اول یعنی صحابہ و تابعین کا اختلافی ہو لیکن اصح یہ ہے کہ یہ کچھ ضرور نہین بلکہ اختلاف شافعی کا بھی معتبر ہے
ف اور اسیطرح مالک اور احمد کا اور یہ لوگ نہ صحابہ مین سے ہین نہ تابعین مین سے **ص** اور نافذ ہے قاضی کا حکم ظاہر و باطن مین
ف یعنی فی الدنیا اور فیما بینہ و بین اللہ **ص** کسی شی کی حرمت یا حلت پر اگرچہ جھوٹی گواہی سے ہووے اور صاحبین کے نزدیک
نافذ ہے ظاہر مین نہ باطن مین **ف** جاننا چاہیے کہ امام اعظم رح کے نزدیک اگر مدعی دعوی کرے ایک شی کا بسبب معین یعنی
سبب ملک کو بیان کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور محل قابل ہو حکم کے اور قاضی نجانتا ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہین تو قضا نافذ ہے ظاہر اور
باطن مین نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت پر دعوی نکاح کا کیا یعنی یہ میری منکوحہ ہے اور عورت نے انکار کیا
تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کردیے نکاح کے قاضی پاس تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات
پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے **ف** اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت
کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کرادینا عند اللہ حلال ہے اور صاحبین کے نزدیک صاف ظاہراً حکم قاضی نافذ ہوگا یعنی عند اللہ زوج اور زوجہ کو
وطی درست نہین ہوگی اور یہی مذہب ہے زفر اور آئمہ ثلثہ کا درمختار مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے لیکن بحر الرائق مین ہے کہ قول امام
ابوحنیفہ کا قوی ہے دلیل مذہب صاحبین کی ظاہر ہے اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر یہ اشکال آتا ہے کہ [illegible]

حلت کا فیما بینہ وبین اللہ ورجواب اوسکا یہ ہی کہ یہ حرام محض یعنی شہادت دروغ کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہی سبب حلت کا نہین کیا بلکہ حکم قاضی کا مثل انشاے عقد جدید کے ہی اور انشا عقد حرام نہین ہی بلکہ واجب ہی کیونکہ قاضی دروغگوئی شہود کو نہین جانتا امام صاحب کی دلیل نقلی وہ ہی جسکو ذکر کیا محمد نے مبسوط مین کہ پونہچا ہمکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ایک شخص نے اونکے پاس گواہ قائم کردیے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علی نے حکم دیدیا عورت کو کہ جائے مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہین نکاح کیا مجھ سے اب اگر آپ نے ایسا ہی حکم کیا ہو تو آپ نکاح پڑھوا دیجیے فرمایا حضرت علی نے مین نہین تجدید کرتا نکاح کی نکاح کر دیا تیرا دونون شاہدون نے تو اگر دونون مین نکاح منعقد نہو جاتا آپکی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نکرتے باوجودیکہ عورت طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا اور آپ مین محفوظ رہتے دونون زنا سے انتہی اور جو مصنف نے قید لگائی کہ دعوی مدعی ایک سبب معین کے ساتھ ہو تو اوسکا فائدہ یہ ہی کہ اگر دعوی ملک مطلق ہوگا مثلاً ایک شخص نے دعوی کیا ایک لونڈی کی ملک کا اور دو گواہ جھوٹے قائم کردیے اور قاضی نے حکم کردیا ملک کا واسطے مدعی کے تو یہان پر مدعی کو وطی اوسکی حلال نہوگی بالاجماع اور یہ جو کہا کہ محل قابل ہو حکم کے سو اسواسطے کہ اگر محل غیر قابل ہوگا جیسے وہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ محل صالح نہین ہی اس بات کا کہ قضا قاضی انشای عقد جدید سمجھی جاوے اور قاضی کا نہ جاننا اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی دروغگوئی شہود کو جانتا ہووے تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی ص اور اگر قاضی اونے مسائل مجتہد فیہ مین خلاف اپنی رائے کے حکم دیا اپنا مذہب بھولکر یا قصداً تو صاحبین کے نزدیک یہ قضا نافذ نہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر بھولکر دیا تو نافذ ہوگی اور اگر جان بوجھ کر دیا تو اوسمین دو روایتین ہین ف یہ سب اختلاف قاضی مجتہد مین ہی اور قاضی مقلد کا فتوی خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہوگا خواہ قصداً ہو یا بھولکر اور خلاف مذہب سے مراد یہ ہی کہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی امام کا قول چھوڑکر صاحبین کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم بخلاف مذہب نہین ہی بلکہ نافذ ہوجاویگا اور قاضی ثانی کو مرافعۃً اوسکا فسخ نہین پہونچتا چنانچہ دررمین ہی اور اوس صورت مین کہ حاکم نے قاضی کی قضا کو مقید بمذہب امام نہ کردیا ہو والا وہ معزول ٹھہریگا بہ نسبت قول غیر امام کے تو قول غیر امام پر حکم اوسکا بالکل نافذ نہوگا اسواسطے کہ تخصیص قضا کی زمان و مکان سے درست ہی طحطاوی مع زیادۃ ص قاضی حکم کرے کسی شخص غائب پر ف اور نہ غائب کے لیے یعنی نہ غائب کا مقضی علیہ ہونا صحیح ہی نہ مقضی لہ بلکہ حکم ہی نافذ نہین ہی قول مفتی بہ مذہب مین اور امام شافعی اور امام مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہی بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہی بلا دلیل اور ہماری دلیل یہ ہی حدیث حضرت علی کی ہی جو اوپر گذری کہ فرمایا حضرت صلعم نے نہ فیصلہ کر تو ایک کے لیے جب تک نہ سنے کلام دوسرے کا روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم ہونا لازم ہی اور یہ بات نہین پائی جاتی ہی خصم کے غائب ہونے مین اور اوسکے نائب بھی غائب ہوتے ہین اور اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہی کہ رہنا عاجز ہو رد اور طعن فی الشہادۃ سے اور اوسکا عجز بدون اوسکے حضور کے معلوم نہین ہوسکتا کذا فی الفتح القدیر ص مگر اوس صورت مین کہ نائب اوسکا حاضر ہو حقیقۃً جیسے غائب کا وکیل کہ وہ غائب کے قائم مقام ہی یا شرعاً جیسے قاضی کا وصی یعنی جسکو قاضی نے مقرر کیا یا حکماً اسطرح کہ جو چیز کا دعوی ہی غائب پر وہ بالضرور سبب ہو واوس چیز کا جسکا حاضر پر دعوی کرتا ہی ف تو اگر ادعا علی الغائب کے سبب

چھپنے مین واسطے ادعا علی الحاضر کے شک پڑجائیگی تو اسصورت مین دعوی مقبول نہوگا مثلاً ایک لونڈی خریدی پھر اوسکے
مالک پر یہ دعوی کیا کہ اوسنے نکاح ایک شخص غائب سے کر دیا تھا اور غرض اس سے یہ ہو کہ بسبب عیب نکاح کے لونڈی واپس ہوجاوے تو یہ لونڈی کے
واپسی کا حکم نہوگا کیونکہ تزوج غائب رد علی المولی کا سبب بالضرور نہین اسواسطے کہ احتمال ہے کہ غائب نے اوسکو طلاق دی ہو اور عیب
زائل ہوگیا ہو **ص** مثال اوسکی یہ ہے کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک مکان پر کہ یہ مکان مینے بکر سے خریدا تھا
اور بکر غائب ہے عمرو نے جب انکار کیا تو زید نے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا عمرو پر تو یہ حکم بکر پر بھی ہو جاویگا
کیا معنی کہ اگر بکر حاضر ہو کر بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا **ف** اگرچہ بکر وقت قضا کے غائب تھا اسواسطے کہ ادعا علی الغائب
یعنی خرید نا بکر کا سبب ہے ادعا علی الحاضر یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ غایۃ الاوطار اور جو وجود کی
کیا جاے غائب پر اگر وہ شرط ہووے اس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہو **ف** اور پہلی صورت مین سبب تھا **ص** چنانچہ
اگر غلام نے اپنے بیان پر اسکا دعوی کیا کہ اوس نے معلق کیا تھا میری عتق کو زوجہ زید کے تطلیق پر اور گواہ لایا
زید کی زوجہ کے مطلقہ ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے صحیح قول پر اور سبب مین اسواسطے مقبول ہین کہ
اصل ہے مسبب کا تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جب کہ شرط ہوو یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت
مشروط کا تو حاضر غائب کا نائب نہین ہوسکتا یہ حکم شرط مین جب ہے کہ اوسمین حق غائب کا ابطال ہو و چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا
صورت مذکورہ مین کہ اسصورت مین زید کے حق کا ابطال لازم آتا ہے تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ ایک شخص نے طلاق اپنی
عورت کا معلق کیا زید کے گھر مین جانے پر تو ثبوت دخول زید کے گواہ عورت کی جانب سے مقبول ہونگے بحالت غائب ہونے زید کے اسواسطے
کہ زید کا درصورت ثبوت دخول ان کچھ ضرر نہین **ص** قاضی کو اختیار ہے کہ یتیم کا مال قرض دیدے کسیکو اور لکھوا لیوے تمسک **ف**
چونکہ قاضی کو بسبب کثرت اشغال کے حفاظت اموال کی فرصت نہین ہوتی لہذا قاضی کو درست ہے کہ یتیم کا مال حتی المقدور
ایسی جگہ لگاوے کہ اوسمین زیادتی ہو جیسے کسیکو بطور مضاربت کے دیدے یا مکان یا زمین یا غلام کمائی والا جس سے آمدنی ہو خرید کرے اگر یہ
نہوسکے تو کسی ایسے کو جو غنی امانت دار ہو قرض بھی دے سکتا ہے وثیقہ لکھوا کر بشرطیکہ یتیم کا وصی موجود نہو اور جو یتیم کا وصی موجود ہو
تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے قنیہ **ص** اور وصی کو درست نہین کہ یتیم کا مال کسیکو قرض دیوے اور اسیطرح باپ کو بھی صحیح
قول مین درست نہین کہ بیٹے کا مال قرض دیوے اگر دیگا تو ضامن ہوگا **ف** اگر باپ یا وصی صغیر مسرف ہو یعنی فضول
خرچ ہو تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ باپ یا وصی سے مال لیکر کسی شخص عادل کے پاس رکھدے تو در مختار

مسائل الحافیہ

جب مدعی علیہ
چھپ رہے اور کسیطرح دار القضا مین حاضر نہووے تو قاضی مدعی کے وجہ ثبوت لیکر مدعی علیہ کیطرف سے ایک وکیل بنا کر حکم کر دیوے
در مختار شامی نے اسکی صورت یون لکھی ہے کہ ایک شخص نے قاضی کے پاس آنکر دعوی کیا کہ میرا فلانے پر حق ہے اور وہ چھپ کر
بیٹھ رہا ہے اپنے گھر مین تو قاضی لکھے الی شہر کو اوسکے احضار کے لیے تو اگر والی شہر اوسکو نپاوے اور مدعی درخواست کرے مہر لگانیکی
اوسکے مکان پر تو اگر لاوے دو گواہون کو اس بات پر کہ مدعی علیہ اپنے مکان مین ہے اور گواہ کہین کہ تین دن یا کم تین روز کے اندر مدعی علیہ
کو دیکھا تھا تو مہر کر دے اوسکے مکان پر اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کرین تو نہین اور صحیح یہ ہے کہ یہ تا مفوض ہے رائے حاکم کیطرف اور جب
مہر ہو گئی اور مدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ کیطرف سے وکیل مقرر کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول مع دو گواہ کے بھیجے مدعی علیہ کے

مکان پر اور وہ رسول پکار دے تین مرتبہ اون گواہون کے سامنے کہ ای فلان ولد فلان قاضی نے یہ کہا ہی تجھکو کہ حاضر ہو تو سع اپنے مدعی کے دار القضا مین ورنہ مین تیری طرف سے وکیل مقرر کرکے حکم کر دونگا اور مدعی کے گواہ بدون تیرے قبول کرونگا اسیطرح تین دن کر جسے تین دن گذر جاوین اور مدعی علیہ حاضر نہووے تو قاضی اوسکی طرف سے وکیل مقرر کرکے مدعی کے گواہ سنے اور اوسکے وکیل کے سامنے مدعی علیہ پر فیصلہ کر دیوے انتہی **مسالہ** اگر مدعی نے وقت استحقاق دعوے سے لیکر پندرہ برس تک بلا عذر شرعی دعوی نہ کیا تو دعوی نسنا جاویگا مگر وقف اور میراث کا دعوی کہ اس مین طول مدت مانع نہین البتہ اگر تینتیس سال گذر جاوینگے تو دعوی وقف وارث بھی مسموع نہین اور بعض فقہا کے نزدیک دعوی ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ سال کے بعد مسموع نہوگا وقت استحقاق سے میعاد محسوب ہوگی فائدہ اس قید یہ ہی کہ مثلا ایک عورت نے بیس برس تک اپنے خاوند کی حیات مین دعوی مہر نہ کیا بعد اوسکے خاوند مرگیا یا اوسنے طلاق دیا تو عورت کا اب دعوی مہر مسموع ہوگا اسواسطے کہ استحقاق طلب مہر وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہی اور وقت استحقاق سے آتنی مدت منقضی نہین ہوئی دعوی مسموع نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ مدعی کا حق بوجہ امتداد میعاد کے ساقط ہوجاوے بلکہ اگر مدعی علیہ مقر ہووے تو دعوی مسموع ہوویگا اگرچہ مدت طویل گذر گئی **مسالہ** قاضی کو بعد پائے جانے شرائط حکم کے حکم مین تاخیر کرنا درست نہین مگر تین سبب سے یا شک و اشتباہ ہو یا امید صلح کی ہو یا مدعی مدعی علیہ کوئی ان دونو مین سے مہلت مانگے اور ایک چوتھی وجہ لکھا وی مین ہی وہ یہ ہی کہ قاضی کو اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہو اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرین تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا قاضی کو اپنا حکم پلٹ دینا بھی درست نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر غلط نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا دہ مختار **مسالہ** مسلمان بادشاہ کی اطاعت امر موافق شرع مین واجب ہی نہ مخالف شرع مین تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گواہون سے حلف لی جایا کرے تو قاضیون کو چاہیے کہ بادشاہ کو فہمایش کرے اس حکم سے باز رکھین اگرچہ بعض فقہا نے لکھا ہی کہ تحلیف شاہد بنظر زمانہ درست ہی لیکن صحیح نہین ہی

باب پنچایت کے بیان مین

یعنی پنچ مقرر کرنے کے بیان مین عربی مین اوسکو تحکیم کہتے ہین تحکیم بھی قضا کی فروع سے ہی اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہی قاضی سے حکم ای مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہی اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہی جسنے اوسکو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت کا جواز حدیث سے ثابت ہی اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہی کہ مینے کہا یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف پڑتا ہی کسی چیز مین تو آتے ہین وہ میرے پاس مین اون مین حکم کر دیتا ہون تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہی یہ روایت کیا اوسکو نسائی نے کذا فی فتح القدیر **ص** صحیح ہی پنچ بنانا مدعی مدعی علیہ کا اوس شخص کو جو صلاحیت قضا کی رکھتا ہی **ف** یعنی ضرور ہی کہ محکم مسلمان آزاد عاقل بالغ عادل ہو نہ اندھا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کما مر اور فاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہو جاویگا کما مر ہدایہ **ص** جب دونون متخاصمین نے اپنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنایا اور اوسنے حکم کیا ساتھ گواہون کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوگا وہ حکم متخاصمین پر **ف** اور اوسکا حکم باطل نہوگا دونون کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے در مختار **ص** صحیح ہی خبر دینا پنچ کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانہ مین **ف** یعنی اگر مدعی علیہ شرارت کرے اور محکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا دعوی گا

شاہد کو فاسق کہا اور محکم اوسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہی در حال باقی رہنے اوسکی پنچایت کے کیونکہ جب تک پنچایت باقی ہی تو اوس اکیلے کا خبر دینا بمنزلہ خبر دینے دو گواہوں کے ہی برخلاف اوسکے خبر جب دی اوسنے بعد ختم ہو جانے پنچایت کے کیونکہ اوسکا حال مثل ایک شخص کے رعایا میں سے ہو گیا تو ضرور ہی ایک گواہ دوسرا اور برخلاف اوس صورت کے جب خبر دی اوسنے کہ مین حکم کر چکا کیونکہ جب وہ حکم کر چکا معزول ہو گیا تو اب خبر اوسکی مقبول نہو گی کذا فی الطحطاوی مع زیادۃ **ص** اور ہر ایک کو متخاصمین سے اختیار ہی کہ قبل حکم کرنے پنچ کے پنچایت سے پھر جاوے اور حکم پنچ کا اور اسیطرح قاضی کا درست نہین اپنے ماں باپ اور اولاد اور بیوی کے لیے جیسے گواہی ان لوگون کے لیے درست نہین **ف** یعنی انکے نفع کے لیے اور انکے اوپر حکم درست ہی جیسے شہادت ان پر درست ہی یعنی انکی مضرت کے لیے اور سوا انکے بھائیون اور چچاؤن اور اونکی اولاد اور خسر اور داماد کے واسطے حکم پنچ کا اور قاضی کا درست ہی جیسے شہادت انکے لیے درست ہی کذا فی العینی **ص** اور درست نہین پنچایت حدود اور قصاص مین اور باقی سب مقدمات مین درست ہی لیکن اسکا فتوی نہ دیا جاویگا اسواسطے خوف دلیر ہو جانے عوام کے اور باقی نہ رہنے رونق کے واسطے حکام اور محکمے کے **ف** یعنی اگر عوام یہ مسئلہ پاوینگے تو سب مقدمات بطور پنچایت فیصلہ کر لیا کرینگے اس صورت مین قضاۃ اور محکمجات اونکے سب معطل اور بیکار رہ جاوینگے **ص** اسیطرح حکم پنچ کا ساتھ دیت کے قاتل کے کنبے پر قتل خطا مین درست نہین کیونکہ قاتل کے کنبے والون نے اوسکو پنچ نہین بنایا اور اگر اوسنے فیصلہ کیا ساتھ دیت کے ذات قاتل پر تو قاضی یہ حکم اوسکا توڑ دیگا اسواسطے کہ مخالف نص حدیث ہی فرمایا حضرت نے قاتل کے کنبے والون اوٹھاوو دیت دو مقتول کی **ف** بیان اس حدیث کا کتاب الجنایات مین انشاء اللہ تعالی آویگا **ص** اگر پنچ کے حکم کا مرافعہ قاضی کے پاس ہو تو قاضی اسکا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے تو نافذ کر دیوے اور اوسکو ورنہ باطل کرے اوسکو **ف** محکم کا حکم اکثر باتون مین مثل قاضی کے ہی تو وقت حکم اوسکو ہدیہ لینا بھی احد المتخاصمین سے جائز نہو گا بہت سے مسائلون مین فرق ہی بحر الرائق مین وہ سب مذکور ہین فقط

باب مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان مین

ایک مکان دو منزلہ دو آدمیون کے پاس ہی ایک اوپر کے مکان کا مالک ہی اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو نہین پہونچتا کہ اپنے مکان مین میخ ٹھونکے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے **ف** اسیطرح اوپر والے کو نہین پہونچتا کہ اوپر کچھ اور بناوے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بناوے یہ امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک کو وہ فعل درست ہی جسمین دوسرے کا ضرر نہووے اور امام کا قول قیاس کے موافق ہی بحر الرائق **ص** ایک لنبی گلی ہی اور اوسمین سے ایک اور لنبی گلی پیدا ہوئی ہی جو نافذ نہین ہی تو پہلی گلی کے رہنے والے کو اختیار نہین ہی کہ اوس کوچہ غیر نافذہ مین چلنے کے لیے دروازہ نکالین اور اگر دوسری گلی گول ہی کہ اوسکے دو کنارے پہلی گلی سے مل گئے ہین تو پہلی گلی والے اوسمین دروازہ چلنے کے لیے نکال سکتے ہین صورت ان دونون گلیون کی یہ ہی

گول کوچہ

کوچہ اول

کوچہ دوسرا

کوچہ دوسرا

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جو دوسری گلی گول ہے نصف دائرہ کے مقدار ہو یا اوس سے کم ہو کیونکہ اگر نصف دائرہ سے زیادہ ہو گی تو بھی پہلی گلی والون کو وہان دروازہ واسطے چلنے کے نکالنا درست نہو گا صورت اوس کی یون ہے

ف اوران سب صورتون مین ہوا آنے کے لیے کھڑکی یا دروازہ بنانا یا روشنی کے لیے درست ہے سینے لیکن ہدایہ مین ہے کہ اصح یہی ہے کہ مطلقاً دروازہ کھولنا اول کوچے والے کو جائز نہین خواہ چلنے کے لیے ہو یا اور کسی کام کے لیے کیونکہ بعد دروازہ کھول لینے کے دوسری گلی والے چلنے سے ہر ساعت منع نہین کر سکتے اور احتمال ہے کہ دروازہ لگا کر مدعی ہو جاوے کسی حق کا دوسری گلی مین ص ایک شخص نے دعوی کیا ایک گھر کا جو دوسرے کے قبضے مین ہے کہ قابض نے مجھے یہ گھر فلان وقت مین ف مثلاً غرہ رمضان کو ص ہبہ کیا تھا قابض نے اس سے انکار کیا مدعی سے گواہ طلب ہوئے اوسنے کہا کہ مدعی علیہ نے گھر کی ہبہ سے انکار کیا تھا تو مینے یہ گھر اوس سے خرید لیا تھا یا یہ نہین کہا اور گواہ خریدنے پر اوس گھر کے پیش کیے تو اگر گواہون نے شہادت خرید کی دی بعد وقت ہبہ کے ف مثلاً شوال یا ذیقعدہ مین ص تو گواہی مقبول ہو گی اور جو شہادت دی خرید کی قبل وقت ہبہ کے ف مثلاً ماہ شعبان یا رجب مین ص تو گواہی مقبول نہو گی ف بسبب تناقض اور تخالف کے درمیان شہادت اور دعوی کے کیونکہ مدعی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر قبل ماہ رمضان ملک مین مدعی علیہ کے تھا اور گواہون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک مین مدعی کے تھا اور ایسی شہادت نامقبول ہے ص ایک شخص نے دعوی کیا کہ زید نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی ہے زید نے اوس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ ہو رہا تو اب مدعی کو پہونچتا ہے کہ اوس لونڈی سے وطی کرے ف اسواسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہو گیا مشتری سے تو اوسکی رضا فوت ہو گئی اور یہ موجب ہے انفساخ بیع کو تو پھر وہ لونڈی ملک بائع مین آ گئی تو وطی اوسکو درست ہو گی ص ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے دس درہم لیے ہین پھر مدعی ہوا کہ وہ روپیہ زیف تھے یا نبہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق کیجاویگی ف یعنی قسم سے اوسکا قول مقبول ہو گا ص اور اگر اوسنے دعوی کیا کہ وہ درہم ستوقہ تھے تو قول اوسکا مقبول نہو گا اسیطرح اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے کھرے دس درہم لیے ہین یا مینے اپنا حق پایا یا بائع نے کہا مینے ثمن وصول پائی یا پورا لیا مینے بعد اسکے مدعی ہوا کہ وہ دراہم زیف یا ستوقہ یا نبہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق نہو گی ف اسواسطے کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہین کمال مقبوض پر تو بعد اسکے دعوی نقصان کیسے مسموع ہو گا ص جاننا چاہیے کہ زیف اور نبہرجہ قسم سے اون دراہم کے ہین جنمین چاندی غالب ہے ملونی پر مگر یہ کہ چاندی اومین کھری کی نسبت کم ہے اور کھوٹا پن نبہرجہ کا زیادہ ہے زیف سے تو زیف کو تاجر رد نہین کرتے اور اونمین معاملہ جاری ہوتا ہے مگر یہ کہ بیت المال زیف کو بھی نہین لیتا کیونکہ بیت المال مین نہین داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہین اور نبہرجہ کو تجار بھی پھیر دیتے ہین نبہرجہ کی تفسیر مین اختلاف ہے بعضے یہ کہتے ہین وہ درہم ہے جسکا سکہ مٹ گیا ہو بعضے یہ کہتے ہین کہ چاندی جسکی خراب ہو اور ستوقہ وہ درہم ہے کہ اوسکا تانبا اندر ہو اور اوپر نیچے پرت چاندی کی ہو ص زید نے کہا عمرو سے کہ تیرے مجھپر ہزار درہم ہین عمرو نے اسکے جواب مین کہا میرا تیرے اوپر کچھ نہین ہے پھر کہنے لگا نہین بلکہ ہزار درہم ہین تو زید پر کچھ لازم نہ آویگا ف اسواسطے

احسن المسائل مین صورت مسئلہ کی یون لکھی ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی تھی اور عمرو نے انکار کیا تو عمرو کو اوس سے صحبت کرنی درست ہے کیونکہ زید اوس سے جھگڑا چھوڑ دا ۔۔۔ بالکل غلطی کی ۔۔۔ خریدار ۔۔۔ ہو گی بلکہ ۔۔۔ وطی ۔۔۔ درست ہو جاوے گی ۔۔۔

کہ پہلے خود عمرو نے اپنے حق کی نفی کر کے زید کے اقرار کو رد کر دیا تو اب پھر دعوی بغیر حجت اور دلیل کے مسموع نہوگا **ص** زید نے عمرو پر دعوی کیا ایک مال کا عمرو نے اوسکے جواب مین کہا تیرا مجھ پر کچھ نہا تب زید نے گواہ قائم کیئے اوس مال پر اوسوقت عمرو کہنے لگا کہ مین یہ مال تجکو ادا کر چکا ہون یا تو مجکو اس مال سے بری کر چکا ہی اور اس امر پر عمرو نے گواہ قائم کیئے تو عمرو کے گواہ مسموع و منظور ہونگے **ف** امام زفر کے نزدیک منظور نہونگے بوجہ تناقض کے ہم یہ کہتے ہین کہ یہان تناقض نہین ہی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی کسیکا کچھہ نہین ہوتا لیکن واسطے رفع نزاع کے مال دیتا قبول کرتا ہی **ص** اور اگر عمرو نے جواب دعوی مین اتنا اور کہا کہ مین تجکو پہچانتا بھی نہین تو اب گواہ اوسکے ادائے مال یا ابرا مدعی پر مسموع و منظور نہونگے بسبب ظہور تناقض کے اور نہ ممکن ہونے توفیق کے کیونکہ داد و ستد اور لین دین اور معاملہ اور ایفاء اور ابراء دو شخصون مین بدون معرفت اور شناسائی کے نہین ہو سکتا اور قدوری نے ذکر کیا ہی کہ گواہ اوسکے مسموع و منظور ہونگے اسواسطے کہ مرد گوشہ نشین جو پردہ مین رہتا ہی اور عورت پردہ نشین گاہے حکم کرتی ہین اپنے وکیلون کو واسطے راضی کرنے مدعی کے اور وہ مدعی علیہ کیطرف سے مدعی کو مال دیکر راضی کر لیتے ہین باوجود اس بات کہ مدعی علیہ و مدعی مین شناسائی نہین ہوتی تو ممکن ہی توفیق اسطرح **ف** جاننا چاہیئے کہ رفع تناقض مین بعضون کے نزدیک امکان توفیق کا کافی ہی اور بعضون کے نزدیک ضرور ہی کہ مدعی توفیق کی وجہ کی تصریح کرے اول قول کی وجہ یہ ہے کہ جب توفیق ممکن ہوئی تو تناقض متحقق نہوگا پس حمل کیا جاویگا کلام اوسکا توفیق پر تاکہ دعوی مدعی کا ابطال سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہی کہ ضرور ہی دعوی مین صحت یقینا تو صرف امکان صحت سے حق مدعی علیہ کو باطل نکرینگے باثبات حق مدعی مین کہتا ہو جہان پر شک واقع ہوئے صحت دعوی مین تو وہان امکان صحت کافی نہوگا مثلا ایک شخص مدعی ہوا ہبہ کا جب گواہ اوس سے طلب ہوئے تو گواہ ہبہ کے نہ لا سکا تو مدعی ہوگیا شرا کا اور گواہ قائم کیئے شرا پر اور یہ بیان نہین کیا کہ شرا مدعی کی قبل وقت ہبہ کے ہی یا بعد وقت ہبہ کے تو گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ شرا قبل وقت ہبہ ہو اور اس صورت مین دعوی باطل ہو جاتا ہی جیسا کہ اوپر گذرا اور احتمال ہی کہ شرا بعد وقت ہبہ کے ہوئے اور اس صورت مین دعوی صحیح ہو جاتا ہی تو اب شک پڑ گیا صحت دعوی مین تو ہم صحیح نہ مانینگے دعوی کو شک سے اسواسطے کہ غایۃ ما فی الباب یہ ہی کہ شرا متحقق ہوگی قبل ہبہ کے تو دعوی ہبہ کے یہ معنی ہونگے کہ پہلے میرا اوس مکان خریدا تھا لیکن وہ عقد مرتفع ہوگیا اور پھر اوسکی ملک مین مکان آیا گیا پھر اوسنے ہبہ کیا تو ضرور ہی قائم کرنا گواہون کا اوپر ہبہ کے اور جب نہوئے اوس پاس گواہ ہبہ کے تو دعوی اوسکا صحیح نہوگا اور مدعی علیہ کا حق شک سے باطل نہوگا اور جہان پر شک نہو صحت دعوی مین تاکہ لازم آوے ابطال حق مدعی علیہ کا ساتھہ شک کے تو وہان امکان توفیق کافی ہی جیسا کہ قائم کیئے گواہ مدعی علیہ نے اوپر ادائے مدعی کے یا ابرا مدعی کے بعد انکار کرنے اوسی مدعی علیہ کے مدعی سے اور قائم کرتے مدعی کے گواہ اوپر مدعی کے یا قائم کیے گواہ اوپر خرید کے بعد وقت ہبہ کے ان صورتون مین شہادت مقبول ہوگی تو یاد رکھہ اس قاعدہ کو کہ یہ کثیر النفع ہی پھر جان تو کہ تناقض جب مانع ہی صحت دعوی کا اگر کلام اول مفید ہوا اثبات حق کا ایک شخص معین کے واسطے تو اگر ایسا نہوگا نہین مانع ہوگا صحت دعوی کا جیسا کہ کہا ایک شخص نے نہین حق ہی میرا کسی سمرقندی پر پھر دعوی کیا ایک شخص سا کن سمرقند پر تو صحیح ہی دعوی اوسکا اور اگر کلام پہلا شخص معین کے لیے صادر ہوتا جیسے کہے کہ زید پر میرا کچھہ دعوی نہین یا کوئی حق نہین پھر دعوی کرے تو باطل کیا جاویگا بسبب تناقض کے کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** زید نے دعوی کیا عمرو پر کہ مین نے تجسے یہ غلام خریدا تھا ہزار روپیہ کو اور روپیہ مین نے تجھے دیدیا اب اسمین عیب نکلا

تو مین رد کرتا ہون اوسکو بسبب عیب کے تو میرے روپے ثمن کے واپس کر عمرو نے انکار کیا اصل بیع کا ف یعنی یہ
غلام مینے تیرے ہاتھ نہین بیچا ص تب قائم کیے زید نے گواہ بیع پر بعد اوسکے عمرو نے جواب دیا کہ وقت بیع کے مینے شرط کر لی تھی
ہر عیب سے برأت کی ف یعنی یہ شرط کر لی تھی کہ اگر اسمین کوئی عیب نکلے تو اوسکے مواخذہ سے مین بری ہون غرض عمرو کی اس سے یہ ہے کہ رد نہو سکے
ص اور گواہ قائم کیے اس بات پر تو یہ گواہی مسموع نہوگی بوجہ تناقض کے اور ابو یوسف کے نزدیک مقبول ہے ف وہ قیاس کرتے ہین
اس مسالہ کو اوسپر جو گذرا کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر ایک مال کا عمرو نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا الی آخرہ طرفین اوسکا جواب یون دیتے ہین
کہ وہ مسالہ دین کا ہے اور دین کبھی یون ہی واسطے رفع نزاع کے ادا کر دیا جاتا ہے اور اس جگہ دعوی مدعی علیہ کا بابت برأت کی عیب سے
مستدعی ہے بیع کو اور بیع کا وہ انکار کر چکا تھا تو اب بوجہ تناقض کے مقبول نہوگا ص اگر ایک شخص نے ایک تمسک لکھا یا اور کوئی دستاویز اور اوسکی
اخیر مین انشاء اللہ لکھ دیا تو سارا مضمون تمسک کا باطل ہو جاویگا اور نزدیک صاحبین کے آخری فقرہ اوسکا ایک نصرانی مر گیا اور اوسکی
زوجہ نے کہا مین مسلمان ہوئی بعد موت اوسکے کے ف یعنی موت کے وقت مین بھی نصرانی تھی غرض اوسکی یہ ہے کہ محروم ہو میراث سے
بوجہ اختلاف دین کے ص اور باقی وارثون نے نصرانی سے کہا کہ تو مسلمان ہوئی قبل اوسکے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا
اسی طرح اگر ایک مسلمان مرا اور اوسکی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان ہوئی تھی سامنے اوسکے اور باقی ورثہ نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی بعد اوسکے تو
قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اور زفر کے نزدیک پہلے مسالے مین قول عورت کا مقبول ہوگا زید کے پاس عمرو کی کچھ امانت تھی اور
عمرو مر گیا زید نے بعد اوسکی موت کے کہا کہ خالد بیٹا عمرو کا ہے اور عمرو کا سوا اسکے اور کوئی وارث نہین ہے تو وہ امانت خالد کو دیدے اور اگر بعد اوسکے
پھر زید بکر کو کہے کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہے اور خالد اسکا انکار کرے تو قاضی کل مال خالد ہی کو دلا دیگا ف اسواسطے کہ اقرار اول کا کوئی مکذب
نہین ہے اور اقرار ثانی کا مکذب موجود ہے اقرار اول تو صحیح ہوگا ص اگر کسی کا قرض میت پر ثابت ہوا شہادت سے یا وراثت ثابت ہوئی گواہون سے
اور گواہون نے یہ نکہا کہ ہم سوا اسکے اور کوئی قرضخواہ یا وارث میت کا نہین جانتے اور مال میت کا تقسیم ہوا اون قرضخواہون یا وارثون مین
تو اب اونسے ضمانت نہ لیجاویگی اس بات کی کہ اگر کوئی اور وارث یا قرضخواہ پیدا ہوگا تو اوسکا حصہ دینگے اور بعض قاضی جو احتیاطاً ایسی صورت مین
ضمانت لیتے ہین ظلم ہے اور صاحبین کے نزدیک ضمانت لیجاویگی ف اور اگر وراثت یا دین اقرار سے ثابت ہوا تو بالاتفاق ضمانت لیجاویگی اور جو گواہون
نے یہ کہدیا کہ ہم سوا اسکے اور کسی وارث یا قرضخواہ کو میت کے نہین جانتے تو بالاتفاق ضمانت نہ لیجاویگی درمختار ص زید نے ایک گھر سالم کا جو بکر کے قبضے مین ہے
اسطرح دعوی کیا اور حجت قائم کی کہ یہ گھر مجکو اور میرے بھائی عمرو کو جو غائب ہے میراث مین ہمارے باپ سے پونہچا ہے تو قاضی نصف اوس گھر کا زید کو
دلاویگا اور باقی مکان کو عمرو کے آنے تک بکر کے ہاتھ مین رہنے دیگا اور اوس سے ضمانت نلیگا برابر ہے کہ پہلے اقرار کیا ہو زید کے دعوے کا یا انکار اور صاحبین کے
نزدیک اگر بکر نے انکار کیا ہو زید کے دعوے سے تو باقی مکان کو اوسکے قبضے مین نچھوڑینگے اسواسطے کہ انکار کے سبب سے اوسکی خیانت ظاہر ہوئی تو لے لیا جاویگا اوس سے
اور ایک امین کے پاس چھوڑا جاویگا اور اگر نہ انکار کیا ہو تو البتہ باقی مکان کو اوسی کے قبضے مین رہنے دینگے اور ضمانت اوس سے
نہ لینگے اور اگر یہ صورت منقول مین واقع ہوئی تو اوسمین بھی یہی اختلاف ہے ف یعنی انکار اور عدم انکار دونون صورت
مین اوسکے پاس رہنے دینگے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک انکار کی صورت مین اوس سے لے لینگے ص اور بعضے کہتے ہین
کہ منقول بصورت انکار بالاتفاق امام اور صاحبین لے لیا جاویگا مسالہ ایک شخص نے وصیت کی کہ ثلث مال میرا فلانے کو
دینا تو ہر قسم کے مال مین سے ثلث دیا جاویگا ف خواہ مال زکوۃ ہو یا غیر مال زکوۃ ص اور جو کسی نے یہ کہا کہ مال میرا جس چیز کا

مین مالک ہون وہ خدا کی راہ مین صدقہ ہے تو مراد اس سے مال زکوۃ لیا جاویگا ف جیسے سونا چاندی سوائم اموال تجارت اور غیر مال زکوۃ کا صدقہ دینا لازم نہوگا جیسے اسباب خانگی گھوڑا سواری کا غلام خدمت کا کما فی الزکوۃ اور زفر کے نزدیک یہ قول بھی عام ہوگا تمامی اموال کو خواہ مال زکوۃ ہوئے یا غیر زکوۃ ص تو اگر اوس کے پاس سوا اموال زکوۃ کے کچھ ہو تو روک رکھے قوت اپنی یعنی خوراک ۱۲ اور باقی کو صدقہ کر دیوے ف اور قوت کی تقدیر کچھ نہیں واسطے مختلف ہونے احوال آدمیون کے کہا گیا ہے جو روزکا مزدور ہو وہ ایک دن کی خوراک اپنی اور اپنے عیال کی رکھ لیوے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان دوکانین وغیرہ کا کرایہ آتا ہو وہ غایت درجہ ایک مہینے کی اور مالک اراضی غایت درجہ ایک سال کی اور صاحب تجارت اتنا رکھ لے جو اوسکو کافی ہوئے مال آنے تک ص پھر جب مالک ہو نئے مال کا تو جتنا مال قوت کے لیے رکھ لیا تھا بقدر اوسکے پھر تصدق کر دیوے ف در مختار مین ایک حیلہ عجیب مرقوم ہے اوس شخص کے لیے جو قسم کھاوے کہ اگر مین یہ کام کرون تو سارا میرا مال صدقہ ہے تو وہ یہ کرے کہ بعوض اپنی املاک کے ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرلے اور دیکھے نہیں پھر وہ فعل کرے جسپر قسم کھائی تھی پھر اوس کپڑے کو بوجہ خیار رویت کے پھیر دیوے تو اوسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا ص ایک شخص کو وصی کیا میت نے اور وصی کو خبر اسکی نتھی بعد اسکے وصی نے کوئی چیز ترکہ میت سے بیچ ڈالی تو صحیح ہے بیع اوسکی بخلاف وکیل کے کہ اوسکو اگر علم اپنی وکالت کا نتھا اور اوسنے کوئی تصرف موکل کے مال مین کیا تو یہ تصرف جائز نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا بھی تصرف جائز نہوگا جب موکل نے وکیل کو معزول کیا تو اگر عزل کی خبر وکیل کو ایک شخص عادل نے یا دو شخصون مجہول الحال ف یعنی اونکا حال معلوم نہیں کہ فاسق ہین یا عادل ص نے دی تو اب اوسکا تصرف بعد اسکے صحیح نہوگا ف کیونکہ عزل کی ایک خبر ملزم ہے تو اوسمین شرط ہوگا عدد یا عدالت اور اسیطرح باقی چیزون مین ہے ص اور اگر وکیل کو خبر عزل کی ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو ایسی خبر کا اعتبار نہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہوگا اور اوسکے تصرفات بعد اس خبر پہونچنے کے موکل کے اوپر نافذ ہونگے اسی طرح اگر مولی کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو مجہول الحال شخصون نے سنائی اور مولی نے غلام کو بیچا تو تاوان جنایت مولی پر لازم آجاویگا ف یعنی درصورت جنایت عبد مولی کو اختیار ہے خواہ تاوان دیوے جنایت کا یا عبد کو حوالہ کرے تو جب اوسنے خبر سنکر عبد کی بیع کی تو معلوم ہوا کہ اوسکو تاوان دینا منظور ہے ص اسیطرح شفیع کہ گھر کی بیع کی اگر ایک شخص عادل یا مجہول الحال نے خبر دی اور وہ چپ رہ گیا تو شفعہ اوسکا باطل ہو جاویگا اسی طرح باکرہ عورت کو اگر ایک عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ چپ رہ گئی تو رضا ہو جاویگی اسی طرح اوس مسلمان کو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا ہے اور ابھی دار الاسلام مین اوسنے ہجرت نہین کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اوسپر لازم ہو جاوینگے ف ان سب صورتون مین خبر اگر ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو احکام مذکورۂ بالا یعنی اختیار تاوان اور بطلان شفعہ اور رضا اور لزوم ادا احکام ثابت نہونگے ص لیکن وکیل کرنے کی خبر مین دو مجہول الحال یا ایک عادل شرط نہیں بلکہ ایک فاسق کی خبر سے بھی وکالت ثابت ہو جاویگی اور وکیل جو بعد پہونچنے اس خبر کے تصرف کریگا صحیح ہو جاویگا ف اسی طرح صغیر ممیز یعنی وہ لڑکا جو تمیز رکھتا ہے خبر دیگا ایک شخص کو اس بات کی کہ تمکو فلانے نے وکیل مقرر کیا ہے تو وکالت ثابت ہو جاویگی دسمختار اور صاحبین کے نزدیک سب جگہہ ایک شخص کی خبر کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ یہ معاملات ہین اور معاملات مین خبر واحد مقبول ہے

اور ہماری دلیل اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہی ص قاضی یا قاضی کا امین اگر کسیکے غلام کو واسطے قرضخواہون کے بیچے پھر مشتری سے ثمن لے لے اور وہ ثمن تلف ہوجاوے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہونگے مشتری قرضخواہون سے غلام کے ثمن وصول کرے جنکے لیے غلام بیچا گیا تھا اور اگر وصی میت نے میت کے قرضخواہون کے لیے غلام کو قاضی کے حکم سے بیچا اور غلام کسی اور کا نکلا یا مشتری کے قبضے سے پہلے مرگیا اور ثمن اوسکی ضائع ہوگئی تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لے اور وصی اون قرضخواہون سے جنکے لیے غلام بیچا تھا **مسئلہ** جاننا چاہیے کہ قاضی یا عالم عادل ہی یا جاہل عادل ہی یا عالم غیر عادل یا جاہل غیر عادل تو اگر پہلی قسم کا قاضی کسی شخص سے کہے کہ مینے اسکے قطع ید کا یا سنگسار کرنے کا یا مارنے کا حکم کیا ہی تو تو اوسکا ہاتھ کاٹ یا سنگسار کر یا مار تو اوس شخص کو ایسے قاضی کے کہنے سے یہ فعال کرنا جائز ہین اور اگر دوسرے قسم کے قاضی نے یہ کہا تو ضرور ہی کہ اوس شخص کو سبب ان سزاون کا دریافت کرے اگر وہ قاضی سبب اوسکا اچھی طرح بیان کر دیوے **ف** مثلاً زنا مین کہے کہ مینے زنا کے مقر سے استفسار کیا کہ جسطرح معروف ہی اور حکم کیا مینے رجم کا یا سرقہ مین کہے کہ میرے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا کہ اسنے مال نصاب ایک جاے محفوظ محرز سے لیا جسمین کوئی شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اسنے قتل عمد کیا بلا شبہہ **کفایہ** ص تو یہ فعال کرنا اوسکو درست ہی اور اگر اچھی طرح سبب اوسکا بیان نکر سکے تو درست نہین اور تیسری اور چوتھی قسم کے قاضی کا قول ہرگز قبول نکرے **ف** مگر اوس صورت مین جب وہ شخص خود سبب حکم دیکھ چکا ہو کذا فی الدر المختار اور ان دونون قسم کے قاضی کے کہنے سے یہ فعال نکرے تا وقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ نکرلیوے اور علما نے اسکو پسند کیا ہی ہمارے زمانہ مین اور عیون مین ذکر ایسا ہی کا فتوی ہی در مختار لیکن بحر الرائق مین ہی کہ مینے بعد اسکے صدر الشہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع کیا چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہی انتہی اس صورت مین مفتی بہ قول شیخین کا ہوگا اور یہی قیاس کے موافق ہی ص اگر معزول قاضی زید سے کہے کہ مینے تجھسے جو ہزار روپیہ لیے تھے وہ عمرو کے روپیہ ثابت کرنیکے لیے تھے اور وہ مینے عمرو کو حوالے کردیے یا مینے جو تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا تھا تو فلان حق مین اور زید نے دعوی کیا کہ تو نے مجھسے ہزار روپیہ ظلم سے لیے تھے یا ہاتھ کے کاٹنے کا حکم ظلم سے ناحق دیا تھا تو قاضی ہی کا قول بلا قسم معتبر ہوگا جب زید اس بات کا اقرار کرتا ہو گا کہ یہ فعل قاضی نے حالت قضا مین اوسکے کیے ہین اور جو اس بات کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تو نے یہ فعل مجھسے قبل قضا کے کیا تھا یا بعد عزل کے تو اگر زید نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو قاضی مبطل ہوجاویگا اس فعل مین اور اگر زید کے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی ہی کا قول معتبر ہوگا **مسائل لاحقہ** ایک شخص نے دوسرے کو قتل کر ڈالا اور اسکے سبب ماخوذ ہوا تو یہ کہنے لگا کہ وہ مرتد ہوگیا تھا یا اوسنے میرے باپ کو قتل کیا تھا اسوجہ سے مینے اوسکو قتل کیا تو یہ قول قاتل کا مسموع نہوگا اسواسطے کہ اسکا اعتبار مین سرکشی اور بربادی کا دروازہ کھل جاویگا ہر شخص دوسرے کو قتل کرکے یہی کہیگا جو چیز قاضی پر واجب ہی اوسکی اجرت لینا درست نہین جیسے نکاح کرنا صغیر کا یا فتی پر زبان سے فتوی بیان کردینا اور تحریر فتوی پر اوسکو اجرت لینا درست ہی اسیطرح قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل درست ہی یہی قول مختار ہی اور قاضی کا خرچ بیت المال مین سے دیا جاویگا اور یہ خرچ جزا ہی حبس کی یعنی قاضی جو اپنے حوائج ضروریہ وغیرہ چھوڑکر رکا بیٹھا رہتا ہی اوسکا عوض ہی نہ اجرت قضا کیونکہ قضا عبادت ہی اور عبادت پر اجرت لینا درست نہین قاضی کو یہ سوچنا ہی گواہون کا علیحدہ علیحدہ اظہار لے

یعنی مضطر ہو کر ایک کے اظہار کی دوسرے کو خبر نہووے مگر دونوں کی شہادت ایک ساتھ لینا چاہیے کیونکہ وہ قائم مقام ایک کے ہیں فقط کذا فی الدر المختار والاشباہ والنظائر

کتاب الشہادۃ

شہادت کہتے ہین خبر دینے کو ایک شخص کے حق کی دوسرے پر ف اخبار یعنی خبر دینا اسکی تین قسمین ہین ایک خبر دینا کسی کے حق کی دوسرے پر یہ شہادت ہے یا اپنے حق کی دوسرے پر یہ دعوی ہے یا دوسرے کے حق کی اپنے پر یہ اقرار ہے ص گواہی دینا فرض ہو جاتی ہے جب مدعی طلب کرے ادائے شہادت کو ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا یعنی انکار نہ کریں شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین اور فرمایا لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اوسکو چھپاوے تو اوسکا دل گنہگار ہے گناہ کی نسبت کی دل کیطرف جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے اور اسواسطے کہ دل ہی محل کتمان ہے تو وہی معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضا ظاہری سے ہے بحر الرائق مین ہے کہ وجوب ادائے شہادت کی سات شرطین ہین ایک یہ کہ قاضی جسکے پاس شہادت دیجاوے عادل ہو دوسری قرب مکان اسقدر کہ شہادت دیکر اوسی دن اپنے گھر پہونچ سکے تیسری علم قبول یعنی شاہد کو یقین ہو اس بات کا کہ قاضی میری شہادت قبول کریگا چوتھی طلب مدعی پانچوین تعین شہادت شاہد تو اگر متعین نہو مثلا جبکہ وہان اور بھی شاہد قبول الشہادۃ موجود ہون اور انھون نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہوگئی ہو تو امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گنہگار ہوگا چھٹی یہ کہ اوس شاہد کو دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اوسکو دو عادل نے اسطرح پر خبر دی ہو کہ مدعی نے اپنا دین لے چکا ہے یا زوج نے بعد طلاق دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اوسکو دین اور نکاح اور قتل کی گواہی دینا درست نہین اور اگر مخبر عدل نہون تو شاہد کو اختیار ہے چاہے گواہی اپنی دیوے اور مخبرون کا بیان نقل کر دیوے چاہے گواہی نہ دے اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین ہے ساتوین شرط یہ ہے کہ شاہد کو یہ علم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اوسنے خوف سے اقرار کیا ہے تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی باختصار ص اور شہادت کا چھپا رکھنا بہتر ہے حدود مین ف جیسے حد زنا حد شرب وغیرہ اسواسطے کہ روایت کیا بخاری مسلم نے ابی ہریرہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اوسکی دنیا و آخرت مین پردہ پوشی کریگا ص مگر واجب ہے سرقہ مین کہ شہادت دے اس لفظ کے ساتھ کہ فلان نے مال لیا تا مالک کا حق بچاوے اور یہ نہ کہے کہ فلان نے چورایا تا حد واجب نہو ص نصاب شہادت زنا کے لیے چار مرد ہین ف عورت کی شہادت اسمین جائز نہین اور چار مردون کی قید زنا مین اسواسطے ہوئی کہ اللہ تعالی جل شانہ کو چھپانا منظور ہے اور نہین دوست رکھتا اللہ تعالی اس بات کو کہ شائع ہووے فحش مومنین مین باوجود اسکے کہ قتل وغیرہ مقدمات سنگین مین صرف دو مردون کی شہادت جائز رکھی فرمایا اللہ تعالی نے وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِن نِّسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ یعنی جو عورتین زنا کرین تم مین سے تو گواہ کر لو اون پر چار مردون کو تم مین سے اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ آخر تک یعنی چار گواہ ص اور قصاص اور باقی حدود کیلیے دو مرد ہین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ یعنی بنالو گواہ دو مردون کو اپنے مین سے اور شہادت عورتون کی نہ حدود مین مقبول ہے نہ قصاص مین بدلیل اوس روایت کے جسکو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ زہری سے کہ جاری ہوئی سنت نزدیک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے دونون خلیفون سے جو حضرت کے بعد تھے اس بات کی کہ نہین ہے شہادت عورتون کی حدود اور قصاص مین کہا زیلعی

نے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین لیکن اوس مین قصاص کا لفظ نہین ہے مین کہتا ہون اوسمین دکاہ کا لفظ موجود ہے اور مراد اوس سے قصاص ہوسکتا ہے ص اور کنواری ہونے اور ثیبہ ہونے اور عورتون کے اون عیبون کے لیے جن پر مرد مطلع نہین ہوتے ایک عورت کی گواہی کافی ہے ف اسی طرح لڑکے کے رونے مین واسطے نماز کے اور ثبوت ارث کے اور دو عورتون کا ہونا احتیاط ہے درمختار ہدایہ مین دلیل اسکی یہ لکھی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی عورتون کی جائز ہے اون چیزون مین جنکی طرف نہین نظر کرسکتے مرد زیلعی نے تخریج مین لکھا غریب اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا اوسکو امام محمد نے مبسوط مین عن ابی یوسف عن غالب بن عبید اللہ عن مجاہد و سعید بن المسیب و عطاء بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ اور یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع ہے محلّی بالف ولام اور مراد اوس سے جنس ہے تو قلیل و کثیر کو شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ عورتین احسن ہین اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کیا کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتون کی گواہی اون امور مین جائز ہے جسپر اونکے سوا کوئی مطلع نہین ہوسکتا از قبیل ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی اور اگر ان باتون کی ایک مرد گواہی دے تو صحیح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح تنہا معلم کی گواہی وقائع اطفال مین مقبول ہے اور صرف عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین واسطے اثبات دیت کے مقبول ہے تاکہ خون مفت ضائع نہووے اور قصاص واجب نہوگا درمختار وحموی ص اور جو عورت مین عیب ایسا ہو کہ اوسپر مرد بھی مطلع ہوسکتے ہین جیسے ایک انگلی نہ ہونا تو وہان ایک عورت کی شہادت کافی نہوگی ف اسواسطے کہ یہان کچھ ضرورت نہین ص انکے سوا اور مقدمات مین ضرور ہے کہ یا دو مرد ہون یا ایک مرد اور دو عورتین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ یعنی گواہ کرلو دو مردون کو اپنے مین سے تو اگر نہون دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین اون گواہون مین سے جن سے تم راضی ہو ص برابر ہے کہ وہ مقدمات مالی ہون یا غیر مالی ف مالی جیسے بیع اور شرا ابرا عارہ اور اجارہ اور کفالت اور اجل اور شرط خیار اور شفعہ اور قتل خطا اور غیر مالی ص جیسے نکاح رضاع طلاق وکالت وصیت اور امام شافعی کے نزدیک مقدمات غیر مالی مین بھی شہادت عورت کی مقبول نہوگی اور جتنی قسمین شہادت کی ہین سب مین یہ شرط ہے کہ شاہد عادل ہو ف یعنی پرہیز رکھتا ہو کبائر سے اور مصر نہو صغائر پر اور صلاح و صواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے ط و نفایۃ ورمختار مین ہے کہ عادل وہ شخص ہے جسپر طعنہ نہو پیٹ اور فرج سے تو کاذب کی شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ کذب پیٹ سے نکلتا ہے لیکن بہتر تفسیر عادل کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی عادل کے مقابل فاسق ہے تو ص فاسق کی شہادت واجب ہے قاضی پر کہ قبول نکرے لیکن اگر اوسنے قبول کیا اور حکم دے دیا تو صحیح ہوجائیگا ف اور قاضی گنہگار ہوگا فتح درمختار مین ہے کہ قنیہ اور مجتبی مین جو منقول ہے کہ فاسق اگر لوگون مین صاحب مروت اور جاہ ہووے تو شہادت اوسکی قبول کیجاویگی سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین بن الہمام نے فتح القدیر مین اسطرح کہ تعلیل ہے بمقابلہ نص کے فرمایا اللہ تعالی نے وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ یعنی گواہ کرلو دو صاحبان عدل کو اپنے مین سے مقید کیا اللہ تعالی شہادت کو عدالت سے مترجم کہتا ہے کہ بنظر اس زمانہ کے مناسب ہے کہ شہادت فاسق

کی قبول کیجاوے اسواسطے کہ کم لوگ خالی ہین فسق سے اور شائع ہوگیا ہی فسق لوگون مین بدرجۂ غایت حتی کہ عادل لوگ اقل قلیل ہین تو اونپر
بنائے مقدمات کیونکر ہوگی اور لازم آویگا تضییع حقوق ناس اور یہ محذور ہی شرفا اور عرفا اور فقہاے متقدمین سے بھی یہ منقول
ہوفتاوے تاتارخانیہ مین ہی کہ مقبول ہوگی شہادت فاسق کی اسواسطے کہ فسق اوسپر طاری ہی اور اصل مین وہ سعید ہی فرمایا
حضرت نے کل مؤمن ذو سعادۃ یعنی ہر مومن صاحب سعادت ہی اور اسی پر اعتماد ہی انتہی مگر یہ ضرور ہی کہ وہ فاسق صاحب مروت
اور جاہ ہو کیونکہ بالکل رذیل ورذلیل تفسیر مظہری مین قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہین بل فی زماننا ھذا الفاسق
اذا کان وجیھا ذا مروۃ یغلب علے الظن انہ لا یکذب فی الشھادۃ او دلت القرائن علی صدقہ یقبل
شھادتہ یعنی ہمارے زمانے مین فاسق اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہو ظن قاضی پر کہ وہ
جھوٹ نہ بولیگا شہادت مین یا قرینہ دال ہو اوسکی راست گوئی پر تو قبول کیجاویگی شہادت اوسکی اور جامع الفتاوی
مین ہی واما شھادۃ الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شھادتہ تقبل والا فلا یعنی شہادت فاسق
کی اگر قاضی کے گمان مین ہووے صدق اوسکا تو قبول کیجاویگی ورنہ نہین قبول کیجاویگی شامی نے نقل کیا در سے وفی الفتاوی
القاعدیۃ ھذا اذا غلب علے ظنہ صدقہ وھو مما یحفظ وظاھر قولہ وھو مما یحفظ اعتمادہ یعنی قبول شہادت
فاسق جب ہی کہ قاضی کے گمان غالب مین اوسکا صدق ہووے اور یہ اون باتون مین سے ہی کہ یاد رکھی جاوینگی اور ظاہر قول اوسکا
یاد رکھا جاوے یہ ہی کہ اسپر اعتماد ہی اور شیخ ابن الہمام جو لکھا کہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ نص صرف اس بات پر دلالت کرتی ہی
کہ شہادت دو عادلون کی قبول کیجاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کیجاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف ہی اور وہ ہمارے اصحاب حنفیہ کے
نزدیک حجت نہین ہی فافہم واستقم **ص** اور یہ بھی شرط ہی کہ شاہد لفظ شہادت کہے **ف** یعنی اشھد بصیغۂ
مضارع جسکے معنی یہ ہین گواہی دیتا ہون مین در مختار وجہ اس شرط کی یہ ہی کہ جتنے نصوص شہادت کے آئے ہین سب مین
لفظ شہادت مذکور ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَاَشْھِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ اور فرمایا وَاَشْھِدُوْا اِذَا تَبَایَعْتُمْ وَاسْتَشْھِدُوْا
شَھِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاسْتَشْھِدُوْا عَلَیْھِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ اور فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اِذَا رَاَیْتَ مِثْلَ
الشَّمْسِ فَاشْھَدْ وَاِلَّا فَدَعْ اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہی ہان روایت کیا ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے کہ فرمایا آپ نے ایک شخص کو تو دیکھتا ہی آفتاب کو بولا ہان فرمایا اسکے مثل گواہی دے یا چھوڑ دے اخراج کیا اوسکا ابن عدی نے
ساتھ سند ضعیف کے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے لیکن خطا کی بلوغ المرام **ص** تو اگر شاہد نے لفظ اشھد کا نہ کہا بلکہ کہا
اعلم یا اتیقن یعنی جانتا ہون مین یا یقین رکھتا ہون تو اوسکی شہادت مقبول نہوگی امام اعظم کے نزدیک قاضی شاہد کی
ظاہری عدالت پر اکتفا کرے اوسکی کیفیت دریافت نکرے یہان تک کہ خصم جرح نکرے **ف** کیونکہ روایت کیا ابن
ابی شیبہ نے مصنف مین کتاب البیوع مین عمرو بن شعیب سے انھون نے اپنے باپ انھون نے اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل ہین بعض اونکے اوپر بعض کے مگر جسکو حد قذف لگی ہوا اور لکھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کتاب طرف ابی موسی
کے اور اوسمین لکھا کہ مسلمان عادل ہین بعضے اونکے بعض پر مگر جو محدود ہو کسی حد مین یا تجربہ کار ہو شہادت زور مین یا قریب ہتیرا
ولا مین یا قرابت مین روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ایک طریق سے کہ اوسمین عبداللہ بن حمید ہی اور وہ ضعیف ہی

اور نکالا اوسکو دوسرے طریق سے اور حسن کہا اوسکو اور نکالا اوسکو بیہقی نے ایک اور طریق سے سوا اون دونون طریقون
دارقطنی کے ص مگر حد و قصاص مین بغیر جرح خصم کے بھی اونکی عدالت کی تحقیق کرے اور صاحبین کے نزدیک ہر مقدمہ مین
اونکی عدالت کو دریافت کرے خفیہ اور ظاہر ف اور یہی مذہب شافعی اور احمد کا ہے ص اور اوسی پر فتوی دیا جاویگا ہمارے
زمانے مین ف فقہا نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف اختلاف زمانہ کا ہے نہ خلاف حجت و برہان کا اسواسطے کہ امام صاحب کے
زمانے مین صلاح اور سعادت غالب تھی فساد اور شقاوت پر اور صاحبین کے وقت مین زمانہ فاسد ہو گیا تھا وجہ اسکی یہ ہے
کہ امام اعظم قرن تابعین مین تھے جنکے واسطے حضرت صلعم نے بشارت دی ہے اس بات کی کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم
الذین یلونھم ثم یجئ قوم تسبق شہادۃ احدھم یمینہ ویمینہ شہادتہ متفق علیہ یعنی بہتر قرنون کا
قرن میرا ہے پھر قرن اون لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر اون لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر آویگی ایسی قوم کہ قسم اونکے
آگے ہوگی شہادت سے اور شہادت آگے قسم سے اور امام صاحب باتفاق اکثر محدثین و فقہا قرن تابعین مین سے ہین لیکن اتفاق
فقہا کا اسوسطے ظاہر ہے اسلیے کہ فقہاے حنفیہ روایت امام کی ثابت کرتے ہین بہت سے صحابہ سے اگرچہ اہل حدیث کے طریقے مین وہ ثابت
نہین ہے اور لیکن اتفاق اکثر اہل حدیث کا اسوسطے ظاہر ہے قول سے محققین کے کہ امام نے چار صحابیون کو پایا ہے اور وہ انس بن مالک ہین
بصرہ مین اور عبداللہ بن ابی اوفی ہین کوفہ مین اور سہل بن سعد ساعدی ہین مدینہ مین اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ مین کہا ابن جوزی
نے کہ روایت کی امام نے ابن ابی اوفی سے ایک حدیث اور ذکر کیا خطیب نے تاریخ بغداد مین کہ امام نے دیکھا انس بن مالک کو
اور کہا ابن حجر نے دیکھنا امام کا انس کو صحیح ہے جیسا کہ کہا ذہبی نے کہ دیکھا امام نے انس کو اور وہ صغیر سن تھے اور ایک روایت
مین ہے کہ کہا امام نے دیکھا مینے اونکو کئی بار اور تھے انس خضاب کرتے سرخ اور آیا ہے کئی طریقون سے کہ امام نے روایت کی اون سے تین
حدیثین اور بعض نے جو نفی کی ہے تو وہ معارض اثبات اون لوگون کی نہوگی اس وجہ سے کہ اثبات ایسے محل مین مقدم ہے نفی پر
باتفاق علما اور نہین انکار کریگا اسکا مگر مکابر معاند جسکو امام کی فضیلت کا خواہ مخواہ انکار منظور ہو نعوذ باللہ من
العناد و سوء الفہم ص اور کافی ہے دریافت کر لینا خفیہ اسواسطے کہ اگر مزکی روبرو شاہد کے اوسکے عیوب بیان کرے
تو دونون کے درمیان عداوت ہوگی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مزکی کو خوف یا حیا مانع ہوتا ہے شاہد کے سامنے اوسکا حال کہنے
سے ف امام محمد سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فساد ہے ہدایہ ص اور کافی ہے تزکیہ کے لیے کہنا مزکی کا گواہ کو شخص
عادل اور بعضون نے کہا ضرور ہے کہ مزکی یون کہے کہ یہ گواہ شخص عادل جائز الشہادۃ ہے تا احتراز ہو جاوے غلام سے مگر صحیح یہ ہے کہ فقط
عادل کہہ دینا کفایت ہے کیونکہ آزادی اصل ہے دار الاسلام مین صاحب خصومت یعنی مدعی علیہ اگر مدعی کے گواہون کو اسطرح
عادل بتاوے کہ گواہ عادل ہین لیکن انھون نے شہادت مین خطا کی یا بھول گئے تو اوسکا اعتبار نہین ف اسوجہ سے کہ مدعی کے
نزدیک مدعی علیہ جھوٹا ہے اپنے انکار مین باطل پر ہے اپنے اصرار مین تو تعدیل اوسکی کیونکر مقبول ہوگی اور صاحبین کے نزدیک تعدیل مدعی علیہ
کی درست ہے مگر محمد کے نزدیک ایک اور شخص بھی چاہیے ساتھ مدعی علیہ کے کہ تعدیل کرے شہود کی کیونکہ اونکے نزدیک عدد شرط
ہے تزکیہ مین ہدایہ ص اور اگر مدعی علیہ نے یہ کہا کہ مدعی کے گواہ عادل ہین انھون نے سچ کہا تو یہ اقرار ہو جاویگا دعوی کا اور تزکیہ
شہود مین قول ایک شخص کا کافی ہے اسی طرح شاہد کی زبان کے ترجمہ کرنے کے لیے اور قاضی کے پیغام پہونچانے کے لیے

طرف مزکی کے ایک شخص کافی ہی اور دو کا ہونا احتیاط ہی اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا ہی اور محمد کے نزدیک دو شخص ضرور
ہین اور یہ اختلاف اوس تزکیہ مین ہی جو خفیہ ہو اور تزکیہ علانیہ مین خصاف نے کہا کہ دو آدمی ضرور ہین سب کے نزدیک اسی واسطے
کہ تزکیہ علانیہ مثل شہادت کے ہی یہان تک کہ تزکیہ علانیہ غلام اگر کرے تو درست نہین ہی **ف** بخلاف تزکیہ خفیہ کے
کہ اوسمین عبد مزکی ہو سکتا ہی ہدایہ **ص** اور ضرور ہی کہ مزکی عدل ہووے تو تزکیہ فاسق اور مجہول الحال کا درست نہین ہی **ف**
مجہول الحال وہ شخص جسکی عدالت اور فساد کا علم نہووے **ص** جسنے اپنے کانون سے سنا بیع کو **ف** یعنی بائع کی زبان سے
بیعت کرتے اور مشتری کی زبان سے اشتریت کہتے سنا **ص** یا اقرار کو **ف** یعنی مقر کی زبان سے سنا **ص** یا قاضی کی
زبان سے اوسکا حکم سنا یا آنکھون سے دیکھا مثلاً غاصب کو غصب کرتے ہوئے یا قاتل کو قتل کرتے ہوئے تو اوسکو شہادت
دینا درست ہی اگرچہ وہ اوسوقت گواہ نہ بنایا گیا ہووے **ف** حاصل مطلب یہ ہی کہ جو چیزین سننے سے متعلق ہین جیسے بیع وشرا
زبانی یا اقرار لسانی یا حکم قاضی تو اوسکو اگر اپنے کانون سے زبانی مشہود علیہ کے سنے تو شہادت دینا اوسکی درست ہی اور جو چیزین
دیکھنے سے متعلق ہین مثلاً بیع تعاطی یا اقرار تحریری یا قتل یا غصب تو اوسکو جب اپنی آنکھون سے دیکھے تو گواہی دیوے لیکن معلوم
کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھہ نہ کہا تو یہ اقرار نہین اور گواہی دینا اسطرح کہ اوس نے
اقرار کیا حلال نہین اگرچہ وہ کتابت مصدر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کہ بعد حمد
وصلوٰۃ معلوم کرنا چاہیے کہ تمھارے میرے اوپر اتنے روپے آتے ہین کیونکہ لکھنا کبھی آزمایش سیاہی یا قلم کے لیے ہوتا ہی البتہ اگر لکھکر شہود کے
سامنے پڑھے تو اونکو گواہی دینا اوسکی درست ہی اگرچہ وہ اون کو گواہ نکرے اسطرح اگر پڑھا اوسکو کسی اور نے اور کاتب نے یہ کہا کہ
گواہ رہو تم اس روپیہ کے میرے اوپر اور اگر کاتب نے گواہون کے سامنے لکھکر یہ کہا کہ تم اس بات کے گواہ رہنا میرے اوپر تو اگر اون گواہونکو
مضمون تحریر معلوم ہو گیا تھا تو یہ اقرار شمار کیا جاویگا ورنہ نہین طحطاوی وشامی **ص** مگر گواہ کی گواہی سنکر اوسپر گواہی نہ دے جب تک
وہ گواہ اوسکو گواہ نہ بناوے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شاہد کو روبرو قاضی کے گواہی دیتے دیکھا اور اوسکی گواہی سنی تو اب
اسکو اوس گواہ کی گواہی پر شہادت درست نہین جب تک وہ شاہد اسکو گواہ نہ بناوے دوسرے یہ کہ ایک شاہد دوسرے شخص کو
اپنی شہادت سنا کر گواہ کر رہا تھا تو اسکو یہ نہین پہونچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سنکر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہو جاوے کیونکہ اصل شاہد نے
اوس شخص کو شاہد بنایا جسکو سنا رہا تھا نہ اسکو **ف** شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہو اوسکو عربی مین شاہد علی الشاہد کہتے ہین
نہایہ مین ہی کہ اگر شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی مین اوسکے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد اول کو شہادۃ علی الشہادۃ دینا درست ہی
البتہ اوس صورت مین جائز نہین جب غیر مجلس قاضی مین وہ شہادت اپنی بیان کر رہا ہووے اور اصل کتاب مین جسکے مخالف ہی جیسا
معلوم ہوا تجکو تو صحیح اسصورت مین وہی ہی جو نہایہ مین ہی اور یہی مستنبط ہی تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہین کہ صدر الشریعہ نے
اسکے خلاف کہان سے کہا **ص** اور وہ شخص گواہی نہ دیوے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اوسکو یاد نہین یہ مذہب امام صاحب
کا ہی **ف** خلاصہ یہ ہی کہ امام اعظم نے جمیع امور مین تنگی اختیار کی لہذا اون سے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود
کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مردون سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہی وقت سماع کے اور روایت
کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہی تو اگر اون مین سے کوئی چیز اوسکو یاد نہو

اور اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اوسکو گواہی دینا لایق نہین اور اگر یاد ہو اوسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہے
کذا فی المنح ص اسواسطے کہ خط اشتباہ ہوتا ہے خط سے اور نزدیک صاحبین کے درست ہے جب اوسنے پہچانا کہ یہ میرا خط ہے
اسواسطے کہ تبدیل اوسمین نادر ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اسمین اختلاف نہین اور یہ شہادت سب کے نزدیک ناجائز ہے بلکہ اختلاف
اوسمین ہے کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر مین اور قاضی کو حادثہ یاد نہین تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے مدعی علیہ
پر حکم دیسکتا ہے صاحبین کے نزدیک کیونکہ وہ دفتر جب اوسکے قبضے مین ہے تو اوسمین احتمال تغیر و تبدل کا نہین ہوسکتا اور امام
صاحب کے نزدیک نہین دیسکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے جب تک کہ حادثہ یاد نہو بر خلاف تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کے
کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہے ف تو اگر کسی نے اپنی شہادت تمسک مین لکھی پائی اور اپنا خط اوسنے پہچانا لیکن حادثہ یاد
نہین ہے تو اگر وہ تمسک مدعی کے ہاتھ مین نہ گیا ہو بلکہ محفوظ ہو قاضی یا شاہد کے پاس تو اوسکو شہادت دینا درست ہے
صاحبین کے نزدیک ورنہ درست نہین اور امام محمد کے نزدیک اگرچہ وہ تمسک مدعی کے پاس رہا ہو تب بھی شہادت
دینا درست ہے جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنیکے لیے کذا فی البحر الرائق ص
ایسی چیز کی گواہی نہ دے جسکو معائنہ نہ کیا ہو ف یعنی نہ اپنے کانون سے سنا ہو مشہود علیہ سے سماعی چیزون مین اور
نہ آنکھون سے دیکھا ہو دیکھنے کی چیزون مین ص محض سماع سے مگر نسب اور موت اور نکاح اور دخول ف یعنی وطی زوج
ساتھ زوجہ کے ص اور ولایت قاضی ف یعنی جب سنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکے قضا
کی شہادت درست ہے اگرچہ اوسنے بادشاہ کو قاضی بناتے نہ دیکھا ص اور اصل وقف نہ شرائط وقف مین ف اصل
وقف سے مراد یہ ہے کہ فلانا مکان وقف ہے فلانی جماعت پر اور شرط اس سے زیادہ جو اور باتین متعلق ہین اوس سے لیکن در مختار
مین ہے کہ بقول مختار شرائط وقف مین بھی شہادت سمعی جائز ہے اسی طرح مہر مین بھی ص مگر شرط اسکی یہ ہے کہ شاہد کو ان باتون
کی دو عادل شخصون نے یا ایک عادل مرد اور دو عورتون نے خبر دی ہو ف مگر در مختار مین ہے کہ موت مین شاہد کو اتنا ہی کافی ہے کہ ایک عادل
مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سنی ہو ص اور ضرور ہے کہ شاہد ان صورتون مین قاضی کے سامنے یہ نہ کہدے کہ مین شہادت دیتا ہون
بسبب سماع کے تو اگر یہ کہیگا تو باطل ہوجاویگی شہادت اوسکی ف در مختار مین ہے کہ بطلان شہادت اوسی صورت مین
ہے کہ شاہد یون کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ سنا ہمنے لوگون سے اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معائنہ نہین کیا ولیکن
وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جائز ہے سب امور مین تو گواہون کو چاہیے کہ شہادت مطلق دیوین ان مقدمات مین اگر
استفسار کی نوبت نہ پہونچے تو بہتر ہے اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ گواہی کسطرح دیتے ہو یا تمکو کہان سے معلوم
ہوا تو اوسکا جواب اسطور سے دیوین کہ ہمارے نزدیک یہ بات مشہور ہے اور سماع کا لفظ زبان پر نہ لاوین تا مشہود
کا حق ضائع ہووے ص ایک شخص نے زید کو دیکھا بیٹھے مجلس قضا مین کہ اوسکے پاس متخاصمین آمد و رفت کیا کرتے ہین
تو اوسکو گواہی دینا درست ہے زید کے قاضی ہونیکی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر مین
رہتے ہین اور اسمین اسطرح کھلا کھلا رہتے ہین جیسے جورو خاوند تو اوس شخص کو اس بات کی گواہی دینا درست ہے کہ عورت
زوجہ اوس مرد کی ہے یا ایک شخص نے کوئی چیز سوا غلام لونڈی کے زید کے قبضے مین اسطرح پر دیکھی جیسے مالکون کے تصرف مین

ہوتی ہے تو اوسکو شہادت دینا اس بات کی درست ہے کہ یہ چیز زید کی مملوک ہے **ف** اگرچہ اوسنے سبب ملک کا مشاہدہ نکیا ہو
بشرطیکہ شاہد کے دل مین علم و یقین ہو جاوے اس بات کا کہ یہ چیز زید کی ہے تو اگر ایک چیز بیش بہا کسی مفلس کے پاس دیکھی تو شہادت
بالملک درست نہوگی طحطاوی اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہے جو عاقل ہون یعنی اپنے دل کی بات کو بیان
کر سکتے ہون برابر ہے کہ بالغ ہون یا غیر بالغ تو اون مین صرف قبضے سے شہادت ملک جائز نہین البتہ اگر غلام لونڈی بہت ننھا
صغیر ہون کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کر سکتے ہون تو اونپر قبضہ سے شہادت بالملک دے سکتے ہین مانند سائر اشیا کے
ص جس شخص نے یہ گواہی دی کہ مین زید کے دفن کیوقت حاضر تھا یا مینے اوسپر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے
لیے مقبول ہوگی اسواسطے کہ مرتے وقت نہین دیکھتے ہین مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہونا دفن مین یا نماز جنازہ پڑھنا مثل
معائنہ موت کے ہے اور عادۃً اسمین التباس نہین ہوتا **مسائل الحاقیہ** جو شخص پردہ مین بیٹھا ہوا اور اوسنے پردہ کی آڑ مین
شاہد نے ایک کلام سنا تو اوسپر شاہد کو شہادت دینا درست نہین مگر دو صورتون مین پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہو جاوے
یہ بات کہ اس کوٹھری مین سوا مقر کے اور کوئی نہین ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ شاہد کوٹھری کے اندر گیا اور وہان صرف مقر کو دیکھا بعد اوسکے
باہر آنکر دروازے پر کوٹھری کے بیٹھ گیا اور اوس کوٹھری کی راہ سوا دروازے کے اور کسی طرف نہین ہے اب مقر نے کوٹھری
کے اندر کسی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اوسکی شہادت دینا درست ہے مگر اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کر دیگا تو شہادت اوسکی
مقبول نہوگی دوسری صورت یہ ہے کہ مقرہ عورت ہے شاہد نے اوسکا جثہ دیکھا اور اوسکی آواز سنی بعد اوسکے دو مردون نے شاہد
سے یہ کہا کہ یہ فلانی عورت بیٹی فلان بن فلان کی ہے تو بھی اوسکو شہادت اوسکے بیان پر درست ہے اور اگر شاہد نے اقرار کرتے وقت
اوس عورت کا جثہ نہ دیکھا تو اوسکو گواہی دینا اوسکے اقرار پر درست نہین اگرچہ دو گواہ اوس شاہد سے کہدین کہ مقرہ فلان بن فلان
کی بیٹی ہے اور جثہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر ایک عورت نے اپنا منہ کھول دیا گواہون کے سامنے اور یہ کہا کہ مین فلانی فلان
بن فلان کی بیٹی ہون مینے اپنے خاوند کو مہر معاف کر دیا تو اب گواہون کو بغیر دو مردون کے بیان کیے کہ یہ فلانی فلان بن فلان
کی بیٹی ہے اوسکے اقرار پر شہادت دینا درست ہے جبتک وہ عورت زندہ ہے کیونکہ ممکن ہے شاہدون کو کہ اوسکی طرف اشارہ کر دیوین اور
جب مر گئی تو اب اون گواہون کو احتیاج ہے دو عادلون کے گواہی کی اس بات پر کہ مقرہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہے شامی **مسئلہ**
مدعی نے اپنے وجہ ثبوت دعوی مین خط اقراری مدعی علیہ کا پیش کیا مدعی علیہ نے اوس سے انکار کیا اور قاضی نے اوس سے لکھوایا اور دونون
خط ماہرین کی نگاہ مین یکسان ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوے تو قاری الہدایہ کے فتوی کے موافق مدعی علیہ پر حکم مال مدعی کا کر دیا جاویگا
اگرچہ قاضی خان نے اسکے خلاف کو صحیح کہا ہے اور بہت فقہا نے اسکو رد کیا ہے اور در مختار مین قاضی خان کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے
لیکن اس صورت مین اتفاق ہے کہ اگر وہ خط مصدر مرسوم عرف کے موافق ہو تو مدعی علیہ کے انکار کی تصدیق نہوگی اور مال اوسپر
لازم کیا جاویگا اور اگر مدعی علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہے اور مال سے انکار کیا یا شہادت اس امر پر گذری اسطرح پر
کہ شاہدون نے معائنہ کیا ہو اوسکو لکھتے ہوئے مدعی علیہ کو یا مدعی علیہ نے لکھکر شہود کو سنا یا ہووے اور وہ تحریر مصدر
و معنون ہو تو حکم اوس مال کا مدعی علیہ پر کر دیا جاویگا اور اوسکے انکار کی طرف التفات نہوگا یہ خلاصہ ہے
تحقیق فقہاے متاخرین مثل قاری الہدایہ اور حموی اور ابن عابدین شامی اور طحطاوی کا فافہم واستقم

باب بیان مین اون لوگون کے جنکی گواہی مقبول ہی اور جن کی مقبول نہین

ان باب مین اسی کا ذکر ہو نہ اس بات کا کہ کن لوگون کی گواہی صحیح ہی اور کسکی صحیح نہین اسواسطے کہ فاسق کی شہادت قبول نکیجاویگی اور قاضی اگر حکم کرے اوسکی شہادت سے تو صحیح ہوجاویگا بخلاف غلام اور لڑکے اور زوجہ اور اولاد اور اصول کے کہ انکی شہادت صحیح نہین ہی لیکن خزانۃ المفتین مین ہی کہ جسوقت قاضی نے حکم کردیا ساتھ شہادت نابینا اور محدود فی القذف کے جب توبہ کرچکا ہو یا ساتھ شہادت احد الزوجین کے واسطے دوسرے کے یا ساتھ شہادت الدہ کے واسطے اپنے یا بالعکس تو نافذ ہوجاویگا اور قاضی ثانی کو اوسکا ابطال نہین پہونچتا اگرچہ قاضی ثانی اوسکے بطلان کا قائل ہووے **ش** صـ شہادت قبول کیجاویگی اہل ہوا کی سوا خطابیہ کے جاننا چاہیے کہ اہل ہوا وہ اہل قبلہ ہین کہ جنکا اعتقاد اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کے موافق نہین اور اصول انکے چھہ فرقے ہین جبریہ قدریہ روافض خوارج مشبہہ معطلہ اور ہر ایک مین بارہ فرقے ہین تو سب ملاکر بہتر فرقے ہوئے **ف** جیسا روایت ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقے فرقے ہو گی میری امت تہتر فرقے سب جاوینگے جہنم مین مگر ایک فرقہ پوچھا اصحاب نے کہ وہ کون سا فرقہ ہی یا رسول اللہ فرمایا آپ نے جس پر مین ہون اور میرے اصحاب ہین روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور احمد اور ابو داؤد کی روایت مین ہی کہ بہتر فرقے جہنم مین جاوینگے اور ایک فرقہ جنت مین اور وہ فرقہ سنت وجماعت کا ہی جبریہ کہتے ہین کہ بندہ مجبور محض ہی اور اوسکو کسی طرح کا اختیار نہین جیسے شجر حجر قدریہ کہتے ہین کہ بندہ اپنے افعال مین بالکل مختار اور اپنے کامون کا آپ خالق ہی اور نفی کرتے ہین قضا وقدر کی روافض اکثر صحابہ اور شیخین کی تکفیر کرتے ہین اور مبالغہ کرتے ہین مدح مین حضرت علی اور حسنین اور دیگر اہل بیت کے اونکی حد سے زیادہ خوارج تکفیر کرتے ہین حضرت عثمان اور علی کی اور دشمن ہین اہل بیت کے اور بعضے تکفیر کرتے ہین طلحہ اور زبیر اور معاویہ کی مشبہہ تشبیہ دیتے ہین اللہ تعالی کو ساتھ مخلوقات کے اور خالق مین صفات مخلوق کے ثابت کرتے ہین قہستانی نے عوض مشبہہ کے مرجیہ کو ذکر کیا ہی وہ فرقہ ہی جو کہتا ہی کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا معطلہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی بیکار محض ہی یعنی صفات سے اوسکو خالی سمجھتے ہین معاذ اللہ **ش** اور بعضے فقہا فرق کرتے ہین اون اہل ہوا مین جنکا اعتقاد کفر تک پہونچ گیا ہی اور جن کا اعتقاد کفر تک نہین پہونچا **ف** تو شہادت نہین قبول کرتے فرقہ اولی کی اور قبول کرتے ہین فرقہ ثانیہ کی **ص** اور امام شافعی کے نزدیک ان مین سے کسی کی شہادت مقبول نہین بسبب اونکے فسق کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ وہ اس اعتقاد کو باطل جانکر نہین اختیار کرتے بلکہ اوسی اعتقاد کو دینداری سمجھتے ہین دوسرے یہ کہ شہادت کے منافی کذب ہی اور کذب باتفاق ان سب فرقون کے حرام ہی اور خطابیہ ایک فرقہ ہی رافضیون مین سے اونکا اعتقاد یہ ہی کہ جو شخص اپنے دعوی پر قسم کھالیوے تو اوسکے واسطے شہادت درست ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اپنے گروہ کے لیے شہادت کو واجب سمجھتے ہین **ف** اگرچہ چھوٹی ہو چلپی حاشیہ شرح وقایہ مین ہی کہ خطابیہ بفتح خای معجمہ اور طا مشدد وہ ایک فرقہ ہی رافضیون مین سے منسوب طرف ابو الخطاب کے اور وہ ایک شخص تھا کوفہ مین قتل کیا اوسکو عیسی بن موسی نے اور سولی دی اوسکو کناسہ مین اسواسطے کہ اوسکا گمان یہ تھا کہ علی خدائے اکبر ہین اور جعفر صادق خدائے اصغر نعوذ باللہ منہ **ص**

اسی طرح قبول کیجاویگی شہادت ذمی کی ذمی پر اور مستامن پر اگرچہ دونونکی ملت مخالف ہو ایک دوسرے کے اور مستامن کی مستامن پر
اگر ایک ہی ولایت کے ہون **ف** شہادت ذمی کی مقبول ہی ہمارے نزدیک اور نزدیک امام مالک اور شافعی کے نہین مقبول ہی
اسواسطے کہ وہ فاسق ہی اور فرمایا اللہ تعالی نے وَالْكَافِرُونَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اسی واسطے شہادت ذمی کی مسلمان پر مقبول نہین
ہی بالاتفاق تو ہوگیا مثل مرتد کے کہ شہادت اوسکی نہ دوسرے مرتد پر مقبول ہی نہ مسلمان پر دلیل ہماری یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے جائز رکھی شہادت نصاری کی بعض کی اون مین سے بعض پر اخراج کیا اوسکا صاحب ہدایہ نے مگر یہ حدیث اس لفظ سے
نہین ملی ہان روایت کیا ابن ماجہ نے سنن مین آنحضرت علیہ السلام سے کہ جائز رکھی آپ نے شہادت ذمیون کی اوپر ذمیون کے اور فسق
اوسکا من حیث الاعتقاد غیر مانع ہی قبول شہادت سے اسواسطے کہ کذب اوسکے نزدیک بھی حرام ہی کیونکہ ممنوع ہی سب ملتون مین
انتہی مافی الہدایہ ملخصاً اور مستامن اگرچہ جدا جدا ولایت کے رہنے والے ہون جیسے ترک یا روم تو اونکی شہادت ایک دوسرے پر
مقبول ہوگی اسی طرح مستامن کی شہادت مسلمان پر اور ذمی پر بھی قبول نکیجاویگی اور کفر مین اختلاف دین کا اسواسطے
اعتبار نہوا کہ کفر سب قسم کے ایک ہی ملت مین داخل ہین **ص** اور قبول کی جاویگی شہادت اوس شخص کی جو بسبب دین کے
عداوت رکھتا ہو **ف** یعنی اگر دو مسلمانون مین عداوت دینی ہو تو شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول ہوگی اسواسطے کہ عداوت
دینی مین احتمال کذب کا نہین ہی برخلاف عداوت دنیاوی کے جسکا بیان آگے آویگا **ص** اور اوس مسلمان کی جو پرہیز
رکھتا ہو کبیرہ گناہون سے اور نہ اصرار کرتا ہو صغیرہ گناہون پر اور غالب ہو صواب اوسکا اوسکی خطا پر **ف** یہی معنی عدالت
کے ہین جیسا کہ اوپر گذرا **ص** جاننا چاہیے کہ علمانے کبائر کی تفسیر مین اختلاف کیا ہی بعض کہتے ہین کبائر سات ہین
ایک شرک کرنا ساتھ اللہ کے **ف** یعنی جو باتین مختص ہین اللہ تعالی کے ساتھ وہ غیر کے لیے ثابت کرنا مثلاً اسوا خدا کے
کسیکو قابل عبادت اور پرستش سمجھنا یا خدا کا سا علم محیط اور قدرت عام غیر کے لیے ثابت کرنا **ص** دوسرے بھاگنا کفار کے
مقابلہ سے جہاد مین تیسرے نافرمانی کرنا والدین کی چوتھے خون ناحق کرنا پانچوین طوفان جوڑنا مسلمان پر چھٹے زنا ساتوین
شراب پینا اور بعضون نے یتیم کا مال ناحق کھانا اور سود کھانا بھی بڑھایا ہی اور بیشک وارد ہوا احادیث مین بچو تم سات گناہون
سے ہلاک کرنے والے ہین شرک کرنا ساتھ اللہ کے سحر کرنا قتل کرنا اوس نفس کا جسکو حرام کیا اللہ نے مگر حق سے کھانا بیاج کا کھانا
یتیم کے مال کا ناحق پیٹھ موڑنا دن مقابلہ کے کفار سے تہمت زنا کرنا مسلمان عورتون پاکدامنون کو **ف** روایت کیا اوسکو
بخاری مسلم نے ابو ہریرہ سے **ص** اور فرمایا علیہ السلام نے کبائر شرک کرنا ہی ساتھ اللہ کے اور نافرمانی کرنا والدین کی اور خون
ناحق کرنا اور قسم جھوٹی عمداً کھانا **ف** روایت کیا اوسکو بخاری نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے اور انس کی روایت مین
جھوٹی گواہی ہی بدلے مین جھوٹی قسم کے متفق علیہ **ص** تو صحیح یہ ہی کہ یہ حدیثین نہین ہین واسطے بیان حصر کے تو کبیرہ وہ گناہ
ہی جسکو فاحشہ کہین جیسے لواطت یا باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا اوس باب مین کوئی نص قاطع وارد ہو عذاب کا دنیا
یا آخرت مین اور کہا امام حلوانی نے کہ کبیرہ وہ گناہ ہی جو شنیع ہو مسلمانون مین اور اوسمین ہتک حرمت الہی ہو یا ہتک
حرمت دین ہو تو عدالت مین جیسے پرہیز کرنا کبائر سے ضرور ہی اسی طرح یہ بھی چاہیے کہ صغیرہ پر اصرار نکرتا ہو اسواسطے کہ اصرار
کرنا یعنی بار بار کرنا صغیرہ کو کبیرہ ہی اور یہ جو کہا کہ غالب ہو صواب اوسکا خطا پر یعنی نیکیان اوسکی برائیون پر زیادہ ہون اسواسطے

کہ صرف صغیرہ سے آلودہ ہو نا عدالت کو ساقط نہین کرتا مین کہتا ہون کہ اسکے سوا اور ایک قید ضرور ہے وہ یہ ہے کہ نیچے
اون افعال سے جو دلالت کرتے ہین خسّت اور دناءت یعنی بیمروتی اور بے لحاظی پر جیسے راستہ مین کھانا کھانا یا راہ مین
پیشاب کرنا ص اور مقبول ہے شہادت اقلف کی یعنی جسکا ختنہ نہوا ہو مگر اوس صورت مین جب اوسنے دین کو ہلکا سمجھکر
ختنہ نکیا ہو ف یعنی جب بلا عذر ختنہ ترک کیا ہو تو اوسکی شہادت مقبول نہوگی در مختار ص اور خصی کی ف
یعنی جسکے خصیے نکالے گئے ہوں اسواسطے کہ اوسپر ظلم ہوا اور اوسکا کچھ قصور نہین ہے بلکہ بجبر اوسکا ایک عضو کاٹا گیا تو ایسا ہوا کہ جیسے
کسیکا جبراً ہاتھ کاٹا جاوے اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کہ حضرت عمر رضنے قبول کی شہادت علقمہ خصی کی ایسا ہی
ذکر کیا صاحب ہدایہ نے ص اور ولد الزنا کی ف اسواسطے کہ یہ اوسکے ماں باپ کا فسق ہے اوسکا اسمین اختیار نہین
اور امام مالک کے نزدیک ولد الزنا کی گواہی زنا مین مقبول نہین ص اور عمال سلطان کی ف عمال جمع عامل وہ لوگ ہین
جو بادشاہون کیطرف سے واسطے تحصیل حقوق واجبہ کے معین ہین جیسے جزیہ اور خراج اور عشر اور زکوٰۃ وصول کرنیکے لیے ص
بشرطیکہ معین نہون ظلم پر اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہین اور بعضون کے نزدیک جب عامل سلطانی وجیہ صاحب مروت
ہو کہ بیہودہ نبکے اپنے کلام مین تو شہادت اوسکی مقبول ہے اگرچہ فاسق ہو اسواسطے کہ مروی ہے ابی یوسف سے کہ فاسق جب
وجیہ ہو کہ جرات نہین کرتا ہو کذب پر تو شہادت اوسکی مقبول ہے ف اور اوپر اسکی تحقیق گذر چکی ص اور ایک
بھائی کی دوسرے بھائی کے لیے اور اپنے چچا کے لیے اور اپنے محرم رضاعی ف جیسے رضاعی ماں بہن باپ بھائی ص
اور سسرالی کے لیے ف مثلاً شہادت داماد کی واسطے خسر اور خوشدامن کے اور بالعکس درست ہے ص
اور نہین مقبول ہے گواہی اندھے کی اور ایک روایت مین امام صاحب سے ہے کہ گواہی اندھے کی اون چیزون مین جن مین
شہادت سمعی جائز ہے مقبول ہے اور یہی قول زفر کا ہے ف لیکن اس روایت پر فتوی نہین بلکہ صحیح یہی ہے کہ اندھے
کی گواہی مطلقاً درست نہین در مختار ص اور امام ابو یوسف اور شافعی رح کے نزدیک قبول کیجاویگی شہادت
اندھے کی اوس صورت مین جب انکھیارا ہو وقت اوٹھانے شہادت کے ف یعنی جسوقت یہ واقعہ ہوا تھا تو شہادت
دو کنارے ہین ایک شروع کا کنارہ ہے یعنی جسوقت سے آدمی گواہ ہوتا ہے اوسکو وقت تحمل شہادت کہتے ہین اور ایک
اخیر کا کنارہ یعنی جب شہادت بیان کردیتا ہے قاضی کے سامنے اوسکو وقت ادا شہادت کہتے ہین ص اور اگر ایک شخص وقت تحمل شہادت انکھوالا تھا اور ادا کے وقت
شہادت لیکن قبل ادا اسبات کے کہ قاضی قضا کرے اندھا ہو گیا تو قاضی کو پھر اوسکے شہادت کے ساتھ قضا درست نہین طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک
درست ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے ف شامی نے کہا کہ اور کتابون سے اس قول کی عدم اظہریت ثابت ہوتی ہے تو فتوی قول طرفین پر ہی ہوگا
ص اور نہین مقبول ہے شہادت غلام کی اور اوس شخص کی جسکو حد قذف پڑی ہو اگرچہ توبہ کر لیوے
ف اور شافعی رح کے نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہے دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالی کا وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً
اَبَدًا یعنی نہ قبول کرو اون لوگون کی جنھون نے تہمت زنا کی لگائی اور حد کھائی گواہی کبھی ص مگر اوس شخص کی
جسکو حد قذف حالت کفر مین پڑی ہو پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اب اوسکی گواہی مقبول ہے اور نہین ہے مقبول شہادت
اوس شخص کی جو دشمن ہو بسبب دنیا کے ف نہ اپنے دشمن پر اور نہ غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیاوی مطلقاً فسق ہے اور نا

تحقیق قبول یا عدم قبول شہادت [illegible]

کی گواہی کسی پر مقبول نہین یہی مضمون سمجھا جاتا ہی محیط اور واقعات اور ہدایہ اور بہت سی کتابون سے لیکن محققین
فقہا نے تصحیح کر دی ہی کہ مراد عداوت دنیاوی سے یہ نہین کہ جو کوئی کسی سبب سے جھگڑا وہ اوسکا دشمن ہو گیا بلکہ عداوت
دنیوی ایسی چاہیے جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور قافلے
والون کی جنکا اسباب لٹا رہزن غارت گر پر کذا فی العینی اور زاہدی نے لکھا ہی کہ روایت مقبول عنہ یہ ہی کہ قبول کیجاویگی شہادت
عدو دنیا کی اگر وہ عدل ہو یہی صحیح ہی اور اوسی پر اعتماد ہی چلپی لیکن یہ عبارت زاہدی کی عجیب ہی کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا
کہ عداوت رکھنا بسبب دنیا کے فسق ہی اور جب وہ موجب فسق ہوئی تو مرتکب اوسکا عدل کیسے رہیگا اس لحاظ سے
صحیح وہی ہی جو منقول ہوا بحر سے ص اور نہین مقبول ہی شہادت مرد کی اپنی اصل اور فرع اور زوجہ کے لیے البتہ انکی
اوپر درست ہی اور شہادت عدو کی بالعکس ف یعنی اپنے عدو پر درست نہین اور عدو کے لیے درست ہی اصل
جیسے باپ دادا ماں نانی نانا فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لیے
ناجائز ہی ویسے ہی شہادت زوجہ کی زوج کے لیے اور اصل اس باب مین وہ حدیث ہی جسکو بیان کیا صاحب ہدایہ نے کہ نہ قبول کیجاویگی
شہادت والد کی واسطے ولد کے اور نہ ولد کی واسطے والد کے اور نہ عورت کی واسطے خاوند اپنے کے اور نہ خاوند کی واسطے عورت
اپنی کے اور نہ غلام کی واسطے مولی اپنے کے اور نہ مولی کی واسطے غلام اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے کے اور نہ
نوکر کی واسطے آقا اپنے کے زیلعی نے تخریج مین کہا کہ یہ حدیث غریب ہی لیکن ذکر کیا ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت
کیا اوسکو خصاف نے یعنی ابوبکر رازی نے اپنی سند طویل سے حضرت عایشہ رضہ سے اور روایت کیا عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے
قول شریح قاضی کا مثل اسکے اشباہ والنظائر مین ہی کہ دو جگہ شہادت زوج کی زوجہ کی مضرت پر درست نہین ایک یہ کہ زوج
نے عیب زنا کا لگایا زوجہ سے پھر تین شاہدون کے ساتھ گواہی دی دوسری کہ زوج نے مع ایک شخص کے گواہی دی زوجہ کے
اقرار پر کہ مین غلام اسی شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا مدعی ہی ص اور نہین مقبول ہی گواہی مولی کی واسطے غلام اپنے
کے اور مکاتب اپنے کے شریک کی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت مین ف یعنی جس چیز مین شریک ہین دلیل ان مسئلون کی وہی حدیث
حضرت عایشہ رض اور اثر شریح کا ہی جسمین یہ مضمون ہی کہ نہین جائز ہی شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے اوس چیز مین جسمین
شرکت ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر مال شرکت مین شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہی ص اور اجیر کی واسطے
آقا اپنے کے ف اسکی دلیل بھی اوپر گذری مراد اجیر سے یہان وہ چیلہ خاص ہی جو اپنے اوستاد کا ضرر اپنا ضرر سمجھتا ہی اور اوسکا
نفع اپنا نفع سمجھتا ہی اس باب مین دوسری بھی حدیث آئی ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت
والے مرد اور خیانت والی عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کیواسطے
جائز رکھی روایت کیا اوسکو ابوداود نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور قانع سے اسی قسم کا چیلہ
اور شاگرد خاص مراد ہی اور بعضون کے نزدیک اجیر سے مراد اجیر خاص ہی یعنی نوکر جسکی تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر ہو اس سے
احتراز ہو گیا اجیر مشترک سے جیسے دھوبی خیاط لوہار بڑھئی نائی کہ انکی گواہی مستاجر کے لیے درست ہی اور شہادت اوستاد
کی اور مستاجر کی واسطے اجیر خاص اور شاگرد کی بھی درست ہی در مختار ص اور نہین مقبول ہی شہادت اوس مخنث کی

جونا لائق فعال کرتا ہے ف یعنی عورتون کا سا سنگار اور بناؤ کرتا ہے اور لواطت کراتا ہے جیسے زنانے اس ملک کے سنن ابو داود
مین ہے ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے
اون عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین ص لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی قادر نہین جماع پر اور نرمی اور
لچلچاپن ہو اوسکے اعضا مین تو اوسکی گواہی مقبول ہے ف اسواسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہے در مختار مین ہے کہ مخنث یعنی اول
بفتح نون ہے اور یعنی ثانی بکسر نون ص اور نہین مقبول ہے شہادت گانے بجانے والی عورت کی اور نہ ماتم اور نوحہ کرنیوالی
کی ف اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا حرام ہے تو اگر اوسکا گانا دفع وحشت کے لیے ہو تب بھی حرام ہے در مختار منع
کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو احمق آوازون سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اوسکو ترمذی نے
نوحہ کرنے والی سے مراد وہ عورت ہے جو اجرت لیکر جہان موت ہوتی ہے جا کر نوحہ کرتی ہے اور جو اپنے کسی عزیز کے مرجانے پر نوحہ کرے
تو گواہی مقبول ہے در مختار ص اور جسنے خمر ف مصنف نے خمر مین بھی قید مداومت کی لگائی لیکن در مختار مین
خلاف اسکے مرقوم ہے کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہو جاویگا اوسمین مداومت شرط نہین کیونکہ حرمت
خمر کی قطعی ہے در مختار بیان خمر کا کتاب الاشربہ مین انشاء اللہ تعالی آویگا ص یا اور شے کہ یا مسکر ہو پیے بطریق لہو کے مداومت کی ف
اسواسطے کہ جو شے مسکر نہین ہے اوسکی مداومت عدالت کو ساقط نہین کرتی بلکہ ادمان سکر موجب ہے سقوط عدالت کا اور ذکر کیا ہے فقہانے
کہ ادمان سے مراد وہ ادمان ہے جو نیت سے ہوتا ہے یعنی ایکدفعہ پیکر پھر نیت یہ رکھے کہ جب اوسکو پاویگا پی لیویگا کہا امام سرخسی
نے کہ شرط ہے اسکے ساتھ یہ بات کہ ظاہر ہو جاوے لوگون پر یا حالت نشہ مین نکلے اور لڑکے اوس سے مسخرہ پن کرین یہان تک کہ اگر
خمر پیا اوسنے پوشیدہ تو عدالت اوسکی ساقط نہوگی اور مذکور ہے حواشی مین کہ قید لہو واسطے غیر خمر کے ہے اور خمر مین کچھ اس قید کی حاجت
نہین مین کہتا ہون خمر مین بھی قید لہو کی ضرور ہے اسواسطے کہ پینا اوسکا واسطے دوا کے جب اطباء حاذقین یہ کہدین کہ اس مرض کا علاج
سوا خمر کے اور نہین ہے مختلف فیہ ہے بعضون کے نزدیک حرام ہے اور بعضون کے نزدیک نہین تو وہ مسقط عدالت نہوگا اسی طرح
ساقط ہو جاویگی عدالت اوس شخص کی جو بیٹھے شرابخوارون مین پینے والون کے ساتھ اور نہ مقبول ہوگی شہادت اوسکی اگرچہ خود
نہ پیے کذا فی الاصل فائدہ اگرچہ صاحب در مختار نے خمر مین باتباع صاحب بحر الرائق ادمان کو شرط نہین رکھا لیکن صحیح یہی ہے کہ خمر مین
بھی ادمان شرط ہے تا فعل اوسکا ظاہر ہووے ایسا ہی ظاہر ہے کافی اور قاضی خان اور ذخیرہ اور زیلعی اور عینی اور بنایہ سے
ص اور جو شخص کھیلتا ہے چڑیون سے ف جیسے کبوتر بازی مرغ بازی وغیرہ اور اگر کبوترون کو یون ہی پالے واسطے دفع
وحشت کے تو درست ہے مگر جب کہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا یا پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب حرام خوری کے در مختار ص یا
طنبور سے ف داخل ہین اسمین اور آلات لہو جیسے ڈھول سارنگی بربط وغیرہ ص یا گاتا ہے لوگون کو جمع کرکے اور
لیے اور جو اپنے لیے آپ گاوے واسطے دفع وحشت کے تو وہ ساقط نہین کرتا عدالت کو ف خصوصًا اوس صورت مین
جب وہ کلام وعظ اور نصیحت ہووے تو وہ اتفاقًا جائز ہے در مختار ص یا ارتکاب کرتا ہے کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب حد ہے ف جیسے زنا قتل قطع طریق
ص یا داخل ہوتا ہے حمام مین بغیر تہبند کے ف اسواسطے کہ کشف عورت حرام ہے ہدایہ ص یا سود کھاتا ہے
ف لیکن شرط کی ہے مبسوط مین کہ مشہور ہو سود خوار مین اسواسطے کہ آدمی بہت کم خلاص پاتا ہے بیوع فاسدہ سے

حال آنکہ وہ سب سو مین داخل ہین کذا فی الاصل **ص** یا چوسر اور شطرنج شرط بدکر کھیلتا ہو **ف** در مختار مین ہے کہ چوسر بلا شرط بھی کھیلنا
ساقط کرتا ہے عدالت کو لیکن شطرنج مین چونکہ اختلاف ہے اسلیے چھ چیزون مین سے ایک چیز بھی اگر اوسکے ساتھ پائی جاویگی تو مسقط
عدالت ہوگی فوت صلوۃ کثرت حلف لعب در راہ شب و شتم مداومت شرط **ص** یا اوس سے نماز فوت ہوجاوے **ف** ہدایہ
مین ہے کہ یا شرط بدکر کھیلے چوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحب ہدایہ نے لیکن بغیر شرط خالی کھیلنا شطرنج عدالت کو ساقط نہین کرتا
اسواسطے کہ اجتہاد کو اوسمین گنجایش ہے اور اس سے سمجھا گیا کہ چوسر مین شرط کا ہونا یا نماز کا قضا ہوجانا سقوط عدالت مین ضرور نہین
تو قید شرط کی اور نماز کی فوت کی چوسر مین جو مصنف سے واقع ہوئی اتفاقی ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ کھیلنا چوسر کا رد کرتا ہے شہادت
کو اوپر ہر حال کے خواہ شرط ہو یا نہو یا نماز فوت ہو یا نہو کذا فی الاصل **ص** یا پیشاب کرتا ہے رستہ مین یا کھاتا ہے راہ مین
ف داخل ہین اسمین وہ افعال سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب ہین جیسے راہ مین فقط پاجامہ پہنے ہوئے چلنا یا
لوگون کے روبرو پانون پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان پر نہ لے ادبی مین داخل ہے اور ایک لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ
دل لگی اور مذاق کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون رذیلون کی صحبت مین بیٹھنا اور بازار مین دل لگی اور شور و غل کرنا
فتح وطحطاوی **ص** یا علانیہ برا کہتا ہے اگلے دینداروں کو یعنی صحابہ کرام یا علماے مجتہدین رحمہم اللہ کو **ف** در مختار
مین ہے کہ سلف سے مراد تابعین ہین جیسے امام ابو حنیفہ رح اور قید سلف کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ صرف مسلمان کو برا کہنا
موجب فسق ہے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ برا کہنا مسلمان کو گناہ ہے اور قتل کرنا اوسکا کفر ہے روایت کیا اوسکو بخاری
اور مسلم نے عبداللہ بن مسعود رض سے **مسائل الحاقیہ** شہادت ایسے دوست کی دوسرے دوست کے لیے
جنمین انتہا درجہ کی دوستی ہو وے اسطرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال مین بلا تامل تصرف کرے جائز نہین گو وہ مدعی کے اگر مدعی علیہ
سے نہایت جھگڑتے پھرین اور خصومت کرین تو اونکی شہادت مقبول ہوگی اسلیے کہ وہ مدعی علیہ کے مخاصم ہوگئے انکی گواہی
مقبول نہین شہادت جعلسازوکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور کاتبین دستاویزات کی اور دلالون کی اور کسان کی
واسطے زمیندار کے اور رعایا اور توابع کی واسطے امیر کے اور گونگے کی اور لڑکون کی اپس کے کھیل کود مین اور بہت یاوہ گو
اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانیوالے کی اور تارک زکوۃ اور تارک حج یا تارک جمعہ یا جماعت یا بھوک سے
زیادہ کھاجانے والے کی اور تماشائیون کی اور ناچنے والون کی اور کفن بیچنے والے کی در مختار بمقتضی اوس تحقیق کے جو ہمنے
شہادت فاسق مین ذکر کی جو لوگ ان مین سے ایسے ہین کہ اون کی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہے درصورت وجود
شرائط مذکورہ سابق کے شہادت قبول کیجاویگی ایسے مواقع اور محال مین قاضی کو اختیار ہے کہ بلحاظ عرف اور موقع اور وضع
و روش شاہد کے عمل کرے **ص** دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی بنایا تھا تو اگر زید
مدعی ہے وصایت کا تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور اگر منکر ہے تو مقبول نہوگی جیسے میت کے دو دائنون یعنی قرضخواہون یا میت کے دو مدیونون
یعنی قرضداروں نے یا اون دو شخصون نے جنکے لیے میت نے کچھ مال کی وصیت کی ہے یا میت کے دو وصیون نے زید کی وصایت کی گواہی دی تو اگر زید اپنے وصی ہونے کا
مدعی ہے تو شہادت جائز ہو ورنہ جائز نہین اور اگر دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے جو غائب ہے زید کو وکیل بنایا تھا اپنے قرضہ وصول
کرنے کا اور زید سے دعوی کیا وکالت کا یا انکار کیا کسی صورت مین یہ گواہی مقبول نہوگی **ف**

بیان نہ سننے جرح مجرد کے

وجہ فرق کی اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہے **ص** اور مقبول نہوگی شہادت جرح مجرد پر یا اور جرح مجرد وہ ہے جسمین اظہار ہووے
فسق شاہد کا لیکن خالی ہو اثبات حق اللہ اور حق العبد سے **ف** یعنی ایسے فسق سے جرح ہووے کہ جو موجب نہو کسی حق کا
مثلاً حق العبد تاوان مال وغیرہ اور حق اللہ جیسے حد کا **ص** جیسے طعن کرنا شہود پر اسطرح سے کہ وہ فاسق ہین یا سود
خوار ہین یا مدعی نے انکو اجرت دیکر شہادت کے لیے مقرر کیا ہے صورت اس مسئلہ کی یون ہے کہ بعد تعدیل شہود مدعی کے
مدعی علیہ نے شہود قائم کیے اونکے جرح پر تو اگر وہ جرح مجرد ہوگا مقبول نہوگا اور اسطرح سے صورت ہمنے اسواسطے قرار دی کہ اگر
تعدیل شہود مدعی نہوئی ہو اور قبل اوسکے کوئی شخص قاضی کو خبر کر دیوے کہ شہود فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی اجرت
دیکر اون کو لایا ہے تو قبول ہوگا خاص کر اوس صورت مین جب دو شخص قاضی کو خبر دیوین کہ شہود مدعی فاسق ہین **ف** یعنی
مسموع نہونا جرح مجرد کا اوس صورت مین ہے کہ عدالت شہود مدعی گواہون سے ثابت ہوچکی ہو اور جو عدالت اون شہود
کی ثابت نہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی اون شہود پر مقبول ہے علی الخصوص دو شخص کا در مختار مین ہے کہ اسی پر اعتماد کیا
مصنف نے اور ثابت کیا اوسکو ملا خسرو نے لیکن ابن الکمال نے مسموع نہونا جرح مجرد کا عام رکھا ہے خواہ قبل ثبوت عدالت
شہود مدعی ہووے یا بعد ثبوت اوسکے اور بہت سے علما اوسطرف مائل ہووے ہین اور دفع کیا ہے اس تناقض کو طحطاوی نے
اپنے حاشیہ مین اور بیان ہمنے بوجہ خوف تطویل ترک کیا **ص** ہان مقبول ہونگے گواہ جرح مدعی علیہ کے اگر وہ گواہ گواہی
دین اس بات کی کہ مدعی نے اپنے شہود کے فاسق ہونے کا آپ اقرار کیا ہے یا گواہ مدعی کے غلام ہین یا محدود فی القذف ہین
یا ابھی شراب پیکے آئے ہین یا تہمت لگانے والے ہین زنا کی ایک شخص کو اور وہ شخص مدعی ہے یا مدعی کے شریک ہین یا اس اقرار
پر مدعی کے کہ مین ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہون واسطے گواہی کے یا مدعی ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہے
میرے مال مین سے جو نزدیک ہے مدعی کے یا میننے مدعی کے گواہون سے اتنے روپیہ پر صلح کی تھی کہ تم گواہی نہ دینا میرے اوپر اور وہ روپیہ مین اون
گواہون کو دے چکا ہون اور باوجود اسکے انھون نے شہادت دروغ دی **ف** یا یہ گواہ مدعی کا بیٹا ہے یا باپ ہے یا ان گواہون نے کسی کو عمداً مار ڈالا ہے **ص** کہ ان
سب صورتون مین شہادت شہود مدعی علیہ کی بابت جرح کے مقبول ہوگی سواسطے کہ امور مذکورہ موجب ہین یا حق شرع کی یا حکم عبد کو تو دخل ہوگا تحت
حکم قاضی کے تو قبول کیا جاویگا اور اگر ایک شاہد عادل تھا اور اوسنے مجلس شہادت مین بعد ادا کے شہادت کے کہا کہ بعض جگہ مین بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو
شہادت اوسکی قبول کیجاویگی جیسا کہ مدعی نے دعویٰ کیا دس کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ روپیہ کی پھر اوسی مجلس مین کہا کہ پانچ مین بھول گیا تھا بلکہ
دس روپیہ مدعی کے چاہیین یا مدعی خطا کا ہوا زیادت پر جیسا کہ مدعی نے دعویٰ کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی
دس روپیہ پر پھر کہا اوسی مجلس مین کہ خطا کی میننے اور کہا میننے دس عوض مین پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اوسکی
اور یہ قول قبول کیا جاویگا شخص عادل سے بشرطیکہ اوسی مجلس مین ہووے اگرچہ مقام شبہہ کا ہووے سو اسواسطے کہ مدعی نے جس وقت
دعویٰ کیا پانچ روپیہ کا تو نہین قبول کیجاتی ہے شہادت دس پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہے گواہ کو اور بعد مجلس بدل جانے کے
اگر مقام مقام شبہہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت مین تو نہین قبول کیجاویگی شہادت شاہد کی اسواسطے
کہ احتمال ہے مدعی کے بہکا دینے کا اور اگر مقام مقام شبہہ کا نہووے جیسا کہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہین کیا تو وہ دوسری
مجلس مین ... اوسکو بیان کر سکتا ہے **مسائل الحاقیہ** گواہی اسکی کہ زخمی زخم سے مرگیا اور ولی یا القبول

حکم قبول شہادت در صورت اختلاف در مقدار دعوی

اس گواہی سے کہ وہ زخم سے اچھا ہو کر مرا مقتول کے ورثہ نے گواہ قائم کیے زید پر کہ اوسنے مقتول کو زخمی کیا اور مار ڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجکو زید نے نہین مارا تو گواہ زید کے مقبول ہونگے گواہ اکراہ کے معتبر ہین گواہون سے رضا مندی کے اگر دونون کی تاریخین متحد ہون اور اگر تاریخین مختلف ہون یا تاریخ بیان نہ کرین تو گواہ رضا مندی کے معتبر سمجھے جاوینگے گواہی فساد عقد کی اولی ہے گواہی سے صحت عقد کی اور قول مدعی صحت عقد کا اولی ہے قول سے مدعی فساد کے قول بیع مقدم ہے قول رہن پر قول بیع وفا مقدم ہے قول بیع بات پر شہادت ناقصہ کو دوسرے شہود کامل کر سکتے ہین جیسے دو شاہدون نے شہادت دی اس بات کی کہ یہ مکان زید مدعی کا ہے اور دو اور شاہدون نے یہ پورا کر دیا کہ وہ قبضہ مین مدعی علیہ کے ہے یا دو شاہدون نے ملک کی گواہی دی شی محدود مین اور دو اور نے حدود اوسکے بیان کر دیے یا دو نے شہادت دی اسم اور نسب پر اور دو نے اوسکی تعیین کر دی اگر ایک شاہد نے اظہار دیا اور دو اور شاہدون نے کہا کہ ہمارا اظہار اوسکے موافق ہے تو نہین قبول کیا جاویگا یہانتک کہ ہر شاہد اپنا جدا جدا اظہار دیوے شہادت جب باطل ہو جاتی ہے بعض مین باطل ہو جاتی ہے کل مین مثال اوسکی یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونون کے حق مین مقبول نہوگی اور یہ قول محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے کہ شہادت بعض مین باقی رہے اور بعض مین باطل ہو وے از انجملہ یہ ہے کہ دو کافرون نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہین اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتین اس کی مذکور ہین اشباہ مین در مختار و طحطاوی سے

باب گواہی مین اختلاف ہونیکے بیان مین

ص شرط ہے موافقت شہادت اور دعوی مین اسیطرح درمیان مین دونون شاہدون کے لفظاً و معنی نزدیک امام صاحب کے **ف** تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونون شاہدون کے لفظ افادہ معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اوس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دیوے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہے **ص** اور صاحبین کے نزدیک صرف تطابق معنوی کافی ہے تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو امام صاحب کے نزدیک یہ شہادت بالکل مردود ہوگی **ف** اور اقل و اکثر کسیکا حکم نہوگا **ص** اور صاحبین کے نزدیک اقل پر قبول کیجاویگی **ف** یعنی صورت اولی مین ہزار کی اور صورت ثانی مین سو کی اور صورت ثالث مین ایک طلاق کے ثبوت کا حکم دیا جاویگا **ص** جب مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت بالاتفاق مردود ہوگی اسواسطے کہ مدعی خود تکذیب کرتا ہے دوسرے شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے دعوی سے **ص** اگر ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہوگی اگر مدعی ہزار اور ایک سو کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعوی کرتا ہو اسطرح پر کہ کہے کہ میرے مدعی علیہ پر نہین ہے مگر ہزار روپیہ یا سکوت کرے اون سو روپیہ زائد سے تو نہ قبول کیجاویگی شہادت اوس گواہ کی جو زائد بیان کرتا ہے البتہ اس صورت مین اگر مدعی یون توجیہ کر دیوے کہ اصل حق میرا ہزار اور ایک سو روپیہ تھا لیکن مین سو روپیہ وصول پا چکا ہون یا مینے ابرا کیا ہے سو روپیہ سے **ف** یعنی معاف کر دیے **ص** تو شہادت اوسکی مقبول ہو جاویگی

بسبب موافقت کے ف درمختار مین ہی کہ یہ حکم دین مین ہی اور دعوی عین مین جسقدر پر دونون شاہدون کا اتفاق ہوگا
دلایا جاویگا اور عقود یعنی بیع اور شرا مین مطلقاً اختلاف شہادت مانع ہی قبول سے خواہ دعوی اقل کا ہووے یا اکثر کا ہووے ص
اسی طرح اگر ایک شاہد نے گواہی دی ایک طلاق پر اور دوسرے نے ایک طلاق اور نصف طلاق پر یا ایک نے سو پر اور دوسرے نے
سو اور دس پر تو شہادت ایک طلاق پر اور سو پر مقبول ہوگی ف اسواسطے کہ ان مسائل مین دونون شاہد متفق ہین ہزار
اور ایک طلاق اور سو پر لفظاً و معنی ص اگر دونون شاہدون نے ہزار روپیہ کی گواہی دی اور ان دونون مین سے ایک نے کہا
کہ پانسو روپیہ مدعی علیہ مدعی کو ادا کر چکا ہی تو قبول کیجاویگی شہادت ان دونون کی ہزار روپیہ پر اور لازم کیے جاوینگے ہزار روپیہ مدعی علیہ
پر اور نہ التفات ہوگا اوس شاہد کے قول کیطرف پانسو روپیہ کا ادا کرنا بیان کرتا ہی اسواسطے کہ وہ متفرد ہی اس شہادت مین مگر جب
اوسکے ساتھ دوسرا شخص بھی شہادت اسکی دیوے اور نہیں گواہ کو یہ معلوم ہووے کہ مدعی اپنے دین مین سے کچھ وصول پا چکا ہی تو
نہ شہادت دیوے یہان تک کہ مدعی اوسکا اقرار کرے تا کہ مدعی علیہ کا ضرر نہووے جبکہ دو شاہدون نے گواہی دی مدعا علیہ پر کہ اوسنے زید کو دسوین تاریخ
ذیحجہ یعنی عید کے دن مکہ مین قتل کیا ہی اور گواہی دی دو شاہدون نے کہ اوسنے زید کو اوسی تاریخ کوفہ مین قتل کیا ہی اور دونون شہادتین قاضی کے پاس گذرین پس قبل حکم کرنے کے تو دونون
مردود ہوجاوینگی اسلیے کہ ایک ان مین سے جھوٹی ہی بالیقین اور کوئی دوسرے سے اولی نہین کہ اوسکا اعتبار کیا جاوے اور اگر قاضی ایک شہادت سے حکم دیچکا بعد اسکے
دوسری شہادت خلاف اوسکے گذری تو دوسری مقبول نہوگی کیونکہ شہادت اولی کو ترجیح ہوگئی ساتھ قضا قاضی کے تو
نہ توڑی جاویگی شہادت ثانیہ سے اگر دو گواہون نے زید پر شہادت دی کہ اوسنے ایک بیل چرا لیا لیکن اوسکے رنگ مین
اختلاف کیا تو شہادت مقبول ہوگی اور زید کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک گواہ نے شئی مسروقہ کو نر بتایا اور دوسرے نے مادہ تو شہادت
مقبول نہوگی یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین قطع ید کا حکم نہوگا اور بعضون نے
کہا ہی کہ اختلاف امام اور صاحبین کا اون دو رنگون مین ہی جو قریب قریب مشابہ ایک دوسرے کے ہین جیسے سیاہی اور
سرخی نہ بیچ سیاہی اور سپیدی کی اور کہا گیا ہی کہ اختلاف سب رنگون مین ہی ف اور یہی اصح ہی عنایہ ص
امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ سرقہ اکثر واقع ہوتا ہی شب مین اور گواہ اوسکو دور سے دیکھتے ہین تو اختلاف رنگ کا مانع نہوا
ف اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ بیل کا یا جو جانور ہووے ایک طرف کا دھڑ سیاہ ہوتا ہی اور دوسری طرف کا سپید تو جائز
ہی کہ ایک شاہد نے ایک طرف کا دھڑ دیکھا ہو اور دوسرے نے دوسری طرف کا ہدایہ ص اور ظاہر تر قول صاحبین
کا ہی ف جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ مدعی دعوی سرقہ ایک بیل کا کرے اور اوسکا رنگ بیان
نکرے اور جو اوسنے رنگ بیان کر دیا تو شہادت بالاجماع مقبول نہوگی اسواسطے کہ مدعی تکذیب کرتا ہی ایک شاہد کی
چاہیے ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ غلام خریدا ہی ہزار کو یا مکاتب کیا ہزار روپیہ پر اور دوسرے نے ہزار اور
سو بیان کیے تو شہادت دونون کی مردود ہوگی ف برابر ہی کہ مدعی اکثر کا ہووے یا اقل کا درمختار ص اگر
ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ مولی نے آزاد کیا اس غلام کو یا صلح کی قصاص سے یا گرو رکھا اس چیز کو یا خلع کیا عوض
مین ہزار روپیہ کے اور دوسرے نے ہزار اور سو روپیہ بیان کیے اور مدعی غلام ہی ف عتق کے دعوی مین ص
اور قاتل ہی ف صلح کے دعوی مین ص اور راہن ہی ف رہن کے دعوی مین ص اور عورت ہی

ف خلع کے دعوے مین ص تو شہادت مطلقاً باطل ہوگی ف خواہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یا اقل کا ص
اور اگر مدعی مولی ہے یا ولی مقتول ہے یا مرتہن ہے یا شوہر ہے تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا ف یعنی اگر شاہدین مختلف ہونگے
لفظاً تو نہ قبول کیجاویگی شہادت نزدیک امام ابو حنیفہ رح کے اور اگر متفق ہونگے تو اگر مدعی دعوی کرتا ہے اقل کا تو نہ مقبول ہوگی شہادت
اوس شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے اور اگر دعوی کرتا ہے تو شہادت اقل پر مقبول ہوجاویگی کذا فی الاصل ص اور اجارہ مین اگر قبل گذرنے
مدت کے اس قسم کا شاہدین مین اختلاف نہوا ف یعنی ایک شاہد نے مثلاً اجرت مکان کی سو روپیہ بیان کیے اور دوسرے نے
سو اور پچاس روپیہ ص تو حکم اوسکا مثل بیع کے ہوگا ف یعنی شہادت ہر طرح سے باطل ہوگی خواہ مدعی اکثر کا
دعوی کرتا ہو یا اقل کا ص اور اگر بعد مدت گذرنے کے یہ اختلاف ہوا تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا ف جسطرح
ابھی گذرا ص اور اگر نکاح مین اس قسم کا اختلاف ہوا یعنی ایک گواہ نے نکاح ہزار روپیہ پر بیان کیا اور دوسرے نے ہزار
اور پانسو پر تو اقل پر نکاح صحیح ہوجاویگا نزدیک امام صاحب کے ف مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر
کا در مختار ص اور صاحبین کے نزدیک شہادت رد کیجاویگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہے
جب مدعی زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہووے تو شہادت اتفاقاً مقبول ہوگی ف لیکن صحیح وہی قول ہے کہ ہر صورت مین
اختلاف ہے در مختار ص اور لازم ہے میراث کی گواہی مین شاہد کو جر میراث کرنا طرف مدعی کے یعنی یہ کہنا کہ مورث مرگیا
اور متروکہ کو اوسنے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا یا یون کہنا کہ مورث مدعی کا مرگیا اور تا دم موت یہ چیز اوسکے قبضے مین تھی یا ملک
مین تھی اور امام ابی یوسف کے نزدیک جر میراث ضرور نہین ف اور فتوی قول طرفین پر ہے اور جر میراث کے ساتھ دو باتین
اور ضرور ہین ایک یہ کہ سبب وراثت مدعی بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی سگا ہے یا سوتیلا یا چچا ہے دوسرے یہ کہ سوا اوسکے
اور کسی کو مین وارث میت کا نہین جانتا اور میت کا نام بیان کرنا شرط نہین در مختار ص تو اگر شاہد نے یہ کہدیا کہ یہ چیز
مدعی کے باپ کی تھی اوسکی عاریت یا امانت یا اجارہ مین دی تھی اوس شخص کو جو قابض ہے تو جائز ہوجاویگا بلا ذکر جر میراث کے اگر
دو شاہدون نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی اتنی مدت سے اور وقت دعوی کے وہ چیز اوسکے قبضے مین
نہین ہے تو اس شہادت سے ملک مدعی کی ثابت نہوگی ف اسواسطے کہ شہادت مجہول ہے کیونکہ گواہون نے یہ نہین بیان کیا کہ مدعی
کے قبضے مین بطور ملک تھی اور قبضہ جیسا کہ متنوع ہے بطریق ملک اور ودیعت اور ضمان تو متعذر ہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسف کے
شہادت مقبول ہوگی ص ہان اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی یا گواہون نے مدعی علیہ کے اس اقرار پر گواہی دی
تو شہادت صحیح ہوجاویگی اور ملک مدعی کی ثابت ہوجاویگی ف اسیطرح اگر گواہون نے یہ کہا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین بطور ملک تھی تب بھی صحیح ہوجاویگی در مختار

باب شہادۃ علی الشہادۃ کے بیان مین

شہادت علی الشہادۃ سب مقدمات مین سوا حدود اور قصاص کے مقبول ہے لیکن شرط اوسکے قبول ہونے کی یہ ہے کہ اصل
شہود کا حاضر ہونا متعذر ہو بسبب اونکے مرجانیکے یا بیماری کے یا بدت سفر پر ہونیکے ف یعنی اصلی گواہ اتنے فاصلے پر
ہوون قاضی سے کہ وہ تین دن تین رات کی راہ ہو جسطرح کہ کتاب الصلوۃ مین گذرا ص اور امام ابو یوسف کے نزدیک
صرف اتنا دور ہونا کافی ہے کہ اگر صبح کو شاہد اپنے گھر سے واسطے شہادت کے نکلے تو پھر رات کو گھر مین نہ رہ سکے ف در مختار

ہین ہے یہی کہ اسی مذہب پر فتوی ہی اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت سے علما نے اور منجملہ اعذار یہ بھی ہی کہ اصل شاہد عورت پردہ نشین ہووے یا سوا حاکم کے کسی اور کی قید مین ہووے ص اور یہ بھی شرط ہی کہ ہر گواہ اصل کے گواہی پر دو آدمی گواہ ہووین لیکن ضرور نہین کہ ہر گواہ اصل کے دو دو فرع الگ الگ ہووین ف مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ اصلی دو گواہون مین سے ہر ایک کی شہادت پر دو گواہ ہون تو اس کی ہمارے نزدیک دو صورتین ہو سکتی ہین مثلاً زید اور عمرو گواہ اصلی ہین اور خالد اور بکر گواہ فرعی تو پہلی صورت یہ ہی کہ خالد اور بکر دونون زید کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور عمرو کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور دوسری صورت یہ ہی کہ زید کی گواہی کے خالد اور بکر گواہ ہون اور عمرو کی گواہی کے قاسم اور سالم گواہ ہون ص اور امام شافعی کے نزدیک صورت ثانی چاہیے ف یعنی ہر گواہ کی شہادت پر جدا جدا دو گواہ ہون ص اور یہ صورت درست نہین ہی کہ اصلی شاہدون مین سے ایک ایک کی شہادت پر ایک ایک گواہ ہووے گواہ فرعی بنانیکا یہ طریقہ ہی کہ اصلی گواہ فرعی گواہون کے سامنے یہ کہے کہ تم گواہ رہو میری گواہی پر اس بات کی کہ فلانے نے اس امر کا اقرار کیا تھا اور فرعی گواہ وقت ادای شہادت کے یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون فلانے کی گواہی پر ساتھ اس بات کے ف یہ قول ابو جعفر کا ہی اور اسی پر فتوی دیا ہی امام سرخسی نے اور اصل مین دو عبارتین اور مذکور ہین مگر دونون طویل ہین ص اگر فرعی گواہ اصلی گواہون کی عدالت بیان کر دیوین تو صحیح ہوجاویگا جیسے ایک مقدمہ کے دو گواہون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی تعدیل کی تو صحیح ہی اور اگر فرعی گواہ اصلی گواہون کی عدالت بیان نہ کرین تو قاضی اونکی عدالت تحقیق کر لیوے ف یعنی قاضی اصلی گواہون کا حال دریافت کرے تو اگر اونکی عدالت ثابت ہووے تب فرعی گواہون کی شہادت قبول کرے ورنہ نہین یہ مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور امام محمد کا اس مین خلاف ہی مذکور ہی اصل مین اور ابو یوسف کا مذہب صحیح ہی ص باطل ہو جاتی ہی شہادت فرعی گواہون کی اگر اصلی گواہون نے شہادت سے انکار کیا ف چنانچہ اصول نے یون کہا کہ ہم گواہ نہین اس مقدمہ کے یا ہمنے اونکو گواہ نہین کیا یا ہمنے گواہ کیا لیکن غلط کہا ہمنے یا اصلی گواہ مجنون یا گونگے یا اندھے ہو گئے یا انھون نے منع کر دیا فرعی گواہون کو گواہی سے اور اگر اصلی گواہ وقت استفسار کے چپ ہو رہے یعنی نہ انکار کیا نہ اقرار تو شہادت فروع کی قبول ہوجاویگی درمختار ص زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہمکو بکر اور خالد نے گواہ کیا تھا اس بات پر کہ مسماۃ عمرہ بنت عمر قبیلہ مضر کی نے اقرار کیا تھا ہزار روپیہ کا واسطے فلان کے اور بکر اور خالد نے کہا تھا کہ ہم اوس عورت کو پہچانتے ہین بعد اسکے مدعی ایک عورت کو لایا اور اوسنے کہا کہ یہ وہی عورت ہی جسپر گواہی دی اور عمرو نے اوسپر زید اور عمرو نے یہ کہا کہ ہم نہین جانتے اس بات کو کہ یہ وہی عورت ہی یا اور کوئی تو مدعی کو حکم ہوگا کہ تو اس بات کے دو گواہ لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہی جس کا نام و نسب زید اور عمرو نے بیان کیا ہی ف اور اصل کتاب مین اس مسئلہ مین تفصیل کی ہی ص اسیطرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط لیجانے والے گواہ مدعی علیہ کو نہ پہچانتے ہون تو قاضی مکتوب الیہ مدعی سے کہے کہ لا دو گواہ اس امر پر کہ یہ شخص جسکو تو لایا ہی وہی مدعی علیہ ہی جسکو قاضی کاتب نے لکھا ہی اگر ان دونون صورتون مین گواہون نے مدعی علیہ کی نسبت حرف منفرد کے کر دی تو یہ جایز نہوگا جبتک

کہ اوسکی نسبت خاص چھوٹے دادا کیطرف بیان نکرتے یہ عرب مین ہے اور لیکن عجم مین تو اون لوگون نے اپنے انساب
ضائع کر دیے تو فقط ذکر بیٹے کا قائم مقام ہے اونکے دادا کے ذکر کرنے کے ف عجم کہتے ہین ماسوا عرب اور لوگون کو
ص جس شاہد نے اقرار کیا کہ مینے شہادت دروغ دی تو اوسکی شہرت کردیجائیگی اور نہین تعزیر دیا جاویگا ساتھ ضرب اور
حبس کے اسواسطے کہ شریح ف قاضی کوفہ تھے مقرر کیا تھا اونکو عمر بن خطاب نے ص جھوٹے گواہ کو مشہور
کرتے تھے اور تعزیر نہین دیتے تھے ف روایت کیا اوسکو محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین ص تو اگر وہ گواہ
بازاری ہوتا تھا تو اوسکو اوسکے بازار مین روانہ کرتے تھے ورنہ اوسکی قوم کیطرف جسوقت وہ لوگ جمع ہوتے تھے اور کہلا بھیجتے تھے
کہ شریح نے تمکو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ اس گواہ کو ہمنے شاہد زور پایا تو پرہیز کرو اوس سے اور آگاہ کردو لوگون کو اوسکے حال سے اور
صاحبین کے نزدیک اوسکو سزا ضرب اور حبس ہوگی ف اور تقدیر اوسکی رائے قاضی کیطرف مفوض ہے ہدایہ ص اور
یہی قول شافعی کا ہے دلیل اس بات کے کہ حضرت عمر رضہ نے مارے شاہد زور کو چالیس کوڑے اور سیاہ کیا منہ اوسکا
ف روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابن الہمام نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے
ص بعضون نے کہا ہے کہ مصنف نے مسئلہ شہادت زور کو خاص کیا ساتھ اقرار شاہد کے اسواسطے کہ شہادت زور گواہون
سے نہین ثابت ہو سکتی ہے بدون اقرار کے ف کیونکہ گواہون سے اگر ثابت ہو تو لازم آوے قبول شہادت نفی پر اور وہ
معتبر نہین ص مین کہتا ہون کبھی جھوٹا ہونا گواہ کا معلوم ہوجاتا ہے بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کے موت
کی یا اس امر کی کہ فلانے نے قتل کیا اوسکو پھر زید زندہ نکلا یا کسی شخص نے گواہی دی چاند دیکھنے کی پھر تیس دن اوسکے گذرے
اور آسمان مین کوئی آفت ابر وغیرہ کی نتھی اور چاند نظر نہ آیا اور مثل اس کے بہت سی صورتین ہین —

فصل گواہی سے رجوع کرنیکے بیان مین

گواہ اگر پھر جاوے اپنی گواہی سے قاضی کے روبرو تو البتہ اوسکا اعتبار ہوگا ف اگرچہ وہ قاضی دوسرا ہو یعنی وہ قاضی نہو
جسکے پاس پہلے گواہی دی تھی سو اگر رجوع کریگا غیر قاضی کے سامنے تو اوسکا اعتبار نہین ہے اسواسطے اگر مشہود علیہ نے دعوی کیا
رجوع شاہد کا غیر مجلس قضا مین تو یہ دعوی مسموع نہوگا بوجہ فاسد ہونے دعوے کے البتہ اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدون
نے اقرار رجوع کا کیا تھا نزدیک غیر قاضی کے تو مقبول ہوگا درمختار ص تو اگر قبل حکم کے پھرا ف یعنی ابھی تک
قاضی نے اوسکی شہادت سے حکم نہین کیا تھا کہ وہ اپنی گواہی سے پھر گیا ص تو ساقط ہوجاویگی شہادت اور ضمان تاوان
نہوگا اوسپر ف اسواسطے کہ وہ قبل حکم کے پھر گیا تو اوسکی شہادت سے کوئی چیز تلف نہین ہوئی نہ مدعی کی نہ مدعی علیہ
کی ہدایہ ص اور اگر بعد حکم قاضی کے پھرا تو حکم فسخ نہ کیا جاویگا بلکہ اوس شاہد کو تاوان دینا پڑیگا اوس چیز کا جو اوسکی
گواہی سے تلف ہوئی اگر مدعی وہ شی مدعی علیہ سے لے چکا ہے اور جو ابھی تک وہ شی مدعی نے مدعی علیہ سے نہین لی ہے تو تاوان
واجب نہوگا بلکہ مدعی رہیگا تاوان قبض مدعی پر برابر ہے کہ وہ شی مدعی دین ہو یا عین اور امام شافعی رح کے نزدیک تاوان نہوگا
شاہدون پر ف اور دلیل ہماری اور اونکی اصل مین مذکور ہے در مختار مین ہے کہ مذہب مفتی بہ یہ ہے کہ بعد حکم کے اگر شاہد
رجوع کریگا تو مطلقا تاوان اوس سے لیا جاویگا خواہ مدعی نے وہ شی متدعی مدعی علیہ سے لی ہو یا نہ لی ہو اسواسطے کہ جب حکم

فسخ نہین ہو سکتا تو خواہ مخواہ مدعی اوس حکم کی تعمیل کرا دیگا اور مدعی علیہ کو وہ شے ادا کرنی پڑیگی تو مدعی علیہ اپنا نقصان گواہون
سے بھر لیگا ص اگر ایک گواہ پھر گیا اور ایک باقی رہا تو نصف مال کا ضامن ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ باقی گواہون کا شمار
ہوتا ہے نہ پھرنے والون کا مثلاً تین گواہون نے گواہی دی اب ایک پھر گیا تو وہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ بقدر نصاب شہادت
ابھی باقی ہین اب البتہ اگر ایک اور پھر جاویگا تو دونون پر نصف مال کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہے اور اگر
ایک مرد اور دو عورتون نے گواہی دی بعد اوسکے ایک عورت پھر گئی تو چوتھائی مال کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر دونون
عورتین پھر گئین تو نصف مال کا ضمان دینگی اور اگر ایک مرد اور دس عورتون نے گواہی دی بعد اوسکے آٹھ عورتین پھر گئین تو انپر
ابھی ضمان کچھ نہ آویگا اسواسطے کہ بقدر نصاب باقی ہین البتہ اب اگر ایک اور پھر جاویگی تو اون نو عورتون پر چوتھائی مال کا ضمان
آویگا اسواسطے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہین کیونکہ ایک عورت کا پاؤ اور مرد کا آدھا باقی ہے تو سب ملا کر تین ربع ہوئے اور اگر صورت
مذکورہ مین سب پھر جاوین یعنی ایک مرد بھی اور دسون عورتین تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک چھٹا حصہ مال کا مرد پر ہے اور باقی دس
عورتون پر اور صاحبین کے نزدیک نصف مرد پر اور نصف دسون عورتون پر ف صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے
کہ ایک مرد نصف نصاب شہادت ہے اور عورتین اگرچہ کثیر ہین لیکن سب ملا کر قائم مقام ایک مرد کے ہونگی اور امام صاحب کہتے ہین
کہ دس عورتین قائم مقام پانچ مردون کے ہین اور ایک مرد ملا کر گویا چھہ مردون کی گواہی ہوئی اور اوسمین یہی حکم ہوگا کہ ایک مرد
پر چھٹا حصہ مال کا لازم آویگا ایسا ہی اسصورت مین هدایه ص اور اگر صورت مذکورہ مین دسون عورتین پھر جاوین اور تنہا
مرد باقی رہ جاوے تو نصف مال کی ضامن ہونگی اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہے بالاجماع یعنی باتفاق امام اور صاحبین کے
اور اگر دو مردون اور ایک عورت نے گواہی دی ایک مقدمہ مین بعد اوسکے دونون مرد پھر گئے اور عورت نہ پھری تو کل مال کا تاوان
اون دونون مردون پر لازم آویگا اسواسطے کہ ایک عورت باقی رہی اور اوس سے کچھ ثابت نہین ہوتا ف اسواسطے
کہ ایک عورت پورا گواہ نہین ہو سکتی بلکہ ایک ٹکڑا ہے شاہد کا تو نہ حکم مضاف ہوگا اوسکی طرف هدایه ص اگر دو شاہدون نے
گواہی دی نکاح پر عوض مین اتنے مہر کے کہ وہ مہر مثل سے اوس عورت کے مقدار مین کم ہے یا برابر بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن نہونگے
برابر ہے کہ مدعی عورت ہو یا شوہر البتہ اگر گواہی دی نکاح کی اوس مقدار مہر پر جو مہر مثل سے اوس عورت کے زیادہ ہے بعد اوسکے رجوع
کیا تو اگر مدعی علیہ شوہر ہوگا اور گواہون نے زوجہ کیطرف سے گواہی دی تھی تو جسقدر مہر مسمی زیادہ ہے مہر مثل سے اوسقدر شہود سے زوج پھیر لیگا
اور اگر مدعی زوج ہے اور اوسکی طرف سے گواہی دی تھی تو شہود پر کچھ ضمان نہین ف حاصل یہ ہے کہ یہان چھہ صورتین ہین اسطرح
کہ مہر مسمی یا مہر مثل سے کم ہوگا یا برابر یا زیادہ اور ہر صورت مین یا شہادت زوج کیطرف سے ہوگی یا زوجہ کیطرف سے تو ضمان زیادتی
صرف ایک صورت مین ہے وہ یہ کہ زوجہ مدعیہ ہو اور مہر مسمی یعنی جسکو شہود نے بیان کیا ہے مہر مثل سے زیادہ ہووے تو بقدر زیادتی
شہود سے ضمان لیکر زوج کو دلایا جاویگا اور باقی پانچ صورتون مین گواہون پر کچھ تاوان نہین ص
اور اگر دو گواہون نے شہادت دی بیع کی اور مدعی مشتری ہے بعد اوسکے رجوع کیا تو ثمن مسمی یا قیمت سے زیادہ ہے یا برابر
یا کم ہے تو اول دونون صورتون مین تاوان نہین اور تیسری صورت مین جسقدر بائع کا نقصان ہوا ہے قیمت سے اوتنا
گواہون سے تاوان دلایا جاویگا اور اگر بائع مدعی ہے تو اول صورت مین مشتری کو جتنا قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہے اوسکا

تاوان گواہون سے لیویگا اور دوسری اور تیسری صورت مین کچھ ضمان لازم نہ آویگا اگر دو شاہدون نے گواہی دی کہ
شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیا ہے قبل دخول کے اور خاوند پر ادا نصف مہر کا حکم ہوا بعد اوسکے اون دو گواہون نے اپنی گواہی
سے رجوع کیا تو نصف مہر کا تاوان اون سے لیا جاویگا اور اگر بعد دخول کے گواہون نے گواہی دی طلاق کی بعد اوسکے رجوع
کیا تو اون پر ضمان مہر لازم نہ آویگا اسواسطے کہ مہر یہان واجب ہوچکا ہے شوہر کے ذمہ پر دخول سے اور گواہون نے زوج کا
کچھ تلف نہین کیا مگر منافع وطی اور وہ غیر متقوم ہین شرع مین اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنے غلام کو آزاد
کردیا ہے بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن ہونگے گواہ اوس غلام کی قیمت کے **ف** اور ولا اوس غلام کی مولی ہی کو ملیگی شاہدون
کو **ص** اگر گواہون نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کرڈالا (اور قاضی نے حکم قصاص کا بھی کردیا) اور زید سے قصاص لیا گیا بعد اوسکے رجوع کیا گواہون نے
تو دیت زید کی لازم آویگی گواہون پر اور امام شافعی رح کے نزدیک وہ گواہ قتل کیے جاوینگے زید کے قصاص مین **ف**
دلیل ہماری اور شافعی کی ہدایہ مین مسطور ہے **ص** اگر بعد حکم کے فرعی گواہون نے رجوع کیا تو اون پر ضمان لازم آویگا اور اگر
اصلی گواہون نے رجوع کیا اور کہا کہ ہمنے فرعی گواہون کو گواہ نہین بنایا تھا یا گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہمنے تو اون پر ضمان
نہوگا نزدیک امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رح کے اور محمد رح کے نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہون سب نے رجوع
کیا بعد حکم کے تو ضمان صرف فرعی گواہون پر ہوگا اور محمد رح کے نزدیک مشہود علیہ کو اختیار ہے خواہ تاوان اپنے نقصان کا اصلی گواہون
سے لیوے یا فرعی گواہون سے اور اگر فرعی گواہون نے بعد حکم کے کہا کہ اصلی گواہ جھوٹ بولے تھے یا انھون نے غلطی کی تھی اس شہادت
مین تو اس قول کی طرف التفات نہوگا مزکی یعنی جو قاضی کو عدالت گواہون کی بتاتا ہے اگر اوسنے بعد حکم کے رجوع کیا تزکیہ سے
تو ضامن ہوگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک ضامن نہوگا **ف** لیکن اگر اوسنے یہ کہا کہ مینے تزکیہ خطا سے
کیا تھا تو امام صاحب کے نزدیک بھی ضامن نہوگا **ص** اگر چار گواہون نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی اور دو آدمیون نے
اوسکے محصن ہونے پر پھر وہ رجم کیا گیا بعد اوسکے احصان کے گواہون نے رجوع کیا تو وہ ضمان ندینگے
ف البتہ اگر زنا کے گواہ رجوع کرینگے تو ضامن ہونگے دیت کے **ص** اگر دو گواہون نے گواہی دی اس بات کی کہ
زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا اور دو اور گواہون نے یہ گواہی دی کہ وہ فلان امر پایا گیا اور قاضی
نے حکم کردیا اوس غلام کی آزادی کا بعد اوسکے سب گواہون نے رجوع کیا تو تاوان اون دونون گواہون پر لازم آویگا
جنھون نے یہ بیان کیا تھا کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا **ف** اور جو فقط پچھلے گواہون نے رجوع کیا تو اوسمین مشائخ کا اختلاف ہے

یعنی جنھون نے گواہی دی وجود شرط کی ۱۲

کتاب الوکالة

جائز ہے وکیل کردینا **ف** جواز وکالت کا ثابت ہے کلام اللہ اور حدیث سے لیکن کلام اللہ سو فرمایا اللہ تعالی نے فابعثوا
احدکم بورقکم هذه الی المدینة یعنی بھیجو ایک کو تم مین سے یہ چاندی دیکر طرف شہر کے آخر تک اور نقل کیا اس قصہ کو
اللہ تعالی نے اصحاب کہف سے بلا انکار کے اور نہین ظاہر ہوا نسخ اوسکا تو حجت ہوگا اور لیکن احادیث تو متعدد ہین از انجملہ
یہ ہے کہ روایت کیا ترمذی اور ابوداود نے حکیم بن حزام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا اونکو ایک دینار تاکہ خریدلاوین
واسطے حضرت کے قربانی تو حکیم نے اوس دینار کے بدلے مین ایک بکری خریدی اور بیچا اوسکو بدلے مین دو دینار کے پھر ایک دینار کے

۱ ف حاصل اوس مسئلہ کا یہ ہے کہ جب دو شاہد شہادت دین ایک یمین کی اور دو شاہد وجود شرط کی بعد اوسکے سب رجوع کرین تو ضمان شہود یمین پر ہوگا ۱۲ جلد ا بہ

عوض میں قربانی خریدی اور لائے قربانی اور ایک دینار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو دعا کی آپ نے کہ برکت ہو تجارت میں انکی اور روایت کیا مانند اسکے بخاری نے عروۃ بن ابی الجعد بارقی سے اور ازانجملہ وہ ہے کہ روایت کیا ابو داود نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ارادہ کیا میں نے روانگی کا طرف خیبر کے تو آیا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس اور سلام کر کے کہا میں نے کہ میں ارادہ رکھتا ہوں خیبر کو جانے کا تو فرمایا آپ نے جب ملے تو ہمارے وکیل سے تو لے لیجیو اوس سے پندرہ وسق کھجور کے تو اگر نشانی مانگے تجھسے تو رکھ لینا تو ہاتھ اپنا اوپر گلے کے اور ازانجملہ وہ ہے کہ روایت کیا مسلم نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترسٹھ جانوروں کی قربانی کی اور حکم فرمایا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو کہ باقی تم ذبح کرو اور ازانجملہ یہ ہے کہ وکیل کیا حضرت نے عمر بن ام سلمہ کو واسطے نکاح اپنے کے ام سلمہ اونکی ماں سے روایت کیا اوسکو نسائی نے سنن میں **ص** اور معنی توکیل کے یہ ہیں کہ سپرد کر دینا تصرف کا غیر کو لیکن شرط اوسکی یہ ہے کہ موکل خود تصرف کا مالک ہو **ف** یعنی حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہے لیکن امام صاحب کے نزدیک یہ ضرور نہیں کہ موکل نے جس تصرف کا مختار وکیل کو کیا ہو اوسی خاص تصرف کا موکل مالک ہو یہاں تک کہ مسلم کو وکیل کرنا ذمی کا واسطے بیع خمر کے درست ہے اونکے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل **ص** اور وکیل اوس معاملہ کو سمجھتا ہو اور اوسکا قصد وارادہ رکھتا ہو **ف** یعنی وکیل سمجھتا ہو اس بات کو کہ بیع دور کرنیوالی ہے ملک کو اور شرا کھینچنے والی ہے ملک کو اور غبن قلیل کو غبن فاحش سے ممتاز کرے اور قصد کرے عقد کا یعنی اگر ہنسی سے وہ عقد کریگا تو موکل کی طرف سے نہوگا کذا فی الاصل **ص** تو صحیح ہے وکیل کرنا حر عاقل بالغ کا یا عبد ماذون یا صبی ماذون کا حر عاقل بالغ کو یا عبد ماذون کو یا صبی ماذون کو اور اگر وکیل کیا حر عاقل بالغ یا عبد ماذون یا صبی ماذون نے ایک صبی عاقل کو جو غیر ماذون ہے یا ایک عبد غیر ماذون کو تو جائز ہوگا لیکن ان دونوں سے حقوق عقد متعلق نہونگے بلکہ انکے موکل سے متعلق ہو جاوینگے **ف** تو حاصل یہ ہے کہ ضرور یہ بات کہ موکل یا حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہو تو اگر مجنون یا صبی غیر عاقل ہے تو اوسکی توکیل مطلقاً صحیح نہیں اور اگر صبی عاقل ہے لیکن غیر ماذون ہے تو اوسکی توکیل تصرفات نافعہ محضہ میں جیسے قبول ہبہ قبول صدقہ وغیرہ میں درست ہے اور تصرفات ضارہ محضہ میں یعنی جن میں نرا ضرر ہے جیسے طلاق عتاق ہبہ صدقہ بالکل جائز نہیں اور جو تصرفات دائر ہیں نفع وضرر میں جیسے بیع وشرا اجارہ اونمیں اجازت ولی پر موقوف ہے اسی طرح صحیح نہیں ہے توکیل عبد غیر ماذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہے اگر اسلام لایا تو نافذ ہوگی اور اگر قتل کیا گیا یا دار الحرب میں جا مل گیا تو باطل ہوگی اور وکیل ضرور ہے کہ یا حر عاقل بالغ ہووے یا عبد ماذون یا صبی ماذون یا عبد محجور یا صبی محجور بشرطیکہ عاقل ہوں لیکن عبد محجور اور صبی غیر محجور نے اگر تصرف کیا موکل کی طرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبہ ثمن رد بالعیب وغیرہ رجوع کرینگے اصل موکل کی طرف یعنی وکیل سے ان حقوق کے بابت مواخذہ نہوگا بخلاف اور قسم کے وکیلوں کے کہ اون میں حقوق عقد متعلق ہوتے ہیں اصل عاقد سے جو خود وکیل ہے در مختار مع زیادۃ من شروحہ وحواشیہ **ص** جتنے معاملات موکل خود کر سکتا ہے اونمیں دوسرے کو وکیل بھی کر سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے وکیل کرنا سوال وجواب کے لیے مقدمات میں یعنی مدعی کو درست ہے کہ خصومت اور رفع مناقشہ کے لیے نزدیک حاکم کے جسکو چاہے وکیل کر دیوے اسی طرح مدعی علیہ کو بھی درست ہے جسکو چاہے وکیل کرے لیکن بعض مشایخ کہتے ہیں کہ وکیل کرنا خصومت کے لیے بغیر رضامندی طرف ثانی کے

باطل ہی امام ابوحنیفہ رحمہ کے نزدیک صحیح ہی صاحبین کے نزدیک اور بعض کہتے ہین کہ یہ اختلاف صحت مین نہین بلکہ یعنی صحیح سب کے نزدیک ہی بلکہ اختلاف لزوم وکالت مین ہی ف یعنی صاحبین کے نزدیک بغیر رضا خصم کے وکالت ایک فریق کی لازم ہو گیا یعنی کہ خصم کی نامنظوری سے وکالت رد نہین ہو سکتی اور امام صاحب کے نزدیک خصم کی نامنظوری سے رد ہو جاویگی ص اور ہدایہ مین اسی کو اختیار کیا ہی ف مین کہتا ہون کہ اب قول مفتی بہ یہ ہی کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضا دوسرے فریق کے درست ہی اور لازم ہی یعنی ہر ایک کو مدعی علیہ و مدعی مین سے پہونچتا ہی کہ جسکو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اوس شخص کے وکیل کرنے پر راضی نہو اور یہی مذہب ہی صاحبین اور بعض مشائخ کا اور اختیار کیا ہی اوسکو عتابی نے اور صحیح کہا اوسکو ہدایہ مین اور اسی پر فتوی دیا فقیہ ابو اللیث وغیرہ نے اور بعض فقہا نے اوسکو مفوض کیا ہی طرف رائے حاکم کے د مختار و وکالت بالخصومت کا جواز اثر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ثابت ہی روایت کیا بیہقی نے کہ حضرت علی رضہ وکیل کرتے تھے مقدمات مین عقیل رضہ کو اور جب وہ بوڑھے ہو گئے تو وکیل کرتے تھے عبد اللہ بن جعفر طیار رضہ کو ص ہان اگر موکل مریض ہو ایسا کہ مجلس قاضی تک آنا اوسکو ممکن نہو یا مدت سفر کی راہ پر ہو یا آتا ہو واسطے سفر کے یا موکلہ عورت پردہ نشین ہو تو بغیر رضا خصم کے توکیل لازم ہی اجماعا ف اور مفتی بہ یہ ہی کہ سب صورتون مین درست اور لازم ہی جیسا کہ معلوم ہوا ص وکیل کرنا درست ہی سب حقوق کے دینے اور لینے کے لیے مگر حدود اور قصاص کے لینے کے لیے وکیل کرنا درست نہین جب موکل غائب ہو ف اسی طرح دینے کے لیے کیونکہ حد اور قصاص وکیل پر قائم نہین ہو سکتی تو ضرور ہی اصل مجرم کا حاضر ہونا ص اسواسطے کہ احتمال ہی عفو کا قصاص مین ف یعنی احتمال ہی کہ اگر موکل حاضر ہوتا وقت استیفائے قصاص کے تو شاید قاتل کا قتل ہونا دیکھکر رحم کرتا اور عفو کرتا ص اور شبہہ ہی قاذف کی تصدیق کرنا مقذوف حد قذف مین ف یعنی اگر موکل جو مقذوف ہی حاضر ہوتا وقت قائم ہونے حد کے قاذف پر تو اوسکی تصدیق کرکے حد کو اوس سے ساقط کرتا ص یا مدعی مال کا دعوی کرتا اور سرقہ کا دعوی نکرتا ف حد سرقہ مین اور جائز ہی توکیل واسطے استیفا تعزیر کے مدعی علیہ سے مطلقا و ہی ص جن عقدون کو وکیل اپنی طرف نسبت کرتا ہی ف یعنی اون مین موکل کے ذکر کی حاجت نہین جیسے بیع شرا مین وکیل اتنا ہی کہتا ہی کہ مینے بیچا یا مینے خریدا کذا فی الاصل ص جیسے بیع اجارہ صلح اقرار سے تو اونکے حقوق وکیل ہی سے متعلق ہونگے تو وکیل ہی تسلیم کریگا مبیع کو طرف مشتری کے اگر بائع کا وکیل ہی یا قبضہ کریگا مبیع پر اگر مشتری کا وکیل ہی یا قبضہ کریگا ثمن پر اول صورت مین اور ثمن اوس سے مانگی جاویگی دوسری صورت مین اور اوس سے خصومت ہوگی بصورت عیب نکلنے کے مبیع مین اول صورت مین اور وہ خود خصومت کریگا بائع سے بصورت عیب نکلنے کے دوسری صورت مین اور خصومت کیا جاویگا شفعہ کے بابت اوس چیز کے جو اوسنے بیچی ہی جب تک وہ چیز اوسکے قبضے مین ہی اور جب موکل کو تسلیم کر دے تو اب رد نکرے عیب کے سبب سے نے اوسکے اذن سے اور اگر وکیل کی خریدی ہوئی چیز سوا بائع کے اور کسی کی نکلے تو وکیل ثمن موکل کو بائع سے پھیر سکتا ہی ف یہ ہمارا مذہب ہی اور نزدیک امام شافعی کے سب حقوق راجع ہوتے ہین طرف موکل کے لیکن جاننا چاہیے کہ حقوق دو قسم کے ہین ایک وہ حقوق جو وکیل کے ثابت ہوتے ہین دوسرون پر اور ایک وہ حقوق جو وکیل پر ثابت ہوتے ہین دوسرون کے تو پہلی قسم کے حقوق

یعنی جب بائع کا وکیل ہو ۱۲

جب مشتری کا وکیل ہو ۱۲

جب بائع کا وکیل ہو ۱۲

ع۱ اور اگر حاضر ہو تو وکیل کرنا درست ہی واسطے استیفائے حد اور قصاص کے نہ واسطے اثبات کے کیونکہ اثبات سے عاجز ہو سکتا ہے اور کسی سے نہیں ہو سکتا ۱۲ منہ مد ظلہ

ع۲ ان عقود کو اگر وکیل موکل کی طرف نسبت کریگا تو حقوق موکل ہی کی طرف راجع ہونگے ۱۲ درمختار

جیسے قبضہ کرنا مبیع پر اور طلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور خصومت کرنا عیب مین اور پھیر لینا ثمن کا در صورت استحقاق
مبیع یعنی مبیع کسی اور کی نکلنے کی صورت مین تو ان قسم کے حقوق مین وکیل کو اختیار ہوتا ہی لیکن او سپر انکی واجب
نہین یہان تک کہ اگر وہ باز رہے تو موکل ان افعال پر اوسکو جبر نہین کر سکتا اسواسطے کہ وہ متبرع ہی ان کامون مین تو
وکیل کر سکتا ہی موکل کو ان کامون کے لیے اور قریب ہی کہ آویگا کچھ بیان اوسکا کتاب المضاربۃ مین اور اگر وکیل مرجاوے
تو اختیار ان حقوق کا اوسکے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کیے تو وکیل کر دینگے اپنے مورث کے موکل کو اور امام شافعی
کے نزدیک موکل یہ کام کر سکتا ہی بغیر وکیل کے وکیل کیے ہوئے یا اوسکے وارثون کے وکیل کیے ہوئے یعنی گو کہ وکیل یا اوسکے وارث
پھر موکل کو وکیل نہ بناوین اپنی طرف سے واسطے تعمیل ان حقوق کے جب بھی موکل کر سکتا ہی اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم کرنا مبیع
کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا طرف بائع کے ان مین وکیل مدعی علیہ ہو جاتا ہی طرف ثانی کا تو مدعی کو پہونچتا ہی کہ انکی ادا
کے لیے اوسپر جبر کرے کذا فی الاصل ص اور جب وکیل خریدتا ہی اوسی وقت اوس شی مین ملک موکل کی ثابت ہوتی ہی تو وکیل
نے اگر اپنے قریب محرم کو خرید الو آزاد نہوگا ف اسواسطے کہ وکیل اوسکا مالک ہی نہین ہوا ص اور جو عقود ایسے ہین کہ وکیل
اونکو اپنے موکل کیطرف نسبت کرتا ہی جیسے نکاح اور خلع اور صلح انکار سے ف یعنی جب مدعی علیہ منکر ہووے اور پہلے
صلح وہ تھی کہ مدعی علیہ جو مقر تھا تو وہ بمنزلہ بیع اور شرکے تھی اسی سبب سے وکیل اوسکو اپنی طرف نسبت کر سکتا تھا برخلاف
اسکے ص اور قتل عمد سے اور عتق بمقابلہ مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور امانت رکھنا اور گرو رکھنا
اور قرض دینا تو ان کے حقوق بھی متعلق ہونگے موکل سے نہ وکیل سے تو وکیل شوہر سے مہر نہ طلب کیا جاویگا اور نہ وکیل زوجہ
تسلیم کرنا زوجہ کا لازم ہوگا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زید نے عمرو کے وکیل سے ایک چیز خریدی تو زید کو اختیار
ہی کہ باوصف طلب کرنے عمرو کے قیمت عمرو کو نہ دیوے اور جو دیدے تو درست ہی پھر وکیل اوس سے طلب کرے ف اسواسطے
کہ حق حقدار کو پہونچ گیا جاننا چاہیے کہ بعض مثالون مین دیکھنا چاہیے کہ وہ منسوب ہوتی ہین طرف وکیل کے یا موکل
کے لیکن بیع اور اجارہ تو شک نہین ہی کہ وہ مستغنی ہین موکل کے ذکر سے تو وہ بیشک قسم اول مین سے ہین اسیطرح
نکاح اور خلع موکل کے ذکر سے مستغنی نہین تو وہ قسم ثانی مین سے ہین لیکن صلح تو خواہ مدعی علیہ کے اقرار کی حالت مین ہووے
یا انکار کی حالت مین کچھ فرق نہین ہی دونون صورتون مین اضافت مین یعنی دونون قسمین اوسکی یکسان ہین مثلاً زید نے جب دعوی
کیا ایک گھر کا عمرو پر تو عمرو نے وکیل کیا ایک شخص کو اس بات کا کہ صلح کرلے زید سے بمقابلہ ایک سو روپیہ کے اور زید نے
اون روپیون پر صلح کی اور وکیل نے قبول کرلیا تو یہ صلح تمام ہو جاویگی برابر ہی کہ عمرو استحقاق زید کا مقر ہو یا منکر اسواسطے
کہ اگر عمرو مقر ہی تو یہ صلح مثل بیع کے ہی تو حقوق اوسکے راجع ہونگے طرف وکیل کے جیسے بیع مین تو بدل صلح کا تسلیم کرنا
وکیل پر لازم آویگا اور اگر عمرو منکر ہی تو وہ عوض ہی قسم کا حق مین مدعی علیہ کے یعنی مدعی علیہ نے سو روپیہ دیکر حلف سے
اپنے تئین چھوڑا یا تو وکیل سفیر محض ہی تو نہ راجع ہونگے حقوق اور اسکی طرف واللہ اعلم کذا فی الاصل مسائلہ
ملحقہ وکیل کرنا قرض لینے کے لیے درست نہین البتہ اگر کسی سے قرض مانگا پھر ایک شخص کو وکیل کیا اوسکے قبضہ کے لیے تو درست ہی

باب خرید و فروخت کے لیے وکیل کرنے کے بیان مین

ص اگر ایک شخص نے حکم کیا دوسرے کو کچھ دراہم دیکر کہ طعام خرید لا تو اگر دراہم کثیر دیے ہیں ف مثلاً دس درہم یا زیادہ ص تو مراد طعام سے گیہون ہونگے ف یعنی ہر ملک کے عرف پر تو عرب میں طعام کا عرف بیع و شرا میں گیہون پر ہوتا ہے تو وہی مراد ہونگے ص اور اگر دراہم قلیل دیے ہیں ف جیسے تین درہم یا کم ص تو مراد اوس سے روٹی ہوگی اور اگر دراہم بیچ بیچ متوسط دیے ہیں یعنی نہ قلیل نہ کثیر ف جیسے تین اور دس کے بیچ میں چنانچہ چار یا پانچ وغیرہ ص تو آٹا مراد ہوگا ف وجہ ان مسائل کی یہ ہے کہ جب موکل نے دراہم کثیر دیے تو معلوم ہوا کہ غرض اوسکی ایسے طعام سے ہے جسکا رکھ چھوڑنا ایک مدت طویلہ تک ہو سکے اور آٹا مدت طویلہ تک نہیں رہ سکتا اور روٹی بالکل رہ نہیں سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد اوسکی گیہون ہیں اور جب قلیل دراہم دیے تو معلوم ہوا کہ ایسی چیز مراد ہے جو بالفعل کہائی جاوے وہ روٹی ہے اور جب متوسط دراہم دیے تو مراد آٹا ہوگا کیونکہ وہ متوسط ہے درمیان میں روٹی اور گیہون کے باقی رہنے میں ص اور جو موکل نے دعوت ولیمہ کی ہو چند لوگون کی تو مراد روٹی ہوگی ہر حال میں ف کیونکہ لوگ اوسکے یہان بیٹھے ہوئے ہیں منتظر کہانیکے اور یہ قرینہ ہوا اس بات کا کہ مراد اوسکی طعام سے ایسی چیز ہے جس سے درست کارروائی ہو سکے ص اور توکیل نہیں صحیح ہے اوس چیز کی خریدنے کے لیے جسکی جنس میں جہالت فاحشہ ہووے جیسے غلام اور گھر اور کپڑا اور جانور اگرچہ قیمت اوسکی بیان کر دیوے ف جاننا چاہیے کہ جو دو چیزین ایسی ہیں کہ اونکی حقیقت اور اونسے غرض ایک ہے تو وہ ایک جنس میں داخل ہیں جیسے بکرا بکری قربانی کے حق میں اور اگر اونکی حقیقت اور غرض مختلف ہو تو وہ چیزین علیحدہ علیحدہ جنس ہیں جیسے مرد و عورت کہ ہر ایک کی حقیقت جدا اور ہر ایک سے غرض مختلف ہے اور جہالت فاحشہ جنس کی یہ ہے کہ وہ جنس ایسی ہو کہ اوسکے نیچے انواع ہوویں جیسے بردہ اوس میں غلام اور لونڈی دونون داخل ہیں اور وہ دونون الگ الگ جنس ہیں بنی آدم میں کیونکہ ہر ایک کے مقاصد اور اغراض مختلف ہیں مثلاً غلام سے خدمت اور بیرونی کام کاج مقصود ہیں اور لونڈی سے وطی اور اندرونی کام مقصود ہیں بلکہ ہر ایک میں بھی اغراض پھر مختلف ہیں جیسے غلام ترکی میں حسن مقصود ہوتا ہے اور غلام ہندی میں خدمت اسی طرح ثوب یعنی کپڑا اور جانور دونون مجہول ہیں بجہالت فاحشہ تو ان چیزون کی خرید کرنے کے لیے وکیل کرنا درست نہیں ہے اگرچہ قیمت بیان کر دی جاوے جب تک اوسکی نوع بیان نہ کرے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص البتہ اگر جانور کی نوع بیان کر دیوے جیسے گدہا یا گھر کی قیمت اور محلہ بیان کر دیوے تو درست ہے ف اسی طرح اگر گھوڑا کہدیا یا خچر تو توکیل درست ہوجاویگی اور اگر موکل نے ثمن بھی بیان کر دی تو بہتر ہے ورنہ وکیل جسطرح کا گھوڑا یا گدہا خرید لاویگا موکل کو لینا پڑیگا ص اسی طرح اگر جانور کی جنس خاص معلوم ہووے اور اوسکی صفت معلوم نہووے تب بھی توکیل درست ہے جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے خریدنے گائے یا بکری کے اگرچہ اوسکی صفت بیان نہ کی کہ دبلی ہووے یا موٹی یا جنس ایک وجہ سے معلوم ہووے اور دوسری وجہ سے مجہول جیسے غلام جب اوسکا نوع یعنی ترکی یا ہندی یا ثمن اوسکی اسطرح پر کہ اوس سے نوع معلوم ہوجاوے بیان کرے تو درست ہے مسئلہ زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اس بات کا کہ فلان غلام معین تو مجھے خرید دے اوس ہزار روپیہ کے بدلے میں جو میرے تیرے اوپر ہیں تو صحیح ہوجاویگی یہ توکیل تو اگر وہ غلام وکیل کے پاس قبل موکل کے حوالہ کرنیکے تلف ہوگیا تو موکل کا مال تلف ہوگا اور اگر زید نے یہ کہا عمرو سے کہ تو ایک غلام مجھے خرید دے ف یعنی غلام کو معین نہ کیا ص اوس ہزار کے بدلے میں جو میرے تیرے اوپر آتے ہیں اور عمرو وہ غلام خرید

اور قبل اوسکے کہ زید کو وہ غلام حوالے کرے عمرو کے پاس ہلاک ہوگیا تو وہ عمرو ہی کے مال سے ہلاک ہوگا البتہ اگر وہ غلام
زید نے حوالے کیا جاوے تو زید کا ہوجاویگا ف یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کا اسمین اختلاف ہی مذکور ہی اصل مین
اور ہدایہ مین ف اگر ایک شخص نے ایک غلام سے کہا کہ تو اپنے تئین خرید کرلے میرے لیے اپنے مولی سے اور غلام نے
مالک سے کہا بیچ تو مجکو میرے ہاتھہ فلانے کے لیے اور مولی نے بیچا تو وہ غلام اوس شخص کا ہوجاویگا جسنے حکم کیا تھا ف
اسواسطے کہ غلام غیر کا وکیل اپنی ذات کے خریدنے کے لیے ہوسکتا ہی ص اور جو غلام نے مالک سے اتنا ہی کہا کہ بیچ تو
مجکو میرے ہاتھہ اور فلانے کے لیے نہ کہا تو آزاد ہوجاویگا ف اور ثمن اوس غلام پر لازم آویگی ص اور جو ایک
غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجکو خرید لے میرے مولی سے بدلے ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اوس شخص
کو دیدیے تو اگر وہ شخص مولی سے یہ کہے گا کہ مین اوس غلام کو اوسی کے لیے خریدتا ہون اور مولی نے بیچ کی آزاد ہوجاویگا
وہ غلام اور اگر یہ نہ کہیگا کہ مین اوسکو اوسی کے لیے خریدتا ہون تو وہ مشتری کا غلام ہوجاویگا اور ثمن کے روپے اوس شخص
پر لازم آوینگے اور وہ جو ہزار غلام نے اوسکو دیے تھے وہ مولی کے ہونگے ف اسواسطے کہ وہ کمائی اوسکے غلام
کی ہی تو اوسی کی ملک ہوگی اور مشتری سوا اوسکے اور ہزار روپے اپنے پاس سے بابت ثمن کے دیگا ص اگر زید نے عمرو کو
حکم کیا کہ میرے لیے ایک غلام خرید دے بعد اسکے عمرو نے کہا کہ مینے غلام تیرے لیے خریدا تھا وہ میرے پاس آکر مرگیا
اور زید یہ کہتا ہی کہ وہ غلام تو نے اپنے لیے خریدا تھا تو اسصورت مین اگر زید عمرو کو دام دیچکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے
مقبول ہوگا ورنہ قول زید کا وکیل نے جب موکل کے لیے ایک شی خرید دی تو وہ اپنے موکل سے دام اوسکے
لے سکتا ہی گو ابھی تک وکیل نے بائع کو ثمن نہ دی ہو اور وکیل کو پہونچتا ہی کہ وہ شی موکل کو نہ دیوے جب تک اوس
دام وصول نکرلے اگرچہ اوسنے دام بائع کو ابھی نہ دیے ہون تو اگر وہ شی ہلاک ہوگئی وکیل پاس قبل اوسکے روک
رکھنے کے واسطے وصول ثمن کے تو موکل کے مال مین سے ہلاک ہوگی ف یعنی موکل پر اوسکی ثمن لازم آویگی
ص اور ثمن اوسکی ساقط نہوگی اور اگر وکیل نے اوسکو روک رکھا تھا موکل سے واسطے وصول کرنے ثمن کے اور وہ
شی ہلاک ہوئی تو ثمن ساقط ہوجاویگی موکل کے ذمے سے ف یعنی موکل کو وہ ثمن جو وکیل نے اپنے بائع سے
ٹھہرائی تھی نہ دینا پڑیگی اور اسمین زفر اور ابو یوسف کا خلاف ہی مذکور ہی اصل کتاب اور ہدایہ مین ص وکیل کو یہ نہین پہونچتا
کہ موکل نے جس چیز معین کے خریدنے کے لیے کہا ہو اوسکو اپنے لیے خریدے ف تو وہ شی موکل ہی کی سمجھی جاوے گی
گو وہ عقد کو اپنے طرف منسوب کرے اسطرحپر کہ تخصیص کردے اپنے نفس کی مثلاً کہدے گواہ رہو کہ اس چیز کو مین
اپنے لیے خریدتا ہون یا نیت کرے اپنے لیے کفایہ ص تو جب کسینے وکیل کیا دوسرے کو واسطے خریدنے ایک شی غیر معین
کے تو اگر وکیل نے موکل کے حکم کے خلاف نہین کیا تو وہ چیز موکل ہی کی ہوجاویگی اور اگر خلاف کیا تو وکیل کی ہوجاویگی خلاف
کرنیکی یہ صورتین ہین کہ موکل نے ثمن کو خاص کردیا تھا ایک قسم سے مثلاً کہا تھا کہ روپیون سے یا اشرفیون کے عوض مین
خرید کرنا اور وکیل نے دوسری قسم کے عوض مین خریدا یا موکل نے ثمن مطلق کہا تھا اور وکیل نے سوا دراہم دنانیر کے اور
کسی شی کے بدلے مین خریدا تو یہ بھی مخالفت ہوگی اسواسطے کہ مطلق ثمن سے عرف مین مراد نقود یعنی دراہم ودنانیر روپیہ

اشرفی ہوتے ہین یا سوا وکیل کے اور کسی شخص کے خریدا وکیل کے حکم سے اوسکی غیبت مین تو اگر اوسکی موجودگی مین خریدیگا تو مخالفت
نہوگی کیونکہ رائے اوسکی خرید مین شامل ہوگئی اور مقصود موکل کا یہی تھا اور اگر وکیل کیا واسطے خریدنے ایک شی غیر معین کے
اور وکیل نے اوسکو خریدا تو وہ شی وکیل ہی کی سمجھی جاویگی الا جب وکیل عقد کو مضاف کرے اپنے موکل کے مال کیطرف مثلاً یون
کہے کہ خریدا مینے اس چیز کو بیچ لین اس ہزار روپیہ سے اور وہ روپے مملوک ہین موکل کے یا عقد کو مضاف نکرے اوسکے مال کیطرف
لیکن نیت کرے موکل کے لیے خریدنیکی اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو کہ ایک گیہون کا خریدے بطور عقد سلم کے
ف خریدنے کی قید اسواسطے لگائی کہ بیچنے مین بطریق سلم کے توکیل درست نہین اور وجہ اوسکی اصل کتاب مین مذکور ہے ص
یا بیع صرف کرے تو اگر وکیل جدا ہوجاویگا قبل قبضہ کے تو وہ عقد باطل ہوجاویگا اور موکل کی جدائی کا اعتبار نہین اگر مشتری نے
خریدتے وقت بائع سے یہ کہا کہ بیچ تو یہ چیز میرے ہاتھ واسطے زید کے اور اوسنے بیچی بعد اوسکے مشتری نے انکار کیا اس بات کا
کہ زید نے مجھے اس چیز کے خریدنے کا حکم کیا تھا تو یہ انکار اوسکا ممنوع نہوگا کیونکہ خریدتے وقت اقرار کرچکا ہے زید کے یہ خریدیگا تو اگر
زید نے تصدیق کی مشتری کی کہ مینے اوسکو حکم نہین کیا تھا خریدنے کا اسصورت مین زید جبراً اوس چیز کو نہین لے سکتا ہاں اگر مشتری خود دیدے
زید کو تو بیع بالتعاطی ہوجاویگی زید نے عمرو کو حکم کیا کہ سیر بھر گوشت ایک روپیہ کا لادے عمرو نے روپیہ سیر والا گوشت ایک
روپیہ کا دو سیر خریدا تو امام صاحب کے نزدیک زید کو آدھ آنے کا سیر بھر لینا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک زید کو کل گوشت لینا
پڑیگا ف اور فتوی امام کے قول پر ہے ص اگر وکیل سے کہے کہ فلانے دو غلام میرے واسطے خرید اور قیمت نہ بیان کی
پس وکیل ایک غلام اون دونون مین سے اوسکے لیے خریدے تو صحیح ہے اگر اون دونون کو ہزار روپیہ مین خریدے اور
اور دونون کی قیمت برابر ہووے پھر ایک کو وکیل پان سو یا کم کو خرید کرے تو بھی صحیح ہے اور اگر پانسو سے زیادہ خریدے تو نہین
صحیح ہے ہان اگر موکل سے جھگڑنے کے پہلے دوسرا غلام کو پانسو سے اتنے کم کو خریدے جتنے پہلے مین زیادہ دیے ہین
تو صحیح ہے کیونکہ مقصود دونون غلامون کا ہزار روپیہ مین آنا تھا اور وہ حاصل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک اگر پانسو سے
اتنے دام زیادہ دیے ہین جتنے کی کمی بیشی معاملون مین ہوا کرتی ہے اور باقی اتنے روپے ہین کہ اونسے دوسرا غلام خرید سکتا ہے تو موکل
کی طرف سے صحیح ہوگا اگر موکل نے وکیل کو ہزار روپے دیے اور کہا کہ اسکی ایک لونڈی خرید دے اوسنے جب خریدی تو کہا کہ مینے
ہزار روپے کو خریدی اور موکل کہتا ہے کہ تو نے پانسو کو خریدی تو قول وکیل کا معتبر ہوگا اگر وہ لونڈی بازار مین ہزار کی ہوگی اور اگر
ہزار کی نہوگی تو قول موکل کا معتبر ہوگا اور وہ لونڈی وکیل کو لینا پڑیگی اور جو موکل نے ہزار روپے وکیل کو دیے نہین تھے تو اگر
اوس لونڈی کی قیمت بازار کی پانسو یا زیادہ لیکن ہزار سے کم ہے تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار کی ہے تو دونون حلف کرینگے
جب دونون نے حلف کیا تو بیع فسخ کیے لونڈی وکیل ہی کے اوپر پڑ لینگے اور ان صورتون مین قول جسکا معتبر ہوگا تو بالقسم کے معتبر ہوگا
یعنی اوپر جہان جہان لکھا ہے کہ قول اوسکا معتبر ہوگا مراد اوس سے یہ ہے کہ بلا حلف معتبر ہوگا ور مختار مین ہے کہ ایسا ہی کہا ابن الکمال
اور ملا خسرو نے درر مین تبعا لصدر الشریعۃ یعنی مصنف شرح وقایہ کے اتباع سے لیکن جزم کیا دالی نے کہ یہ تحریف
ہے اور مخالف ہے عقل ونقل کے اور صواب یہی ہے کہ حلف سے معتبر ہوگا شامی ص اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خریدنیکا
یعنی یہ کہا کہ یہ غلام خرید کر اور ثمن اوسکی بیان نکی تب عمرو نے اوسکو خریدا اور کہا کہ مینے اوسکو ہزار روپیہ کو خریدا ہے اور زید [illegible]

کہ نہین بلکہ پانسو کو خریدا ہی تو دونون سے حلف لیا جاویگا اگرچہ بائع وکیل ہی کی تصدیق کرے پھر اگر دونون حلف کرینگے
تو لونڈی وکیل ہی پر پڑیگی اور بعضے فقہا یہ کہتے ہین یعنی وکیل و موکل کہ اگر بائع نے تصدیق کی وکیل کی تو اوس صورت مین دونون سے حلف نلیجاویگی
بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہو جاویگا لیکن ظاہر یہ ہی کہ دونون سے حلف لیا جاویگا اور یہی قول ہی امام ابی منصور ماتریدی کا
ف طحطاوی مین ہی کہ عدم تحالف کو صحیح کہا ہی قاضی خان نے تبعاً للفقیہ ابی جعفر یعنی فقیہ ابو جعفر کی متابعت سے
تو تصحیح مین اختلاف ہی انتہی اسعد تحقین قاضی کو مناسب ہی کہ دونون روایت یعنی تحالف پر عمل کرے اور اگر اکتفا کریگا قسم پر وکیل کی تو بھی درست ہی واللہ اعلم

فصل بیان مین ان لوگون کے جنسے وکیل خرید و فروخت کا معاملہ نکرے

وکیل بیع و شرا ایسے شخص سے معاملہ نکرے کہ جسکے واسطے گواہی اوسکی مقبول نہین ہوتی ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے
نزدیک درست ہی اگر قیمت بازاری سے بیع و شرا کرے مگر اپنے غلام او مکاتب سے درست نہین اور صحیح ہی وکیل کی بیع کم اور بیش
قیمت سے اور بیچے مین اسباب کے اور اودھار اور کل اسباب مین سے آدھے کی بیع اور ان سب مسائل مین صاحبین کا اختلاف ہی
اور اگر وکیل بالبیع نے مشتری کی کوئی چیز عوض مین ثمن کے گرو کرلی یا اوس سے ضمانت لے لی بعد اوسکے وہ شی گرو مین تلف ہو گئی یا وکیل
پاس یا ضامن سے مال وصول نہوا اس طرح کہ ضامن مفلس ہو کر مرگیا او مکفول عنہ بھی مفلس گیا یا غائب ہو گیا اور اوسکا پتہ
معلوم نہین اور یہی صورت ہی کہ معاملہ ایسے قاضی کے پاس گیا جو قائل ہی اس بات کا کہ اصیل بری ہو جاتا ہی کفالت کفیل سے
اور کفیل مفلس ہو کر مرگیا جیسا کہ یہی مذہب مالک کا ہی مسا لہ وکیل بالشرا کو ضرور ہی کہ برابر قیمت اور بالیت پر چیز مول لیوے خواہ اوس
دام پر کہ جو نرخ کرنے والون کی قیمت مین آجاتے ہین **ف** یعنی کئی نرخ کرنے والون سے جاوسکی قیمت پوچھی جاوے تو وکیل کی ثمن
اون مین سے کسی کے قول کے برابر ہو جاوے یہ نہو کہ سب کے اقوال سے زیادہ ہے **ص** اگر ایک کے خریدنے کا وکیل کیا اور اوسنے وہ
چیز آدھی خریدی تو خرید یہ موقوف ہوگی باقی کے خریدنے پر اگر باقی بھی خرید لیا تو موکل پر پڑیگی ورنہ نہین اگر وکیل نے ایک
شی کو بیچا پھر مشتری نے بسبب عیب کے وہ شی وکیل پر پھیر دی اور وہ عیب ایسا ہی کہ تاریخ بیع سے ادھر پیدا نہین ہو سکتا
بلکہ قدیمی معلوم ہوتا ہی جیسے ایک انگلی زائد نکلی تو وکیل اسکو اپنے موکل پر رد کردے برابر ہی کہ رد مشتری کا وکیل پر گواہ سے
ہوا ہو یا اقرار یا نکول سے اور اگر وہ عیب ایسا ہی کہ مثل اوسکے اس مدت مین پیدا ہو سکتا ہی تو اگر وکیل پر مشتری نے
گواہون سے یا نکول سے ثابت کرکے رد کیا ہی تو وہ موکل پر پھیر دیوے اور اگر اقرار سے وکیل کے رد کیا ہی تو وکیل
موکل پر نہ پھیر سکے گا اگر وکیل نے اودھار بیچا اور موکل نے کہا کہ مینے تجکو نقد بیچنے کا حکم کیا تھا تو قول موکل کا مقبول ہوگا
ف قسم سے **ص** اور اگر مضارب اور رب المال مین یہ اختلاف ہوا تو قول مضارب کا مقبول ہوگا **ف**
قسم سے ذکر مضاربت کا آگے آویگا انشاء اللہ تعالی **ص** اگر کوئی دو شخصون کو وکیل کرے تو ضرور ہی کہ اوس تصرف
مین کہ جسمین وکیل ہوئے ہین دونون ملکر ایک ساتھ کرین مگر جو وکیل بالخصوصت **ف** یعنی حاکم کے نزدیک مقدمہ لڑانے
کے وکیل **ص** ہون یا امانت کے پھیرنے مین یا قرض ادا کرنے مین یا بغیر عوض طلاق دینے مین اور آزاد کرنے مین
وکیل ہون تو ہر ایک بغیر دوسرے کے وکالت کرسکتا ہی اگر غلام یا مکاتب اپنے لڑکے صغیر کے مال کی یا کافر ذمی اپنے
[illegible]

ع جیسے باپ بیٹا و ماں باپ و زن و شوہر و مکاتب

بیان مضارب و توکیل دو وکیل

صغیر فرزند کے مال میں اور کافر کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال میں جو صغیر سن ہو ولایت نہیں واللہ اعلم ف وکیل کسی کو وکیل نہیں کر سکتا اوس امر میں جسمیں وکیل ہوا ہے الا اوس صورت میں کہ موکل نے اوسکو اذن دیا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اپنی رائے کے موافق عمل کرنا هدایہ

باب وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض کے بیان میں

وکیل بالخصومت کو یہ پہونچتا ہے کہ مدعی علیہ سے مال وصول کرے اور اوسپر قبضہ کر لیوے نزدیک تینون اصحاب ہمارے کے یعنی امام اعظم رحمہ اور محمد اور ابو یوسف رحمہم کے برخلاف زفر رحمہ کے جیسے جو وکیل تقاضا کرنے کے لیے ہے اوسکو پہونچتا ہے کہ مال لے لیوے ظاہر الروایت میں اور اب فتوی اس زمانے میں اسپر ہے کہ یہ دونون وکیل قبض مال کے مالک نہین ہین بسبب خائن ہو جانے وکیلون کے اور جو وکیل قرض کے وصول کرنیکا ہے اوسکو خصومت کا اختیار ہے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک نہیں ف اور فتوی امام کے قول پر ہے البتہ وکیل صلح یا وکیل ملازمت خصومت کا مختار نہیں ص نہ اوس وکیل کو جو ایک شی معین کے لینے کے لیے وکیل ہے ف یعنی اوسکو بالاتفاق اختیار خصومت نہیں ہے ص تو اگر کسی نے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے لینے ایک غلام معین کے زید سے تو جب وکیل نے طلب کیا اوسکو زید سے تو زید نے یہ جواب دیا کہ موکل تیرا اوس غلام کو بیچ چکا ہے میرے ہاتھ تو یہ مقدمہ ملتوی رہیگا جب تک کہ موکل حاضر نہووے ف اور جب تک وہ غلام زید کے پاس رہیگا ص اوران گواہون کی گواہی سے بیع ثابت نہو گی تو جب موکل حاضر ہو ویگا اوسکے سامنے پھر گواہون سے دوبارہ گواہی لیجاویگی بیع کی اسی طرح یہ مسائل ہین کہ ایک شخص آیا اور اوسنے کہا کہ مین زید کا وکیل ہون واسطے لیجانے اوسکی زوجہ کے یا اوسکے غلام کے تو زوجہ نے گواہ قائم کیے زید کے طلاق پر اور غلام نے اوسکے آزاد کر دینے پر تو ان گواہون کی گواہی سے ابھی حکم طلاق یا آزادی کا ندیا جاویگا بلکہ مقدمہ ملتوی رکھا جاویگا یہان تک کہ زید حاضر ہووے تو جب زید آویگا پھر گواہی دوبارہ لیجاویگی مسئلہ اگر وکیل بالخصومت اپنے موکل کیطرف سے کسی بات کا اقرار کرے قاضی کے سامنے تو یہ اقرار موکل پر نافذ ہوگا اور اگر قاضی کے سوا اور کسی کے سامنے اقرار کرے تو یہ اقرار صحیح نہوگا اگر مکفول لہ وکیل کرے کفیل کو واسطے لینے مکفول بہ کے مکفول عنہ سے تو یہ کفالت جائز نہو گی اگر ایک شخص نے آن کر کہا کہ مین وکیل ہون زید کا جو غائب ہے اوسکا قرض وصول کرنیکے لیے اور زید کے قرضدار نے اوسکی تصدیق کی تو قرضدار کو حکم ہوگا کہ وہ قرض حوالہ کرے اوس شخص کے پھر اگر زید آیا اور اوسنے اوس شخص کی جسنے اپنے تئین وکیل کہا تھا تکذیب کی تو قرضدار کو پھر قرض زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے پاس باقی ہے پھیر لیگا اور اگر باقی نہو تو کچھ نہ پاویگا الا اوس صورت میں کہ جب وکیل مال لیتے وقت ضامن ہو گیا ہو اس بات کا کہ اگر زید آنکر میری وکالت کا انکار کرے گا تو مین ضامن ہون اس مال کا یا قرضدار نے مال اوسکو صرف اوسکے کہنے سے دیدیا ہووے اور اوسکی وکالت کی تصدیق نکی ہووے اور اگر ایک شخص نے آنکر کہا کہ مین زید کیطرف سے اوسکی امانت پر قبضہ کرنیکا وکیل ہون اور مودع یعنی جسکے پاس ودیعت ہے اوسنے اوس شخص کی وکالت کی تصدیق کی تو مودع کو امانت حوالے کر دینے کا حکم نہوگا اور اگر کوئی یون کہے کہ مالک امانت مر گیا اور اوسکا وارث مین ہون اور وہ امانت میرے لیے میراث چھوڑ کر مر گیا اور تصدیق کرے اوسکی وہ شخص جسکے پاس امانت ہے تو اوسکو حکم ہوگا کہ امانت اوس شخص کے سپرد کرے اور اگر کسی نے کہا مودع سے کہ مینے امانت کو خرید لیا ہے مالک امانت سے اور مودع نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو حکم دینے کا نہوگا زید نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دین وصول کرنیکے لیے بکر سے جب عمرو نے دین زید کا طلب کیا بکر

تو بکر نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ زید دین وصول پا چکا ہی اور گواہ نہین ہین میرے پاس تو بکر کو حکم ہوگا کہ وہ دین عمرو کو ادا کرے
تو جب زید حاضر ہووے اور انکار کرے دین وصول پا چکنے کا تو اوس سے بکر قسم لے لیوے اور وکیل کو قسم نہ دلائی جاویگی اس بات پر کہ
مین نہین جانتا کہ موکل میرا اس دین کو وصول پا چکا ہی اگر مشتری نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ بائع سے خصومت کرے
اوس عیب کے بابت جو مبیع مین نکلا ہی اور مبیع واپس کر دے بعد اوسکے مشتری غائب ہو گیا اب وکیل نے چاہا کہ مبیع
کو بائع پر رد کرے تو بائع نے یہ کہا کہ مشتری خریدنے کے وقت اس عیب پر رضامند ہو گیا تھا تو وکیل مبیع کو نہین پھیر سکتا
یہان تک کہ مشتری قسم کھاوے کہ مین راضی نہین ہوا تھا اس عیب پر اور صاحبین کے نزدیک وکیل مبیع کو پھیر سکتا ہی اور
بعضون نے کہا ہی کہ صحیح تر نزدیک ابو یوسف کے یہ ہی کہ دونون مسئلون مین یعنی مسئلہ دین جو پہلے گذرا اور اس
مسئلہ مین تاخیر چاہیے یہان تک کہ حلف کر لیوے دائن یا مشتری اگر زید نے عمرو کو دس روپیہ دیے کہ اسکو میرے اہل و عیال پر خرچ
کرنا اور عمرو نے دس روپے اپنے پاس سے لیکر اونپر خرچ کیے تو وہ دس روپے جو زید نے دیے تھے عمرو کے ہو جاوینگے اور بعضون نے کہا ہی
کہ یہ استحسان ہی اور قیاس یہ کہہ چاہتا ہی کہ عمرو نے جو روپیہ اپنے پاس سے صرف کیے ہین وہ تبرع ہو جاوین وجہ استحسان کی یہ ہی
کہ وکیل خرچ کرنیکا ایسے شخص وکیل بالشرا کے ہی اور حکم وکیل الشرا کا یہ ہی جو اوسکے کہ ثمن اپنے پاس سے دیوے موکل سے لے سکتا ہی اسیطرح یہان بھی حکم ہوگا واللہ اعلم

باب وکیل کے معزول کرنیکے بیان مین

موکل کو پہونچتا ہی کہ جب چاہے وکیل کو معزول کر دیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہی کہ وکیل کو اوسکا علم ہو جاوے
ف تو جبتک وکیل کو علم اپنے عزل کا حاصل نہووے یعنی اوسکو ایک شخص عادل یا دو مستور الحال خبر عزل کی نہ سناوین تو جتنے
تصرفات قبل اوسکے کریگا موکل پر لازم ہونگے ہدایہ **ص** اور باطل ہو جاتی ہی وکالت وکیل یا موکل کے مر جانے سے یا
سال بھر مجنون رہنے سے **ف** اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مہینے بھر اگر جنون رہا وکیل یا موکل کو تو وکالت اوسکی
باطل ہو جاویگی اور ایک روایت مین ایک دن رات منقول ہی اور وہ جو متن مین ذکر کیا قول محمد کا ہی اور اسی مین احتیاط
ہی لیکن در مختار مین ہی کہ فتوی ایک مہینے کی مقدار پر ہی اور اسی کو صحیح کہا قہستانی ودباقلانی نے **ص** یا مرتد ہو کر دار الحرب مین
چلے جانے سے اور اگر موکل مکاتب تھا اور وہ ادا کرنے کتابت سے عاجز ہو گیا یا دو شریکون نے ملکر ایک شخص کو وکیل کیا تھا
اور وہ دونون شریک جدا ہو گئے یا عبد ماذون نے وکیل کیا تھا پھر مالک نے اوسکو منع کر دیا تصرفات سے تو ان سب صورتون
مین بھی وکالت وکیل کی باطل ہو جاویگی اگرچہ وکیل کو ان حالون کی خبر نہو اگر موکل نے جس کام کے لیے وکیل کو وکیل کیا تھا
وہ کام آپ کر لیا تب بھی وکالت باطل ہو گی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنیکے لیے پھر موکل نے اوسکو خود آزاد کر دیا یا وکیل
کیا اسکو ایک عورت سے نکاح کرنیکا پھر موکل نے خود اوس سے نکاح کر لیا اور جدائی کر دیا اوسکو تو بھی وکیل کو یہ نہین پہونچتا
کہ پھر اوسکا نکاح موکل سے کر دیوے **ف** اسواسطے کہ حاجت موکل کی پوری ہو چکی البتہ اگر وکیل نے اوس سے
نکاح کر لیا اور نکاح کرکے اوسسے جدائی کر دیا تو اب اوسکو پہونچتا ہی کہ موکل سے نکاح اوسکا کر دیوے ہدایہ

کتاب الدعوی

دعوی کہتے ہین خبر دینے کو ساتھ ایک حق کے اپنے لیے غیر پر **ف** اس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہین بلکہ تعریف

جامع ومانع وہ ہی جو صاحب درمختار نے بیان کی ہی کہ دعوی ایک قول مقبول ہی نزدیک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہی ویسے
طلب ایک حق کا غیر سے یا دفع کرنا خصم کا اپنی ذات سے تو اسمین دفع دعوی تعرض داخل ہوگیا
صورت اسکی یون ہی کہ مدعی قاضی سے یہ کہے کہ فلانا تعرض بیجا کرتا ہی مجھہ سے ناحق اور مین چاہتا ہون کہ وہ دفع کرے
تعرض کو تو قاضی اس دعوی کو سن سکتا ہی اور منع کریگا قاضی مدعی علیہ کو اس تعرض مدعی سے ناحق تو جب تک مدعی علیہ کے
پاس کوئی حجت نہوگی باز رہیگا تعرض سے پہر جب پاویگا کوئی حجت تعرض کریگا بخلاف دعوی قطع نزاع کے کہ وہ مسموع
نہین صورت اوسکی یون ہی کہ ایک شخص آئے قاضی پاس اور کہے کہ حکم کر تو فلانے کو اس بات کا کہ اگر کوئی دعوی رکھتا ہی میرے
اوپر تو کرے اوسکو ورنہ روبرو گواہون کے بری کردے مجھے سب دعاوی سے تو قاضی مدعی کو جبر نکریگا واسطے دعوی
کرنیکے کیونکہ دعوی حق اوسکا ہی **ص** مدعی وہ ہی کہ اگر خصومت کو ترک کردے تو اوسپر جبر نکرین اور مدعی علیہ وہ ہی کہ جبر
کیا جاوے خصومت پر اور یہ موافق تفسیر دعوی کے مدعی کی تفسیر یون چاہیے کہ مدعی وہ ہی جو خبر دیتا ہی اپنے حق کی غیر پر تو یہ
تفسیر دوسری تفسیر ہی ذکر کیا ہی اسکو بعض مشائخ نے اور بعضون نے کہا ہی کہ مدعی وہ ہی جو تمسک کرتا ہی ساتھ اوس امر کے
جو غیر ظاہر ہی **ف** یعنی وہ دعوی کرتا ہی ملک کی ایک شی کا حال انکہ وہ شی اوسکے قبضے مین نہین ہی بلکہ قبضہ مین مدعی علیہ کے
اور یہ امر خلاف ظاہر ہی کہ شی مالک کے قبضے مین ہوتی **ص** اور مدعی علیہ وہ ہی جو تمسک کرتا ہی ساتھ اوس امر کے کہ وہ ظاہر ہی
ف یعنی ظاہر یہی ہی کہ شی اوسی کی ہی جسکے قبضے مین ہی اور مدعی علیہ یہی کہتا ہی **ص** لیکن اعتبار شناخت مدعی و مدعی علیہ
مین معنی کا ہی نہ ظاہر کا یہان تک کہ اگر مُوْدَع نے دعوی کیا رد ودیعت کا طرف مُوْدِع کے تو وہ ظاہر مین مدعی ہی لیکن
حقیقت مین مدعی علیہ ہی کیونکہ انکار کرتا ہی ضمان کا **ف** یعنی غرض مُوْدِع کی جسکے پاس امانت تھی رد ودیعت کے دعوی
سے یہ ہی کہ اوسپر تاوان مال امانت کا لازم نہ آوے تو ظاہر مین اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہی کہ رد ودیعت کا مدعی مُوْدَع ہی اور مُوْدِع
مدعی علیہ ہی لیکن بیان چونکہ حقیقت و معنی کا اعتبار ہی اور حقیقت مین منکر ضمان کا مُوْدَع ہی تو اوسی کو مدعی علیہ قرار دیا گیا
اسواسطے کہ منکر مدعی علیہ کو کہتے ہین تو قول اوسی کا قسم سے معتبر ہوگا ہدایہ **ص** اور دعوی کی صحت کے کئی شرط ہین
ف رکن دعوی یہ ہی کہ نسبت کرنا حق کی طرف اپنے اگر اصالتاً دعوی ہو یا اپنے موکل کیطرف اگر وکالتاً ہو اور اہل دعوی
وہ شخص ہی جو عاقل ممیز ہو اگرچہ صبی ماذون ہووے ورنہ جائز نہوگا اور شروط دعوی یہ ہین کہ مجلس قضا ہو اور مدعی علیہ حاضر ہووے
اسواسطے کہ قضا علی الغائب نہین ہوسکتی اور آیا مدعی علیہ کو حاضر کرنا اوسی وقت چاہیے جب مدعی دعوی کرے تو جواب
اوسکا یہ ہی کہ اگر مدعی علیہ شہر مین ہووے یا اتنی دور کہ اپنے مکان سے مجلس قضا مین آکر پہر رات کو اپنے مکان مین رہ سکتا ہی
تو مجرد دعوی طلب کیے مدعی علیہ کو اور اگر اس سے زیادہ دور ہووے تو جب تک مدعی سے وجہ ثبوت نہ لیجاوے مدعی علیہ کو طلب
نکرے اور بعضون نے کہا ہی کہ حلف لے لی جاوے مدعی سے اپنے دعوی کے حق ہونے پر اگر وہ حلف کرے تو طلب کرے
مدعی علیہ کو ورنہ نہین طحطاوی کہا شلبی نے اور ہمارے زمانے مین قاضیون کا یہ حال ہی کہ جب اونکے پاس کوئی
شخص آکر دعوی کرتا ہی تو وہ طلب کر لیتے ہین مدعی علیہ کو بغیر اس بات کے کہ استفسار کرین مدعی سے کیفیت اوسکے
دعوی کی اور تمیز کو لیوین صحت دعوی کو ایسکے فساد سے اور یہ غفلت ہی اور ان قاضیون کو ... انتہی

اتنے ص ایک یہ کہ جس چیز کا دعوی ہو اوسکی جنس اور قدر بیان کرے ف جنس یعنی اوسکی قسم کہ شئی مدعی دراہم ہین یا دنانیر
یا گیہون ہین یا چاول اور قدر یعنی مقدار اوسکا کہ سو درہم ہین یا سو دینار یا سو من گیہون یا چاول ہین اور اوسکا بیان
صفت بھی ضرور ہی کہ وہ دراہم کیسے ہین جید یا ردی کہا طحطاوی نے جسوقت اوس شہر مین کئی طرح کے دراہم یا دنانیر
چلتے ہون تو بیان وصف یعنی فلان قسم کے دراہم کا مین دعوی کرتا ہون ضرور ہی اور اگر شہر مین ایک ہی طرح کے دراہم
چلتے ہون تو بیان جنس و قدر کافی ہی بیان وصف کی کچھ حاجت نہین ص اور یہ شرط دعوی دین مین ہی اور جو دعوی
کسی شئی معین کا ہووے تو اگر وہ شئی حاضر ہو اوسکی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ یہ میری ملک ہی اور اگر غائب ہووے تو اوسکا
وصف بیان کرنا اور اوسکی قیمت ذکر کرنا ضرور ہی دوسری یہ کہ اگر دعوی شئی معین کا ہووے تو مدعی کو یہ بھی کہنا ضرور ہی کہ وہ شئی
مدعی علیہ کے قبضے مین ہی ناحق ف ناحق کی قید اسواسطے لگائی کہ کبھی شئی ہوتی ہی غیر مالک کے پاس بسبب حق کے
جیسے شئی مرہون مرتہن پاس یا مبیع بائع پاس بوجہ نہ دینے ثمن کے کذا فی الاصل ص اور دعوی عقار مین ف
عقار بالفتح شئی غیر منقول کو کہتے ہین اصطلاح فقہا مین جیسے باغ زمین مکان وغیرہ ص قابض ہونا مدعی علیہ کا ثابت
نہوگا مگر گواہی سے یا قاضی کے علم سے ف یعنی اگر مدعی اور مدعی علیہ باہم متفق ہو جاوین اس بات پر کہ اس مکان
یا زمین کا قابض مدعی علیہ ہی تو قبضہ اوسکا ثابت نہوگا کیونکہ احتمال ہی کہ مدعی اور مدعی علیہ دونون نے حیلہ کیا ہو پرایا مال لینے کا
اسطرح پر کہ دونو تصدیق کرین قبضہ مدعی علیہ کی حالانکہ وہ شئی شخص ثالث کے قبضہ مین ہی تو قاضی حکم کردے ملک مدعی کا
برخلاف شئی منقول کے کہ اوسمین قبضہ کا مشاہدہ اور معائنہ ہو جاتا ہی تو صرف تصادق متخاصمین کافی ہی ثبوت قبضہ
مدعی علیہ کے لیے کذا فی الاصل باختصار در مختار مین ہی کہ دعوی غصب عقار اور دعوی شراء عقار مین کچھ حاجت قائم
کرنے شہود کی نہین اس بات پر کہ وہ عقار قبضے مین مدعی علیہ کے ہی کیونکہ دعوی غصب اور شراء جیسا صحیح ہی قابض پر ویسے
ہی غیر قابض پر برخلاف دعوی ملک مطلق کے ص تیسری شرط یہ ہی کہ مدعی یہ کہے کہ مین اوسکو طلب کرتا ہون مدعی علیہ
سے تو اگر وہ شئی مدعی مدعی علیہ کے پاس موجود ہوگی تو اوسکو حکم ہوگا حاضر کرنیکا اوس شئی کو مجلس قضا مین تا مدعی اپنے
دعوی مین اوسکی طرف اشارہ کرے یہی حال ہی گواہون کی گواہی دینے اور مدعی علیہ کے قسم دلانے مین یعنی چیز کا حاضر
کرنا چاہیے تا کہ گواہ اپنی گواہی مین اور مدعی علیہ اپنی قسم مین اوسکی طرف اشارہ کرین اور اگر چیز کا حاضر کرنا مجلس قضا مین
متعذر ہووے ف بسبب اوسکے ہلاک ہو جانے یا غائب ہو جانے کے ص تو مدعی اوسکی قیمت ذکر کر دیوے
ف اور اگر باوجود باقی رہنے اوسکے حاضر کرنا اوسکا مجلس قضا مین متعذر ہووے جیسے چکی یا بورہ غلہ کا یا گلہ بکریون کا
تو قاضی اپنا امین مدعی کے ساتھ کر دیوے کہ اوسکے ساتھ جا کر مدعی اوس شئی کیطرف اشارہ کر دیوے اور جس صورت
مین وہ شئی ہلاک ہو گئی ہو تو صرف ذکر قیمت کافی ہی تو بیان کرنا رنگ جانور کا اور اوسکے سن اور ذکورت اور انوثت
کا ضرور نہین اگر وہ جانور ہلاک ہو گیا ہو مدعی علیہ پاس اور دعوی غصب اموال مین اور اسی طرح دعوی شئی مرہون
مین بیان کرنا قیمت کا کچھ ضرور نہین کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ آدمی اپنے مال کی قیمت کو نہین جانتا بلکہ قول غاصب
[illegible] اگرچہ وہ شئی حاضر ہو بیان قیمت ضرور ہی

تا انصاب کی کیفیت معلوم ہووے فائدہ دعوی شی مجہول القیمت پر حلف نہین لیجاتی مگر چہہ جگہہ دعوی شی مغصوب دعوی شی مرہون دعوی شی امانت قاضی جب وصی یتیم کو متہم بخیانت کرے قاضی جب متولی وقف کو متہم بخیانت کرے دعوی شی مسروقہ اشباہ

مسئلہ اگر مدعی نے بہت سی چیزون کا جنکی جنس اور نوع مختلف ہی دعوی کیا تو کل کی قیمت ذکر کر دینا کافی ہی اگرچہ ہر ہر چیز کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نہ کرے اور گواہ بھی اوسکے مقبول ہونگے قیمت پر اور حلف دیا جاویگا اوسکے مدعی علیہ کو کل مال پر ایک ہی بار اگر انکار کریگا اور اگر اقرار کریگا یا نکول کریگا تو اوسکے بیان پر جبر کیا جاویگا شامی وطحطاوی ص عقار کے دعوی مین یہ بھی شرط ہی کہ مدعی اوسکے حدود بیان کرے یعنی چارون حدین یا تین حدین اور اون حدون کے مالکون کا نام اور اونکے باپ اور دادا کا نام بھی بیان کرے ف حدود کا بیان کرنا شرط ہی دعوی عقار مین نزدیک امام ابوحنیفہ رح کے اگرچہ وہ عقار مشہور ہووے اور صاحبین کے نزدیک اگر مشہور ہووے تو حدود کا ذکر شرط نہین پھر بیان کر دینا تین حدود کا کافی ہی نزدیک ہمارے کیونکہ جب تین حدین ظاہر ہوگئین تو چوتھی حد ایک خط مستقیم ہوگی چنانچہ شکل مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہی اور زفر رح کے نزدیک چارون حدون کا بیان ضرور ہی اور یہی قول ہی ائمہ ثلثہ کا اور اسی پر فتوی ہی اور اصحاب و مالکین حدود کی نسبت دادا تک شرط ہی امام اعظم رح کے قول مین لیکن اگر مالک حدود شخص مشہور ہی تو فقط اوسی کا نام ذکر کرنا کافی ہی اور گھر کے دعوی مین یہ بھی شرط ہی کہ مدعی اوس شہر کا نام اور اوس محلہ کا نام اور اوس گلی کا نام جہان پر وہ گھر ہی بیان کرے یہ سب شرائط دعوی عین کے ہین لیکن دعوی دین مین تو ذکر جنس و قدر کا ضرور ہی اور ذخیرہ مین مذکور ہی کہ اگر وہ چیز وزنی ہووے جیسے سونا چاندی تو اوسکی صفت بھی کہ کھری ہی یا کھوٹی بیان کرنا ضرور ہی اور اوسکی نوع کا بھی ذکر ضرور ہی کہ مثلاً سکہ بخارا کا ہی یا نیشاپور کا ص جب دعوی مدعی کا صحیح ہو جاوے ف یعنی ہر قسم کے دعوی مین جو اوسکی شرائط ہین سب پائی جاوین تو اگر مدعی درخواست کرے ص تو قاضی مدعی علیہ سے سوال کرے اوس دعوی کا ف یعنی یوں کہے کہ فلان شخص نے تجہہ پر یہ دعوی کیا ہی تو تو کیا جواب دیتا ہی اور اگر دعوی کی صحت نہووے تو طلب مدعی علیہ کی اور سوال کرنا اوس سے کچھہ ضرور نہین بلکہ دعوی کو خارج کر دیوے در مختار ص تو اگر مدعی علیہ اقرار کرے دعوی مدعی کا یا انکار کرے اور مدعی وجہ ثبوت پیش کر دیوے تو قاضی حکم کر دیوے مدعی علیہ پر ف بغیر طلب مدعی کے اور اگر مدعی علیہ یہ کہے کہ مین مدعی کے دعوے کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت دیوے اگر تیسرے دن کچہری ہوتی ہی اور جو روز ہوتی ہی تو ایک دن کی دینا چاہیے اور اگر تین دن کی دیگا تب بھی جائز ہی پھر اگر اوس مدت مین مدعی علیہ دفع کرے تو بہتر ورنہ قاضی اوسپر حکم کر دیوے در مختار و شرح للطحاوی ص اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون وجہ ثبوت کے تو در صورت درخواست مدعی قاضی مدعی علیہ سے قسم لیوے ف سواسطے کہ روایت کیا بخاری و مسلم نے ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اگر لوگ دیے جاتے صرف اپنے دعوی سے البتہ کچھہ لوگ دوسرون کے خونونکا اور مالون کا دعوی کرتے لیکن قسم ہی مدعی علیہ پر اور روایت کیا بیہقی نے سند صحیح سے اس حدیث کو اور اوس مین یہ لفظ ہی اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ یعنی گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر اور روایت کی بخاری اور مسلم نے وائل بن حجر سے کہ آیا ایک شخص کندی اور ایک حضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پاس تو حضرمی نے یہ دعوی کیا کہ یا رسول اللہ اسنے میری زمین لے لی ہی تو کہا کندی نے کہ وہ زمین میری ہی مدعی کا اوسمین کچھہ حق نہین تو فرمایا حضرت نے حضرمی سے کیا تیرے پاس گواہ ہین کہا اوسنے کہ نہین فرمایا آپنے پس تیرے لیے قسم اوسکی ہی

کہا اوسنے یا رسول اللہ کندی مرد فاسق ہے وہ پرواہ نہیں رکھتا قسم کی فرمایا آپ نے نہیں ہے تیرے لیے کچھ سوا قسم کے تو چلا کندی قسم کھانے تب کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر حلف کریگا مدعی کے مال پر تاکہ کھاوے اوسکو ظلم سے البتہ ملیگا اللہ تعالیٰ سے اور اللہ اوس سے منہ پھیر لیگا اور اس حدیث کے معنی بہت سی حدیثوں میں مروی ہیں بلکہ بعضوں نے اسکو متواتر کہا ہے روایت کیا مسلم نے ابی امامہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے کہ ناحق مرد مسلمان کا اپنی قسم سے تو بیشک واجب کیا اللہ تعالیٰ نے اوسکے لیے جہنم کو اور حرام کیا اوپر اوسکے جنت کو تو کہا آپ سے ایک شخص نے یا رسول اللہ اگرچہ وہ تھوڑی چیز ہو فرمایا آپ نے اگرچہ ایک لکڑی ہو پیلو کی **فائدہ** اگر مدعیٰ علیہ نے کہا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار تو اوس سے حلف لیجاویگی بلکہ قید کیا جاویگا تا کہ اقرار کرے یا انکار کرے اسی طرح اگر چپ ہو رہے بغیر کسی آفت کے اوسکی زبان میں ذخیرہ مختار **مسئلہ** اجماع کیا ہے فقہا نے باتفاق قسم دلانے پر اوس شخص کو جو ثابت پر دعویٰ دین کرے صورت اوسکے قسم دلانے کی یہ ہے کہ قاضی اوسکو یوں قسم دیوے کہ قسم اسکی ہے کہ اپنا حق مدیون میت سے نہیں پایا اور نہ میں نے اوسکی طرف سے تجھکو ادا کیا اور نہ میری طرف کسی اور نے اوسے قبضہ کیا میرے حکم سے اور نہ میں نے اوسکو معاف کیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے اوسکا کسی پر حوالہ قبول کیا اور نہ میرے پاس اوسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر **ص** تو اگر مدعیٰ علیہ نے ایک دفعہ بھی قسم کھانے سے انکار کیا مثلاً کہا میں قسم نہیں کھاؤنگا یا چپ ہو رہا بغیر کسی آفت کے **ف** یعنی اگر گونگا یا بہرا ہوگا تو سکوت اوسکا نکول نہوگا **ص** اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اوسکے نکول پر تو صحیح ہے اور احتیاط اسمیں ہے کہ قاضی قسم کے واسطے تین بار مدعیٰ علیہ سے کہے پھر اگر تیسری بار میں بھی مدعیٰ علیہ قسم سے انکار کرے تو قاضی اوسکے نکول پر حکم کر دیوے **ف** نکول کہتے ہیں قسم سے انکار کرنے کو قاضی اوسکے نکول پر حکم کر دیوے کیا معنی مدعی کا مقدمہ جتا دیوے اور مال مدعی مدعیٰ علیہ پر لازم کر دے **ص** اور شافعی کے نزدیک صرف نکول سے مدعیٰ علیہ کے اوپر مال لازم نہ کیا جاویگا بلکہ پھر مدعی سے قسم لیجاویگی کہ وہ اپنے دعوی میں سچا ہے جب مدعی حلف کریگا تو حکم کر دیا جاویگا مال کا مدعیٰ علیہ پر اور ہمارے نزدیک یہ بدعت ہے اور سب سے پہلے اسطرح کیا معاویہ نے اور یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے **ف** اور یہی قول ہے احمد اور مالک کا اور یہی کہتے ہیں ائمہ ثلثہ کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو تو مدعی سے قسم لیکر حکم کر دینگے مال کا مدعیٰ علیہ پر اور قسم اوسکی قائم مقام دوسرے گواہ کے ہوگی اور امام اعظم رح نے دونوں مسئلوں میں خلاف کیا ائمہ ثلثہ کا یعنی اونکے نزدیک مدعی سے کسی حال میں حلف نہ لیجاویگی بلکہ حلف خاص ہے مدعیٰ علیہ کے ساتھ باتباع حدیث مشہور بلکہ متواتر جاوے لگندی کہ فرمایا حضرت نے اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ یعنی جنس قسم منکر پر ہے اور الف لام الیمین میں واسطے جنس کے ہے یعنی تمام قسمیں مدعیٰ علیہ پر ہیں پس اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قسم مختص ہے مدعیٰ علیہ سے ائمہ ثلثہ دلیل لاتے ہیں اس حدیث سے جسکو روایت کیا احمد و ترمذی و ابن ماجہ و بیہقی اور طحاوی نے عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی سے انھوں نے امام جعفر صادق سے انھوں نے اپنے باپ محمد باقر سے انھوں نے جابر رض سے کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک شاہد کے کہا ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو ثوری اور مالک وغیرہ نے امام محمد باقر سے مرسلاً اور یہی اصح ہے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے محمد باقر سے انھوں نے حضرت علی رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ ایک شاہد کے اور قسم مدعی کے اور یہ منقطع ہے کہا دارقطنی نے علم ہے کہ جعفر صادق رض نے کبھی ہوا ہے کہا اس حدیث کو اور کبھی مرسل کیا

اور کہا شافعیؒ نے اور بیہقی نے کہ عبد الوہاب نے وصل کیا اوسکو اور وہ ثقہ ہے میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے اوسکو ضعیف کیا اور کہا کہ مختلط ہو گیا تھا آخر عمر میں اور یا لک اور ثوری کی روایت مرسل اگرچہ صحیح ہے لیکن حدیث مرسل شافعی کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہے اور روایت کیا ابو داود اور طحاوی نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ شاہد اور قسم کے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور منکر کہا اوسکو طحاوی نے اسواسطے کہ روایت کیا اوسکو قیس بن سعد نے عمرو بن دینار اور اوسکی حدیث کو عمرو بن دینار سے ہم کچھ نہیں جانتے اور روایت کیا شافعیؒ اور اصحاب سنن اور ابن حبان نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین سے نقل کیا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن روایت کیا اس حدیث کو سہیل بن ابی صالح نے اپنے باپ سے اور سنا اوسنے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے پھر بگڑ گیا حفظ ابی سہیل کا اور کہتے تھے ابو سہیل کہ ربیعہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے اوسنے حدیث بیان کی ابو ہریرہ کی کہا طحاوی نے نقلاً عن العینی کہ سہیل راوی اس حدیث کا منکر ہوا اوسکی روایت کا تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اوسکے راوی کے اور باقی اسانید بھی اس حدیث کی ضعیف ہیں **جواب** امام صاحب کا اس حدیث سے بچند وجوہ ہے **اولاً** اسطرح کہ یہ حدیث طرق اسکے سب ضعیف ہیں رد کیا اوسکو نقاد فن حدیث یحییٰ بن معین نے **ثانیاً** یہ حدیث باوجود ضعیف ہونے کے مخالف ہے نص صریح کلام اللہ کے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ الآیہ یعنی گواہ کرو تم دو مردوں کو اپنے میں سے لو اگر دو مرد نہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں **ثالثاً** مخالف ہے یہ حدیث اوس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر حصر کیا ہے اوس میں جنس شہود کو مدعی پر اور جنس یمین کو مدعی علیہ پر **رابعاً** اس حدیث میں ذکر ایک واقعہ کا ہے اور نص قولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں احتمال ہے کہ شاید یہ حکم مخصوص ہو اوس واقعہ سے یا اوس مدعی سے جیسا کہ حضرتؐ نے کر دیا شہادت خزیمہ کو قائم مقام دو شہادتوں کے اور خاص ہے یہ امر خزیمہ سے باتفاق علما اور احادیث اور آثار ہمارے قولی ہیں عام تو واجب ہو گی ترجیح اونکی اس حدیث پر **خامساً** بصورت تسلیم معنی اوس حدیث کے یہ ہو سکتے ہیں کہ حضرتؐ نے حکم کیا شاہد اور یمین سے یعنی باوجود اسکے کہ مدعی نے ایک شاہد پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس پہ بوجہ عدم تکمیل نصاب شہادت لحاظ نہ فرمایا اور مدعی علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعا علیہ ہے نہ یمین مدعی **سادساً** یہ کہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ ہو کیونکہ دوسری حدیث میں مروی ہے کہ حضرتؐ نے اوسکی شہادت کو تنہا بمنزلہ دو شہادت کے رکھا اور یہ حکم اوسکی خصوصیات میں سے ہے **سابعاً** یہ کہ الف ولام قضی بالیمین مع الشاہد میں عہد کا ہو وے اور مراد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے شہادت معہودہ یعنی دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مراد ہے اسی طرح سے الیمین سے یمین معہود یعنی یمین مدعی علیہ **ثامناً** یہ کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہووے یعنی شاہد کو حکم کیا کہ لفظ اشہد کا کہے کیونکہ اشہد الفاظ یمین میں سے ہے **تاسعاً** یہ کہ عمل اس حدیث پر متعارف نہوا عہد سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین میں اور یہ دلیل قاطع ہے اس حدیث کے متروک یا مؤول ہونے پر **عاشراً** یہ کہ استدلال امام شافعی اور ائمہ ثلثہ کا بابت اثبات مسلکین کے اس سے تمام نہیں ہوتا کیونکہ سبب اونکا دشہادت ہی مدعی پر بعد نکول مدعی علیہ اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش نہ کیا ہو اور یہ مخالف ہے اس حدیث کے بھی اگر کوئی کہے کہ اوس مسئلہ کے اثبات کی یہ دلیل نہیں بلکہ روایت کیا دارقطنی نے ابن عمرؓ سے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم رد کیا قسم کو اوسپر طالب حق یعنی مدعی کے تو جواب اوسکا یہ ہی کہ قطع نظر اسکے کہ یہ حدیث بھی ایک نقل واقعہ ہی دوسرے یہ کہ احتمال ہی کہ بیان اوسی واقعہ یمین مع الشاہد کا ہو دوسرے اسناد اوسکا نہایت ضعیف ہی تصریح کی اوسکی سب محدثین نے فتلک عشرۃ کاملۃ هکذا ینبغی تحقیق المقام وفیما ذکرنا کفایۃ لاولی الافهام استدلال عجیب امام مالک نے موطا مین لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہین کہ یمین مع الشاہد الواحد حجت نہین بسبب قول اللہ تعالی کے فان لم یکونا رجلین الایۃ تو حجت اون لوگون پر یہ ہی کہ آیا تم نہین دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہین حلف لیا جاتا مدعی علیہ سے تو اگر حلف کرتا ہی باطل ہو جاتا ہی اوس سے یہ حق اور اگر نکول کرتا ہی تو پھر حلف دلاتے ہین صاحب حق کو تو یہ ایسا امر ہی کہ نہین ہی اختلاف اوسمین کسی کا لوگون مین سے اور نہ کسی شہر مین شہرون مین سے تو کس دلیل سے نکالا ہی اوسکو اور کس کتاب اللہ مین پایا اس مسئلے کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہی کہ اقرار کرے یمین مع الشاہد کا اگرچہ نہین ہی یہ کتاب اللہ مین انتہی باختصار مین کہتا ہون کہ یہ استدلال عجیب ہی امام مالک سے کیونکہ ثبوت حلف مدعی علیہ کا تو احادیث متواترہ یا مشہورہ سے موجود ہی بلکہ اوسپر اجماع ہی مجتہدین کا تو پوچھنا کہ کس دلیل سے نکالا ہی اسکو بعید ہی صواب سے اور اگر مراد اونکی اوس امر اتفاقی سے حلف مدعی علیہ مع حلف مدعی در صورت نکول مدعی علیہ ہی تو اوسکو اتفاقی کہنا اور مجمع علیہ بلاد وامصار کا قرار دینا خلاف واقع اور غیر مسلم ہی باینہمہ جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجت نہین جانتے ہین وہ کہتے ہین کہ حلف رد کی جاویگی مدعی پر نو ملازمت ان دونون امرون مین غیر ثابت اوسنے دلیل ہی اور شاید کہ امام مالک کی اس عبارت کا مطلب کچھ اور ہو کہ وہ ہمارے فہم ناقص مین نہ آیا ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ ص اور نہین حلف لیجاتی ہی امام صاحب کے نزدیک منکر سے نکاح اور رجعت اور مدت ایلا کے اندر رجوع کرنے مین اور ام ولد ہونے مین اور غلام ہونے مین اور نسب مین اور ولا مین برخلاف صاحبین کے ف اصل کتاب مین صورتین ان مسائل کی یون مذکور ہین کہ ایک شخص نے دعوی کیا نکاح کا اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہو یعنی عورت مدعی نکاح کی ہو اور مرد انکار کرے یا دعوی کیا ایک شخص نے بعد طلاق کے اور گذر جانے عدت کے کہ مینے رجعت کی تھی عدت کے اندر اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص نے بعد گذر جانے مدت ایلا کے کہ مینے رجوع کیا تھا ایلا سے اندر مدت کے اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص مجہول النسب پر کہ یہ میرا غلام یا بیٹا ہی یا اسکا اولٹا ہوا یا جھگڑا کیا دونون نے آزادی کی ولا یا ولا موالاۃ مین اسی طور پر یا دعوی کیا لونڈی نے اپنے مولی پر کہ میرے اولاد ہوئی تھی مولی سے اور دعوی کیا تھا اوسکا مولی نے اور مر گیا ہی ولد اور اسکا اولٹا یہان نہین ہو سکتا کیونکہ مولی نے اگر دعوی کیا کہ یہ میری ام ولد ہی تو وہ ام ولد ہو جاویگی صرف اوسکے اقرار سے ہمین اوس لونڈی کے انکار کیطرف التفات نہوگا لیکن امام صاحب اور صاحبین کی مذکور ہین اصل مین لیکن صحیح ومختار یہ ہی کہ ان ساتون چیزون مین حلف لیجاویگی در مختار ص اور نہین قسم لیجاویگی حد اور لعان مین ف جیسے حد زنا اور حد قذف مین صورت حد کی یہ ہی کہ ایک شخص نے دعوی کیا دوسرے پر کہ تو نے مجکو تہمت زنا کی لگائی تھی اور تجھپر حد لازم ہی اور مدعی علیہ نے انکار کیا تو اوسپر حلف نہ آویگی بالاجماع اور صورت لعان کی یہ ہی کہ عورت نے دعوی کیا خاوند پر کہ تو نے مجکو تہمت لگائی تھی زنا کی تو تجھپر لعان واجب ہی اور مرد نے انکار کیا تو اوسکو حلف نہ دلائی جاویگی کذا فی الاصل ص اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا

بیان استدلال امام مالک

بیان یمین مع الشاہد

تو اوس سے حلف کی جاوے مال کے لیے تو اگر اوسنے نکول کیا ضمان دیگا مال کا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ نکول ایسی دلیل ہی
جسمین شبہہ ہی تو مال اوس سے لازم ہوگا نہ حد اسیطرح خاوند کو حلف دلائی جاویگی اگر عورت نے دعوی کیا اوسکے طلاق دینے کا قبل دخول
کے اسواسطے کہ طلاق مین بالاجماع حلف لیجاتی ہی تو اگر مرد نکول کریگا ضمان دیگا صورت مذکورہ مین عورت کے نصف مہر کا اسیطرح
نکاح مین جب عورت دعوی کرے مہر کا یا نفقہ کا اور انکار کرے شوہر تو حلف لیجاویگی اوس سے اور اگر نکول کریگا تو مال اوسپر لازم
ہوگا اور عورت اوسپر حلال نہوگی نکول سے نزدیک امام ابوحنیفہ کے اسیطرح نسب مین جب مدعی بسبب نسب کے کسی حق کا
دعوی کرے جیسے میرث یا نفقہ کا ف یا حضانت کا یا عتق کا بسبب ملک کے یا ہبہ مین رجوع نہوسکنے کا شامی ص
تو مدعی علیہ سے حلف لیا جاویگا اگر نکول کریگا تو وہ حق ثابت ہوجاویگا نہ نسب نزدیک امام صاحب کے اسیطرح جو منکر ہو قصاص
کا تو اوس سے حلف لیا جاویگا اجماعا تو اگر نکول کریگا قصاص بالنفس مین ف قصاص بالنفس یہ کہ مقتول کے بدلے مین اسکا
قتل واجب ہووے اور قصاص بالاطراف یہ کہ مدعی علیہ نے کسی کے ہاتھ یا پانون کاٹ ڈالے اور مدعی اسکا عوض چاہتا ہی کہ مدعی علیہ
کے بھی ہاتھ یا پانون کاٹے جاوین ص تو قید کیا جاویگا مدعی علیہ یہان تک کہ اقرار کرے یا حلف کرے اور اگر نکول کریگا قصاص
بالاطراف مین تو صرف اوسکے نکول سے اوس سے قصاص لیا جاویگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک قصاص
بالنفس مین بوجہ نکول دیت لازم ہوگی قاتل پر ف اور فتوی امام کے قول پر ہی ص مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین ف
یعنی شہر مین یہان تک کہ اگر مدعی کہیگا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین یا میرے شہود غائب ہین تو مدعی علیہ سے ضامن نہ لیا جاویگا اور
ضمانت نہ لیجاویگی ص اور پھر قسم طلب کی مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ اوس سے حاضر ضمانت لیجاویگی تین روز کی
ف لیکن شرط یہ ہی کہ حاضر ضامن ثقہ اور معتبر ہووے اور اوسپر خوف بھاگ جانے کا نہووے اگرچہ مدعی علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بہت
ص تو اگر مدعی علیہ ضمانت داخل نہ کرے تو خود مدعی اوسکا مدعی علیہ کے ساتھ رہے مدت ضمانت تک یعنی تین روز تک تاکہ
مدعی علیہ غائب نہوجاوے یہ صورت جب ہی کہ مدعی علیہ مقیم ہو اوس شہر کا اور اگر مسافر ہو تو اوس سے حاضر ضمانت وقت برخاست کچہری
تک لیجاویگی اور اگر ضمانت نہ دیگا تو اسی مدت تک مدعی کو حکم اوسکے ساتھ رہنے کا ہوگا پس اگر مدعی مدت مقررہ مین گواہ لایا تو بہتر
ورنہ قاضی اوس سے حلف لے لیوے یا اوسکو چھوڑ دیوے ف مسائل الحاقیہ اگر مدعی اور مدعی علیہ نے اتفاق کیا
اس امر پر کہ مدعی علیہ قاضی کے سوا اور کہین قسم کھاوے اور بری الذمہ ہوجاوے تو یہ باطل ہی اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہی بطلب
مدعی تو اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعی علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لی جاوے
اسپر کہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہی یا گواہ اوسکے سچے ہین تو قاضی اوسکی درخواست پر لحاظ نہ کرے ف ائدہ طریق قضا کے
تین ہین ایک اقرار مدعی علیہ دوسری برہان مدعی تیسری نکول مدعی علیہ تو قاضی کو چاہیے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہووین اور وہ
طلب کرے قسم کو مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے کہدے واسطے قسم کرنیکے اگر وہ قسم کھا لیوے تو بہتر ہی اور اگر نکول کرے تو اوسپر مال کا حکم
کرے نہ یہ کہ قبل مدعی علیہ کے حلف یا نکول کرنیکے اسطرح فیصلہ کردیوے کہ مدعی علیہ سے حلف لیجاوے اگر کرے تو بہتر ورنہ اوس سے
مال دلایا جاویگا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہین اور یہ صریحا جہل ہی اون سے یا غفلت تو اس امر کو یاد رکھنا چاہیے قاضی
کے سامنے مدعی علیہ نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے اوسپر نکول سے حکم کردیا مال کا بعد اوسکے مدعی علیہ مستعد ہوا حلف پر تو اب کچھ

سماعت اوسکی نہوگی اور قضا اپنے حال پر باقی رہیگی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قائم کیے گو کہ پہلے کہہ چکا ہو کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں یا بعد قضا بالنکول کے تو قبول کیے جاوینگے وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعی علیہ سے حلف لے سکتے ہیں نیابۃ اور حلف نہیں کر سکتے نیابۃ اپنے فعل پر آدمی سے حلف لیجاتی ہے بطور قطع اور یقین کے یعنی جس طرح مدعی کہتا ہے اوس طرح نہیں ہے اور غیر کے فعل پر بطور علم کے کہ میں نہیں جانتا اس بات کو جیسے کسی شخص نے دعوی کیا دین یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اوسکی میراث ہونیکو جانتا ہے یا مدعی نے اوسکے میراث ہونیکا اقرار کیا یا خصم یعنی مدعی علیہ اوسکے میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعی علیہ یعنی وارث سے علم پر قسم لیجاوے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ چیز تیری ہے یا تیرا دین آتا تھا مورث پر اگر مدعی نے دعوی کیا دین کا مدعی علیہ پر اور ثابت کیا اوسکو برہان سے بعد اوسکے مدعی علیہ نے جواب دیا کہ میں دین مدعی کو پہنچا چکا ہوں تو مدعی علیہ سے گواہ ادا دین کے لیے جاوینگے اسی طرح اگر دعوی کرے مدعی کے عفو کر دینے کا اگر مدعی علیہ کے پاس گواہ نہوں ایصال دین یا ابرا دین کے اور طلب کرے قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لیجاویگی اگر مدعی قسم کرے تو مال لایا جاویگا مدعی علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعی علیہ پر مال لازم ہوگا اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپے کی مدعی علیہ پر اور دوسرے نے اوسکے اقرار پر تو گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی نے ایصال دین کا دعوی کیا ایکبار کل دین کا اور گواہوں نے ادا ے متفرق متفرق کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اگر ورثہ نے زوجیت زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے مورث کی یہ کبھی زوجہ نہ تھی بعد اوسکے زوجہ نے گواہ قائم کیے نکاح اور مہر کے اب ورثہ کہنے لگے کہ ہمارے مورث نے اوسکو طلاق دی تھی یا اوس سے ابرا کیا تھا مہر کو تو یہ قول انکا مسموع نہوگا اسواسطے کہ صریح مخالف ہے قول اول کے قبلیہ

باب کیفیت حلف کے بیان میں

قسم ہوتی ہے اللہ جلشانہ کے نام پاک سے نہ کسی اور کے نام سے ف تو اگر قسم کھاویگا قرآن یا ماں باپ یا پیغمبر یا ولی یا شہید کے نام سے یا کعبہ کی تو اوسپر احکام قسم کے مرتب نہونگے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھکر قسم کھاویگا تو مشرک ہو جاویگا البتہ اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا اور کسی اوسکے اسم سے جسکا متبرک ہے جیسے رحمن رحیم قادر ذوالجلال یا اوسکی ایسی صفت سے جس سے قسم کھائی جاتی ہے جیسے عزت اور جلال اور کبریا اور عظمت اور قدرت تو یہ قسم منعقد ہوگی ثنا یہی روایت کیا بخاری اور مسلم نے ابن عمر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تمکو منع کرتا ہے اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپوں کی سو جو شخص تم میں سے قسم کھانیوالا ہو سو چاہیے کہ قسم کھاوے خدا کی یا چپ رہے اور روایت کیا بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ رض سے کہ جسنے اپنے حلف میں کہا قسم ہے لات اور عزی کی تو چاہیے کہ کلمہ توحید پڑھے یعنی لا الہ الا اللہ کہا شیخ عبد الحق رح نے شرح مشکوۃ میں کہ اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم نہیں ہے تو اوس سے کافر نہیں ہوتا لیکن استغفار چاہیے کیونکہ صورت کفر کی ہے اور اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم ہے یعنی اوس چیز کی تعظیم مثل خدا کے جانتا ہے تو یہ کفر ہے اور ارتداد ہے واجب ہے کہ توبہ کرے اوس سے اور تجدید اسلام کرے روایت کیا ابو داود نے ابو ہریرہ رض سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنی ماؤں کی اور نہ بتوں کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچے ہو اور روایت کیا ترمذی نے ابن عمر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی سوا خدا کے اور کسی کی تو وہ مشرک کیا ص اور قسم نہوگی طلاق اور عتاق سے ف یعنی اگر مدعی کہے کہ مدعی علیہ سے یوں قسم لیجاوے کہ اگر

مدعی کا دعوی سچا ہوے تو میری جورو پر طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو اس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا
حرام ہے کذا فی الکفایۃ ص اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر ہمارے زمانے مین مدعی الحاح اور زاری کرے تو مدعی علیہ سے طلاق
اور عتاق پر قسم لیجاوے ف یعنی قاضی کیواسطے لینا درست ہے اور یہ قول مردود ہے بچند وجوہ اول یہ کہ حلف دلانا طلاق اور عتاق
کی حرام ہے تو اگرچہ مدعی الحاح اور زاری کرے قاضی کو اوسکی تعمیل کیسے درست ہوگی یہی اختیار کیا ہے صاحب درمختار اور فقہاے
معتبرین نے دوسرے یہ کہ نتیجہ تحلیف اسمین ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر مدعی علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق
کی قسم سے تو اوسکے نکول سے اوسپر مال لازم نہ کیا جاویگا تو یہ تحلیف بے فائدہ ٹھہری لیکن بعض فقہا نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے
جائز رکھا ہے اس تحلیف کو تو وہ قائل ہے اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعی علیہ مال اوسپر لازم کیا جاویگا ردالمحتار اور شامی نے
نقل کیا بحرالبحار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی علیہ جاہل ہوتا ہے اس بات کا کہ نکول ایسی قسم سے معتبر نہین تو وہ وقت
طلب حلف قسم سے انکار کر کے مال کا اقرار کر لیتا ہے تیسرے یہ کہ یہ قول منقول نہین مجتہدین اربعہ سے اور نہ قدماے فقہاے
بلکہ متون مین اسکی ممانعت لکھی ہے تو جواز اسکا محض ایجاد کیا ہوا بعض فقہاے متاخرین کا ہے جنکی تقلید ضرور نہین علی الخصوص جب کہ
مخالف احادیث اور حرام ہووے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص اور سخت کر سکتا ہے قاضی قسم کو خدا کی اوصاف ذکر کرنے سے مثلاً کہے قسم
کھا تو اوس اللہ کی جو طالب غالب ہے سمجھنے والا ہے بادشاہ ہے زندہ ہے کبھی اوسکو موت اور فنا نہین اور مثل اسکے ف ہدایہ مین
اسکی مثال یون لکھی ہے کہ قاضی کہے مدعی علیہ سے کہ تو قسم خدا کی ایسا خدا کہ جاننے والا ہے غائب اور حاضر کا وہ رحمن رحیم ہے جانتا ہے وہ
چھپی چیز کو جیسے جانتا ہے کھلی چیز کو کہ مدعی کا تیرے پر مال نہین ہے اور نہ اوسمین سے کچھ انتہی اور قاضی کو پہونچتا ہے کہ تاکید کرے قسم کی اسکے
زیادہ یا کم لیکن احتیاط کرے اس بات کی کہ مدعی علیہ پر قسم مکرر نہو جاوے اسواسطے کہ استحقاق اوسپر صرف ایک قسم کا ہے اور بعضون نے
کہا ہے کہ جو شخص نیکبخت دیندار مشہور ہو اوسپر تاکید قسم کی حاجت نہین البتہ جو ایسا نہو اوسپر قسم سخت کرے اور بعضون نے کہا ہے
کہ اگر مال قلیل ہو تو تغلیظ قسم کی حاجت نہین البتہ اگر مال خطیر کا دعوی ہووے تو قسم کو سخت کرے ہدایہ تو اگر قاضی نے مدعی علیہ کو اللہ
کی قسم دی اور اوسنے تغلیظ قسم سے انکار کیا تو قاضی اوسپر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ حاصل ہو گیا
ردالمحتار عن الزیلعی ص اور نہوگی تاکید قسم کی مسلمان پر زمان اور مکان سے ف تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے
دن قسم لیوے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت المقدس مین قسم لیوے درمختار مین ہے کہ تغلیظ مستحب نہین ہے قاضی کو تو ظاہر یہی ہے کہ اگر کرے
تو مباح ہے لیکن نقل کیا شامی نے محیط سے کہ نہین جائز ہے تغلیظ قسم کی ساتھ مکان کے ص اور امام شافعی کے نزدیک تغلیظ
قسم کی چاہیے زمان سے جیسے بعد نماز عصر کے دن جمعہ کے اور مکان سے جیسے جامع مسجد مین نزدیک منبر کے اور یہودی کو یون
حلف دلاوینگے کہ قسم ہے اوس خدا کی کہ جسنے اوتاری توراۃ موسی علیہ السلام پر اور نصرانی کو اسطرح کہ قسم ہے اوس خدا کی جسنے اوتارا انجیل
کو عیسی علیہ السلام پر اور مجوسی کو اسطرح کہ قسم خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور بت پرست کو قسم خدا کی دلاوینگے ف کیونکہ سب یہ
اقرار کرتے ہین وجود خدا تعالی کا فرمایا اللہ تعالی نے وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ
یعنی اگر تو پوچھے مشرکین سے کہ کسنے پیدا کیا آسمان اور زمین کو البتہ کہینگے کہ خدا نے پیدا کیا اور پارسی سے اور ہندو سے آگ کی
اور گنگا کی قسم نہ لیوے کیونکہ تحلیف بغیر خدا کے جائز نہین ہے بلکہ یون کہے کہ قسم اوس خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور گنگا کو درمختار

ہیں یہ ہی کہ فرقہ دہریہ جو منکر ہیں خدا ے عزوجل کا بلکہ انکار کرتے ہیں خدا سے تو اونسے کس چیز کی قسم لیجاویگی یہ معلوم نہیں ہوا مترجم کہتا ہے
کہ درنٹے دہر کی قسم لیجاویگی اسواسطے کہ دہر بھی منجملہ اسماء الٰہی ہے حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالے نے میں دہر ہوں اور آدمی برا کہتا ہے
دہر کو اور اگر یہودی نصرانی پارسی ہندو سے صرف خدا کی قسم لے لے تو کافی ہوجاویگا درمختار میں ہے کہ اگر مدعی علیہ گونگا ہو تو اوسکو حلف
دینے کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی اوس سے کہے کہ تجھپر عہد ہے خدا کا اور اوسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو وہ حالف
ہوجاویگا اور اگر بہرا بھی ہو تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اوسکا جواب لکھے اپنے خط سے اور اگر وہ لکھنا نہ جانتا ہو تو اوسکو اشارہ سے قسم دیویگا اور اگر گونگا اور
بہرا اور اندھا بھی ہووے تو اوسکا باپ قسم کھاوے یا اوسکا وصی یا اگر باپ اور وصی نہووے تو قاضی نے جس شخص کو اوسکے قائم مقام کیا ہے
وہ حلف کرے طحطاوی نے یہ لکھا کہ یہ قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بالغیر ہے یا یقین قطع پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کرے یہ
قول مخالف ہے ماتقدم کے کہ نیابت استحلاف میں جاری ہوتی ہے نہ حلف میں انتہی ص اور نہ حلف دیے جاوینگے یہ لوگ ف یعنی
یہود اور نصاری اور بت پرست ص اپنے عبادت خانوں میں ف اسواسطے کہ قاضی کو اونکے عبادت خانوں میں جانا مکروہ
ہے کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہیں اور ظاہر کراہت تحریمی ہے اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے اور سینے فتوی دیا ہے
اوس مسلمان کی تعزیر کا جو لازم کشیہ سے یہود کے ساتھہ کذا فی البحر الرائق ص اور قسم دلائی جاویگی مدعی علیہ کو حاصل دعوی پر ف
قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ اگر سبب ایسا ہے جو مرتفع نہیں ہوسکتا جیسے عتق مرد مسلمان کا تو اوس میں حلف سبب پر ہوگی اور اگر وہ سبب مرتفع ہوسکتا ہے
جیسے بیع فسخ سے اور نکاح طلاق سے تو وہاں قسم حاصل پر ہوگی مگر جس صورت میں مدعی کا ضرر ہووے اور اسکی مثالیں آگے آتی ہیں ص
جیسے بیع اور نکاح میں قاضی یوں قسم دیوے کہ قسم خدا کی تم دونوں میں بیع قائم نہیں اور نکاح قائم نہیں اور طلاق میں اسطرح کہ وہ عورت
تجھسے اسوقت بائن نہیں ہے اور غصب میں اسطرح کہ تجھپر اوس چیز کا پھیر دینا واجب نہیں اور نہ دیوے قسم سبب پر جیسے قسم خدا کی میں نے
نہیں بیچا یا میں نے طلاق نہیں دیا یا میں نے غصب نہیں کیا یا میں نے نکاح نہیں کیا ف اسواسطے کہ یہ اسباب مرتفع ہوجاتے ہیں اسطرح پر
کہ ایک چیز کو بیچا پھر اقالہ کیا تو اگر مدعی علیہ کو قسم دلا دینگے سبب پر تو اوسکو ضرر ہوگا بوجہ جھوٹھ لینے کے یہ مذہب طرفین کا ہے اور ابو یوسف
کے نزدیک سب صورتوں میں حلف سبب پر دلائی جاویگی مگر جب مدعی علیہ قاضی سے کنایۃً کہے کہ اے قاضی نہ حلف دلا تو مجھکو سبب
پر اسواسطے کہ آدمی کہیں بیع کرتا ہے پھر اقالہ کرلیتا ہے یا طلاق دیتا ہے پھر نکاح کرلیتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مدعی علیہ کے انکار کو دیکھیں
اگر وہ منکر ہوگا سبب کا تو اوسپر حلف دیا جاویگا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاویگا اور یہاں پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے
کہ لائق یہ ہے کہ ہمیشہ حلف ہو سبب پر اگرچہ مدعی علیہ کنایۃً قاضی سے کہے اسواسطے کہ انتہا درجہ کی یہ بات ہے کہ پہلے بیع ہوئی ہوگی
پھر اقالہ ہوا ہوگا تو دعوی اقالہ میں مدعی علیہ کو مدعی ہونا چاہیے تو مدعی علیہ گواہ لازم ہیں اقالہ کے اور اگر عاجز ہو تو مدعی
پر قسم ہے کذا فی الاکمل ص مگر اوس صورت میں جہاں پر مدعی کا ضرر ہووے تو وہاں حلف سبب پر ہوگی جیسے شفعہ کا دعوی
بسبب ہمسائگی کے اور نفقہ مطلقہ بطلاق بائن کا جب مدعی علیہ ان چیزوں کا قائل نہو ف مثلاً مدعی علیہ شافعی ہو اور اوسکے
نزدیک ہمسایہ کو شفعہ ہے نہ مطلقہ بطلاق بائن کو نفقہ تو یہاں اگر مدعی علیہ سے حلف لیجاویگی حکم پر یعنی میرے اوپر شفعہ واجب نہیں
یا نفقہ واجب نہیں تو مدعی علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آویگا اسواسطے مدعی علیہ کو یوں قسم دینگے کہ قسم خدا کی میں نے یہ گھر نہیں
خریدا یا میں نے اوسکو طلاق بائن نہیں دیا کذا فی الاصل ص اسطرح قسم لی جاویگی اوس سبب پر جو مرتفع نہیں ہوسکتا جیسے

غلام مسلمان عتق کا دعوی کرے مولی پر **ف** تو مولی کو یون قسم دیوینگے کہ قسم خدا کی نہین اوسکو نہین آزاد کیا اسواسطے کہ حاصل حلف لینے کی کوئی ضرورت نہین کیونکہ سبب کا ارتفاع بیان نہین ہوسکتا اسواسطے کہ غلام مسلمان جب آزاد ہوگیا تو پھر غلام نہین ہوسکتا کذا فی الاصل **ص** اور لونڈی اور غلام کافر مین اگر مدعی ہون یہ دونون عتق کے مولی پر تو حلف لیجاویگی حاصل پر **ف** اسواسطے کہ سبب کا ارتفاع بیان ہوسکتا ہے لیکن لونڈی مین تو اسطرح کہ مرتد ہوجاوے اور دار الحرب مین چلی جاوے پھر قید ہوکر آوے اور لیکن غلام کافر تو اسطرح کہ عہد کو توڑ دیوے اور دار الحرب سے ملجاوے پھر قید ہوکر آوے کذا فی الاصل **ص** اور جو شخص کسی چیز کا وارث ہووے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اوس چیز کا تو وارث سے حلف علم پر لیجاویگی یعنی اسطرح کہ مجھے معلوم نہین کہ یہ شی تیری ملک ہے اور اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ یا خرید سے آئی تو وہ بطور قطع حلف کرے **ف** اسی طرح اگر وارث مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر درست ہے **ص** اور قسم کے بدلے مین مدعی کو کچھ دینا اور صلح کرلینا کچھ مال پر بعوض قسم کے صحیح ہے تو مدعی جب اقرار کرے کہ مجکو بدلا قسم کا یا بدل صلح قسم سے پہونچ گیا تو اب مدعی علیہ کو حلف نہ دیجاویگی بلکہ حق حلف ساقط ہوجاویگا **فائدہ** مدعی نے قسم چاہی مدعی علیہ سے سو اوس نے کہا کہ تو مجکو قسم دیچکا ہے ایک بار تو اگر تحلیف قاضی یا پنچ کے سامنے ہوئی ہو اور وہ اوسپر گواہ لایا تو مدعی علیہ کا قول مقبول ہوگا ورنہ مدعی اوس سے حلف لے سکتا ہے ۱۲

باب التحالف یعنی دو شخصون کے باہم قسم کھانے کے بیان مین

جب بائع اور مشتری نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین **ف** مثلاً بائع نے ثمن دو سو روپیہ بتلائے اور مشتری نے سو روپے **ص** یا مبیع مین **ف** یعنی مشتری نے مبیع زیادہ بتلائی اور بائع نے کم جیسے مشتری نے مبیع کو بیس من غلہ قرار دیا اور بائع نے اونیس من **ص** تو جو شخص گواہون سے اپنا بیان ثابت کریگا اوسکے موافق حکم ہوگا اور اگر دونون نے گواہ اپنے اپنے بیان پر پیش کیے تو فیصلا اوسکے موافق ہوگا جو دعوی کرتا ہے زیادت کا **ف** اور وہ بائع ہے صورت اول مین اور مشتری صورت ثانی مین **ص** اور اگر اختلاف ہوا مقدار ثمن اور مبیع دونون مین مثلاً بائع نے کہا کہ بیچنے اس غلام کو دو ہزار روپے کے عوض مین بیچا ہے اور مشتری نے کہا نہین بلکہ تو نے دو غلامون کو بدلے مین ہزار روپے کے بیچا ہے تو گواہ بائع کے ثمن مین اور مشتری کے مبیع مین معتبر ہونگے اور اگر بائع اور مشتری دونون گواہون کے پیش کرنے سے عاجز ہوئے تینون صورتون مین **ف** یعنی جب اختلاف ہو فقط مقدار ثمن مین یا فقط مقدار مبیع مین یا مبیع اور ثمن دونون مین **ص** تو یا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر راضی ہوجاوے **ف** یعنی مشتری بائع کی زیادتی ثمن پر یا بائع مشتری کی زیادتی مبیع پر یا ہر ایک دوسرے کی زیادتی پر **ص** یا دونون حلف کرین تو اگر اختلاف ثمن مین ہوگا تو مشتری سے کہا جاویگا یا تو تو راضی ہوجا اوس ثمن سے جسکا بائع دعوی کرتا ہے ورنہ بیع فسخ کی جاویگی اور اگر اختلاف مبیع مین ہوگا تو بائع سے کہا جاویگا یا تو تو تسلیم کرے اوس چیز کو جسکا دعوی کیا مشتری نے ورنہ فسخ کرینگے ہم بیع کو اور اگر اختلاف دونون مین ہووے تو ہر ایک سے یہی کہا جاویگا تو اگر راضی ہوگیا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر تو بہتر ہے ورنہ دونون سے حلف لینگے اور پہلے حلف مشتری سے لیا جاویگا **ف** تینون صورتون مین اسواسطے کہ پہلے اوسی سے ثمن کا مطالبہ ہوتا ہے تو انکار بھی اوسکا اسبق ہے اور جبھی جلدی ظاہر ہوتا ہے فائدہ نکول کا اور وہ وجوب ثمن ہے برخلاف اوس صورت کے جب بائع سے پہلے حلف لیجاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم مبیع کا مؤخر رہیگا استیفا ثمن تک اور اگر بیع اسباب کی بدلے میں اسباب کے

ہوئے یا بیع صرف ہوئے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جسکی قسم سے چاہے شروع کرے اور قسم صرف اسی طور سے لیجاویگی کہ بائع یون قسم کھائے
کہ واللہ میںنے ہزار کو نہیں بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ میںنے بعوض دو ہزار کے نہیں خریدا اور ملانا اثبات کا اسکے ساتھ ضرور نہیں
یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ میںنے دو ہزار کو بیچا ہے اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ میںنے دو ہزار کو خریدا ہے یہی صحیح ہے کذا فی الاصل معتنقاً
من الہدایہ ص اور فسخ کردیوے قاضی بیع کو بعد دونوں کی قسم کے اور جو نکول کریگا دونوں میں سے اوسپر لازم کیا جاویگا
دعوی دوسرے کا ف یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اوسنے نکول کیا تو بائع کا دعوی اوسپر لازم ہو گیا اور اگر
حلف کیا تو اب قسم پیش کیجاویگی بائع پر تو اگر اوسنے حلف کیا تو فسخ کیجاویگی بیع اور اگر نکول کیا تو مشتری کا دعوی اوسپر لازم ہوگا
جاننا چاہیے کہ اختلاف جب متعدد ثمن میں ہووے تو دونوں سے حلف لینا قبل قبض مبیع کے موافق ہے قیاس کے
اسواسطے کہ بائع دعوی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا انکار کرتا ہے اور مشتری دعوی کرتا ہے تسلیم مبیع کا بائع پر ساتھ ثمن
قلیل کے اور بائع اوسکا انکار کرتا ہے تو ہر ایک ان دونوں میں سے مدعی بھی ہوا اور منکر بھی تو دونوں پر حلف لازم آویگی لیکن
بعد قبض مبیع کے دونوں سے حلف لینا خلاف قیاس کے ہے اسواسطے کہ مشتری کسی بات کا دعوی نہیں کرتا بائع پر کیونکہ مبیع
اوسکے پاس آگئی ہے البتہ بائع دعوی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا منکر ہے تو قسم صرف مشتری سے چاہیے تھی لیکن ترک کیا قیاس
کو ہمنے اور ثابت کیا ہمنے دونوں سے حلف کو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ جب اختلاف کرین بائع اور مشتری اور مبیع موجود
ہووے تو دونوں حلف کرین اور دونوں پھیر دیوین یعنی بائع ثمن کو اور مشتری مبیع کو کذا فی الاصل یہ حدیث اس لفظ سے نہیں
ملی ہان روایت کیا ابن ماجہ اور دارمی نے عبد اللہ بن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اختلاف کرین بائع
اور مشتری اور مبیع موجود ہووے اور ان دونوں کے پاس گواہ نہووین تو قول بائع کا معتبر ہے یا پھیر لیوین دونو بیع کو اور نقل کیا سیوطی
نے جامع صغیر میں روایت طبرانی سے ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البیعان اذا اختلفا ولا بینۃ ترادا
البیع یعنی بائع اور مشتری جب اختلاف کرین اور اون دونوں کے پاس گواہ نہووین تو پھیر لیوین بیع کو ص اگر اختلاف ہووے
میعاد میں یا شرط خیار میں یا قبض میں یا بعض ثمن کے تو حلف دلایا جاویگا منکر ف برابر ہے کہ اختلاف اصل اجل میں ہووے
جیسے مشتری کہے کہ میںنے اودھار اتنی مدت پر خریدی ہے اور بائع اوس سے انکار کرے یا مشتری کہے کہ ثمن موجل ہے میعاد ایک
سال کے اور بائع کہے کہ نہیں بلکہ چھ مہینے کی میعاد ہے تو جو منکر ہوگا زیادت کا اوسکو حلف دیجاویگی یا کہے بائع یا مشتری کہ بیع
بشرط خیار تھی اور دوسرا اوسکا انکار کرے یا کہے ایک اونمین کا کہ مجکو اختیار تھا تین دن کا اور دوسرا کہے کہ نہیں بلکہ دو دن کا یا
مشتری کہے کہ میں بعض ثمن دیچکا ہوں اور بائع اوسکا انکار کرے ص اسیطرح تحالف نہوگا اگر مبیع تلف ہوگئی ہووے
اور پھر اختلاف ہو قدر ثمن میں بابت دیا جاویگا مشتری نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور قول مشتری کا
قسم سے مقبول ہوگا برخلاف محمد کے اور جو بعض مبیع تلف ہوئی اور بعض باقی ہے تو بھی تحالف نہوگا مگر اوس صورت میں تحالف
ہوگا کہ بائع جتنی تلف ہوئی ہے اوسکے چھوڑ دینے پر راضی ہوجاوے ف اور بعض مشائخ یہ کہتے ہیں کہ یہ استثنا ہے یعنی مشتری سے
تو مشتری پر اس صورت میں یمین نہ آویگی اور تفصیل اسکی اصل کتاب میں ہے ص اگر مولی اور مکاتب نے بدل کتابت میں اختلاف
کیا تو تحالف نہوگا ف بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا ص اسیطرح اگر بیع سلم کے فسخ کے بعد راس المال

مین اختلاف ہوا تو قول مسلم الیہ کا حلف سے مقبول ہوگا اور عقد سلم عود نکریگا اور اگر بیع کا اقالہ ہوا اور بعد بیع کے اختلاف ہوا بائع اور مشتری
مین مقدار ثمن مین تو دونون حلف کرین جب دونون حلف کر لینگے تو بیع لوٹ آویگی ف اسواسطے کہ تحالف سے اقالہ فسخ
ہوگیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آویگی ص اور اگر اختلاف کیا بدل اجارہ یا منفعت مین موجر اور مستاجر نے قبل پوری منفعت لینے
کے تو دونون حلف کرین اور ہر ایک دوسرے کی شی کو پھیر دیگا اور پہلے مستاجر کو حلف دیجاویگی اگر اختلاف اجرت مین ہووے
اور موجر کو پہلے حلف دیجاویگی اگر اختلاف منفعت مین ہووے اور جو کوئی نکول کریگا تو دوسرے کا قول ثابت ہو جاویگا اور جو کوئی برہان
لاویگا اوسکا بیان مقبول ہوگا اور اگر دونون برہان لاوین تو قول موجر کا اجرت مین اور مستاجر کا منفعت مین مقبول ہوگا
اور جب اختلاف دونون مین واقع ہووے تو گواہ ہر ایک کے اولی ہونگے دعوی زیادت مین جیسے موجر نے کہا کہ مینے تجکو مکان کرایہ
مین دیا ایک برس تک فی سو روپیہ مین اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ دو برس تک سو روپیہ مین اور قائم کیا دونون نے گواہون کو تو
حکم دیا جاویگا دو برس تک دو سو روپیہ مین ف تو موجر کے گواہون کا ازدیاد اجرت مین اور مستاجر کے گواہون کا زیادتی میعاد مین
اعتبار ہوا ص اور اگر موجر اور مستاجر نے بعد پوری لینے منفعت کے اختلاف کیا مقدار اجرت مین تو قول مستاجر کا حلف سے
مقبول ہوگا اور اگر بعض منفعت لی ہو اور بعض باقی ہو تو دونون سے حلف لیکر اجارہ کو مابقی مین فسخ کر دینگے اور جتنی مدت گذری ہے
اوس مین قول مستاجر کا مقبول ہوگا اور اگر اختلاف کیا جورو اور خاوند نے اسباب خانگی مین تو جو اسباب خاص عورت کے لائق ہے
ف جیسے اوڑھنی کرتی چوڑی زیور وغیرہ ص تو وہ عورت کو دیا جاوے گا قسم لیکر اور جو اسباب کہ خاص مرد کے
لائق ہے ف جیسے پگڑی تاج قبا وغیرہ ص یا مرد اور عورت دونون کا ہوسکتا ہے ف جیسے ظروف وغیرہ ص
تو وہ مرد کو دیا جاویگا قسم لیکر ف یہ صورت جب ہے کہ مرد اور عورت کسی پاس گواہ نہووین اور دونون زندہ ہووین تو اگر
دونون گواہ پیش کرین تو زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے ص اور جو کوئی مر گیا ہووے تو قول زندہ کا اوس اسباب کے حق مین جو دونون کے
لائق ہے قسم سے مقبول ہوگا ف اور اس مسئلہ مین نو قول ہین مجتہدین کے مذکور ہین حواشی درمختار مین ص اور امام ابو یوسف
کے نزدیک عورت کو اسباب جہیز حسب لیاقت اوسکے دیا جاویگا اور باقی خاوند کو اوسکے قسم لیکر دیا جاویگا اور زندگی اور موت
سب برابر ہے اونکے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک اگر جورو اور خاوند زندہ ہون تو مثل قول ابو حنیفہ کے ہے اور بعد موت کے جو اسباب
مشکل ہے وہ خاوند کے وارثون کو ملیگا اور اگر جورو خاوند مین سے کوئی مملوک ہو تو کل اوسکا ہوگا جو اون مین سے آزاد ہے حالت حیات مین
اور بعد ایک کے مر جانے کے زندہ کا ہوگا ف اور صاحبین کے نزدیک عبد ماذون اور مکاتب مثل حر کے ہے مسائل اختلاف
زوجین کا اختلاف اگر مقدار مہر مین واقع ہووے تو اوسکی صورتین کتاب النکاح باب المہر جلد ثانی مین گذر چکین اگر موجر اور
مستاجر نے متاع خانگی مین اختلاف کیا تو کل چیزین مستاجر کی ہونگی قسم لیکر مگر کپڑے جو بدن پر موجر کے ہین وہ موجر کے
ہونگے اگر دو قسم کے پیشہ ور ایک جا رہتے ہون اور آلات مین اختلاف کرین تو ہر ایک کو اوسکے پیشہ کے آلات حوالے کئے
جاوینگے بلکہ جتنے آلات ہین دونون مین مشترک ہو جاوینگے دو شخص ایک مکان مین رہتے ہین اور ایک کے پاس ایک شی گران
مول کی جو اوسکے لائق نہین ہے جیسے جاروب کش پاس چادر کمخاب کی یا مفلس پاس توڑہ اشرفیون کا اور دوسرا شخص اوسکے
لائق ہے اور دونون اوسکے مدعی ہین اور کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو وہ شی اوسکی ہوگی جو اوسکے لائق ہے تحقیق مین دو شخص

۵ موجر کرایہ پر دینے والا اور مستاجر کرایہ لینے والا

سوا ہین اوراوسمین آتا جاتا ہوا ہی ایک شخص آرد فروش اور دوسرا ملاح ہی اور ہر ایک دعوی کرتا ہی آٹے اور کشتی کا تو آٹا آرد فروش کا ہوگا اور کشتی ملاح کی مختار

ص فصل دفع دعوی مین

اگر مدعی علیہ نے مدعی کے جواب مین کہا کہ یہ شی جو میرے قبضہ مین ہی اور تو اوسکا دعوی کرتا ہی امانت ہی زید کی یا عاریت لیا ہی اوسکو مینے زید سے یا کرایہ مین لیا ہی یا گرو لیا ہی یا غصب کیا ہی مینے زید سے اور اوسپر گواہ قائم کیے تو مدعی کی خصومت مدعی علیہ سے دفع ہوجاویگی ف اسواسطے کہ مدعی علیہ نے گواہون سے ثابت کردیا اس امر کو کہ قبضہ اوسکا بطور خصومت نہین ہی تو مدعا کا دعوی بالذات متوجہ ہوا زید سے نہ مدعی علیہ سے اور ابو یوسف کہتے ہین کہ اگر مدعی علیہ حیلہ گری اور دروغ گوئی مین مشہور ہو یعنی لوگون کا مال لیکر بعد اوسکے یہی حیلہ کرکے ہضم کرتا ہی تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہی اور اسی کو پسند کیا ہی مختار مین ص اور اگر مدعی علیہ نے اوسکے جواب مین کہا کہ یہ چیز مینے خریدی ہی زید سے یا مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ چیز میری لو نے غصب کی ہی یا چورائی ہی یا میرے پاس سے چوری گئی ہی تو اب دفع کرنا مدعی علیہ کا ان صورتون سے مقبول نہوگا اگرچہ مدعی علیہ اوس شی کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے ف اسواسطے کہ مدعی علیہ نے جب یہ کہا کہ مینے یہ چیز خریدی ہی زید سے تو اوسنے خود اقرار کیا کہ یہ اوسکا خصومت کا ہی تو اوس سے خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر یعنی غصب اور سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر یعنی غصب یا سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے یہ کہا کہ چیز چوری گئی تھی میرے پاس سے اور مدعی علیہ نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ میرے پاس امانت ہی فلانے کی تو بھی خصومت ساقط نہوگی دیکھنے غیرہ کے نزدیک محمد کے ساقط ہوجاویگی ص جیسے گواہ اگر اس بات کی گواہی دین مدعی علیہ کیطرف سے کہ مدعی علیہ پاس شی کو ایک شخص نے امانت رکھا ہی کہ ہم اوسکو نہین پہچانتے تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ وہ شخص بھی مدعی ہو ص البتہ اگر گواہ صرف اتنا کہین کہ ہم اوسکی صورت کو پہچانتے ہین اور اوسکے نام و نسب کو نہین جانتے تو خصومت ساقط ہوجاویگی نزدیک امام صاحب کے ف کیونکہ جب گواہون نے نام و نسب امانت رکھنے والے کا بیان کردیا اور اوسکی صورت کو بھی پہچانتے ہین یا فقط اوسکی صورت کو پہچانتے ہون تو گواہ جانتے ہونگے یہ بات کہ امانت رکھنے والا شخص مدعی نہین ہی اور نزدیک امام محمد کے خصومت ساقط نہوگی فقط صورت پہچاننے سے جب تک گواہ نام و نسب بھی اوسکا بیان نکرین کیونکہ انھون نے ایک شخص معلوم کو نہین ذکر کیا ص اور اگر مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ شی جو قبضہ مین مدعی علیہ کے ہی وہ مینے زید سے خریدی ہی اور مدعی علیہ نے یہ کہا کہ یہ چیز زید نے میرے پاس امانت رکھوائی ہی تو خصومت مدعی کی ساقط ہوجاویگی اگرچہ مدعی علیہ اپنے بیان پر گواہ نہ پیش کرے لیکن اوس صورت مین خصومت دفع نہوگی جب مدعی گواہون سے یہ بات ثابت کرے کہ زید نے مجھکو وکیل کیا ہی اوس چیز کے لے لینے کے لیے ف اسواسطے کہ مدعی نے جب یہ کہا کہ اوسنے یہ چیز خریدی ہی زید سے تو اوسنے اقرار کیا کہ ذو الید زید تھا اور اوسکی طرف سے مجھے پہونچنا چاہیے تو مدعی علیہ کا خصومت نہین ہوا مگر جب مدعی وکالت اپنی ثابت کرلیوے اوس شی کے لے لینے کے لیے جاننا چاہیے کہ ان مسائل کو مخمسہ کہتے ہین کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ مدعی علیہ کے جواب کی پانچ صورتین ہین ایک امانت دوسری عاریت تیسری اجارہ چوتھی رہن پانچوین غصب اور بھی اس جہت سے کہ اسمین پانچ قول ہین تو نزدیک ابن شبرمہ کے خصومت دفع نہوگی اور نزدیک ابن ابی لیلی کے خصومت دفع ہوجاوے گی اگرچہ مدعی علیہ گواہ قائم نکرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسف کے

اگر مدعی علیہ مرد صالح ہوگا تو اوس سے خصومت دفع ہوجاویگی اور اگر مشہور ہوگا حیلہ جوئی اور مکر سازی مین تو دفع نہوگی اسواسطے کہ وہ یہ کرسکتا ہی کہ جتنا مال اوسکے قبضے مین ہی ایک شخص غائب ہونیوالے کو دیوے اور اوس سے کہے کہ تو دو مرد گواہون کے پاس مال کو میرے پاس امانت رکھوا دے تاکوئی اوس مال کا دعوی نکر سکے اور نزدیک محمد کے خصومت دفع نہوگی جب گواہون نے کہا کہ ہم اوس شخص کو نہین پہچانتے مگر صورت سے اور نام و نسب اوسکا نہین جانتے اور نزدیک امام اعظم کے خصومت دفع ہوجاویگی مدعی علیہ کے گواہ قائم کرنے سے کذا فی الکفایہ

باب ایک چیز پر دو شخصون کے دعوی کے بیان مین

قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہی کہ گواہ غیر قابض کے اولی ہین قابض کے گواہون سے اگرچہ ایک کے گواہ وقت بیان کرین اور ایک کے گواہ وقت نہ بیان کرین **ف** جاننا چاہیے کہ جب دعوی ایسے دو شخصون کا ہو ایک چیز پر کہ ایک شخص قابض ہو اور دوسرا خارج یعنی غیر قابض تو گواہ خارج کے احق ہونگے ہمارے نزدیک اور شافعی کے نزدیک گواہ قابض کے اولی ہین پھر اگر ایک کے گواہون نے وقت بیان کیا تو نزدیک امام اعظم اور محمد کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہونگے اور ابو یوسف کے نزدیک اوسکے گواہ معتبر ہونگے جنھون نے وقت بیان کیا ہے کذا فی الاصل **ص** اور اگر دونون شخص خارج ہین اور دونون نے ایک شی کا دعوی کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو وہ شی آدھون آدھ دونون کو دیجاویگی **ف** یہ ہمارا مذہب ہی اور شافعی کی نزدیک دونون طرف کے گواہ مردود ہوجاوینگے یا قرعہ کیا جاویگا جسکے نام پر قرعہ نکلیگا وہ شی اوسکے حوالے کیجاویگی دلیل شافعی کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین ایسا ہی واقعہ ہوا اسواسطے قرعہ ڈالا اور کہا کہ ای اللہ تو ہی ہی فیصلہ کرنیوالا ان دونون مین روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور ہماری دلیل حدیث صحیح الاسناد ہی جسکو روایت کیا ابو داؤد نے سنن مین ابو موسی اشعری سے کہ دو شخصون نے دعوی کیا ایک اونٹ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم کردیا اوس اونٹ کو اون دونون مین آدھا آدھا اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین تمیم بن طرفہ سے کہ دو مرد اونٹ جھگڑا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس ایک اونٹ مین اور قائم کیے ہر شخص نے گواہ تو فیصلہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹ کا دونون مین نصفا نصف کہا طحاوی نے کہ قرعہ کا حکم ابتدا اسلام مین تھا پھر منسوخ ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب ہمارا صحیح اور موافق احادیث کے ہی **ص** تو اگر دو شخصون نے گواہ قائم کیے ایک عورت سے نکاح پر تو دونون گواہیان ساقط ہوجاوینگی **ف** اسواسطے کہ نکاح مین شرکت نہین ہوسکتی برخلاف ملک کے کہ اوسمین شرکت ہوسکتی ہی کذا فی الاصل **ص** اور وہ عورت اوسکو دیجاویگی جسکی عورت تصدیق کرے یہ صورت جب ہی کہ دونون شخصون کے گواہون نے وقت نکاح بیان نہ کیا ہو اور جو دونون نے تاریخ نکاح بیان کی تو جسکی تاریخ پہلے ہی عورت اوسی کی ہوگی اور اگر عورت نے قبل قائم کرنے گواہون کے ایک شخص کی منکوحہ ہونیکا اقرار کیا تو وہ عورت اوسکی ہوجاویگی پھر اگر دوسرے شخص نے گواہ قائم کردیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو پہلے شخص سے چھین کر دوسرے کو دلاوینگے اور اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے اوس عورت کے اپنی منکوحہ ہونے پر اور قاضی نے فیصلہ کردیا اوسکے گواہون پر اس بات کا کہ زوجہ اوس شخص کی ہی بعد اوسکے دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو قضاے اول فسخ نکیجاویگی مگر جب کہ اس شخص ثانی کے گواہ نکاح کی تاریخ پہلے گواہون کی تاریخ سے مقدم بیان کرین تو پھر زوجہ کو شخص اول سے چھین کر شخص ثانی کو دلاوینگے اور اگر عورت ایک شخص کے قبضے مین ہی بطور نکاح کے اب ایک شخص خارج نے گواہ قائم کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہی تو وہ عورت خارج کو دلائی جاویگی

الا اوس صورت مین جب یہ بات ثابت ہوجاوے کہ نکاح اوس شخص قابض کے نکاح سے مقدم ہے ف حاصل اسکا زیلعی
مین یون مرقوم ہے کہ جب دو آدمیون نے تنازع کیا ایک عورت مین اور دونون نے گواہ پیش کیے تو اگر دونون کے گواہون نے
تاریخین بیان کی ہین تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ اولی ہے اور اگر دونون کے گواہون نے تاریخین بیان نہین کی یا تاریخین متحد
بیان کین تو جو قابض ہے عورت پر وطی سے یا اپنے مکان مین رکھنے سے وہ اولی ہے اور اگر یہ کوئی امر نہو تو عورت سے پوچھا جاویگا
جسکی وہ تصدیق کرے وہ اولی ہے ص تو اگر دو شخصون نے گواہ پیش کیے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص قابض سے تو ہر شخص
کے لیے اختیار ہوگا کہ نصف مبیع لیوے بعوض نصف ثمن کے یا ترک کر دیوے اور جب قاضی نے دونون کے لیے نصف
نصف لینے کا یا ترک کر دینے کا فیصلہ کر دیا اب ایک شخص نے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو یہ نہین پہونچتا کہ کل مبیع لیوے
ف کیونکہ نصف مین اوسکی بیع فسخ ہو چکی ہے ہدایہ ص اور اگر اس صورت مین دونو شخصون کے گواہون نے تاریخ خرید
بیان کی تو جسکی مقدم تاریخ ہوگی اوسکو وہ شی ملیگی اور اگر ایک کے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی اور دوسرے کے گواہون نے
نہ بیان کی یا دونون نے تاریخ بیان نکی تو جو قابض ہے اوسکو ملیگی اور جو کوئی قابض نہین ہے تو صاحب وقت اولی ہوگا
اور جو کسی نے وقت نہین بیان کیا تو ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ نصف ثمن کے بدلے مین نصف مبیع کے لیوے یا چھوڑ دیوے اور اگر ایک
شخص نے دعوی کیا کہ یہ چیز مینے زید سے خریدی ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ چیز مجکو زید نے ہبہ کی ہے اور مینے اوسپر قبضہ کر لیا تھا یا
صدقہ دی ہے اور مینے اوسپر قبضہ کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے بیان پر گواہ پیش کیے لیکن کسی کے گواہون نے تاریخ بیان
نہ کی تو جو شخص دعوی خرید کا کرتا ہے اوسکے گواہ مقبول ہونگے ف تو دعوی شرا مقدم ہے دعوی صدقہ اور ہبہ پر اور دعوی
صدقہ بالقبض اور ہبہ بالقبض برابر ہین ہدایہ ص اور دعوی شرا اور دعوی مہر برابر ہین ف صورت اسکی یون ہے
کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک غلام پر کہ یہ غلام میرا ہے اور ہندہ نے دعوی کیا کہ عمرو نے اس غلام کو میرا مہر مقرر کرکے
مجھسے نکاح کیا ہے اور دونون نے گواہ پیش کیے تو دونو گواہیان اور دعوے ایسے سمجھے جاوینگے تو وہی حکم مسائل سابق کا جاری
ہوگا ص اور دعوی رہن مع القبض اولی ہے ہبہ مع القبض سے تو اگر دونون مدعی خارج ہین اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اپنی
ملک پر مع تاریخ یا اپنی خرید پر مع تاریخ ہر ایک شخص سے یا ایک خارج تھا اوسنے گواہ قائم کیے ملک پر مع تاریخ اور ایک ذوالید تھا
اوسنے بھی گواہ قائم کیے مع تاریخ تو قول مقدم تاریخ والے کا اولی ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے خرید پر اور تاریخین دونون
کی ایک ہین لیکن بائع ہر ایک شخص کا جدا جدا ہے ف مثلا ایک کہتا ہے کہ مینے زید سے خریدا اور دوسرا کہتا ہے کہ مینے عمرو سے خریدا
اور دونون کی تاریخین ایک ہین کذا فی الاصل ص یا صرف ایک نے وقت بیان کیا تو دونون برابر ہونگے ف یہ بھی
صورت اوسی مین ہے جب ہر ایک دعوی خرید کا الگ الگ شخص سے کرے اور جو ایک شخص سے دعوی خرید کا کرتے ہون اور
ایک وقت بیان کرے اور دوسرا وقت بیان نہ کرے تو صاحب وقت اولی ہوگا جیسا کہ اوپر گذرا ص اور اگر ایک خارج ہے
اور دوسرا قابض اور دونون نے گواہ قائم کیے مطلق ملک پر ف یعنی سبب ملک جیسے خرید یا ہبہ وغیرہ بیان نکیا ص
اور ایک نے وقت بیان کیا تو گواہ خارج ہی کے مقبول ہونگے اور اگر خارج نے گواہ قائم کیے ملک پر اور قابض نے خریدنے پر اوسی
شخص خارج سے یا خارج اور قابض نے دونون نے گواہ قائم کیے ایسی سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے نہ مکرر جیسے نتاج

یعنی پیدائیش بچہ جوان کی یا دودھ نا دودھ کا یا بنانا پنیر کا اور نمدہ بنانے پر اور بالون کے ترشنے پر تو قابض ہی کے گواہ قبول ہونگے اور وہ شی قابض کو دلائی جاویگی ف اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دو مردون نے جھگڑا کیا ایک اونٹنی مین سو کہا ہر ایک نے اونمین سے کہ جنی ہی یہ اونٹنی میرے پاس اور قائم کیے ہر ایک نے گواہ اپنے دعوے پر تو فیصلہ کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹنی کا اوس شخص کے لیے جسکے قبضے مین تھی روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ص اور اگر گواہ لایا ہر ایک ف خواہ دونون خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید عینے ص دوسرے پر کہ مینے اوس سے خریدا ہی ف یعنی دونون مدعیون مین سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہے کہ مینے تجھسے خریدا ہی اور وہ دوسرا یہ کہے کہ مینے تجھسے خریدا ہی ص اور بغیر ذکر وقت کے دونون گواہ قائم کرین اپنے اپنے بیان پر تو دونون گواہ رد کیے جاوینگے اور مال اوس شخص پاس رہیگا جسکے پاس قبل دعوے کے تھا اور امام محمد رح کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اور اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا تو اوسکی تفصیل مذکور ہی ہدایہ مین تو جسکا جی چاہے تو اوسکا مطالعہ کرے ف ہدایہ مین یہ لکھا ہی کہ اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا دعوی عقار مین اور کسینے قبضہ اپنا ثابت نکیا اور وقت خارج کا مقدم ہی تو قابض کو دلایا جاویگا نزدیک شیخین کے تو گویا ایسا ہوا کہ خارج نے پہلے خریدا پھر بیچا اوسکو قبل قبض کے قابض کے ہاتھ اور یہ امر جائز ہی عقار مین نزدیک شیخین کے اور امام محمد رح کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اسلیے کہ نہین صحیح ہی بیع خارج کی قبل قبض کے تو باقی رہا وہ عقار ملک پر خارج کے اور جو کسی نے اپنا قبضہ ثابت کیا تو بالاتفاق قابض کو دلایا جاویگا کیونکہ یہان دونون بیعین درست ہوسکتی ہین شیخین کے اور محمد رح کے مذہب پر اور جب وقت ذوالید کا مقدم ہوگا تو خارج کو دلایا جاویگا خواہ گواہون نے قبضہ کسی کا بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو تو گویا ایسا ہوگا کہ خریدا ہوگا اوسکو ذوالید نے اور قبضہ کیا اوسپر پھر بیچا ہوگا اوسکو خارج کے ہاتھ اور تسلیم نہ کیا ہوگا خارج کو یا کسی اور سبب سے مثل کرایہ وغیرہ کے قابض کے پاس آگیا ہوگا انتہی ص اور جان تو اس بات کو کہ صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو بغیر ضبط اور ترتیب کے جمع کیا ہی اور مین اوسکو ذخیرے سے بطور ضبط اور اختصار ذکر کرتا ہون تو مین کہتا ہون کہ اگر دونون مدعی گواہ لائے تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ زیادہ حقدار ہوگا اور جو کسیکی تاریخ متقدم نہووے تو اگر دونون ذوالید یعنی قابض ہین تو دونون برابر ہونگے اسی طرح اگر دونون خارج ہونگے اور دعوی ملک مطلق کا یعنی بغیر ذکر سبب کے کرتے ہونگے اور شامل ہی اس بات کو کہ دونون تاریخ بیان نکرین یا صرف ایک شخص اون مین سے تاریخ بیان کرے یا دونون تاریخ بیان کرین اور کسیکی تاریخ مقدم نہووے کیونکہ اگر کسیکی تاریخ مقدم ہوگی تو وہی زیادہ حقدار ہوگا اسی طرح دعوی ملک بسبب مین مگر جب ایک ہی شخص سے حصول ملک کا دعوی کرین تو جو تاریخ بیان کریگا وہ زیادہ حقدار ہوگا اور اگر ایک ذوالید یعنی قابض اور دوسرا خارج ہوگا تو خارج زیادہ حقدار ہی دعوی ملک مطلق مین سب صورتون مین مگر جب دعوی کرین ملک مطلق کے ساتھ ایک فعل کا جیسے کہے ہر ایک اون مین سے کہ وہ میرا غلام ہی مینے اوسکو آزاد کیا ہی یا مدبر کیا ہی تو شخص قابض احق ہوگا برخلاف اوس صورت کے جب ہر ایک اونمین سے کہین کہ وہ غلام میرا ہی مینے اوسکو مکاتب کیا ہی تو وہ دونو برابر ہونگے اسواسطے کہ مکاتب پر کسیکا قبضہ نہین ہوتا تو وہ دونون خارج ہین اور اگر ایک نے کہا کہ وہ غلام میرا ہی مینے اوسکو مکاتب کیا اور دوسرے نے کہا کہ مینے اوسکو مدبر کیا ہی یا آزاد کیا ہی تو یہ دوسرا اولی ہوگا تو قاعدہ یہ ہی کہ جسکے گواہ مثبت زیادتی ہونگے وہ احق ہوگا پس معتین خارج اور ذوالید کی ہین ملک مطلق مین لیکن ملک بالسبب مین تو اگر دونون نے ایک ہی سبب ذکر کیا اور حصول ملک کا

یعنی جانور کا دعوی کیا اور ذوالید نے گواہ قائم کیے نسبت پیدا ہونے کے تو قابض کی ملک ہے جبکہ مالک مین ملک غیر کی ملک مین ۱۲ منہ مد ظلہ

ایک ہی شخص سے بیان کرتے ہین تو ذوالید احق ہوگا اور اگر جدا جدا شخص سے بیان کرتے ہین تو خارج احق ہوگا سب صورتون میں
اور اگر دونون نے سب ملک علیحدہ علیحدہ بیان کی جیسے شرا اور ہبہ تو جسکا سبب قوی ہوگا وہ اولی ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا
ف یہ خلاصہ ہے تمام مسائل متقدمہ کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص اور ترجیح نہین دی جاتی گواہون کی کثرت سے ف
مثلاً ایک کے دو گواہ ہین اور دوسرے کے چار ص اسواسطے کہ ترجیح ہمارے نزدیک دلیل کی قوت سے ہے نہ کثرت دلائل سے ف
یعنی فی نفسہ دلیل قوی ہو جیسے ایک طرف دلیل متواتر ہے اور دوسری طرف آحاد تو متواتر کو ترجیح ہوگی اور یہ نہوگا کہ ایکطرف
دو حدیثین ہین اور ایکطرف ایک ہی حدیث ہے تو دو حدیثون کو ترجیح ہو جاوے ایک حدیث پر اسیطرح ایک آیت پر دو آیتون کو
ترجیح نہوگی یہ مسئلہ اصول کی کتابون میں بتفصیل مذکور ہے ص اگر دو خارجون نے دعوی کیا ایک گھر کا اسطرح پر کہ ایک نے اوس
گھر کے آدھے کا دعوی کیا اور دوسرے نے کل گھر کا اور دونون دلیل لائے تو کل کے مدعی کو تین حصے اوس مکان کے اور نصف کے
مدعی کو چوتھائی حصہ دلایا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک کل کے مدعی کو دو ثلث اور نصف کے مدعی کو ثلث ملیگا ف
دلیلین امام اور صاحبین کی اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہین ص اور اگر ایک گھر دو شخصون کے قبضے مین تھا اور ایک
نے دعوی کیا اوسکے نصف کا اور دوسرے نے کل گھر کا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو کل کے مدعی کو سارا مکان دلایا جاویگا
اور نصف کے مدعی کو کچھ نہ ملیگا ف اسوجہ سے کہ گھر جب دونون کے قبضے مین تھا تو ہر ایک کے قبضے مین نصف نصف
مکان تھا تو جو نصف مدعی کل کے قبضے مین تھا اوسکا تو کوئی مدعی نہین تو وہ اوسکا ہوگا بغیر قضا قاضی کے اور جو نصف
مدعی نصف کے قبضے مین تھا اوسکا مدعی کل مدعی ہے اور وہ خارج ہے تو گواہ خارج کے اولی ہین گواہون سے قابض کے اسواسطے
وہ نصف بھی قاضی اوسکو دلاویگا ص اگر دو خارجون نے دعوی کیا ایک جانور کی پیدایش کا اور دونون کے گواہون نے
تاریخ اوسکے پیدایش کی بیان کی تو اوس جانور کا سن دیکھا جاویگا جسکی تاریخ کے موافق ہوگا اوسکو دلایا جاویگا اور اگر موافقت
اور مخالفت کچھ معلوم نہوسکے تو وہ جانور دونون کا ہوگا اور جو سن اوسکا دونون کے گواہون سے مخالف نکلے تو
دونون کے گواہ مردود ہو جاوینگے اور وہ جانور جسکے پاس تھا اوسیکے قبضے مین رکھا جاویگا تو اگر دونون خارجون مین سے
ایک نے دعوی کیا ذوالید پر کہ یہ چیز تو نے میری غصب کر لی تھی اور دوسرے نے کہا کہ مینے یہ شے تیرے پاس امانت رکھی
تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو دونون کے لیے حکم کیا جاویگا اوس چیز کے نصف نصف کا اسواسطے کہ دونون برابر
ہوگئے کیونکہ جسکے پاس امانت سپرد ہو وہ جب انکار کرے امانت سے تو غاصب ہو جاتا ہے سو گویا دونون شخص مدعی غصب کے ہوئے
ف اور اونمین برابر ہونگے اسیطرح آئین ص جو کپڑے کو پہنے ہوئے ہے وہ زیادہ حقدار ہے اوس سے جو آستین کو پکڑے ہوئے
ہے ف یہان سے وہ مسائل شروع ہوئے ہین جنمین دو شخص مدعی ہین بسبب قبضے کے اور کسی پاس گواہ نہین ہین بدائع مین ہے
کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ وہ شے اوسکے قبضے مین ہے تو اوسپر قسم واجب ہوگی اگر طرف ثانی طلب کرے
پھر اگر وہ قسم کھائے تو بری الذمہ ہوگیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا ص اسیطرح جو گھوڑے
پر سوار ہے وہ مقدم ہے اوس شخص پر جو اوسکی لگام کو پکڑے ہوئے ہے اور جو زین پر بیٹھا ہے وہ اولی ہے اوس سے جو اوسکی پچھاڑی پر بیٹھا ہے
اور جسکا بوجھ اونٹ پر لدا ہوا ہے وہ اولی ہے اوس سے جسکا کوزہ اونٹ پر لٹک رہا ہے اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو اوسکو پکڑے ہوا ہے

دونون برابر ہین ف جیسے دونون بیٹھے ہین ایک فرش پر پیا سوا ہین ایک زمین پر در مختار ص اور جو ایک کے ہاتھ
مین کپڑا ہی اور دوسرے کے ہاتھ مین اوسکا کنارہ ہی تو دونون برابر ہونگے ف کنارے سے مراد وہی کپڑے کا کنارہ جو بنا ہوا ہی
نہ صرف فقط جو بنا ہوا نہین ہوتا در مختار ص اگر ایک لڑکا جو بولتا ہی اور بات کو سمجھتا ہی ایک شخص کے قبضے مین ہی وہ یہ کہے
کہ مین اصلی آزاد ہون تو قول اوسی کا معتبر ہوگا اور جو وہ قبضے مین زید کے ہی اور کہے کہ مین غلام عمرو کا ہون تو وہ زید ہی کا غلام
رہیگا اور جو وہ لڑکا بول نسکتا ہو اور بات کو نہ سمجھتا ہو تو جس شخص کے قبضے مین ہی اوسکا غلام ہوگا دیوار اوس شخص کی ہوگی جسکی
کڑیان اوسپر رکھی ہوئی ہون یا اوسکی دیوار سے یہ دیوار متنازع فیہ متصل ہو بطریق اتصال تربیع ف اتصال تربیع یہ ہی
کہ ایک دیوار دوسری دیوار سے اسطرح ملی ہو کہ ایک دیوار کی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اتصال تربیع
اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اسطرح دو دیوارین اسواسطے بنائی جاتی ہین کہ اور دو دیوارون کے ساتھ ملکر ایک مکان مربع کا احاطہ کر لیوین
کذا فی الاصل مقابل اس اتصال کے اتصال ملازقت ہی وہ یہ کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہو وے
یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو یہ دونون صورتین اینٹون کی دیوارین معلوم ہوئین اب اگر لکڑی کی دیوارین ہون
تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑی دوسری دیوار مین گئی ہو در مختار ص اور اگر دو شخصون نے دعوی کیا
دیوار کا اور ایک کے اوس دیوار پر تختے ف یا بانس جو کڑیون پر رکھے جاتے ہین ص دھرے ہوئے ہین ف یا ایک
کی دیوار کے ساتھ وہ دیوار متنازع فیہ اتصال ملازقت رکھتی ہی در مختار ص تو وہ شخص اولی نہوگا بلکہ دیوار دونون مین مشترک
رہیگی ف اور اگر ایک شخص کی کڑیان دیوار پر رکھی ہون اور دوسرے کی دیوار کے ساتھ اتصال تربیع رکھتی ہووے
تو صاحب اتصال زیادہ حقدار ہوگا اور بعضون نے کہا کہ جسکی کڑیان رکھی ہین وہ اولی ہوگا لیکن صحیح اول ہی اور جو کڑیان
ظلم سے رکھی گئی ہین دوسرے شخص کی دیوار پر تو صاحب دیوار اگر اوسکے اوکھاڑنے کے مطالبے سے ابرا کر دیوے یا صلح یا عفو کر دے تو وہ حق
مطالبہ ساقط نہوگا پس اگر صاحب دیوار نے اس مطالبے سے ابرا کیا بعد اوسکے وہ مکان کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مشتری کو مطالبہ
اوس حق کا پہونچتا ہی اسی طرح اگر صاحب دیوار نے وہ مکان کرایہ کو دیا دہقان رکھنے والے کو تب بھی اوسکا حق مطالبہ ساقط نہوگا
در مختار ص اگر ایک دار مین ایک شخص کے دس بیت ہین اور دوسرے کا ایک بیت ہی تو وہ دونون اوسکے صحن کے منافع مین
برابر ہونگے ف یعنی صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن کے استعمال مین برابر ہین یعنی پھرتے ہین اور اسباب رکھنے
مین اور لکڑیان چیرنے مین وغیرہ ذالک غایۃ الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے مین اگر نزاع ہوگا تو بقدر زمین ہر ایک کے لیے
حکم ہوگا اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے لیے ہی تو جسکی زمین زیادہ ہی اوسکو زیادہ حاجت ہی در مختار ص دو آدمیون نے
اگر ایک زمین کا دعوی کیا اور ہر ایک یہ کہتا ہی کہ وہ زمین میرے قبضے مین ہی تو قاضی حکم نہ دیوے کسیکے قبضے کا یہانتک کہ دونون
گواہ قائم کرین اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونون گواہ قائم کر دین تو وہ زمین دونون کو نصف نصف دلائی جاویگی اور جو ایک
ہی شخص نے گواہ قائم کیے اپنے قبضے پر یا تصرف پر اسطرح کہ اوس شخص نے زمین متنازع فیہ مین اینٹین بنائی تھین یا عمارت
بنائی تھی یا گڑھا کھود ا تھا تو اوسی کے قبضے کا حکم ہوگا ف اسواسطے کہ استعمال اور تصرف دونون دلیلین قبضے کی ہین ۱۲

ص باب دعوی نسب کے بیان مین

زید نے ایک لونڈی بیچی عمرو کے ہاتھ بعد اوسکے چھ مہینے کے اندر وہ جنی اور زید نے دعوی کیا کہ یہ ولد میرا ہی تو اوس ولد کا نسب ثابت ہو جاویگا زید سے اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہو جاویگی اور بیع فسخ کیجاویگی اور ثمن عمرو کو واپس دلائی جاویگی اگرچہ عمرو بھی اوس لڑکے کا دعوی کرے زید کے دعوے کے ساتھ یا بعد اوسکے **ف** یہ ہمارا مذہب ہے اور زفر اور شافعی رحمہ کے نزدیک دعوی زید کا باطل ہوگا اسواسطے کہ زید کا بیچنا اوس لونڈی کو اقرار ہے اس بات کا کہ یہ میری ام ولد نہیں ہے بلکہ لونڈی ہے تو اب دعوی ولد میں تناقض ہے اقرار سابق سے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نطفہ ٹھہرنا ایک امر خفی ہے تو ہمیں تناقض عفو کیا جاویگا اور نطفہ ٹھہرنا زید کی ملک میں دلیل ہے اس بات کی کہ ولد زید کا ہے اسواسطے کہ وقت بیع سے چھ مہینے پورے نہیں گذرے ہیں تا احتمال ہو اس بات کا کہ بعد بیع کے نطفہ ٹھہرا ہے کیونکہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہیں اور یہ جو کہا کہ عمرو اگرچہ دعوی کرے اوس لڑکا ساتھ زید کے یا بعد دعوی زید کے سو اسواسطے کہ اگر پہلے عمرو نے دعوی کیا ولد کا تو نسب اوس سے ثابت ہو جاویگا اور اس دعوی کی صحت اسطرح پر کیجاویگی کہ عمرو نے اوس سے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کے ملک میں تھی پھر استیلاد کیا اوسکا پھر خرید لیا اوسکو کذا فی الاصل بزیادۃ **ص** اور اگر اسی صورت مذکورہ میں لونڈی مر گئی اور لڑکا زندہ ہے اور زید نے اوسکا دعوی کیا تو بھی نسب زید سے ثابت ہو جاویگا نہ اوس صورت میں جب لڑکا مر گیا ہو **ف** اسواسطے کہ ولد اصل ہے ثبوت نسب میں فرمایا علیہ السلام نے ابراہیم کی ماں کے لیے کہ آزاد کیا اوسکو اوسکے ولد نے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابن عباس سے اور سب صحیح ہوا دعوی زید کا بعد مرجانے لونڈی کے تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک زید پوری ثمن عمرو کو پھیر دیگا اور صاحبین کے نزدیک بقدر حصہ ولد کے نہ اوسکی ماں کے حصے کو کذا فی الاصل بزیادۃ **ص** اور اگر اسی صورت مذکورہ میں عمرو نے اوس لونڈی کو آزاد کر دیا تھا تو بھی نسب زید کا ثابت ہو جاویگا اور زید صرف ثمن بقدر حصہ ولد عمرو کو پھیر دیگا **ف** صورت اوسکی یوں ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کرینگے قیمت پر لونڈی اور اوسکے لڑکے کے تو جو لڑکے کو پہونچیگا اوسکو زید پھیر دیگا عمرو کو اور جو اوسکی ماں کو پہونچیگا اوسکو نہ پھیر یگا کذا فی الاصل **ص** اور اگر عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا تھا **ف** یا دونوں کو آزاد کر دیا تھا **ص** تو اب دعوی زید کا مسموع نہوگا جیسے اوس صورت میں کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم میں جنی یا دو برس سے زیادہ میں جنی **ف** یعنی ان دونوں صورتوں میں بھی دعوی زید کا غیر مسموع ہوگا **ص** مگر اوسوقت کہ عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اول دو قسموں میں **ف** یعنی جب چھ مہینے سے کم میں جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا ہے یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم میں جنی **ص** وہی قسم اول کا حکم ہوگا **ف** یعنی زید کا نسب ثابت ہو جاویگا اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہو جاویگی اور بیع فسخ کر دیجاویگی اور ثمن پھر وا دیجاویگی **ص** اور تیسری قسم میں **ف** یعنی جب وہ لونڈی دو برس سے زیادہ میں جنی اور مشتری نے بائع کے دعوے کی تصدیق کی **ص** بیع باطل نہوگی اور لونڈی زید کی ام ولد ہوگی نکاح کی راہ سے **ف** ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہیں جسکی اولاد اپنے خاوند سے ہووے پھر خاوند اوسکا مالک ہو جاوے یا جس لونڈی کا خاوند مالک ہو پھر وہ جنے اور وہ دعوی کرے ولد کا اور اس جگہہ مراد یہی قسم ہے کیونکہ یہ صورت اسپر محمول ہے کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاد کیا ہوگا کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** جس شخص نے اپنی لونڈی کے لڑکے کو جو اوسکے پاس پیدا ہوا تھا بیچا اور مشتری نے اوسکو پھر کسی اور کے ہاتھ بیچا اب اگر بائع نے

دعوی کیا اوس لڑکے کے نسب کا تو یہ دعوی صحیح ہوگا اور بیع پھر جاویگی یہی حکم ہے اگر مشتری نے مکاتب کر دیا اوس لڑکے
کو یا بائع نے اوسکی ماں کو مکاتب کیا یا گرو رکھا یا کرایہ دیا یا نکاح کر دیا اوسکا پھر لڑکے کے نسب کا دعوی کیا تو بھی نسب ثابت
ہوگا اور یہ تصرفات توڑ ڈالے جاوینگے ف برخلاف اوس صورت کے کہ مشتری نے اوس لڑکے کو آزاد کر دیا یا مدبر کر دیا ہووے
(یعنی رہن اجارہ کتابت نکاح ۱۲)
کہ اس صورت مین دعوی بائع کا مسموع نہوگا جیسا کہ اوپر گذرا اصل مین اس مقام پر ایک تقریر ہے جو متعلق ہے عبارت وقایہ کی
اسواسطے متروک ہوئی ص جس شخص کی لونڈی سے دو بچے توام ف اوسکا بیان آگے آتا ہے ص اوسی کے پاس
پیدا ہوئے اور اون دونون مین سے ایک کو بیچ ڈالا اور مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا بعد اوسکے بائع نے اوس لڑکے کا جو اوسکے
پاس موجود ہے دعوی کیا نسب کا تو دونون لڑکون کا نسب اوس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا
اسواسطے کہ جب ایک کا نسب ثابت ہوا اوس شخص سے تو دوسرے کا بھی ثابت ہونا ضرور ہے توامین اون دو بچون کو کہتے ہین
جنکی پیدایش کے بیچ مین چھ مہینے سے کم مدت گذری ہووے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا تھا اوسنے یہ کہا کہ یہ بیٹا
زید کا ہے پھر کہنے لگا کہ میرا بیٹا ہے تو اوسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید انکار کرے اسبات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ مذہب امام صاحب
کا ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر زید انکار کریگا اوسکی فرزندی سے تو وہ اوس شخص کا بیٹا ہو جاویگا اسواسطے کہ اقرار بالنسب
رد ہوگیا زید کے انکار سے دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ نسب اون چیزون مین سے ہے جو منقوض نہین ہو سکتین تو ایسے ہی
اقرار نسب کا بھی رد نہوگا رد کرنے سے ف اسی طرح اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہین ہے تو یہ نفی صحیح
نہوگی جب بیٹا تصدیق کرتا ہو ثبوت نسب کی یا پہلے تصدیق نکرے پھر تصدیق کرنے لگے اور اگر باپ منکر ہوا اوسکی فرزندی
کا اور بیٹا باپ کے اقرار پر گواہ قائم کرے تو نسب ثابت ہو جاویگا اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے مقبول نہین اسواسطے
کہ وہ اقرار غیر پر ہے تو ضرور ہے تصدیق اوسکی درمختار ص اور اگر ایک بچہ ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہے کہ وہ
میرا غلام ہے اور کافر کہے کہ وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا ف اسواسطے کہ کافر کے بیٹے ہونے مین بالفعل بچے کو آزادی حاصل
ہوتی ہے اور اسلام انجام کار کو اسلیے کہ دلائل توحید ظاہر ہین اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اوسکو بالتبع
حاصل ہو جاتا لیکن آزادی سے محروم ہوتا اور آزاد ہو جانا اوسکی طاقت سے باہر ہے کذا فی الاصل ص اگر ایک لڑکا خاوند اور جورو
کے پاس ہے ف اس قسم کا کہ وہ اپنا حال بیان نہین کر سکتا ہے درمختار ص اور زوج اور زوجہ دونون نے اوسکا دعوی کیا
ف ایک ساتھ درمختار ص اسطرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا بیٹا میرا ہے تیرے سوا اور دوسری زوجہ سے اور جورو یہ کہتی ہے کہ میرا
بیٹا ہے تیرے سوا اور دوسرے خاوند سے تو وہ دونون کا بیٹا قرار دیا جاویگا ف اور جو وہ لڑکا خود اپنا حال بیان کر سکتا ہو تو جسکی
تصدیق کریگا اوسی کا بیٹا قرار دیا جاویگا درمختار ص اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اور اوسکا ولد زید سے ہوا اور زید نے
اوسکا دعوی بھی کیا ف یعنی یہ کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے اسلیے کہ لونڈی فراش ضعیف ہے نسب اوسمین بدون دعوے کے ثابت نہین
ہوتا ص بعد اوسکے وہ لونڈی کسی اور کی نکلی تو لڑکا آزاد ہوگا اور باپ کو یعنی زید کو قیمت ولد کے مستحق کو دینا پڑیگی ف
اسواسطے کہ زید مغرور یعنی فریب مین آیا ہوا ہے اور ولد مغرور کا آزاد ہوتا ہے قیمت سے اور مراد مغرور سے وہ شخص ہے جو ایک عورت سے
صحبت کرے اوسکی ملکیت مین یا ملک نکاح پر اعتماد کرکے پھر وہ عورت اوس سے جنی بعد اوسکے وہ عورت کسی اور کی مملوک نکلی اور اوسکو

معتبر اسلیے کہتے ہیں کہ بائع نے زید کو دھوکا اور فریب دیا اور اوسکے ہاتھ ایسی لونڈی بیچی جو ملک اوسکی نتھی کذا فی الاصل

ص اور قیمت لڑکے کی وہ معتبر ہوگی جو روز خصومت اوسکی قیمت ہوگی تو اگر وہ لڑکا مرگیا تو اوسکے باپ پر کچھ لازم نہوگا

ف بلکہ صرف لونڈی مستحق کو حوالے کریگا ص اور ترکہ اوس لڑکے کا باپ کو ملیگا تو اگر اوس لڑکے کو خود باپ نے قتل کر ڈالا

یا کسی اور نے قتل کیا ف اور باپ نے دیت اوسکی بقدر اوسکی قیمت کے یا زیادہ کے لی اور جو قیمت سے کم دیت لیگا تو اوسیقدر

تاوان اوسی کے موافق آویگا در مختار ص تو تاوان دے اوسکا باپ قیمت کا مستحق کو اور وہ قیمت اپنی بائع سے پھیر لیوے

جیسے ثمن لونڈی کا پھیر لیگا اور عقر اوس لونڈی کا بائع سے نہ پھیرے اگرچہ مستحق کو اوسنے عقر دیا ہو **مسائل ملحقہ**

تناقض موضع خفا میں اور نسب میں عفو ہے مثلاً ایک شخص نے کہا کہ میں اوسکا وارث نہیں ہوں پھر اوسنے دعوی کیا کہ میں

اوسکا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہو جاویگا اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک عورت کو کہا کہ یہ میری

شیر خوارہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا صحیح ہے بشرطیکہ ثابت رہنا مقر کا اپنے اقرار پر اوسکے قول سے یا گواہوں سے

ثابت نہووے اسی طرح اگر ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی زوجیت میں اور میراث دیدی پھر میراث سے پھیر لینے کا دعوی کیا اس بنا پر

کہ مورث نے اوسکو طلاق دیدیا تھا تو یہ دعوی مسموع ہوگا اسی طرح ایک شخص نے اگر گھر کو کرایہ لیا بعد اوسکے مدعی ہوا

اسبات کا کہ یہ گھر میرا ہے اور مجکو میرے باپ کے ترکہ سے پہونچتا ہے تو دعوی مسموع ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت نے خلع کیا اپنے خاوند

سے اور بدل خلع دیا بعد اوسکے مدعی ہوئی اسبات کی کہ خاوند مجکو پہلے خلع سے طلاق بائن دیچکا تھا تو یہ دعوی سُنا جاویگا اور

بدل خلع پھروا دیا جاویگا اسی طرح اگر ایک کپڑا رومال میں لپٹا ہوا کرایہ کو لیا بعد اوسکے جب کھولا تو مدعی ہوا اسبات کا کہ یہ کپڑا میرا ہے

تو یہ دعوی سنا جاویگا کذا فی البحر باختصار اگر مدعی یا مدعی علیہ نے نام کے بیان کرنے میں غلطی واقع ہوئی پھر اوسکا تدارک کردیا

تو صحیح ہے اسواسطے کہ ایک شخص کے دو نام ہو سکتے ہیں کذا فی العالمگیریہ جو شخص دعوی کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر

تو مدعی علیہ خواہ حق کا انکار کرتا ہو یا اقرار اوّلاً مدعی کو چاہیے کہ اپنا نسب ثابت کرے مدعی علیہ کے سامنے اور اگر دعوی کرے میراث کا

تو اگر مدعی علیہ معترف ہوا اوسکے نسب کا اور مال کا تو قاضی حکم کرے مدعی علیہ کو مال دینے کا اور یہ حکم اوسکے باپ پر نافذ نہوگا یہانتک

کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو وہ مال مدعی علیہ سے لیوے اور مدعی علیہ مدعی سے پھیر لیوے اور اگر مدعی علیہ منکر ہوا اوسکے نسب

کا تو مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات نسب کے اور اوسکے مورث کی موت پر اور اگر گواہوں سے عاجز ہووے تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی

اسطرح کہ میں نہیں جانتا یہ بات کہ یہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے اگر اوسنے قسم کہالی تو دعوی مدعی ساقط ہوگیا اور اگر نکول کیا

یا مدعی نے اپنا نسب اور موت مورث گواہوں سے ثابت کیا تو اب مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات مال پر اگر اوسنے گواہ قائم کیے

تو دعوی اوسکا ثابت ہوگیا اب مدعی علیہ پر حکم کردیا جاویگا اوس مال کا اور اگر گواہوں سے عاجز ہوا تو مدعی علیہ سے بطور قطع اور

یقین کے حلف لیجاویگی اگر اوسنے حلف کرلی تو بہتر ہے ورنہ اگر نکول کیا تو مال کا اوسپر حکم کردیا جاویگا کذا فی جامع الفصولین

ملخصاً اگر ایک شخص نے دعوی کیا اسکے بھائی ہونیکا تو دادا کا نام ذکر کرنا ضرور نہیں اور اگر چچازاد بھائی ہونیکا دعوی کیا

تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہے اگر ایک شخص نے اپنا دین میت پر گواہوں سے ثابت کیا تو وہ دین سب وارثوں کے

حصے سے لیا جاویگا اور اگر کسی وارث کے اقرار سے ثابت کیا تو جس وارث نے اقرار کیا ہے اوسی کے حصے سے دین ل

بیان دعوی تناقض در موضع خفا

بیان دعوی میراث

کیا جاویگا بقدر اوسکے حصے کے کذا فی الدر المختار وحواشیہ مسألہ شہادت نفی پر مقبول نہین ہی مثال اسکی یہہ ہی کہ مدعی گواہ لایا اس امر پر کہ مدعی علیہ نے فلان تاریخ فلان روز اتنے روپے مجھ سے قرض لیے تھے تو مدعی علیہ گواہ لایا اس امر پر کہ مین اوس تاریخ کو اس جگہ تھا ہی نہین بلکہ دوسری جگہہ تھا تو یہ شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ اوس جگہہ نہونا نفی ہی بلحاظ صورت اور معنی دونون کے اور قول اوسکا کہ مین دوسری جگہہ تھا نفی ہی بلحاظ معنی کے اور اصل اسکی مذکور ہی روایت نوادر مین امام ابو یوسف سے کہ گواہی دی دو مردون نے ایک شخص کے قول یا فعل پر تو لازم آجاویگا وہ قول اور فعل مدعی علیہ پر برابر ہی کہ اجارہ ہو یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص کسی مکان یا وقت یا صفت مین تو اگر گواہ لایا مشہود علیہ اس امر پر کہ وہ اوس جگہہ نتھا اوسدن تو یہ شہادت مقبول نہوگی لیکن محیط مین مذکور ہی کہ اگر نہونا اوسکا متواتر ہو جاوے لوگون کے نزدیک اور جانتے ہون سب لوگ کہ وہ اوسوقت اوس جگہہ مین نتھا تو دعوی اوسپر مسموع نہوگا اور حکم کر دیا جاویگا مدعی علیہ کے برأت ذمہ کا اسواسطے کہ لازم آتی ہی تکذیب اوس امر کی جو ثابت ہی بالبداہۃ اور اوس مین شک نہین ہوسکتا اسیطرح حال ہی اس شہادت کا جو قائم ہو اس امر پر کہ فلانے نے یہ قول نہین کیا یا یہ کام نہین کیا تو یہ شہادت مقبول نہوگی ایسا ہی ہی بزازیہ مین کذا فی الحموی لیکن صاحب اشباہ نے شہادت علی النفی سے دس مسائل کو مستثنی کیا ہی کہ اونمین شہادت نفی پر مقبول ہی منجملہ اوسکے یہ صورت ہی کہ خاوند نے عورت کے طلاق کو ایک امر عدمی پر معلق کیا اور شہادت اوسپر گذری تو یہ شہادت مقبول ہو جاویگی اور یہ صورت ہی کہ شاہدون نے شہادت دی میراث کی اور یہ کہا کہ سوا اسکے اور کوئی وارث نہین ہی تو یہ شہادت مقبول ہوگی اسی طرح شہادت نفی متواتر بھی مقبول ہی باقی صورتین اگر دیکھنا منظور ہین تو اشباہ کو مطالعہ کرے مسألہ اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا دین کا پھر مدعی ہوا اوسکے ادا کا ایک ہی مجلس مین تو مقبول نہوگا اور اگر مدعی اور مدعی علیہ دونون کی مجلس بدل گئی پھر دعوی کیا ادائے دین کا اور قائم کیے گواہ اوس پر تو یہ دعوی مسموع ہوگا بشرطیکہ دعوی ایفا کا قبل اقرار کے نہووے ورنہ باطل ہوگا اور جو دعوی کرے ادائے دین کا بعد انکار دین کے تو مقبول ہی باتفاق جیسا کہ اوپر گذر چکا حموی

کتاب الاقرار

اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے ولیملل الذی علیہ الحق چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ہی تو اگر اقرار حجت نہوتا تو اس حکم کے کچھہ معنی نہوتے اور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قل الحق ولو کان مرا یعنی تو ٹھیک کہہ اگرچہ تلخ ہو روایت کیا اوسکو ابن حبان نے بسند صحیح ابو ذر سے اور حکم کیا حضرت نے ماعز پر رجم کا بسبب اقرار زنا کے اور اجماع سے کیونکہ اجماع کیا امت محمدیہ نے کہ اقرار حجت ہی مقر کے حق مین یہان تک کہ ثابت کیا انھون نے حد اور قصاص کو اقرار مقر سے تو مال بطریق اولی ثابت ہوگا اور عقل سے اسواسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات پر جھوٹا اقرار نکریگا جس چیز مین اوسکی مضرت جان یا نقصان مال ہوو تو ترجیح ہوئی جانب صدق کو اوسکی ذات کے حق مین بسبب نہونے تہمت کے اور کمال ولایت کے طحطاوی معنی اقرار کے لغت مین ثابت کرنے کو اس بات کی کہ غیر کا حق مجھپر لازم ہی تب جو شخص اقرار کرے اوسکو مقر کہتے ہین اور جسکے حق کو اپنے اوپر ثابت کرے اوسکو مقر لہ کہتے ہین اور جس چیز کا اقرار کرے اوسکو مقر بہ کہتے ہین حکم اقرار یہہ ہی کہ لازم ہو اوسکے بیان سے ظاہر ہوتا ہی نہ یہ کہ اقرار انشا ہی مقر بہ کے ثبوت کا

ف یعنی اقرار سے غرض اور غایت یہہ ہی کہ ایک حق لازم کو ظاہر کرے نہ یہ کہ بالفعل اوسکو ایجاد کرے جیسے انشای عقود ہوتی ہی
آگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہی ص تو اگر کسینے اقرار کیا کہ مسلمان کا خمر میرے پاس ہی تو صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو یہ اقرار صحیح
نہوتا کیونکہ لازم آتا انشا سے تملیک خمر واسطے مسلم کے اور یہ صحیح نہین اور جب کسینے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی
سے تو یہ اقرار صحیح نہوگا اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہو جاتا اسواسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہو جاتے
ہین ف یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق یا غلام کو آزاد کر دیوے تو طلاق اور عتاق نافذ ہو جاوینگے جیسا کہ بیان
اسکا کتاب الاکراہ مین آویگا در مختار وغیرہ مین اور مسائل بھی اسپر متفرع کیے ہین اونھین سے یہہ ہی کہ اگر ایک شخص نے غیر کے مال کا
دوسرے کے لیے اقرار کیا تو وہ مال جب مقر کے پاس آویگا مقر لہ کو دلایا جاویگا اور زوجیت کا اقرار زوجہ کیطرف سے بلا شہود
صحیح ہی اور اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا پھر قبول کیا تو صحیح نہین ہوگا مگر جو عقود لازم ہین جیسے نکاح وغیرہ اونمین اقرار رد
نہوگا اور جب مقر لہ نے اقرار مقر کا قبول کر لیا بعد اوسکے رد کیا تو رد نہوگا اگر مقر نے ایکدفعہ اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکو رد کر دیا
بعد اوسکے دوسری بار پھر مقر نے اقرار کیا اور مقر لہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا
محض بربنائے اقرار مدعی علیہ کے ایک شی معین کا تو یہ دعوی مسموع نہوگا مگر جب مدعی یون کہے کہ یہ شی میری ملک ہی اور مدعی علیہ نے اوسکا
اقرار کیا ہی میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اوسپر اتنا ہی اور اسواسطے اوسنے اقرار بھی کیا ہی تو دعوی مسموع ہوگا باتفاق اسواسطے کہ
مدعی نے اقرار مدعی علیہ کو سبب وجوب ملک کا نہین ٹھہرایا پھر اگر مدعی علیہ انکار کرے تو بقول مفتی بہ حلف اصل مال پر لیا جاویگا
نہ اقرار پر البتہ اگر مدعی نے دعوی کیا مدعی علیہ پر ایک شی کا اور مدعی علیہ نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا تھا اس
بات کا کہ میرا کچھ حق مدعی علیہ کیطرف نہین ہی تو یہ دعوی مدعی علیہ کا مسموع ہوگا ص جس شخص آزاد عاقل بالغ نے ف حالت
بیداری مین خوشی سے یا غلام ماذون یا صبی ماذون یا معتوہ ماذون نے در مختار ص اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول
کا تو صحیح ہی لیکن مقر پر لازم ہوگا کہ اوس شی مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر اگر مقر لہ اوس سے زیادہ کا دعوی کرے اور گواہ
نرکھتا ہووے تو قول مقر کا قسم سے مقبول ہوگا ف حاصل کلام یہہ ہی کہ جہالت مقر بہ کی مانع صحت اقرار نہین ہی البتہ جہالت مقر
یا مقر لہ کی مانع ہی تو جس صورت مین مقر بہ مجہول ہوگا تو مقر جبر کیا جاویگا اوسکے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقر لہ مجہول ہوگا
تو اقرار ہی صحیح نہوگا ص اگر مقر نے یہ کہا کہ فلان کا میرے ذمے پر مال ہی تو ایک درم سے کم مین اوسکی تصدیق نہوگی اور جو یہ کہا کہ فلان کا
میرے اوپر بڑا مال ہی تو سونے اور چاندی مین مقدار نصاب زکوۃ سے ف یعنی بیس دینار اور دو سو درم سے ص کم مین
اور اونٹون مین پچیس اونٹون سے کم مین اور سوا انکے اور مالون مین قیمت نصاب زکوۃ سے کم مین تصدیق نکیجاویگی ف
در مختار مین ہی کہ اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب سرقہ سے کم مین تصدیق نہوگی اور مقدار نصاب سرقہ مین تصدیق ہو جاویگی
اور اس قول کی تصحیح بھی ہوئی ہی ص اور تین نصاب زکوۃ سے کم مین تصدیق نہوگی اگر مقر نے یون کہا کہ علی اموال عظام
یعنی مجھ پر بڑے اموال ہین ف اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنی کپڑون وغیرہ سے کریگا تو تین نصابون
کی قیمت معتبر ہوگی در مختار ص اور دراہم کے اقرار مین تین درم سے کم مین اور دراہم کثیرہ کے اقرار مین دس درم سے
یعنی جب تصغیر جمع بیان کرنے کیلئے دراہم ۱۲
کم مین تصدیق نہوگی یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک نصاب سے کم مین تصدیق نہوگی اگر مقر نے کہا

ف یعنی شرط ہی کہ اقرار کرنے والا ایک معین شخص کے واسطے ہو اور مقر بہ غیر معین ہو تو مدعی کا اقرار صحیح نہین ۱۲ منہ

ف یعنی ایسا شخص جسکو عقل کم ہو اور اقرار اوسکا معلوم ہو ۱۲
ف یعنی جب قاضی اوس سے سوال کرے گا تو اوس مال کو بیان کرے اور اوسکی قیمت بیان کر دے اگر قاضی اوسکی تصدیق نہ کرے تو گواہ طلب کیے جاوینگے ۱۲ منہ

کہ علی کذا و درہما تو ایک درہم لازم آویگا اور جو کہا کذا کذا درہما تو گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا درہما واو عطف کے
ساتھ تو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا کذا کذا درہما تب بھی گیارہ لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا تو ایک سو اکیس درہم
لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا وکذا تو ایک ہزار ایک سو اکیس لازم آوینگے **ف** وجہیں ان مسائل کی بڑی کتابوں میں
مذکور ہیں اور وہ متعلق ہیں خاص زبان عرب سے ہماری زبان میں اسکا کچھ لحاظ نہو گا **ص** اگر کہے کہ مجھپر یا میری طرف فلانے
کا اتنا ہے تو یہ قرض پر محمول ہوگا البتہ اگر امانت کا لفظ اوسکے ساتھ کہیگا تو امانت شمار کیجاویگی اور اگر اوسکے بعد کہیگا تو دین
ہی شمار کیا جاویگا ہاں اگر یوں کہا کہ میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر میں یا میری تھیلی میں یا میرے صندوق میں فلانے
کا اتنا ہے تو امانت پر محمول ہوگا **ف** اور جو کسی نے کہا کہ میرا سب مال اوسکا ہے یا جسکا میں مالک ہوں وہ اوسکا ہے یا اوسکو
میرے مال میں سے یا میرے دراہم میں سے اتنا ہے تو یہ ہبہ سمجھا جاویگا نہ اقرار تو ضرور ہے اتمام ہبہ کے لیے کہ قائل بعد اس قول کے
وہ مال اوسے تسلیم کرے در مختار **ص** زید نے عمرو سے کہا کہ تجھپر میرے ہزار روپے ہیں عمرو نے اوسکے جواب میں یہ کہا
کہ اونکو وزن کر لے یا پرکھ لے یا مجھے اونکی مہلت دے یا میں تجکو وہ دیچکا ہوں یا تو نے مجکو وہ روپے معاف کر دیے ہیں
یا خیرات کر دیے ہیں یا ہبہ کر دیے ہیں یا میں نے اون روپیوں کا حوالہ کر دیا ہے تجھے زید پر ان سب کلمات سے عمرو کا اقرار ثابت ہوجاویگا
اور جو عمرو نے بغیر ضمیر کے کہا تو اقرار نہو گا **ف** یعنی اون روپیوں کیطرف ضمیر نہیں پھیری بلکہ اتنا ہی کہا کہ تو پرکھ لے یا وزن کر
الی آخرہ تو اقرار نہوگا وجہ اوسکی اصل میں مذکور ہے اور جو زید نے عمرو سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار روپے ہیں اور عمرو نے اوسکے جواب
میں سر سے اشارہ کیا تو یہ اشارہ اقرار نہوگا اگر زید زبان سے بولنے پر قادر ہے در مختار **ص** اگر کوئی اقرار کرے اپنے
اوپر ایک میعادی قرض کا اور مقر لہ کہے کہ تجھے بالفعل دینا ہے تو مقر لہ کا قول قسم سے مقبول ہوگا **ف** اگر مقر کے پاس گواہ
نہوں میعاد کے **ص** یعنی مقر لہ کو قسم دلاوینگے اس امر پر کہ یہ قرض میعادی نہیں ہے تو جب وہ قسم کھالیگا تو قرض بالفعل
دلایا جاویگا **ف** برخلاف اوس صورت کے کہ مقر نے کالے روپیوں کا اقرار کیا تو ویسی ہی روپے اوسپر لازم آوینگے جیسے
ضامن کا اقرار ساتھ دین میعادی کے کہ اوس میں قول ضامن ہی کا معتبر ہوگا اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی یا مول
چکایا یا امانت لی یا عاریت لی یا اوسکی ہبہ یا کرایہ لینے کی درخواست کی یا عمرو کے وکیل سے یہ امور کیے تو گویا زید نے اقرار
کر لیا اس بات کا کہ وہ چیز مملوک ہے عمرو کی اب اگر زید اپنے لیے خواہ دوسرے کیطرف سے وکالتاً یا وصایتاً اوس شی کا مدعی ہے عمرو پر
تو یہ دعوی نہ سنا جاویگا بسبب تناقض کے البتہ اگر زید نے سب دعووں سے عمرو کو ابراء عام کیا پھر عمرو پر دعوی کیا کسی اور کا وکیل
بنکر یا وصی بنکر اپنے موکل یا صغیر کے لیے تو درست ہے در مختار **ص** ایک شخص کہے کہ مجھپر ایک سو اور ایک روپیہ ہے تو سو سے
بھی مراد روپے ہونگے یعنی ایک سو ایک روپیہ کا اقرار ہوا اور اگر کہے کہ سو اور ایک کپڑا ہے تو پوچھا جاویگا کہ سو سے کیا مراد ہے
اسی طرح سو اور دو کپڑوں کے اقرار میں اور اگر یوں کہے کہ میرے اوپر مائة وثلثة اثواب یعنی سو اور تین کپڑے
ہیں تو سو سے بھی مراد کپڑے ہونگے اور جو ایک شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے کے غصب کا طویلہ کے اندر تو صرف گھوڑا
اوسپر لازم ہوگا **ف** نہ طویلہ اسواسطے کہ غیر منقول میں شیخین کے نزدیک غصب نہیں ثابت ہوتا قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے
کہ جو چیز ظرف ہونے کے لائق ہے اگر منقول ہے تو ظرف اور مظروف دونوں مقر پر لازم آوینگے اور اگر غیر منقول ہے تو صرف مظروف

لازم آویگا اور جو ظرف ہونیکے لائق نہیں ہی جیسے یون کہے کہ فلانے کا مجھپر ایک درم ہی درم کے اندر تو صرف اول لازم ہوگا
نشانی حسن مختار ص اور جو اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اوسکا حلقہ اور نگین دونون لازم آوینگے اور تلوار کے اقرار مین اوسکا میان
اور پھل اور پرتلہ لازم آویگا اور مسہری کے اقرار مین اوسکی لکڑیان اور پردہ بھی لازم آوینگے اور جو اقرار کیا کھجور کا ٹوکرے مین یا
کپڑے کا رومال مین یا کپڑے مین ف یا غلے کا کشتی مین یا گون مین ہدایہ ص تو ظرف اور مظروف دونون اوسپر
لازم آوینگے اور جو اقرار کیا ایک کپڑے کا دس کپڑون مین تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ اکثر
کپڑے ایک کپڑے کے تابع نہین ہو سکتے اور امام محمد کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم آوینگے اسواسطے کہ نفیس کپڑا کئی کپڑون کے
تہ مین ہوتا ہی اور جو اقرار کیا کہ مجھپر پانچ کپڑے ہین پانچ کپڑون مین اور نیت کی ضرب کی تو صرف پانچ کپڑے لازم آوینگے
اور اگر نیت کی پانچ کی ساتھہ پانچ کے تو دس دینے ہونگے اور حسن بن زیاد کے نزدیک پچیس کپڑے لازم آوینگے اور جو یہ کہا
کہ فلانے کے میرے اوپر ایک درہم سے دس درہم تک ہین یا ایک اور دس کے بیچ مین تو نو درہم لازم آوینگے امام ابو حنیفہ رح کے
نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دس درہم اور زفر رح کے نزدیک آٹھ درہم اور اگر یون کہے کہ فلانے کا اس گھر مین اس دیوار سے لے کر اس دیوار
تک ہی تو دونون دیوارین داخل نہونگی صحیح ہی اقرار حمل کا دوسرے کے لیے ف مثلاً یہ کہے کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل فلانے کے
لیے ہی ص اور یہ اقرار محمول کیا جاویگا وصیت پر یعنی ایک شخص وصیت کر گیا اپنی لونڈی یا بکری کے حمل کی کسی اور شخص
کے لیے بعد اوسکے موصی مر گیا تو اب اوسکا وارث یعنی مقر اقرار کرتا ہی اوس حمل کا غیر یعنی موصی لہ کے واسطے اسی طرح صحیح ہی اقرار حمل
کے لیے مثلاً کہے کہ فلانی عورت کے حمل کے میرے اوپر ہزار درم ہین بشرطیکہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ
مال حمل کا ہو سکے جیسے وصیت یا میراث اسلیے کہ وصیت حمل کے لیے صحیح ہی اور اسیطرح حمل وارث بھی ہوتا ہی پھر اگر وہ عورت
وقت اقرار سے چھہ مہینے سے کم مین ایک بچہ زندہ جنے یا دو بچہ زندہ جنے تو وہ مال اون کا ہو جاویگا اور اگر مردہ جنے تو وہ مال
موصی اور مورث کا ہوگا تو اوسکے وارثون مین تقسیم ہوگا اور اگر ایسا سبب بیان کرے جو حمل سے نہین ہو سکتا جیسے
کہ بیچنے اوس حمل کو ہبہ کیا تھا یا بیچنے اوس حمل کا کفیل ہوکر اس چیز کو خرید کیا یا بیچنے اوسکے ہاتھہ چیز بیچ کی ہی یا بیچنے اوس سے قرض لیا ہی یا بالکل سبب بیان نکرے تو
یہ اقرار لغو ہو جاویگا ف باتفاق ائمہ ثلثہ ص اگر اقرار کرے کسی چیز کا بشرط خیار مثلاً یون کہے کہ فلانے کے مجھپر ہزار درہم ہین
لیکن اس شرط پر کہ مجکو تین دن تک اختیار ہی تو اقرار صحیح ہوگا اور شرط خیار محض باطل ہو گی ف اسواسطے کہ اختیار فسخ کے لیے ہوتا ہی
اور اقرار قابل فسخ کے نہین ہی ص اگر ایک شخص نے اقرار کیا بعد اوسکے دعوی کیا کہ میںنے جھوٹھہ کہا تھا تو طرفین کے نزدیک اوسکے
اس قول کیطرف التفات نہوگا لیکن فتوی ابو یوسف رح کے قول پر ہی کہ مقر لہ سے حلف لیجاویگی اس امر پر کہ مقر نے جھوٹھ نہین
بولا تھا اسی طرح ہی اگر مقر کے وارث نے دعوی کیا کہ میرے مورث نے جھوٹھہ کہدیا تھا تو بعضون کے نزدیک وارث کے
اس قول پر لحاظ نہوگا اور اصح یہ ہی کہ مقر لہ سے یہان بھی اوسی طور پر حلف لیجاویگی اور اگر مقر لہ مر گیا ہی تو اوسکے وارثون سے
علم پر قسم لیجاویگی یعنی یون کہ ہم نہین جانتے کہ مقر نے یہ اقرار جھوٹھہ کیا تھا مسائل ملحقہ کتابت اقرار کا حکم کرنا مثل اقرار کے ہی
اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی اونگلیون کے لکھنے سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے منشی سے کہا کہ خط لکھہ میرے
اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھہ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہو گیا خواہ منشی اوسکو لکھے یا نہ لکھے

اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا مال کا ایک گواہ کے سامنے پھر دوسری بار دوسرے گواہ کے سامنے تو یہ گواہی صحیح ہو سکتی ہے اگر
مدعی علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار تو قاضی اوسکو قید کرے یہان تک کہ یا اقرار کرے یا انکار باب سے جب اقرار کیا انسان نے
کا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ماں اوسکی آزاد ہے تو یہ اقرار فرزندی کا اقرار ہوگا اوس عورت کے منکوحہ ہونے کا برخلاف
مہر کے اقرار کے کہ وہ اقرار بالنکاح نہوگا کذا فی الدر المختار والطحطاوی والقنیۃ ملتقطا من مواضع

باب استثنا کے بیان مین

یعنی اقرار مین سے کچھ نکال لینے کے بیان مین ص جس چیز کا اقرار کیا ہو اوس مین سے کسی قدر کو استثنا کرنا یعنی نکال ڈالنا صحیح ہے
بشرطیکہ استثنا متصل ہووے اقرار سے ف مثلاً کہے کہ زید کے مجھ پر دس روپے ہین دو کم تو دو کم کو ساتھ ہی اگر کہے گا
تو یہ استثنا صحیح ہوگا ص اور بعد استثنا کے جو باقی رہیگا وہ مقر پر لازم آویگا ف مثلاً مثال مذکور مین آٹھ روپے لازم آوینگے
ص اور جو سب کا استثنا کرے سب سے تو باطل ہے ف مثلاً کہے کہ میرے اوپر ہزار روپیہ ہزار کم آتے ہین ص
اور اوس پر سب لازم آوینگے ف تو مثال مذکور مین ہزار روپے دینے ہونگے ص جو چیزین نپتی ہین یا تلتی ہین اونکو
روپیون مین سے استثنا کرنا درست ہے تو اوسقدر کی قیمت کم کرکے باقی روپے دینا ہونگے اور انکے سوا اور چیزون کو نکالنا درست
نہین ہے مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہین ایک دینار کم یا ایک قفیز گیہون کم تو استثنا صحیح ہوگا اور سو درہم مین سے
قیمت ایک دینار اور قفیز کی مجرا کرکے باقی درہم دینا ہونگے اور جو کہا میرے اوپر سو درہم ہین ایک کپڑا کم تو یہ استثنا صحیح نہوگا
نزدیک شیخین کے اور امام محمد کے نزدیک کسی صورت مین صحیح نہوگا اور شافعی کے نزدیک سب صورتون مین صحیح ہوگا جس نے
اقرار کیا ایک امر کا اور اوسکے ساتھ انشاء اللہ تعالی ملا دیا تو اقرار باطل ہو جاویگا اگر کسی نے دار کے اقرار مین سے عمارت کا استثنا
کیا تو صحیح نہوگا یعنی زمین اور عمارت اوس دار کی دونون مقرلہ کی ہو جاوینگی البتہ اگر یون کہے کہ عمارت میری ہے اور صحن
تیرا ہے تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہوگا اور انگشتری کا نگینہ اور باغ کے درخت مثل عمارت کے ہین ف یعنی اگر کسی نے کہا کہ یہ انگشتری فلانے
کی ہے مگر نگین میرا ہے یا یہ باغ اوسکا ہے مگر درخت کھجور کے جو اوس مین ہین میرے ہین تو یہ استثنا صحیح نہین البتہ اگر یون کہیگا کہ انگشتری
کا چھلا اوسکا ہے اور نگین میرا ہے یا زمین اس باغ کی اوسکی ہے اور درخت کھجور کے میرے ہین تو جیسا کہے ویسا ہی ہوگا کذا فی الاصل
ص اور اگر کہا کہ اوس شخص کے میرے اوپر ہزار روپے ہین ایک غلام کی قیمت کے کہ ابھی تک مینے اوس غلام پر قبضہ نہین کیا ہے
تو اگر ایک غلام معین کو ذکر کیا ہے اس صورت مین مقرلہ نے اگر وہ غلام مقر کے حوالہ کیا تب مقر کو ہزار روپے دینا پڑینگے اور اگر غلام
نہین دیا تو کچھ دینا نہ ہوگا اور اگر غلام معین کو نہ کہا ہو تو مقر پر ہزار روپے واجب ہوگئے اور یہ قول اوسکا کہ مینے ابھی اوس غلام
پر قبضہ نہین کیا لغو ہو جاویگا ف امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ اس قول کو اوس کلام کے ساتھ کہے یا جدا کہے کیونکہ اوس نے
جب انکار کیا قبض کا ایک شی غیر معین کی تو گویا منکر ہوا وجوب ثمن کا اسواسطے کہ جہالت مبیع مثل ہلاک مبیع کے ہے تو ثمن واجب ہوگی
تو یہ رجوع ہو گیا اقرار سے اور وہ مسموع نہین اور صاحبین کے نزدیک اگر یہ قول اوس اقرار سے ملا ہوا ہے تو اس صورت مین تصدیق
اوسکی کیجاویگی کیونکہ یہ بیان تغییر ہے اونکے نزدیک کذا فی الاصل ص جس طرح مقر نے یون کہا کہ میرے اوپر ہزار روپے فلانے کے
بابت شراب یا سور کے ف یا جوے کے مال کے یا آزاد کی قیمت کے یا مردے کے یا خون کے دم عندا ص تو مقر پر

یعنی یون کہا کہ یہ مکان فلان کا ہے اور صحن اوسکا میرا ہے

ہزار روپے لازم ہونگے اور یہ اقوال لغو ہو جاوینگے **ف** امام صاحب کے نزدیک اگرچہ اوسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے یا جدا کہے
اور نزدیک صاحبین کے اگر ملا کر کہے گا تو اوسکی تصدیق کیجاویگی لیکن یہ صورت جب ہے کہ مقر لہ ان اقوال کا منکر ہوا اور جو وہ مقر
کی تصدیق کرے یا مقر گواہ قائم کرے ان امور پر تو اب ہزار روپے اوسکو لازم نہونگے درمختار **ص** اور اگر کہے کہ میرے اوپر ہزار
روپے ہین بابت قیمت اسباب یا قرض کے اور وہ روپے زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ یا رصاص ہین تو کھرے ہزار روپے اوسکو دینا ہونگے
ف امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ یہ قول اقرار کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جدا ہو اور صاحبین کے نزدیک وصل کی صورت مین
تصدیق کیجاویگی سو واسطے کہ یہ قول رجوع ہے اقرار سے امام صاحب کے نزدیک اور بیان تغییر ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل
ص اور اگر کہے کہ میرے اوپر فلانے کے ہزار روپے ہین جو مینے اوس سے غصب کیے تھے یا اوسنے امانت رکھائے تھے مگر وہ کہے کہ
زیوف یا نبہرجہ ہین تو اوسکی تصدیق کیجاویگی برابر ہے کہ وصل کرے یا فصل کرے اور اگر کہے کہ وہ روپے ستوقہ یا رصاص تھے تو در صورت
وصل اوسکی تصدیق ہوگی اور در صورت فصل اوسکی تصدیق نہوگی **ف** وجہ فرق اصل مین مذکور ہے **ص** جو شخص اقرار کرے
ایک کپڑے کے غصب کا پھر عیب دار کپڑا لاوے اور کہے کہ یہی چھینا تھا تو اوسکا قول معتبر ہوگا یا اقرار کرے اس امر کا کہ فلانے
کے مجھپر ہزار درم ہین الا اتنے کم تو اگر یہ استثنا ملا کر کیا ہے تو قول اوسکا معتبر ہوگا اور جو ٹھہر کے کیا تو استثنا باطل ہوگا اور پورے
ہزار دینا اوسکو ہونگے اور جو کہے کہ مینے تجھسے ہزار امانت لیے تھے وہ تلف ہوگئے اور مقر لہ کہے کہ تو نے غصبا لیے تھے تو مقر پر ضمان
ہزار روپیہ کا لازم آویگا اور جو مقر کہے کہ تو نے مجھکو ہزار امانت دیے تھے اور مقر لہ کہے کہ تو نے چھین لیے تھے تو مقر پر ضمان لازم
نہ آویگا **ف** وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اول مین مقر نے اقرار کیا سبب وجوب ضمان کا یعنی لے لینے کا اور ثانی مین اقرار
نہین کیا اسکا بلکہ مقر لہ اوس پر دعوی کرتا ہے غصب کا اور مقر منکر ہے تو قول منکر کا معتبر ہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر زید
کہے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس امانت تھی سو مینے لے لی اور عمرو کہے کہ امانت نہین تھی بلکہ میری تھی تو عمرو اوس
کو زید سے لیوے کیونکہ زید کے اقرار سے قبضہ عمرو کا اوس شے پر ثابت ہے تو ضرور ہے کہ زید اوس
شی کو تسلیم کر دیوے عمرو کو پھر اگر زید کو دعوی ہو تو گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرے اور اگر زید یہ کہے کہ مینے اپنے اس گھوڑے
کو یا اس کپڑے کو عمرو کو کرایہ مین دیا تھا سو عمرو اوس گھوڑے پر سوار ہوا اور اوس کپڑے کو پہنا بعد اوسکے مجھے پھیر دیا
یا عمرو نے پھر اس کپڑے کو اتنے دامون کے عوض سیا تھا بعد اوسکے مینے لیا اور عمرو کہے کہ یہ کپڑا یا گھوڑا میرا ہے تو ان صورتون مین
زید کے قول کی تصدیق کیجاویگی **ف** یعنی زید کو یہ حکم نہوگا کہ وہ شے عمرو کے حوالے کر دیوے پھر اوسپر دعوی کرے جیسے کہ مسئلہ
امانت مین گذرا بلکہ یہاں عمرو کو اختیار ہے کہ گواہوں سے اپنا دعوی زید پر ثابت کرے بعد ثبوت کے اوس چیز کو لیلیوے **ص** اور
صاحبین کے نزدیک یہان بھی زید کو حکم ہوگا کہ وہ چیز عمرو کے حوالے کرے بعد اوسکے گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرے
ف اور فتوی امام کے قول پر ہے **مسائل متفرقہ** اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہے نہین بلکہ امانت عمرو کی تو ہزار
زید کے اسپر ثابت ہوگئے اور اسی قدر یعنی ہزار عمرو کے اوسپر لازم ہوئے اور یہی حکم غصب مین ہے اور اگر مقر لہ ایک شخص
ہو اور اوسکے لیے دو اقرار کرے تو جو اقرار دو مقدار کے زیادہ ہے یا از روے وصف کے افضل ہے لازم ہوگا جیسے کہے کہ اوسکے
میرے اوپر ایک ہزار روپے ہین نہین بلکہ دو ہزار روپے یا بالعکس تو دو ہزار لازم ہونگے یا اوسکے میرے اوپر

نہر اور روپے مین گھوٹے نہیں بلکہ بر عکس یا بالعکس تو ہزار کے لازم ہونگے کذا فی الدر المختار

باب مریض کے اقرار کے بیان مین

مریض پر جو دین بحالت صحت کا خواہ اوس دین کا سبب معلوم ہو یا صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور جو دین اوسپر
واجب ہوا ہو بحالت مرض مین اسباب معروفہ سے نہ صرف اوسکے اقرار سے جیسے بدل اوس چیز کا جسکا مریض مالک ہوا یا جس
چیز کو مریض نے تلف کیا یا مہر مثل اپنی عورت کا دونون برابر ہین اور ان دونون قسمون کے دین **ف** یعنی دین صحت
مطلقاً اور دین مرض باسباب معروفہ **ص** مقدم ہونگے ادا کرنے مین اوس دین پر جو بحالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت
ہوا ہو **ف** یعنی پہلے ترکۂ میت مین سے دین صحت مطلقاً اور دین مرض جو اسباب معروفہ سے ہوا ادا کریں گے بعد اوسکے اگر
کچھ مال بچیگا تو وہ دین ادا کیا جاویگا جو بحالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور شافعی رح کے نزدیک
تینون قسم کے دین برابر ہین اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے **ص** لیکن تینون قسم کے دین میراث پر مقدم ہونگے یعنی
ترکہ وارثون مین اوسوقت تقسیم ہوگا جب کہ سب طرح کے دین ادا ہو چکین اگرچہ دیون پورے مال کو گھیر لیوین **ف**
اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ **ص** اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض قرضخواہونکا
قرض ادا کرے نہ بعض کا **ف** اگرچہ یہ دین مہر کا دینا یا اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والونکا
حق متعلق ہے تو بعض کے دینے اور بعض کے نہ دینے مین اورون کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ صحیح سالم شخص
جو مجبور نہ ہوا اوسکو یہ جائز ہے کہ اپنے قرضخواہون مین سے کسی کا قرض اول ادا کرے اور دوسرونکا بعد ادا کرے تنقیح الحامدیہ
ص اور باطل ہے مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے **ف** دین کا یا عین کا اور امام شافعی رح کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل
ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہین جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دین کا اوسکے لیے روایت کیا
اوسکو دارقطنی نے سنن مین **ص** مگر اوس صورت مین جب باقی ورثہ اوسکی تصدیق کرین **ف** کیونکہ معتبر نہونا اقرار کا
صرف اور ورثہ کے حق کے لیے تھا تو جب انھون نے اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہو جاویگا اسیطرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو
دین تھا اوسکے وصول ہو جانیکا اقرار کیا تب بھی صحیح نہو گا مگر تصدیق سے اور ورثہ کے اور شباہ مین ہے کہ مریض کا اقرار واسطے
وارث کے موقوف ہے اجازت پر اور وارثون کے مگر تین جگہہ ایک اقرار وصول پانے امانات کا وارث سے دوسرے نفی جیسے مریض کا یون
کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں ہے میرے باپ کی طرف یا میری مان کی طرف اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابراء کرنے کا اپنے وارث کو **ص** اور اگر
اقرار کیا مریض نے ایک شخص کے لیے کسی چیز کا پھر مدعی ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے **ف** اور اوس شخص نے اوسکی تصدیق
کی اس شرط پر کہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا لڑکا باعتبار سن کے ہو سکتا ہو **ص** تو نسب ثابت ہو جاویگا اور اقرار باطل ہوگا
اور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کے لیے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کر لیا تو اقرار صحیح رہیگا **ف** اگر اوسکے لیے وصیت کی پھر
اوس سے نکاح کر لیا تو وصیت باطل ہو جاویگی در مختار **ص** اگر کسی نے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا مجہول النسب
ہے اور اوس سن کا لڑکا مقر سے ہو سکتا ہے اور تصدیق کی اوسکی لڑکے نے تو نسب اوس لڑکے کا ثابت ہو جاویگا مقر سے
اگرچہ مقر وقت اقرار کے مریض ہو وے اور وہ لڑکا شریک ہو جاویگا اور وارثون کا میراث مین اور تصدیق لڑکے کی اسوقت ضرور ہے

کہ وہ لڑکا گفتگو کرسکتا ہو ورنہ تصدیق کی کچھ حاجت نہین ہی ف اشباہ مین ہی کہ علی بن احمد سؤال کیے گئے ایک شخص سے کہ مرگیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اوسکو وارثون نے تقسیم کرلیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اوسنے دعوی کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اوسنے نسب کو نزدیک قاضی کے گواہون سے اسطرحپر کہ میت نے اقرار کیا تھا اوسکی فرزندی کا اور قاضی نے حکم کردیا اوسکے نسب کا اب وارث اوسکے یہ کہتے ہین کہ تو اس امر کو ثابت کر کہ میت نے تیری مان سے نکاح کیا تھا تو یہ قول ورثہ کا دافع ہوسکتا ہی یا نہین تو کہا کہ علی بن احمد نے کہ اگر قاضی اوسکے ثبوت نسب کا حکم کرچکا ہی تو نسب اور فرزندی اوسکی ثابت ہوگئی اب کچھ حاجت زیادتی کی نہین ہی انتہی اور اوپر گذر چکا تھا واسطے تقیید کہ اقرار بالولد عورت حرہ سے اقرار بالنکاح ہی فاحفظہ ص مرد اگر کسیکو اپنا باپ یا مان یا بیٹا یا بیوی یا مولی یعنی آزاد کرنے والا بتاوے یا عورت کسی کو اپنا باپ یا مان یا بیٹا یا خاوند یا مولی کہے اور وہ لوگ مقر کی تصدیق کرین تو اقرار صحیح ہوجاویگا مگر عورت جب کسیکو بیٹا کہے تو ایک شرط اور ہی وہ یہ کہ ایک عورت گواہی دے اس امر کی یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہی اور مقر نے اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات مین اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی بعد موت مقر کے تو صحیح ہی مگر جب زوج تصدیق کرے زوجہ کی زوجیت کی بعد مرجانے زوجہ کے بسبب اقرار زوجہ کے تو یہ تصدیق صحیح نہوگی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوجاویگی اگر اقرار کرے سوا رشتہ ولادت کے دوسرے رشتہ کا جیسے کہے کہ یہ میرا بھائی ہی یا چچا ہی ف درمختار مین ہی کہ اسی مین داخل ہی یہ اقرار بھی کہ یہ میرا پوتا ہی یا دادا ہی ص تو یہ اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ یہ اقرار اوٹھانا نسب کا ہی شخص غیر پر ف کیونکہ جب اسنے یہ کہا کہ یہ میرا بھائی ہی تو ثابت کیا اوسکا نسب باپ سے اور جب یہ کہا کہ میرا چچا ہی تو اوٹھایا نسب کو دادا پر اور اقرار حجت قاصرہ ہی یعنی صرف دلیل ہی مقر پر نہ غیر پر تو اسکے کہنے سے دوسرے پر نسب کیسے ثابت ہوگا ص اور وارث ہوگا ایسا مقر لہ جب کوئی اور وارث مقر کا نہووے نہ قریب اور نہ بعید ف یعنی نہ کوئی مقر کا ذوی الفروض مین سے ہو نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام سے اور اگر کوئی دوسرا وارث قریب یا بعید مقر کا موجود ہوگا تو ایسا مقر لہ محروم ہوگا میراث سے ص جسکا باپ مرگیا ہی وہ اگر اقرار کرے کسیکے واسطے اپنا بھائی ہونیکا تو مقر لہ اوسکے حصہ میراث مین شریک ہوجاویگا لیکن نسب اوسکا ثابت نہوگا زید کے عمرو پر سو روپئے آتے تھے اب زید دو بیٹے خالد اور ولید چھوڑکر مرگیا جن مین سے خالد نے یہ اقرار کیا کہ ہمارا باپ یعنی زید عمرو سے منجملہ زر قرضہ پچاس روپیہ وصول پاچکا ہی ف اور دوسرا بیٹا یعنی ولید اس سے منکر ہی اور خالد نے یہ بیان گواہون سے ثابت نکیا ص تو خالد کو کچھ نہ ملیگا اور پچاس روپے عمرو سے صرف ولید کو دلادیے جاوینگے ف بعد قسم لینے کے اسطرحپر کہ واللہ اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے باپ نے سو روپے سے نصف وصول پائے اور قسم بھائی کے حق مین لیجاتی ہی اور جو خالد یہ کہتا ہو کہ باپ ہمارا سارا دین وصول پاچکا ہی تب بھی ولید کو پچاس روپے دلائے جاوینگے قسم لیکر لیکن یہان قسم عمرو کے حق مین لی ہوگی تو اول صورت مین اگر ولید قسم نکھاوے تو خالد اوسکے حصے مین شریک ہو جاویگا اور ثانی صورت مین اگر ولید قسم نہ کھاوے تو عمرو بری الذمہ ہوجاویگا طحطاوی

کتاب الصلح

یہ کتاب ہی صلح کے بیان مین ف صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے والصلح خیر یعنی صلح بہتر ہی اور روایت کی ترمذی نے عمرو بن عوف مزنی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صلح جائز ہی درمیان مین مسلمانون کے مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہین شرطون پر اپنی مگر وہ شرط کہ حرام کرے

حلال کو یا حلال کرے حرام کو صحیح کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور منکر کیا اوسکو محدثون نے اسواسطے کہ روایت کثیر بن عبد اللہ
ابن عمرو بن عوف کی ضعیف ہے اور شاید کہ ترمذی نے اعتبار کیا اوسکے کثرت طرق کا لیکن صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے ابوہریرہ
کی روایت سے اور اخراج کیا اوسکا ابوداود نے ابوہریرہؓ سے کتاب القضا مین ص صلح ایک عقد ہے جو مٹا دیتا ہے نزاع کو اور صحیح
ہے صلح ہر حال مین خواہ مدعی علیہ مقر ہووے یا منکر ہووے یا چپ ہو کہ نہ اقرار کرے نہ انکار ف اور شافعی کے نزدیک صلح نہین صحیح
ہے مگر اقرار مدعی علیہ کی صورت مین کذا فی الاصل ص اگر مدعی علیہ اقرار کرتا ہے اور صلح واقع ہوئی مال سے بعوض مال کے
تو صلح بیع کے حکم مین ہے تو جاری ہونگے احکام بیع کے اوسمین جیسے شفعہ اور خیار العیب اور خیار الرویت اور خیار الشرط اگر
کہ صلح واقع ہوئی ہو ایک گھر کے دعوے سے یا گھر پر تو شفیع کو شفعہ ہوگا اور پھیر دینے کا اختیار ثابت ہوگا مدعی اور مدعی علیہ
دونون کو بدل صلح اور مصالح عنہ مین ف جاننا چاہیے کہ مصالح علیہ اور بدل صلح اوسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوئی ہو
اور مصالح عنہ وہ ہے جس چیز کا دعوی چھوڑ دیا مثلاً زید نے خالد سے ایک مکان کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھسے سو درم لے
اور مکان کا دعوی ترک تو سو درم مصالح علیہ اور بدل صلح ہے اور وہ مکان مصالح عنہ ٹھہرا شفعہ کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے
صلح کر لی ایک مکان پر یا ایک مکان کے دعوے سے تو دونون مکان کے شفیعون کو دعوی شفعہ پہونچتا ہے ص صلح
مین اگر بدل صلح معلوم نہو بلکہ مجہول ہو تو صلح فاسد ہو جاویگی ف اور اگر مصالح عنہ مجہول ہووے تو کچھ حرج نہین ہے
اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے مدعی علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث منازعت نہین ہے درمختار ص
مصالح عنہ مین سے بعد صلح کے جسقدر غیر کا نکلے تو اوسکے موافق حصہ رسد مدعی بدل صلح مین سے مدعی علیہ کو پھیر دیوے اور جتنا بدل صلح مین سے
غیر کا نکلے تو اوسکے حصے کے موافق مدعی علیہ مدعی کو مصالح عنہ مین سے پھیر دیوے ف اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے اور معاوضہ
کا یہی حکم ہے درمختار ص اور جو صلح واقع ہوئی مال سے بعوض منفعت کے ف تو اگر وہ منفعت ایسی ہے جسمین
مدت کا بیان کرنا ضرور ہے تو مدت کا بیان شرط ہوگا جیسے خدمت گھر کا رہنا اور نہ ضرور نہین جیسے ایک چیز کا دوسری جگہ پہ
پہونچا دینا کذا فی الاصل ص تو وہ صلح اجارہ کا حکم رکھے گی اس صورت مین اگر اندر مدت کے دونون مین سے کوئی مر جاویگا تو صلح
باطل ہو جاویگی جو صلح کہ مدعی علیہ کے انکار یا چپ رہنے کی صورت مین واقع ہو تو وہ مدعی کے حق مین معاوضہ ہے اور مدعی علیہ کے
حق مین فدیہ ہے قسم کا ف یعنی جب مدعی علیہ منکر ہے تو اوسپر شرعاً قسم لازم آتی ہے تو گویا مدعی علیہ یہ بدل صلح عوض مین قسم کے
دیتا ہے ص اور قطع نزاع کا تو اگر مدعی علیہ منکر ہے اور ایک گھر مصالح عنہ ہوا تو اس صورت مین شفعہ واجب نہوگا اور جو گھر
مصالح علیہ ہوا تو شفعہ واجب ہوگا ف اسواسطے کہ جب گھر مصالح عنہ ہوا تو وہ گھر بدستور سابق مدعی علیہ کے قبضے مین رہا اور مدعی علیہ کے گمان
مین یہ نہین ہے کہ یہ گھر مدعی کی ملک تھا اور اب نئی ملک میری اس گھر پر ہوئی ہے تا شفعہ واجب ہووے برخلاف اوس صورت کے کہ وہ گھر
مصالح علیہ ہوا کیونکہ وہ مدعی کی ملک مین آیا اوسکے حق کے عوض مین تو شفعہ واجب ہوگا ص صلح سکوت اور انکار مین اگر
مصالح عنہ کسی قدر اور کا نکلے تو مدعی اوسقدر بدل صلح مین سے مدعی علیہ کو پھیر کر مستحق سے خصومت کر لیوے اور جو مصالح علیہ
کل یا بعض کسی اور کا نکلا تو کل کی صورت مین کل مصالح عنہ کا دعوی اور بعض کی صورت مین بعض مصالح عنہ کا دعوی مدعی علیہ پر
پھر کرنے لگے ف اور بدل صلح کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے طرف مدعی کے قسم کی صلحون مین مثل استحقاق کے ہے

در مختار ص زید نے ایک گھر کا دعوی کیا عمرو پر بعد اوسکے اوسی گھر کے ایک حصے پر صلح کر لی تو یہ صلح صحیح نہو گی اور حیلہ
اسکی صحت کا یہ ہی کہ بدل صلح مین کوئی چیز اور بڑھا دیوے جیسے ایک درم یا ایک کپڑا تاکہ یہ شئی باقی گھر کا عوض ہو جاوے یا باقی گھر کے
دعوے سے زید عمرو کو بری کر دیوے ف یہ صلح اسواسطے صحیح نہین ہی کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہین ہو سکتا تو جب
مدعی علیہ نے بدل صلح مین ایک درم یا ایک کپڑا وغیرہ زیادہ کر دیا تو یہ شئی زائد عوض اوس قدر حصے کی ہو جاویگی جو مدعی علیہ پاس باقی
رہا ہی اور اگر مدعی نے بری کر دیا مدعی علیہ کو باقی مکان کے دعوے سے تب بھی صحیح ہو جاویگی اسواسطے کہ یہ ابرا ہی دعوی اعیان سے
اور ایسا ابرا صحیح ہی البتہ ابرا اعیان سے درست نہین ہی اسی واسطے کہ اگر کسینے ابرا کیا عین سے اور پھر اوسی عین کو پایا تو اوسکو لے لینا
درست ہی لیکن قاضی کے نزدیک اوسکا دعوی مسموع نہوگا اور فرق ان دونون مین ظاہر ہوگا اوس صورت مین کہ جب گھر مدعی علیہ کے قبضے مین ہو اور مدعی بری
کر دے اوسکو دعوی سے اوس گھر کے تو صحیح ہوگا یہ ابرا اور جو مدعی علیہ کے قبضے مین نہو مثلاً ایک شخص مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا ایک شخص نے وارثون سے اپنے حصے سے ابرا کیا
تو یہ ابرا صحیح نہوگا کیونکہ یہ ابرا اعیان ہی کذا فی الاصل بزیادۃ اور صلح بعض دین پر تو صحیح ہی اور مدعی علیہ بری الذمہ ہو جاویگا باقی
دین سے قضاء نہ دیانۃ تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اوسکو لے لیگا در مختار ص صحیح ہی صلح مال کے دعوے اور
منفعت کے دعوے سے ف دعوی منفعت کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے دعوی کیا ورثہ پر اس امر کا کہ انکے مورث نے
وصیت کی تھی اس بات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اسکا انکار کیا اور یہ صورت نکلنے کی اسواسطے
حاجت ہوئی کہ اگر مستاجر دعوی کرے ایک عین کے کرایہ مین لینے کا اور مالک اوسکا انکار کرے پھر دونون صلح کر لین تو یہ
صلح جائز نہو گی کذا فی الاصل لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف مذکور ہی کہ صلح مستاجر کی موجر کے ساتھ جب وہ منکر ہو
اجارے کا یا مدت کا یا اجرت کا درست ہی طحطاوی وشامی ص اور جنایت عمد ف اور ماذون للنفس سے خواہ عمد ہو یا خطا ف
اسواسطے کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع بالمعروف واداء الیہ باحسان ترجمہ جسکو معاف
کیا گیا اوسکے بھائی کیطرف سے کچھ سو پیروی ہی دستور کی اور ادا کرنا ہی طرف اوسکے ساتھ نیکی کے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نازل ہوئی
یہ آیت صلح مین ھدایہ ص اور غلامی کے دعوے سے اور یہ صلح آزادی ہوگی اوپر مال کے ف مثلاً زید نے دعوی کیا
عمرو پر کہ یہ میرا غلام ہی اور عمرو نے صلح کر لی کچھ روپے دیکر زید سے تو گویا زید نے یہ روپے لیکر عمرو کو آزاد کیا ص تو اگر مدعی علیہ اقرار
کرتا ہو اسکے غلام ہونیکا تو آزادی ہوگی مال پر دونون کے حق مین تو ولا ثابت ہوگی مدعی کیلیے اور جو اقرار نکرتا ہو تو مدعی کے حق مین آزادی ہوگی مال پر مدعی
کے زعم مین بلکہ اوسکے گمان مین قطع نزاع ہوگا تو ولا ثابت نہوگی مگر گواہون سے ف ولا کہتے ہین غلام کے ترکے کو اور بیان اوسکا کتاب الولاء مین انشاء اللہ آویگا
ص اور صحیح ہی صلح نکاح کے دعوے سے جب مدعی نکاح کا خاوند ہو تو یہ صلح مثل خلع کے ہو جاویگی تو اقرار کی صورت مین دونون کے حق
مین خلع ہوگا اور عدم اقرار کی صورتون مین خاوند کے زعم مین خلع ہوگا نہ عورت کے زعم مین یہان تک کہ اوسپر عدت واجب
نہو گی اور جو دوسرے خاوند سے نکاح کر لیگی تو صحیح ہو جاویگا قضاءً لیکن فیما بینہا وبین اللہ تعالی تو اگر زوجہ یہ بات جانتی ہو گی
کہ مین پہلے خاوند کی زوجہ ہون تو اوسکو نکاح کرنا دوسرے شخص سے اندرون عدت جائز نہوگا اور جو یہ جانتی ہو گی کہ مین اوسکی
زوجہ نہین ہون تو اوسکو نکاح حلال ہوگا اور جو عورت مدعیہ ہو نکاح کی مرد پر اور مرد صلح کر لے کچھ مال پر تو یہ صلح جائز نہو گی
ف اسی قول کو صحیح کہا ہی نقایہ اور درر اور ملتقی مین اور مجتبی مین اور اختیار مین اور بعضون نے صلح کو صحیح رکھا ہی اور صحیح کہا

اوس قول کو درر البحار مین در مختار ص اور نہین صحیح ہی صلح دعوی حد سے اسواسطے کہ حق اللہ ہی اور غلام ماذون جب وہ کسی دوسرے کو قصدًا مار ڈالے اپنے نفس کیطرف سے صلح نہین کر سکتا ف اسواسطے کہ غلام ماذون کو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہی اور ذات اوس غلام کی مال تجارت مین داخل نہین تو اوسکو اپنی ذات مین کیونکر تصرف جائز ہوگا کذا فی الاصل ص ہان اوس غلام ماذون کا اگر ایک غلام ہو اور وہ کسیکو عمدًا مار ڈالے تو غلام ماذون اوسکے نفس کیطرف سے صلح کر سکتا ہی ف اسواسطے کہ غلام ماذون کا غلام اوسکی کمائی مین سے ہی تو تصرف اوسکا اپنی کمائی مین اور چھوڑ دینا اوسکا جائز ہوگا کذا فی الاصل ص اسی طرح شی مغصوب اگر غاصب کے پاس تلف ہوگئی بعد اوسکے غاصب نے مالک سے صلح کر لی اوسکی قیمت سے زیادہ پر یا کسی اسباب پر تو صحیح ہی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قیمت سے زیادہ پر درست نہین ف اور مختار قول امام صاحب کا ہی اور دلیلین دونون کی اصل مین مذکور ہین ص اگر ایک غلام مین دو شخص شریک تھے اونمین سے شریک تونگر نے اپنے حصے کو آزاد کر دیا اور دوسرے شریک سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کر لی تو زیادتی باطل ہو جاویگی بالاتفاق ہان اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے اسباب پر صلح کرے تو جائز ہوگا اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو قتل عمد سے صلح کرنے کے لیے یا جسقدر روپئے کا اوسپر دعوی ہی اونمین سے ایک حصے پر صلح کرنیکے لیے تو بدل صلح موکل پر لازم ہوگا نہ وکیل پر ف اسواسطے کہ ان دونون صورتون مین صلح مثل بیع کے نہین ہی لیکن قتل کی صورت مین تو ظاہر ہی اور لیکن دوسری صورت مین تو اسواسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق راجع ہونگے طرف موکل کے کذا فی الاصل ص البتہ اگر وکیل صلح کرتے وقت ضامن ہو گیا ہو بدل صلح کا تو اوسپر لازم آویگا اور جو صلح مثل بیع کے ہی اوسمین بدل صلح وکیل پر لازم ہوتا ہی ف مراد اس سے وہ صلح ہی جو مال سے ہو بعوض مال کے اور بدل مصالح عنہ کی جنس سے نہو اور مدعی علیہ اقرار کرتا ہو کذا فی الاصل ص اگر ایک شخص فضولی نے صلح کی مدعی علیہ کی طرف سے ساتھ مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یا یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال مین سے یا اپنے اس ہزار روپے پر یا اپنے اس غلام پر یا اس ہزار روپے پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یون کہا کہ صلح کی مینے تجھ سے ہزار روپے پر ف یعنی مطلق کہا نہ اشارہ کیا نہ اپنی طرف نسبت کیا ص اور وہ ہزار روپے دیدے تو ان سب صورتون مین صلح صحیح ہو جاویگی ف اور فضولی پر اون روپیون کا تسلیم کرنا باقی صورتون مین لازم آویگا اور فضولی کا احسان ہوگا مدعی علیہ پر تو رجوع نکریگا مدعی علیہ پر کیونکہ نے اوسکے حکم سے صلح واقع ہوئی ص اور اگر فضولی نے یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار روپے پر اور ہزار روپے نہ دیے تو موقوف رہیگی صلح مدعی علیہ کی اجازت پر تو اگر جائز رکھیگا مدعی علیہ تو صلح جائز ہوگی اور مدعی علیہ کو ہزار روپے دینا پڑینگے اور جو اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہو جاویگی جب مدعی اپنے قرض سے جو مدعی علیہ پر ہی اوسکے نصف یا ثلث یا ربع پر صلح کر لیوے تو یہ صلح بعض کا لینا اور بعض کا چھوڑ دینا شمار کیا جاویگا نہ عقد معاوضہ ف اسواسطے کہ بعض کل کا عوض نہین ہو سکتے ص تو صحیح ہی صلح ہزار روپے سے جو بلا میعاد تھے سو نقد پر یا ہزار میعادی پر ف تو پہلی صورت مین نو سو روپے کا اسقاط ہوا اور دوسری صورت مین میعادی ہونا ساقط ہوا کذا فی الاصل ص یا ہزار روپے زیوف سے سو کھرے روپیون پر ف اسواسطے کہ یہ اسقاط ہی نو سو روپے

اور کھرے پن کا تو اسصورت مین صلح صحیح ہوجاویگی اور بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط نہین **ص** اور صلح دراہم سے میعادی دینارون پر درست نہین **ف** اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہی تو بیع صرف ہوجاویگی اور اوسمین قبض کرنا دینارون پر قبل جدائی متعاقدین کے ضرور ہی کذا فی الاصل **ص** اسی طرح ہزار روپے میعادی سے پانسو روپے نقد پر درست نہین ہی **ف** اسواسطے کہ نقد ہونا بعوض پانسو کے ہوگیا اور یہ وصف مال نہین ہی کذا فی الاصل **ص** اسی طرح سیاہ رنگ کے ہزار روپے سے پانسو روپے سفید رنگ پر جائز نہین ہی **ف** اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہوا ہزار سیاہ روپے کا پانسو روپے سے ساتھہ زیادتی وصف کے قاعدہ کلیہ اس کا در مختار مین یہ مرقوم ہی کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہی اور اگر دائن اور مدیون دونون کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہی پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضے کا حکم اوسمین جاری ہوگا تو اگر ربوا یا ربوا کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہین تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی **ص** اگر زید کے عمرو پر ہزار روپے تھے تو زید نے یہ کہا کہ کل تو مجکو پانسو ادا کردے تو تو باقی سے بری الذمہ ہی اور عمرو نے اسکو قبول کیا اور کل کے روز پانسو ادا کر دیے تو عمرو باقی سے بری الذمہ ہوجاویگا اور اگر پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو سارا دین پھر عمرو پر لوٹ آویگا **ف** یعنی ہزار روپے پورے اوسپر واجب ہوجاوینگے اور اسمین خلاف ابو یوسف کا ہی دلائل سب کے مذکور ہین اصل کتاب اور ہدایہ مین **ص** اور جو ادا کرنے کا وقت بیان نہین کیا **ف** یعنی زید نے صرف اتناہی کہا کہ پانسو تو مجکو ادا کردے تو تو باقی سے بری الذمہ ہی **ص** تو زید کا دین پورا نہ لوٹیگا **ف** یعنی اگر عمرو نے اس صورت مین کل کے روز پانسو روپے ادا نکیے تو ہزار عمرو پر نہ لوٹینگے بلکہ پانسو ہی رہین گے **ص** اور اگر زید نے صلح کرلی عمرو سے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر عمرو اوسکو کل نصف قرضہ ادا کردے تو وہ باقی سے بری الذمہ ہی اور جو کل نصف قرضہ ادا نکرے تو کل دین عمرو پر ہی تو اسصورت مین اگر عمرو قبول کرے اور کل کے روز نصف قرضہ ادا کردیوے تو باقی سے بری الذمہ ہوجاویگا ورنہ پورا دین عمرو پر رہیگا بالاجماع اور اگر زید نے عمرو کو نصف قرضے سے بری الذمہ کردیا اس شرط پر کہ کل تو مجھے نصف ادا کردے تو عمرو نصف دین سے بری الذمہ ہوگیا خواہ باقی ادا کردے یا نہ ادا کرے **ف** باجماع امام اور صاحبین اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی **ص** اور اگر زید نے ابراکو صریح شرط پر معلق کیا جیسے یون کہا کہ اگر تو مجھے اسقدر ادا کردے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو تو باقی سے بری ہی تو یہ ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہی اور اگر مدیون نے دائن سے خفی کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تو مجھے مہلت نہ دیگا یا کچھ نہ چھوڑیگا سو دائن نے مہلت دی یا کچھ دین معاف کردیا تو یہ صلح صحیح ہوگی تو دائن اوسکو مہلت دیوے یا کچھ قرض چھوڑے صلح کے موافق اور اگر مدیون نے یہ قول پکار کر دائن سے کہا تو دائن کا پورا دین مدیون پر ثابت ہوگیا تو وہ کل دین فی الحال لیوے

بیان عدم جواز تعلیق ابرا بشرط

ف فصل دین مشترک مین صلح کے بیان مین

ص دو شخصون کا دین مشترک تھا ایک شخص پر تو اون دونون مین سے ایک شریک نے اپنے حصے کے بدلے مین مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کرلی تو دوسرے شریک کو اختیار ہی کہ اپنا حصہ قرضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لیوے مگر یہ کہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کے چوتھائی قرض کی ضمانت کرلیوے تو اب شریک مصالح کا حق اوس کپڑے مین نرہیگا **ف** مثلاً بکر اور خالد کے بالاشتراک چار درم زید پر قرض تھے بکر نے اپنے دو درمون کے بدلے مین ایک کپڑا

لیکر زید سے صلح کرلی تو خالد کو اختیار ہے کہ یا تو اپنے دو درم زید سے وصول کرے یا بکر سے نصف کپڑا لیوے البتہ اگر بکر خالد کے لیے ایک درم کا ضامن ہوجاوے تو اب خالد کپڑے کو بکر سے نہین لے سکتا بلکہ درم اپنا لیگا **ص** دین مشترک اوسے کہتے ہین جسکا سبب جو ہے متحد ہو جیسے ثمن اوس چیز کی جو ایک ہی عقد مین بیچی گئی اور وہ چیز دو آدمیون مین مشترک تھی یا قیمت مال مشترک کی یا موروث کی یا قیمت شے مستہلک مشترک کی تو اس قسم کے دین مین جتنا مال جو کوئی وصول کرے دوسرا اوسکا نصف یا بقدر حصے اپنے کے اوس سے لے سکتا ہے مثلاً ان دونون مین سے اگر ایک نے اپنا حصہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا تو اوسمین دوسرا بھی شریک ہوجاویگا اب دونون قرضدار سے باقی کا مطالبہ کرسکتے ہین **ف** یعنی قرضدار اوس شریک سے جسکا حصۂ قرض ادا کرچکا ہے یہ نہین کہہ سکتا کہ مین تیرا حق دے چکا اب تیرا مجھپر کچھہ نہین ہے کیونکہ جتنا اوسنے دیا تھا وہ دونون شریکون مین بٹ گیا کذا فی الاصل **ص** اور جو دو شریکون مین سے ایک نے اپنے نصف دین کے بدلے مین کوئی چیز مدیون سے خرید لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ خواہ اپنا نصف دین مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے ربع دین کا ضمان لیوے پھر دونون شریک باقی کا مدیون سے مطالبہ کرلیوین اور اگر احد الشریکین نے اپنے حصے قرض سے مدیون کو بری الذمہ کردیا تو دوسرا شریک اس شریک سے کچھہ نہین لے سکتا اسی طرح اگر ایک شریک پر مدیون کا دین تھا پہلے کا اور یہ دین اوس دین کے عوض مین ہوگیا تب بھی دوسرا شریک اس شریک سے کچھہ نہین لے سکتا مثال اوسکی یہ ہے کہ زید کے عمرو پر پچاس روپے تھے تو عمرو اور بکر نے ایک غلام مشترک کو زید کے ہاتھہ سو درم کو بیچا تو ہر ایک کے زید پر پچاس پچاس درم ہوگئے تو عمرو کے پچاس روپے کے بدلے مین وہ پچاس روپے ہوگئے جو زید کے اوسپر اس معاملے سے پیشتر آتے تھے تو اب بکر کو یہ نہین پہونچتا کہ عمرو سے یون کہے کہ تو نے اپنے پچاس روپے گویا وصول پائے تو نصف اوسکا مجھے ادا کردے اسواسطے کہ عمرو نے اپنا دین ادا کیا نہ یہ کہ کچھہ زید سے وصول پایا تاکہ اوسمین شریک ہووے اور اگر احد الشریکین نے اپنے بعض دین سے مدیون کو ابرا کیا تو باقی دین اوسکے سہام پر منقسم ہوگا مثلاً جب ہر ایک کا دین نصف نصف مدیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصے کا نصف مدیون کو معاف کردیا یعنی ربع کل دین کا تو اب دین کے تین حصے کیے جاوینگے دو حصے اوس شریک کے ہونگے جسنے معاف نہین کیا اور ایک حصہ اوسکا جسنے معاف کردیا اگر دو مردون نے عقد سلم کیا ملکر ایک کر مین گیہون کے اور دونون کا راس المال سو روپے تھا اور ہر ایک نے پچاس پچاس اپنے اپنے حصے کے دیے پھر ایک رب السلم نے اپنے نصف کُر کے بدلے مین پچاس روپے پر مسلم الیہ سے صلح کرلی اور وہ روپے اپنے لے لیے تو یہ صلح جائز نہوگی امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہوگی جیسے دو آدمیون نے ملکر ایک غلام خریدا پھر ایک نے اون مین سے اقالہ کرلیا **ف** اور طرفین کی دلیل اصل مین مذکور ہے

فصل تخارج کے بیان مین

تخارج کہتے ہین اسکو کہ سب وارث اتفاق کرکے ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھہ مال معین دیکر کذا فی المنح **ص** خارج کردیا وارثون نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھہ مال دیکر یا ترکہ سونا ہے اور انھون نے چاندی دی یا ترکہ چاندی ہے اور انھون نے سونا دیا یا ترکہ چاندی سونا دونون ہین اور انھون نے دونون دیے یا ترکہ نقد ہین یعنی دراہم اور دنانیر تھے اور انھون نے دونون دیے تو یہ تخارج صحیح ہے سب صورتون مین برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جلس کو بمقابلہ خلاف جنس

کی طرف پھیر کر ف یعنی سونے کو چاندی کا عوض ٹھہراوینگے اور چاندی کو سونے کا تا بیاج کے شبہے سے احتراز ہو وے لیکن اس تخارج مین جہان مبادلہ بطور عقد صرف کے ہی تو وہان قبضہ کرنا طرفین کا شرط ہی صحت کی تا کہ سود لازم نہ آوے در مختار
ص اور جب ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب دونون ہون اور وارث مذکور کو صرف روپیہ یا صرف اشرفیان دیکر خارج کرین تو یہ تخارج درست نہوگا جب تک کہ بدل اوس مقدار سے زیادہ نہو جو وارث مذکور کو اوسی جنس کے حصے سے پہونچے
ف مثلاً وارث مذکور کو میراث مین دس درہم اور کچھ اسباب پہنچتا تھا تو صحت تخارج مین ضرور ہی کہ اور وارث دس درم سے زیادہ پر صلح کرین تا کہ دس بعوض دس کے ہو جاوین اور زائد عوض حصہ اسباب کے ہووے ورنہ سود ہو جاویگا ص اور صلح باطل ہی اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حال آنکہ منجملہ ترکہ دیون ہین متوفی کے اوپر لوگون کے اس شرط پر کہ دیون باقی وارثون کے ہون کیونکہ یہ مالک کرنا ہی دین کا مدیون کے سوا اور کسی شخص کو اور یہ باطل ہی ف جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون کے لیے چھوڑا تو اوسنے اپنے حصہ کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حال آنکہ تملیک دین کی سوا مدیون کے اور کسی شخص کو باطل ہی ص مگر اس صلح کے صحیح ہونیکے کئی حیلے ہین ایک حیلہ یہ ہی کہ وارث شرط کرین اس بات کی کہ مصالح اپنے حصۂ دین سے قرضدارون کو بری الذمہ کرے اور صلح کرے اعیان ترکہ سے اوپر مال کے اور اس حیلے مین باقی وارثون کا فائدہ یہ ہی کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونون پر اور یہ نہین کہ اوسکا حصہ دین بقیہ ورثہ کا ہو گیا دوسرا حیلہ یہ ہی کہ باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اونکی جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلاوے مدیونون سے اور اس حیلے مین ضرر ہی باقی ورثہ کا کیونکہ وارثون کو نقد دینا پڑا اور اونکا حق دین ہو تیسرا حیلہ اور وہ سب حیلون مین بہتر ہی وہ یہ ہی کہ باقی وارث مصالح کو قرض دیوین بقدر اوسکے حصے کے دین سے اور صلح کرلین دین کے سوا اور ترکے سے اور مصالح حوالہ کرے وارثون کو اپنے قرض کا قرضدارون پر مثلاً فرض کرین ہم کہ حصہ مصالح کا دین مین سے سو درم ہی اور باقی ترکہ مین سے بھی سو درم اور وارث صلح کرتے ہین بعوض دراہم کے تو ضرور ہی یہ امر کہ بدل صلح زیادہ ہو سو سے مثلاً ایک سو دس درہم ہون تو سو درہم تو وارث اوسکو بطور قرض کے دیوین اور وہ اون سو کو اوتار دیوے قرضدارون پر اور وارث اوتر دائی قبول کرلین پھر صلح کرلین دین کے سوا اور چیزون سے دس درہم پر اگر اسقدر درہم باقی ترکے کا بدل ہوسکتے ہون اور جو نہو سکتے ہون تو کچھ اور بڑھا دینگے مثلاً ایک چھری زیادہ کردین گے تا کہ دس پیسے مین دس کے اور چھری باقی کے بدل مین ہو جاوے ف یہ حیلہ احسن الحیل اسواسطے ہوا کہ حیلہ اولی مین مصالح کا ضرر ہی ابراء کرنیسے اور حیلۂ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا جیسا کہ گذرا طحطاوی ص جس ترکے کے اعیان معلوم نہین اوسمین صلح صحیح ہونے مین بکیل اور موزون پر اختلاف ہی مشایخ کا ف اور صحیح صحت صلح ہی در مختار دلیلین دونون کی اصل کتاب مین مذکور ہین ص اور اگر ترکہ غیر کیلی اور غیر وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہووے تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اور باطل ہی صلح اور تقسیم ترکہ دین ادا کرنے سے پہلے اگر وہ دین محیط ہو ترکے کو اور جو محیط نہو تو تب بھی صلح نہ کیجاوے قبل ادا کرنے دین کے اور اگر صلح ہوئی تو فقہا نے کہا کہ صحیح ہو جاویگی ف یعنی دین غیر محیط مین نہ محیط مین ص لیکن بقدر دین ترکہ روک لیا جاویگا باقی کی قسمت کردیجاویگی

بیان تخارج دین مین غیر مدیون سے

از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہی کہ کل ترکہ رد کیا جاے مگر چونکہ اوسمین ضرر تھا ورثہ کا اسلیے استحسانا روک رکھنا ترکے کا بقدر دین کافی ہی مسئلہ ہمیشہ آیا صحت صلح کے لیے صحت دعوی شرط ہی یا شرط نہین تو بعض لوگ کہتے ہین کہ صحت دعوی شرط ہی لیکن یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ مدعی نے اگر دعوی کیا ایک حق مجہول کا سکا نہین اور مدعی علیہ نے صلح کرلی تو یہ صلح جائز ہی جیسا کہ گذرا باب الحقوق والاستحقاق مین اور شک نہین دعوی مجہول کے غیر صحیح ہونے مین اور ذخیرہ مین بہت سے مسائل ہین جو تائید کرتے ہین ہمارے قول کی والله اعلم

کتاب المضاربة

عقد مضاربت شرع مین عبارت ہی اوس عقد شرکت سے نفع مین کہ مال ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی **ف** تو جو محنت کرتا ہی اوسکو مضارب کہتے ہین اور جسکا مال ہی اوسے رب المال کہتے ہین جواز اسکا ثابت ہی شرع سے کہ نبی صلی الله علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے اور حضرت نے منع نہ کیا اوس سے اور صحابہ بھی اوسپر عمل کرتے رہے اور کسی نے اوسکا انکار نہین کیا ہدایہ **ص** اور مضاربت کے احکام چند طرح پر ہین تو مضارب قبل عمل کے اصل مال مین امین کے حکم مین ہی **ف** تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہین **ص** اور بعد عمل کے وکیل ہی رب المال کا **ف** پھر جب تو کیا ہوئی تو جو عہدہ اوسکو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہی کذا فی الدر **ص** اور جب نفع ہووے تو شریک ہی اور جو مخالفت کرے رب المال کی **ف** مثلاً مضارب نے وہ تصرف کیا جس سے رب المال نے اوسکو منع کیا تھا **ص** تو غاصب ہی اور درصورت شرط کرلینے سب نفع کے واسطے مالک کے بضاعت ہی اور درصورت شرط کرلینے سب نفع کے واسطے مضارب کے قرض ہی اور اجارہ فاسدہ ہی اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اوسکے لیے اوسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح خواہ تجارت مین نفع ہوا ہو یا نہوا ہو لیکن زیادہ نہ دیجاوے مزدوری مقدار مشروط سے بخلاف محمدؒ **ف** اور ائمہ ثلثہ کے اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہی کہ اوسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہین ہوتی **ص** اور مضاربت فاسدہ مین بھی ہلاکت مال سے تاوان نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین صحیح نہین ہی مضاربت مگر اوس مال مین جس مین شرکت صحیح ہوتی ہی **ف** یعنی راس المال دراہم یا دنانیر یا سونا یا چاندی ہو جیسا کہ کتاب الشرکۃ مین گذرا **ص** اسی طرح ضرور ہی کہ رب المال وہ مال کہ مضارب کے سپرد کردیوے **ف** اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہی اور وہ بدون تسلیم کامل کے متعذر ہی تو اگر رب المال بھی اوس مال مین اپنا قبضہ رکھے تو مضاربت فاسد ہوگی کذا فی الطحطاوی **ص** اور نفع شائع ہو دونون مین **ف** یعنی مثلاً نصفا نصف یا تین تہائی یا چار چوتھائی وغیرہ **ص** تو مضاربت فاسد ہوگی اگر ایک کیلیے نفع کے حصے سے زیادہ مثلاً دس روپے مقرر ہوے **ف** جاننا چاہیے کہ جو شرط نفع کی شرکت کو قطع کردیوے یا نفع کو مجہول کردیوے تو مضاربت فاسد ہوگی اور سوا اسکے اور شروط فاسدہ سے مضاربت فاسد نہوگی بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاویگی جیسے ٹوٹے کا شرط کرنا مضارب پر کذا فی الاصل **ص** جب عقد مضاربت مطلق واقع ہووے **ف** یعنی کسی مکان اور زمان اور تصرف خاص سے مقید نہو **ص** تو مضارب کو اختیار ہی کہ نقد بیچے یا قرض بیچے مگر نہ اتنی مدت پر جسکا تاجرون مین دستور نہو اور خریدے اور وکیل کرے ساتھ بیع وشرا کے اور سفر کرے **ف** اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اوسکو سفر کرنا درست نہین اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر مال رب المال نے اپنے شہر مین دیا ہی تو اوسکو سفر درست نہین اور اگر شہر مین دیا تو سفر جائز ہی کذا فی الاصل لیکن صحیح یہی ہی کہ دونون صورت مین مضارب کو سفر جائز ہی کذا فی الدر المختار **ص** اور مال کو بضاعت دیوے

اگرچہ رب المال ہی کو دیوے اور زفرؒ کے نزدیک رب المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہوگی اور امانت رکھا دیوے اور گرو کرے
یا گرو لیوے اور کرایہ دیوے یا کرایہ لیوے اور حوالہ قبول کرے غنی اور تنگدست پر البتہ مضارب کو نہین پہونچتا کہ اوس مال
کو بطور مضاربت کسی اور کو حوالے کرے مگر مالک کے اذن سے یا جس صورت مین مالک نے کہدیا ہو کہ تو اپنی راے کے موافق عمل کر
یا قرض دیوے یا قرض لیوے ف یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا بھی اختیار نہین ہے ص اگرچہ رب المال نے
وقت مضاربت کے کہدیا ہو کہ تو اپنی راے کے موافق عمل کرنا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان دونون کی اجازت دیدی ہو تو
تو درست ہے اگر مضارب سے مالک نے کہدیا تھا کہ تو اپنی راے کے موافق کرنا اور اوسنے کپڑے خریدے اور اپنے پاس سے اوسکو پانی سے
دھلوایا یا لادلایا تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے دھلوائی اور لدوائی کی مزدوری جو اپنے پاس سے خرچ کی ہے
مجرا نہین لے سکتا کیونکہ وہ اودھار کرنے کا مالک نہین ہے اور اگر اون کپڑون کو مضارب نے اپنے پاس سے دام دیکر سرخ رنگوایا تو جسقدر
رنگ اوسمین بڑھا ہے اوسمین رب المال کا شریک ہوجاویگا جیسے اپنا مال اوسمین ملا دیوے ف اور یہ رنگ اور لدوانا مال مالک کے اس
قول مین کہ تو اپنی راے کے موافق کام کر داخل ہوجاوینگے برخلاف دھلوائی کے کہ اوسمین کوئی چیز بڑھی نہین تو اگر شستہ یعنی
کلپ دیکر دھلوایا ہوگا تو وہ رنگ کے مانند ہے اور سرخ رنگ کی قید اسواسطے لگائی کہ سیاہ رنگ اس قول مین مالک کے نزدیک امام صاحب
کے داخل نہوگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے نزدیک امام صاحب کے لیکن سیاہی کے سوا اور رنگ مثل سرخی کے ہین کذا فی
الافضل مع زیادۃ من اللہ الفتاح ص تو مضارب سرخ رنگنے سے یا اپنے مال کے ملا دینے سے درصورت مالک کے کہدینے
کے کہ تو اپنی راے کے موافق عمل کر ضامن نہوگا تو جب یہ کپڑا بکیگا تو مضارب رنگ کے دام کل لیگا اور کپڑے کے دامون مین نفع
مین شریک ہوگا ف مثلاً وہ کپڑا پانچ روپے کا سفید تھا جب سرخ رنگا گیا تو چھ روپے کا ہوا اور آٹھ روپے کو بکا تو مضارب ایک
روپیہ تو رنگ کا بدلے لیگا اور ایک روپیہ نفع کا اور ایک روپیہ صاحب مال لیگا جب نفع نصفا نصف ٹھہرا ہووے ص اور مضارب
کو نہین پہونچتا کہ رب المال نے اگر کوئی شہر خاص واسطے تجارت کے معین کر دیا ہووے یا کسی مال خاص مین تجارت کو کہا ہووے
یا کوئی وقت یا قوم یا کوئی خاص معاملہ والا بتادیا ہوگا اوس سے تجاوز کرے تو اگر اوسکی مخالفت کریگا ضامن ہوگا اور وہ چیز جو خریدی ہے مع نفع مضارب
(یعنی اصل مال مالک کو پھیر دینا لازم آویگا ۱۲ منہ)
کی ہوگی اسیطرح مضارب کو نہین پہونچتا کہ مال مضاربت مین سے جو غلام لونڈی خریدے ہو اوسکا نکاح کردیوے یا ایسے غلام اور لونڈی
کو خریدے کہ وہ رب المال پر آزاد ہوجاوے ف مثلاً وہ غلام لونڈی رب المال کا ذی رحم محرم ہووے یا رب المال نے اوسپر حلف کی ہو
کہ اگر مین فلانے غلام یا لونڈی کو خریدون تو وہ آزاد ہے ص اور اگر خریدیگا تو مضارب پر پڑیگا نہ رب المال پر یا مال مضاربت مین سے
اور نہ اوس غلام لونڈی کو خریدے جو مضارب پر آزاد ہوجاوے جب مال مین نفع ہوا ہووے اور جو خریدیگا تو وہ مضارب پر پڑیگا اور اگر
نفع نہوا ہووے تو صحیح ہوگا ف اسواسطے کہ اس صورت مین مضارب کا کچھہ روپیہ ہی نہین ہے تاکہ وہ اوسکی مالک اوس غلام لونڈی کا
مین ہووے ص تو اگر بعد اسکے اوس غلام لونڈی کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کے حصہ نفع کے مقدار وہ غلام آزاد ہوجاویگا اور
مالک کو مضارب کچھ ضمان نہ دیگا بلکہ باقی قیمت کے لیے وہ غلام سعی کریگا اگر مضارب پاس ہزار روپے تھے نصفا نصف نفع
پر اوسنے اون ہزار روپے سے ایک لونڈی خریدی کہ قیمت اوسکی ہزار روپے تھی بعد اوسکے اوس سے وطی کی اور وہ ایک لڑکا جنی ہزار
روپے کا اور مضارب نے اوس لڑکے کے نسب کا دعوی کیا اب لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپے ہوگئی اور مضارب غنی ہے تو رب المال کو

اختیار ہے چاہے اوس لڑکے سے سوا ہزار روپئے مین سعی کرالیوے چاہے آزاد کردے پھر جب رب المال ہزار روپئے لڑکے سے وصول
کرلیوے تو پانسو لونڈی کی قیمت کے اور مضارب سے بھر لیوے ف یہ ترجمہ عبارت ہدایہ کا ہی اور اصل کتاب مین اس مقام مین تفصیل کی نہین فقط

ص باب مضارب کے مضاربت کرنیکے بیان مین

اگر مضارب اپنی طرف سے کسیکو مضاربت بغیر اذن مالک کے تو فقط مال کے دینے سے ضامن نہوگا یہانتک کہ مضارب ثانی اوسمین
عمل نکرے ظاہر الروایت مین اور یہی قول ہے صاحبین کا اور حسن کی روایت مین امام صاحب سے یہانتک کہ مضارب
ثانی اوسمین نفع نہ کماوے اور زفر کے نزدیک فقط مال کے دینے سے ضامن ہوجاویگا ف اور مفتی بہ اول روایت ہے
ص اگر رب المال نے مضارب کو اذن دیا مال دینے کا بطور مضاربت کے اور مضارب نے مضارب ثانی کو
مال دیا تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے وقت مضاربت کے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا وہ دونون آدھے آدھ ہمارے تمہارے
بیچ مین تو اب مضارب ثانی کو جو نفع حاصل ہوگا اوسکا نصف مالک کو ملیگا اور چھٹا حصہ مضارب اول کو اور تہائی اوسکی مضارب ثانی کو اور اگر مالک نے
یون کہا تھا مضارب اول سے کہ جو کچھ تجکو اللہ دیگا وہ ہم تم آدھا آدھا لینگے تو ایک تہائی نفع کی مالک کو اور ایک تہائی مضارب اول کو
اور ایک تہائی مضارب ثانی کو ملے گی اور جو مالک نے یون کہا تھا کہ جو تو نفع کماوے وہ ہم تم دونون کے بیچ مین نصفا نصف ہے
اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف نفع پر مال دیا ہے تو جو مضارب ثانی کو نفع حاصل ہوگا اوسکا نصف مضارب ثانی کو ملیگا
اور نصف مین مضارب اول اور مالک شریک ہونگے اور اگر مالک نے یون کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا تو اوسکا نصف مین لونگا یا جو
کچھ ہے وہ ہم تم دونون مین نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت مین مضارب ثانی کو نصف
نفع اور مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب اول کو کچھ نملیگا اور جو مضارب اول نے اسی صورت مین دو حصے نفع کے مضارب
ثانی کے لیے ٹھہرائے اور ایک حصہ اپنے لیے تو مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب ثانی کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو مین گھٹتا ہے
وہ مضارب اول سے بھر لیا جاویگا اور اگر مضارب نفع مین تہائی رب المال کی اور تہائی اوسکے غلام کی اس شرط پر کہ وہ مضارب
ساتھ کام کاج کرے مقرر کرے اور تہائی اپنے لیے تو درست ہے رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد
ہوکر دار الحرب مین ملجانے سے مضاربت باطل ہوجاتی ہے ف اور اگر مضارب مرتد ہوکر دار الحرب مین ملجاوے تو مضاربت
باطل ہوگی کذا فی الاصل ص مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول نہین ہوتا جب تک اوسکو خبر اپنی برطرفی کی
نہووے پھر اگر اوسکو برطرفی کی خبر ہوئی اور مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اوسکو بیچکر نقد کرلے اور پھر ثمن مین تصرف نکرے اور نہ
اوس نقد مین جو راس المال کی جنس سے ہووے اور اگر راس المال کی جنس سے نہووے تو اوسکو مضارب بدل سکتا ہے از رو
استحسان کے نہ قیاس کے ف مثلاً راس المال اگر دراہم تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہین تو مضارب اوسمین تصرف نہین
کرسکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور مال مضاربت دنانیر پایا یا بالعکس تو مضارب کو جنس راس المال سے بدل سکتا ہے
تا نفع ظاہر ہووے ص اگر رب المال اور مضارب دونون بعد فسخ عقد کے جدا ہوگئے اور مال مضاربت قرض تھا لوگون پر
تو اگر مضارب کو اس تجارت مین نفع حاصل ہوا ہے تو مضارب پر وصول کرنا قرضے کا قرضداروں سے لازم آویگا ورنہ نہین ف
کیونکہ جس صورت مین مال مین نفع ہوا ہے تو مضارب کا کام بعوض اجرت کے ہوا اور نفع نہونے کی صورت مین بطور تبرع کے

ص بلکہ مالک کو اوسکے وصول کرنے کے لیے وکیل کر دیوے اسی طرح سب وکیلون کا حال ہی کہ اگر تقاضا نکرین تو موکل کو وکیل کر دینگے
اور دلال اور سمسار جبر کیے جاوینگے قیمت کے وصول کرنے پر ف اسواسطے کہ دلال اجرت لیکر بکواتا ہی اور سمسار وہ شخص ہی
جسکے پاس غلہ وغیرہ لوگون کا جمع کیا جاتا ہی تا وہ اجرت لیکر بیچدے تو اوسپر بھی ثمن وصول کرنیکے لیے جبر کیا جاویگا ص
مال مضاربت مین جسقدر نقصان ہووے اولاً وہ نفع سے مجرا لیا جاویگا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہوجاوے تو مضارب اوسکا
ضامن نہوگا کیونکہ وہ امین ہی اور اگر نفع بانٹ لیا اور عقد مضاربت کو فسخ کر دیا بعد اوسکے از سر نو عقد مضاربت کیا اور اب
کل یا بعض مال تلف ہوگیا تو پہلا نفع اسمین نہین لگایا جاویگا کیونکہ یہ تو نیا عقد ہی البتہ اگر نفع تقسیم ہوگیا اور عقد مضاربت
باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونون نے بانٹ لیا ہی پھر سے جمع کرین اور اب رب المال اپنا راس المال
اوس نفع سے پورا کرلے جو بچے اوسے دونون بانٹ لین اور گر اوس نفع سے اصل مال پورا نہووے یعنی اصل مال کم رہے تو مضارب
پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ مضارب امین ہی جیسا گذرا ص جو مضارب اپنے ہی شہر مین رہکر کام کاج
کرے تو اپنے کھانے پینے دوا کا خرچ اپنے ہی پاس سے اوٹھاوے یعنی مال مضاربت مین سے نلیوے اور جو سفر مین جاوے
تو کھلائی پلائی نوکر کی تنخواہ کپڑون کی دھلوائی تیل جہان تیل کی حاجت ہی جیسے ملک حجاز مین ف حجاز مکہ اور مدینہ
اور طائف اور اون شہرون کو کہتے ہین جو درمیان نجد اور غور کے واقع ہین ملک حجاز مین تیل کی اسلیے حاجت ہی کہ بلاد حجاز
واقع ہین اقلیم دوم مین اور زمین اقلیم دوم کی حار ہی اور یابس تو وہان بدون تیل ڈالے اور گھی کھائے گذر نہین ہوتا ص
سواری خواہ کرایہ کی ہو یا خریدی کی ہو دانہ چارہ اوسکا ان سب کے مصارف مال مضاربت مین سے لیوے موافق دستور کے اور جو دستور
سے زیادہ صرف کر ڈالیگا اوسقدر کا ضامن ہوگا اور جب شہر کو لوٹ آوے اور سفر کی چیزون مین سے جو مال مضاربت کی تھین
کچھ باقی ہو تو وہ مال مضاربت مین شریک کر دیوے اور اگر مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہی کہ جب صبح کو وہان جاتا ہی تو رات
کو اپنے گھر مین نہین رہ سکتا تو اوسکا حکم سفر کا سا ہی اور اگر شب کو اپنے گھر مین رہ سکتا ہی تو وہ مثل ایک بازار کے ہی شہر کے
بازارون مین سے پھر اگر مضارب کو نفع حاصل ہووے تو مالک مال اوسقدر خرچ کو مجرا لیوے جو مضارب نے مال مضاربت
مین سے سفر مین صرف کیا تھا اب اوسپر جو زیادہ بچے وہ بانٹ دیا جاوے اور اگر مضارب کسی چیز کو مال مضاربت مین سے بطور مرابحہ
بیچے تو جو کچھ اوس چیز پر صرف ہوا ہی جیسے کرایہ باربرداری وغیرہ اصل لاگت مین لگا لیوے اور جو کچھ اپنی ذات پر صرف ہوا ہی
اوسکو نہ لگاوے مسئلہ اگر مضارب پاس ہزار روپئے تھے نصف نفع پر اوسنے اون ہزار روپئے کا کپڑا خریدا اور اوسکو دو ہزار کو
بیچکر ایک غلام خریدا اور ابھی دو ہزار اوسکی قیمت کے مالک کو نہین دیے تھے کہ وہ دو ہزار مضارب پاس تلف ہوگئے تو مضارب
پانسو کا ضمان دیگا اور باقی ڈیڑھ ہزار مالک دیگا تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوگا اور تین حصے اوسکے مال مضاربت مین رہینگے اور راس المال
اڑھائی ہزار ہوا اور اگر مضارب اس غلام کو بطور مرابحہ کے بیچے تو اصل جمع دو ہزار بتلاوے نہ ڈھائی ہزار کیونکہ قیمت غلام کی
تو دو ہی ہزار تھی پس اگر وہ غلام چار ہزار کو بکا تو تین ہزار حصہ مضاربت ہوگا اور ہزار روپئے خاص مضارب کے ہونگے پھر ان
تین ہزار مین سے راس المال یعنی ڈھائی ہزار کو نکال کر باقی جو پانسو بچین گے وہ نفع کے سمجھے جاوینگے اونکو رب المال
اور مضارب بانٹ لیگا اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو خریدا جو مالک نے پانسو کو مول لیا تھا تو مرابحت بیچنے کے

کے وقت مضارب پانسو بھی جمع بتلادے اور جو مضارب نے ہزار روپے کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت دو ہزار ہی اور اوس
غلام نے بطور خطا ایک شخص کو قتل کیا تو اس قتل کے خون بہا کے تین حصے مالک پر اور ایک حصہ مضارب پر ہوگا اور جب دونون
نے خون بہا دی تو اب وہ غلام مال مضاربت سے نکل جاویگا سو تین دن رب المال کی خدمت کرے اور ایک دن مضارب کی مضارب
کے پاس ہزار روپے ہین اون ہزار روپے کے بدلے مین ایک غلام خریدا اور قبل حوالے کرنیکے طرف بائع کے وہ روپے تلف ہوگئے تو مالک کو
پھر دینے ہونگے پھر اگر تلف ہوگئے قبل بائع کے دینے کے تو پھر دینے ہونگے اسی طرح پر جہان تک تلف ہوتے جاوینگے یا لک دیتا جاویگا
اور یہ سب روپے راس المال مین شریک سمجھے جاوینگے اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہون اور رب المال سے کہے کہ تو نے مجھکو ایک ہزار روپے
دیے تھے اور ایک ہزار نفع کے ہین اور رب المال کہے کہ مینے تجھے دو ہزار دیے تھے تو قول مضارب کا قسم سے معتبر ہوگا +
ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہین وہ کہتا ہی کہ یہ روپے مضاربت کے طور پر ہین زید کے اور کچھ نفع ہو چکا ہی اور زید کہتا ہی کہ بطریق
بضاعت کے ہین تو قول زید کا معتبر ہوگا قسم سے جیسے وہ شخص اون روپیون کو قرض کے بتلاوے اور زید اوسکو بضاعت یا امانت
قرار دیوے تو بھی قول زید کا قسم سے مقبول ہی اگر رب المال کہے کہ مینے تجھے حکم کیا تھا مضاربت کا فلانی چیز کی تجارت مین اور
مضارب اسکا انکار کرے اور کہے کہ تو نے کسی تجارت خاص کی قید نہین لگائی تھی تو قول مضارب کا قسم سے مقبول ہوگا
اور اگر ہر ایک نے ایک قسم خاص تجارت کا دعوی کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا کیونکہ اذن تجارت کا اوسی کیطرف سے ہی

کتاب الودیعۃ

یہ کتاب ہی امانت کے بیان مین ف امانت مین خیانت کرنا بڑا گناہ ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ایمان ہی اوسکا
جو امانت دار نہین ہی روایت کیا اوسکو بیہقی نے شعب الایمان مین انس رض سے اور یہ بڑی وعید ہی خائن کے لیے اور فرمایا اللہ
نے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا یعنی اللہ حکم کرتا ہی تمکو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانت کو اوسکے
مالکون کیطرف ص ودیعت امانت ہی کہ چھوڑی گئی ہی واسطے حفاظت کے تو ضامن نہوگا مودَع اگر چہ وہ بغیر اوسکی زیادتی کے
ودیعت ہلاک اور تلف ہو جاوے ف جو چیز امانت رکھائی جاوے اوسکو ودیعت کہتے ہین اور جو رکھاوے یعنی صاحب مال اوسکو مودِع
بکسر دال اور جسکے پاس رکھی جاوے اوسکو مودَع بفتح دال اور امین کہتے ہین تو ودیعت جب بغیر زیادتی مودَع کے تلف ہوگئی
تو اوسپر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہی عاریت لینے والے پر جو خائن نہو
تاوان اور نہ مودَع پر جو خائن نہو تاوان روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور روایت کیا ابن ماجہ نے
عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہین اوسپر تاوان اور اسناد
اوسکی ضعیف ہی مگر یہ قول متفق علیہ ہی ائمہ اربعہ کا کذا فی المیزان ص مودَع کو یہ پہونچتا ہی کہ مال امانت کی محافظت خود کرے
یا اپنے گھر والون کے پاس رکھے یا امانت کو ساتھ لیکر سفر کرے اگر مودِع نے اوسکو سفر مین لیجانے سے منع نہ کیا ہو اور راستے مین
خوف غارتگری کا نہو اور جو مودِع نے اوسکو سفر مین ساتھ لیجانے سے منع کر دیا ہو یا رستہ خوفناک ہو اور راہ مین امانت تلف
ہو جاوے تو اوسکو تاوان دینا پڑیگا اسیطرح اگر مودَع نے اوسکی حفاظت سوا اپنے گھر والون کے اور لوگون سے کرائی تو بھی درصورت
ہلاک ضمان دیگا البتہ اگر آگ لگنے یا ڈوب جانے کے خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسرے کشتی والے کو دیدیوے اور وہ تلف ہو جاوے تو ضمان نہ دیگا

۵۷ نقل قضا کا بیان کتاب الجنایات مین انشاءاللہ تعالی آویگا ۱۲ مصنف

ف مگر ثبوت ان عذرات کا بغیر گواہوں کے نہوگا ھدایہ ص تو اگر صاحب مال نے امانت اپنی طلب کی اور مُودِع نے باوجود
قدرت نہ دی یا انکار کیا اگرچہ پھر بعد اوسکے اقرار بھی کیا ف یعنی جب انکار کیا امانت کا بروقت طلب صاحب مال کے تو ضامن
ہو جاویگا برابر ہے کہ پھر اوسکا اقرار کرے یا نکرے اور جو سوا مالک کے اور کسی سے انکار کیا تو ضامن نہوگا کیونکہ یہی حفاظت مال کا طریقہ ہے
اور اگر مُودِع نے مرتے وقت بیان نکیا امانت کو جب بھی ضامن ہوگا ص یا مُودِع نے اوس امانت کو اپنے مال میں اسطرح ملا دیا
کہ تمیز نہیں ہو سکتی ف مثلاً امانت گیہوں تھے اور اوسنے اپنے گیہوں میں اونکو ملا دیا اور اگر خلاف جنس میں ملا دیگا
جیسے جَو کو گیہوں میں تو مالک کا حق جاتا رہیگا اور بالاتفاق ضمان لازم آویگا اسی طرح اگر اپنی جنس میں ملا دے نزدیک امام
صاحب کے اسی طرح نزدیک ابو یوسف کے مگر جب امانت کو اوسی جنس میں جو اکثر ہو وے امانت سے ملا دے تو اقل تابع ہوگا اکثر کا نہ جب اقل
میں ملا دے کیونکہ اس صورت میں حق مالک کا نجاویگا بلکہ شرکت ثابت ہوگی اور محمد کے نزدیک ہر حال میں شرکت ہوگی خواہ اقل میں
ملا دیا اکثر میں کذا فی الاصل ص یا مُودِع نے امانت میں زیادتی کی اسطرح کہ اوسکے کپڑے کو پہنا یا امانت کے جانور پر سوار
ہوا یا امانت کے روپیوں میں سے کچھ خرچ کیے پھر اوتنے اوسمیں شریک کر دیے یا جس گھر میں مالک نے حفاظت مال کا حکم کیا تھا مُودِع
نے اوسکے سوا دوسرے گھر میں حفاظت کی تو ان سب صورتوں میں مُودِع ضامن ہوگا اور اگر وہ امانت مُودَع کے مال میں خود
بخود مل گئی تو دونوں اوسمیں شریک ہو جاوینگے اور اگر مُودِع نے امانت میں زیادتی کی پھر اوس زیادتی کو دور کر دیا تو ضمان بھی
زائل ہو جاویگا ف جیسے امانت کو جس گھر میں مُودِع نے کہا تھا نرکھا بلکہ دوسرے گھر میں رکھا بعد اوسکے پھر اوسی گھر
میں رکھدیا تو ضمان زائل ہو جاویگا اور امام شافعی کے نزدیک زائل نہوگا ص اگر دو شریکوں نے اپنا مال ایک شخص کے
پاس امانت رکھا اب ایک شریک آیا تو مُودِع کو نہیں پہونچتا کہ اوسکا حصہ حوالے کرے بغیر دوسرے کے آئے ہوئے ف جب
یہ ودیعت سوا مکیل اور موزون کے اور کوئی چیز ہو تو یہ حکم اتفاقی ہے اور اگر مکیل و موزون ہو وے تو یہی حکم ہے نزدیک امام اعظم کے
برخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ مُودِع کو ولایت تقسیم مال کی نہیں ہے کذا فی الاصل ص جب ایک چیز امانت
رکھی دو مردوں کے پاس تو اگر وہ شی قابل قسمت نہیں ہے تو اون دونوں مردوں میں سے ہر ایک اوسکی حفاظت کر سکتا ہے بغیر
دوسرے کے اذن کے اور جو قابل تقسیم ہے تو ہر ایک کو چاہیے کہ اوسکے دو حصے کرکے ایک ایک حصے کی حفاظت کرے ف
اور صاحبین کے نزدیک یہاں بھی ہر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دے سکتا ہے ص باوجود اسکے اگر ایک مُودِع نے نصف حصہ اپنا
دوسرے کو دیدیا تو یہ دینے والا نصف کا ضامن ہوگا نہ جو قابض ہے کل مال پر کیونکہ مُودِع المُودِع ضامن نہیں ہوتا امام صاحب
کے نزدیک تو اگر مُودِع نے منع کر دیا مُودَع کو کہ اس امانت کو اپنے گھر والوں کے سپرد نکرنا اور اوسنے دیا اوس شخص کو کہ اگر اوسکو
نہ دیتا تو کچھ اسکا حرج نتھا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکو دیا کہ جسکے بغیر دیتے چارہ نتھا جیسے امانت جانور تھا
اور اپنے غلام کے سپرد کیا یا وہ چیزیں تھیں جسکی عورتیں حفاظت کرتی ہیں اپنی بیوی کو دیں تو ضامن نہوگا جیسے
ایک گھر میں کئی کوٹھریاں ہیں اور مُودِع نے ایک کوٹھری میں رکھنے کو کہا تھا اوسنے دوسری کوٹھری میں رکھا ف تو
ضامن نہوگا کیونکہ ایک گھر کی سب کوٹھریاں حفاظت میں برابر ہیں البتہ اگر گھر بدل جاویگا تو ضامن ہوگا
ص مگر جب دوسری کوٹھری میں جسمیں اوسنے مال رکھا کوئی خلل ظاہر ہوگا ف جیسے اوسکا دروازہ پودا ہو وے

یا دیوار ٹوٹی ہووے ص تو البتہ ضامن ہوگا اور اگر مُودِع نے امانت کسی اور پاس رکھائی تو ضمان صرف اوسی پر لازم آویگا ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اوسکا مُودَع سے لیوے خواہ مُودَع المُودَع سے لیکن اگر مُودَع المُودَع سے لیگا تو وہ مُودَع سے پھیر لیگا ص اور اگر غاصب نے شئی مغصوب کو کسی کے پاس امانت رکھا بعد اوسکے وہ شئی اوس شخص کے پاس سے تلف ہو گئی تو مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اوسکا غاصب سے لیوے اور چاہے مُودَع الغاصب سے ف یعنی اوس شخص سے جسکے پاس غاصب نے امانت رکھا تھا سو اگر تاوان لیو مُودَع سے تو وہ غاصب پر رجوع کر لیوے در مختار ص عمرو کے پاس ہزار روپے ہیں زید نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہیں اور بکر نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہیں اور کسیکے پاس گواہ نہیں ہیں اور عمرو دونوں کے دعوے سے منکر ہے تو قاضی عمرو کو حلف دلاویگا ہر ایک کے لیے جدا جدا اور جسکے حلف سے چاہے شروع کرے اور جو جھگڑا کریں تو قرعہ ڈال لیوے تو اگر ایک کے حلف سے عمرو نے نکول کیا دوسرے کے لیے حلف دلاوے اگر اوسکے لیے بھی نکول کرے تو یہ ہزار دونوں کے ٹھہر ینگے اور عمرو پر ہزار روپے اور لازم آوینگے ف دلیل اسکی مع اور تفصیل کے اصل کتاب میں مذکور ہے فقط

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام کے بیان میں یعنی مانگی ہوئی چیز کے دینے کے بیان میں عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ یعنی منع کرتے ہیں ماعون کو ماعون اوس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگوں میں عادت جاری ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا خوب ہوا اور ہدایہ میں ہے کہ عاریت جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی زرہیں عاریت لی تھیں صفوان سے غزوہ حنین میں روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت لیا تھا ص عاریت کہتے ہیں نفع کے مالک کر دینے کو بغیر عوض کے جاننا چاہیے کہ تملیکات چار قسم ہیں ایک تملیک عین بعوض تو یہ بیع ہے دوسری تملیک عین بلا عوض یہ ہبہ ہے تیسری تملیک منفعت بعوض یہ اجارہ ہے چوتھی تملیک منفعت بلا عوض یہ عاریت ہے ف اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا مُعیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا مستعار وہ شئی جو عاریت دیجاوے ص صحیح ہے عاریت ان الفاظ سے کہ یہ چیز میں نے تجکو عاریت دی یا عطا کی یا اپنی زمین میں نے تجھے کھانیکو دی ف یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا ص یا میں نے تجھے اس جانور پر چڑھایا یا میں نے اپنا غلام تجھے خدمت کے لیے دیا یا میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے یا میرا گھر عمر بھر تیرے رہنے کو ہے اور معیر کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی چیز پھیر لیوے ف اگرچہ معیر نے اوسکا کوئی وقت بھی مقرر کر دیا ہووے اور مستعیر کو پھیر دینا اوسکا واجب ہے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریت ادا کیجاوے طرف مالک کے روایت کیا اوسکو ابوداود نے ابی امامہ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کر امانت کو اوسکی طرف جس نے امین کیا تجھے اور نہ خیانت کر اوسکی جسنے خیانت کی تیری روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداود نے ابوہریرہ سے اور حسن کہا اوسکو اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور منکر جانا اوسکو ابوحاتم رازی نے ص اور بغیر زیادتی کے اگر مستعار مستعیر پاس ہلاک ہو جاوے تو مستعیر پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت کا تاوان نہیں ہوتا اور امام شافعی کے نزدیک تاوان لازم

آویگا ص مستعیر کو اختیار نہیں کہ مستعار کو کرایہ پر چلاوے تو اگر اوسنے کرایہ دیا اور ہلاک ہوگئی تو معیر کو اختیار ہی کہ تاوان اوسکا
یا مستعیر سے لیوے یا کرایہ دار سے سو اگر مستعیر سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نکرے اور جو کرایہ دار سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کر لیوے
اگر اوسکو کرایہ لیتے وقت علم اسبات کا نہووے کہ یہ شی عاریت ہی سو اجیر پاس اگر ایک شی عاریت دی اور نفع اوٹھانے والے کو معین
نہیں کیا تو مستعیر کو درست ہی کہ وہ شی دوسرے کو بطور عاریت دیوے برابر ہی کہ استعمال اوسکا مختلف ہووے جیسے سواری جانور کی یا
نہ مختلف ہو جیسے بوجھ لادنا جانور پر ف یا مکان میں رہنا یا غلام سے خدمت لینا ص اور اگر معین کر دیا اوس شخص کو جو اوس
شی سے نفع لیوے ف جیسے معیر نے کہدیا کہ تو ہی اس سے نفع اوٹھانا ص تو اگر استعمال اوسکا مختلف نہو تب مستعیر کو اوسکا
عاریت دینا درست ہی اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت دینا درست نہیں اسیطرح موجر کا حکم ہی ف یعنی جسوقت کوئی
شی کرایہ دی تو اگر موجر نے نفع اوٹھانے والے کو معین نہیں کیا تو مستاجر دوسرے کو عاریت دیسکتا ہی برابر ہی کہ وہ شی مختلف الاستعمال ہی
یا نہو اور اگر معین کر دیا تو نہیں دیسکتا مگر اوس شی کو جو مختلف الاستعمال نہووے اور امام شافعی کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا
کسی صورت میں جائز نہیں کذا فی الاصل ص تو جس شخص نے ایک جانور کرایہ میں یا بطور عاریت لیا اور موجر اور معیر نے
کوئی قید نہیں لگائی تو اوس شخص کو پہونچتا ہی کہ اوس جانور پر آپ بوجھ لادے یا دوسرے کو بطور عاریت بوجھ لادنیکے لیے دیوے
اور خود سوار ہووے اور دوسرے کو سوار کرا دے اور جس کام کو کر لیگا تو وہی فعل معین ہو جاویگا اب اگر دوسرا فعل کریگا تو ضامن
ہوگا ف اسواسطے کہ مطلق ہر قسم کے نفع کو شامل ہی اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہی تو اگر اول آپ سواری
کی تو اب دوسرے کو سوار نہیں کر سکتا اور اگر بوجھ لادا تو سوار ہو نہیں سکتا ص اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو مطلق رکھا وقت
سے اور قسم سے تو مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہی کہ جسوقت چاہے جسطرح کا چاہے نفع لیوے اور اگر مقید کر دیا تو اگر مستعیر اور
مستاجر نے اوسکے مثل یا بہتر دوسرا نفع لیا تو خیر اور اگر اوس سے برا نفع لیگا تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے ایک جانور کرایہ پر
یا بطور عاریت کے لیا بعد فراغت کے اوس جانور کو مالک کے اصطبل میں چھوڑ دیا یا اپنے غلام یا اوس نوکر کے ساتھ جسکو تنخواہ
ماہواری یا سالانہ ملتی ہو بھیجدیا یا مالک کے غلام یا ایسے نوکر کے ہمراہ روانہ کر دیا پھر وہ جانور مالک کو ملنے کے اول ہلاک ہوگیا
تو ضامن نہوگا ف اور جو نوکر روز پر ملازم ہو تو اوسکے ہمراہ بھیجنے سے ضامن ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مستعیر امانت رکھنے کا
مالک نہیں ص جیسے مستعیر شی مستعار کو جو نہایت عمدہ اور بیش قیمت نہو معیر کے گھر میں دے آوے پھر وہ ہلاک ہو جاوے مالک کو پہونچنے
سے پہلے تو ضامن نہوگا اور اگر وہ شی نہایت نفیس ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو گھر میں دے آنے سے بری الذمہ نہوگا بلکہ خاص مالک
کو دینا چاہیے اسیطرح امانت اور مغصوب کو اگر مالک کے گھر پر دے آویگا تو ضامن ہوگا ف یعنی درصورت ہلاک بلکہ امانت
اور مغصوب کو خاص مالک کو دینا ضرور ہی ص اور عاریت لینا روپیہ اشرفی اور مکیل اور موزون اور معدود کا قرض میں داخل
ہی ف اسلیے کہ ان اشیا سے نفع حاصل نہیں ہو سکتا بدون استہلاک عین کے الا اوس صورت میں جب انتفاع کو معین کر دیوے
جیسے ایک روپیہ مانگے ترازو درست کرنیکے لیے یا دوکان کی آرایش کے لیے تو عاریت ہوگا اور فائدہ قرض ہونے کا یہ ہی کہ اگر یہ چیزیں
ہلاک ہو جاوینگی مستعیر پاس قبل نفع لینے کے تو ضمان اوسپر لازم آویگا کذا فی الاصل ص صحیح ہی عاریت لینا زمین کا
واسطے مکان بنانے اور درخت بونے کے اور معیر کو پہونچتا ہی کہ جسوقت چاہے عاریت سے رجوع کرے اور مستعیر کو حکم کرے

واسطے کھودنے مکان یا درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہوگا تو معیر اوسکا ضامن نہوگا اگر عاریت کیوقت معیر نے کوئی وقت بیان نکیا ہووے اور اگر وقت مقرر کردیا ہو اور قبل وقت کے اوسکے کھودنے کا حکم کرے تو جسقدر قیمت اوس درخت یا مکان کے کھودنے سے گھٹ جاویگی اوسکا معیر کو تاوان دینا ہوگا اور مکروہ ہی کہ معیر قبل وقت کے عاریت مین رجوع کرے **ف** کیونکہ یہ وعدہ خلافی ہی اور وہ حرام ہی **ص** اور اگر زمین کھیتی بونے کے لیے عاریت دی تو معیر کو نہین پہونچتا کہ قبل کھیت کٹنے کے زمین اپنی پھیر لیوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نکی ہو **ف** اسواسطے کہ کھیتی کی انتہا ایک مدت معلوم تک ہی تو اوس حکم مین رعایت طرفین کی ہی بخلاف درخت یا مکان کے کہ اوسکی کچھ نہایت نہین ہی **ص** شی مستعار اور مستاجر اور مغصوب کی ردکی اجرت مستعیر اور موجر اور غاصب پر واجب ہی **ف** مستاجر پر اجرت ردکی واجب نہین بلکہ اوسپر صرف خالی اور فارغ کردینا ضرور ہی **ص** جب ایک شخص زمین اسواسطے کھیتی کرنے کے عاریت لیوے تو مالک کو دستاویز مین یون لکھے کہ تو نے مجکو زمین کھانے کے لیے دی نہ یہ کہ تو نے عاریت دی اسلیے کہ عاریت زمین کی کبھی واسطے مکان بنانے کے ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک یون ہی لکھے کہ تو نے زمین مجھے عاریت دی وَاللهُ اَعْلَم

کتابُ الهبة

ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو آپسمین تا محبت زیادہ ہو آپسمین روایت کیا اوسکو بخاری نے ادب مفرد مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابویعلی نے اسناد حسن سے اور روایت کیا اوسکو مالک نے موطا مین عطاء سے مرسلاً اور نسائی نے کتاب الکنی مین اور بیہقی نے شعب الایمان مین اور روایت کیا بزار نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپسمین ہبہ بھیجو اسلیے کہ ہدیہ دور کرتا ہی کینے کو اور اسکے جواز پر اجماع منعقد ہوا **ص** ہبہ کہتے ہین ایک شی کا مالک کردینا غیر کو بغیر عوض کے **ف** اور واہب کہتے ہین ہبہ کرنے والے کو اور موہوب لہ جسکو ہبہ کیا ہے اور موہوب وہ شی جسکو ہبہ کرے **ص** صحیح ہی ہبہ ان الفاظ سے وَهَبْتُ ہبہ کیا مینے نَحَلْتُ عطا کیا مینے **ف** اسلیے کہ وہبت صریح ہی معنی ہبہ مین اور نحل بھی مستعمل ہی ہبہ مین فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے لیے جسنے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اکل ولدک نحلته مثل کذا کیا سب لڑکون کو دیا تو نے اسی طرح **ص** اَعْطَيْتُ عطا کیا مینے اَطْعَمْتُكَ هٰذَا الطَّعَامَ کھانے کو دیا مینے تجھے یہ کھانا **ف** اسواسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہی طرف طعام کے تو ہبہ ہوتا ہی اور جب منسوب ہو طرف زمین کے جیسے کہے اَطْعَمْتُكَ هٰذِهِ الْاَرْضَ تو عاریت ہی جیسا کہ گذرا کذا فی الاصل **ص** جَعَلْتُ هٰذَا لَكَ اسکو مینے تیرے لیے کردیا اور اَعْمَرْتُكَهُ اور جَعَلْتُ لَكَ عُمْرٰى مینے یہ چیز تجھے بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی **ف** عمری یہ ہی کہ ایک شی کسیکو مدت العمر اوسکی دیدیوے اور کہے کہ جب تو مرجاویگا تو مین پھیر لونگا سو تملیک صحیح ہی اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے بلکہ وہ شرطین باطل ہوجاتی ہین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کسیکو عمری دیوے تو وہ چیز معمر لہ کی ہی تا حیات اوسکی کے اور بعد اوسکے وارثون کی روایت کیا اوسکو جماعت نے سوا بخاری کے جابر رضی اللہ عنہ سے بر خلاف اوس صورت کے کہ داری لک عمری سکنی کہے کیونکہ قول اوسکا سکنی عاریت ہی کذا فی الاصل **ص** حَمَلْتُكَ عَلٰى هٰذِهِ الدَّابَّةِ مینے تجکو اوٹھایا

اس جانور پر بشرطیکہ نیت ہبہ کی ہو کسوتک ھٰذا الثوب پہنایا مین نے تجکو یہ کپڑا دَارِی لَکَ ھِبَۃً تَسْکُنُھَا میرا
گھر تیرا ہے موہوب ہو کر اوسمین رہیگا تو اور اگر یون کہے کہ دَارِی لَکَ ھِبَۃً سُکْنٰی تو عاریت ہو جاویگا کیونکہ اس صورت مین لفظ
سکنی کا تفسیر ہوگا یا یون کہے سُکْنٰی ھِبَۃً اسواسطے کہ ہبہ حال ہوگا سکنی سے جبب بھی عاریت ہوگا اسی طرح منحتی لک سکنیٰ اور
سُکْنٰی صَدَقَۃً اور صَدَقَۃً عَارِیَۃً اور عَارِیَۃً ھِبَۃً مین بھی عاریت ہوگا ف منحتی لک سکنیٰ کے معنی دیا مین نے تجکو یہ
گھر مین نے گزر رو سے سکونت کے اور سُکْنٰی صَدَقَۃً یعنی گھر میرا تیرے لیے ہے بطریق سکنی کے حال آنکہ وہ سکنی صدقہ ہے
اور صَدَقَۃً عَارِیَۃً یعنی گھر میرا تیرے لیے صدقہ ہے بطریق عاریت کے عَارِیَۃً ھِبَۃً یعنی گھر میرا تیرے لیے ہے
بطور عاریت کے حال آنکہ وہی عاریت ہبہ ہے یعنی ہبہ منافع مراد ہے نہ ہبہ عین کَذَا فِی الْاَصْل ص اور تمام ہوتا ہے ہبہ قبض
کامل سے ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین جائز ہوتا ہے ہبہ مگر قبض کے ساتھ کہا
زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ یہ حدیث غریب ہے البتہ روایت کیا اسکو عبد الرزاق نے قول سے ابراہیم نخعی کے اور مراد اس سے
یہ ہے کہ بدون قبض کے ملک موہوب لہ کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ جواز بدون قبض کے بھی ہوجاتا ہے ہدایہ ص مراد
قبض کامل سے یہ ہے کہ جسقدر ممکن ہو موہوب لہ موہوب پر قبضہ کرے تو منقول مین قبض کامل وہ ہے جو اوسکے مناسب ہے
اور غیر منقول مین جو اوسکے مناسب ہے تو گھر کی کنجیون پر قبضہ کرنا گھر پر قبضہ ہوگا اور جو چیز لائق قسمت ہے اوسمین قبضہ
کامل بعد قسمت کے ہوگا اور جو لائق قسمت نہین اوسکل پر قبضہ کرنے سے موہوب پر بھی قبضہ ہوجاویگا تو صحیح ہے اگر قبضہ
کیا موہوب لہ نے مجلس ہبہ مین بلا اذن واہب کے اور اگر بعد مجلس ہبہ کے قبضہ کیا تو باذن واہب ضرور ہے صحیح ہے ہبہ کرنا اوس
مشاع کا جو قابل قسمت نہین ہے ف مشاع اوس شی کو کہتے ہین کہ شریکون مین مشترک ہو اور اوسکی قسمت نہوئی ہو ص
جیسے چکی یا حمام یا چھوٹا مکان ف کہ بعد تقسیم کے قابل انتفاع کے نہین رہتی تو اگر ایسے مشاع کو واہب نے ہبہ کیا موہوب لہ
کو اور موہوب لہ نے اوسپر قبضہ کر لیا تو قبل از تقسیم بھی ہبہ تمام ہوجاتا ہے ص اور نہین صحیح ہوتا ہے ہبہ اوس مشاع کا جو قابل تقسیم ہے ف
قبل تقسیم کے اگرچہ موہوب لہ اوسپر قبضہ کر لیوے ص اگرچہ اپنے شریک ہی کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جاننا چاہیے کہ مفسد ہبہ وہ شیوع
ہے جو مقارن ہو ہبہ کے نہ جو بعد ہبہ کے طاری ہو جاوے جیسے ایک شخص نے ایک مکان ہبہ کیا پھر اوسکے بعض غیر معین مین رجوع کیا یا بعض
غیر معین کسی اور کا نکلا برخلاف رہن کے کہ وہان شیوع طاری بھی مفسد ہے ص تو اگر واہب نے اوسکی تقسیم کی پھر سپرد کیا موہوب لہ
کو تو ہبہ صحیح ہوجاویگا ف یعنی پہلے اوسنے نصف شائع ہبہ کیا پھر تقسیم کر کے تسلیم کر دیا تو ہبہ صحیح ہوجاویگا اسواسطے کہ تمامی ہبہ
قبض سے ہے اور وقت قبض کے شیوع نتھا ص اگر ہبہ کیا گیہون کے اندر آٹا یا تلون کے اندر تیل نہین جائز ہے
اگرچہ گیہون پیسکر آٹا دیدیوے یا تلون مین سے تیل نکال کر دیدیوے ف یا دودھ مین سے گھی نکال کر دیدیوے
اسواسطے کہ یہ چیزین معدوم ہین وقت ہبہ کے تو انکا ہبہ کسی طرح جائز نہوگا برخلاف مشاع کے کَذَا فِی الْاَصْل ص
اور ہبہ دودھ کا تھن مین اور اون کا بکری کی پیٹھ پر اور کھیت اور درختون کا زمین مین اور کھجور کا درخت مین ناجائز ہے
مثل مشاع کے ف یعنی اگر ان چیزون کو بعد ہبہ کے جدا کر کے دیدیگا تو ہبہ صحیح ہوجاویگا مثل مشاع کے
ص ہبہ اوس چیز کا جو موہوب لہ کے پاس ہے ف اگرچہ بطور غصب یا امانت ہووے درست ہے مختار ص بغیر قبضہ

جدید کے تمام ہوجاویگا **ف** یعنی موہوب لہ کو ضرورت نہین کہ اوسپر دوسری مرتبہ قبضہ جدید کرے **ص** اگر باپ **ف**
یا جو شخص جسکو ولایت ہو بچے پر یعنی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا بھی اسمین داخل ہین جب باپ نہو بشرطیکہ صغیر اوسکے
عیال مین ہووے درمختار **ص** اپنے فرزند نابالغ کو کوئی شی ہبہ کرے تو یہ ہبہ صرف ایجاب سے تمام ہوجاویگا اسمین قبول کی
حاجت ہے نہ قبض کی **ف** اسواسطے کہ ولی کا قبضہ مثل قبضہ موہوب لہ کے شمار کیا جاویگا درمختار **ص** اگر اجنبی نے
کوئی چیز ہبہ کی ایک نابالغ کو تو ہبہ تمام ہوجاویگا خود اوس صغیر کے قبضے سے اگر وہ عاقل ہو **ف** یعنی تحصیل
مال کو سمجھتا ہووے درمختار **ص** یا اوسکے باپ کے قبضے سے یا اوسکے دادا کے قبضے سے یا باپ اور دادا کے وصی کے
قبضے سے یا ماں کے قبضہ کرنے سے اگر وہ صغیر ماں کے پاس ہووے **ف** یعنی اوسی کے پاس پرورش پاتا ہو اور اگر اوسکی
پرورش مین نہووے تو اوسکا قبضہ کافی نہوگا **ص** یا اجنبی کے قبضہ کرنے سے اگر وہ اجنبی اوس صغیر کی پرورش کرتا ہے اور وہ لڑکا
اوسی کے پاس ہے اور اگر ایک شی ہبہ کی صغیرہ کے لیے اور اوسکی طرف سے اوسکے خاوند نے موہوب پر قبضہ کیا تو درست ہے بشرطیکہ بعد
زفاف کے ہووے **ف** اور قبل زفاف کے صحیح نہین درمختار زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر مین بعد نکاح کے **ص**
دو آدمیون نے اگر اپنا گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ کل گھر ایک شخص کے پاس آیا تو شیوع نہین ہے اور اسکا
اولٹا یعنی ایک شخص اپنا گھر دو آدمیون کو ہبہ کرے تو صحیح نہین نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے
ف اسواسطے کہ تملیک متحد ہے تو شیوع باقی نہین رہا جیسے ایک چیز گرو کی دو شخصون پاس ہے اور امام صاحب کی دلیل
یہی کہ ہر ایک کو نصف گھر ہبہ کیا تو شیوع ثابت ہوا برخلاف رہن کے کہ وہان ہر ایک کے دین کے بدلے مین کل شی محبوس
رہیگی کذا فی الاصل **ص** جیسے دس درم تصدق کیے یا ہبہ کیے دونو تونگرون کو تو درست نہین اور دو فقیرون کو
اگر تصدق یا ہبہ کیے تو درست ہے **ف** اور صاحبین کے نزدیک اول صورت مین بھی درست ہے جیسے مکان کی ہبہ مین
دو شخصون کو دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ تونگرون کو جب ہبہ یا تصدق کیا تو موہوب لہ دو شخص ہوگئے اور وہ موجب
ہے شیوع کو برخلاف تصدق اور ہبہ کے دو فقیرون پر کیونکہ وہ دراصل خدا کو دینا ہے اور خدا واحد ہے فرمایا حضرت علیہ السلام نے
صدقہ پڑتا ہے اول کف مین خدا تعالی کے قبل اسکے کہ پڑے کف مین فقیر کے کذا فی الاصل مگر یہ حدیث اس لفظ سے مجھے نہین ملی واللہ اعلم

باب ہبہ کرکے پھیر لینے کے بیان مین **ص**

ہبہ کرکے پھیر لینا درست ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کرنے والا زیادہ حقدار ہے
شی موہوب کا جب تک نہ بدلا پاوے اوسکا **ف** روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے
اور صحیح کہا ابن عمر سے **ص** اور امام شافعی کے نزدیک رجوع کرنا ہبہ مین درست نہین مگر جو باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے
اسلیے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ رجوع کرے ہبہ کرنے والا اپنی ہبہ مین مگر باپ اوس چیز مین جو ہبہ کرے
اپنی اولاد کو **ف** روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عمر اور ابن عباس
رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور ابن حبان اور حاکم نے **ص** ہم کہتے ہین کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے
دوسرون کو سزاوار نہین کہ رجوع کرین البتہ باپ کو کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہوجاتا ہے **ف**

یعنی یہ ممانعت جو حدیث شافعی میں مروی ہے محمول ہے اوپر کراہت رجوع کے اور شک نہیں اوسمین کہ پھیرنا ہبہ سے ہمارے
نزدیک یا مکروہ تحریمی ہے بر قول اصح یا مکروہ تنزیہی ہے بر قول ضعیف اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے پھیرنے والا اپنی
ہبہ میں جیسے کتا کہ قے کرتا ہے پھر آتا ہے اپنی قے کی طرف روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ابن عباس رضی سے درمختار وطحطاوی
ص لیکن رجوع کے ساتھ موانع ہیں جو دمع خزقہ میں مجتمع ہیں ف سات امر مانع ہیں رجوع فی الہبہ کے امام نسفی
نے تسہیل ضبط کے واسطے اون موانع کی طرف اشارہ ان سات حرفون میں کردیا ہے معنی اس عبارت کے یہ ہین کہ آنسو نے
زخمی کر ڈالا اوسکو خزق یعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہت دی کذا فی الطحطاوی ص تو دال سے مراد وہ
زیادتی ہے ف جو نفس شی موہوب میں ہووے اور اوسکے سبب سے قیمت شی موہوب کی بڑھ جاوے اور ص متصل ہووے
شی موہوب سے ف یعنی جدا ہونا اوس زیادت کا شی موہوب سے ممکن نہووے زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب
چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا اور کاٹ ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہیں اور نفس شی موہوب کی قید سے وہ زیادت نکل گئی جو نرخ
میں ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شی موہوب کا نرخ بڑھ جاوے تو یہ زیادتی مانع رجوع نہیں اور زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی
نکل گئی جو نقصان قیمت کا موجب ہے جیسے طول فاحش غلام لونڈی کے قامت کا کہ یہ بھی مانع رجوع نہیں ص جیسے
عمارت بنانا اور درخت کا جمانا ف کہ ایک شخص نے خالی زمین ہبہ کی بعد اوسکے موہوب لہ نے اوسمین عمارت بنائی یا درخت
جمائے جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو رجوع جائز نہوگا فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی
زمین ہبہ کی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائے یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری
تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل زمین میں نہ بعض زمین میں اور اگر یہ زیادت زمین میں معدود نہو یا نقصان میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں
تو اگر دوکان نہایت چھوٹی بنائے تو یہ ہرگز زیادت نہوگی تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل و عریض
ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اوسکا ایک قطعہ کی زیادت ٹھہریگی تو واہب کو وہ قطعہ چھوڑکے دوسرے
قطعہ میں رجوع جائز ہوگا انتہی غایۃ الاوطار ص اور فربہی یعنی موٹا ہوجانا شی موہوب کا ف اور خوبصورتی
اور درخت اور رنگ اور شوب پڑنا کپڑے پر یعنی وہ دھلوائے جس سے قیمت بڑھ جاوے اور جوان ہونا صغیر کا اور سننا بہرے کا
اور دیکھنا اندھے کا اور مسلمان ہونا غلام کا اور معالجہ ہونا اوسکا اور معاف ہوجانا جنایت کا اور تعلیم قرآن کی یا کتابت
کی یا قرأت کی اور اوسکے لکھنے اعراب مصحف کی اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کو جہاں اوسکی قیمت زیادہ ہوجاوے درمختار
ص نہ وہ زیادتی جو جدا ہووے شی موہوب سے ف کہ وہ مانع رجوع نہیں ص جیسے بچہ ہونا شی موہوبہ کا ف اور پھل درخت
کا تو اسصورت میں واہب اصل شی کو پھیر لیوے نہ زیادت کو درمختار ص اور میم سے مراد ہے مرجانا واہب کا یا موہوب لہ
کا ف بعد قبض کے پھر اختیار رجوع کا باقی نہیں رہتا اور جو قبل تسلیم کے کوئی مرگیا تو عقد ہبہ باطل ہوجاویگا درمختار ص اور عین سے مراد
عوض ہے جو ہبہ کے بدلے میں موہوب لہ نے واہب کو دیا ہووے بشرطیکہ اوس عوض کی اضافت طرف ہبہ کی ہو ف مثلاً
موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا عوض یا اوسکا بدلہ یا اپنے ہبہ کا مقابل لے یا مانند اس کلام کے اور کوئی لفظ
بولا جس سے واہب کو معلوم ہوجاوے کہ یہ اوسکے ہبہ کا عوض ہے اور واہب نے اوسپر قبضہ کیا تو اب حق رجوع ساقط ہوجاویگا اسواسطے

کہ ہبہ بالعوض انتہاءً بیع ہے **ص** اور اگر کوئی شخص اجنبی موہوب لہ کیطرف سے واہب کو عوض اوسکے ہبہ کا دیوے کیکر
کہے تو اپنی ہبہ کا عوض ورواہب اوسکو لے لیوے تو بھی حق رجوع ساقط ہوجاویگا اور اگر عوض مین کچھ اضافت طرف ہبہ کے
نکی **ف** یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہوجاتا کہ یہ ہبہ کا عوض ہے **ص** تو ہر ایک واہب ابنی
اپنی اپنی چیز کو پھیر سکتا ہے اور خے سے مراد یہ ہے کہ وہ شئی موہوب ملک سے موہوب لہ کے خارج ہوجاوے **ف** مثلاً موہوب لہ نے
کو فروخت کرڈالے یا کسی اور کو ہبہ کر دیوے تو اگر موہوب لہ اپنے موہوب سے بعد ہبہ کے اوس شئی کو پھیر لیوے تو واہب اول بھی پھیر
اور سے اسی طرح اگر موہوب لہ نے نصف شئی موہوب فروخت کرڈالی تو نصف باقی مین واہب رجوع کر سکتا ہے
ص اور زاے معجمہ سے مراد زوجیت ہے وقت ہبہ کے **ف** یعنی جسوقت ہبہ ہوا ہے اوسوقت واہب اور موہوب
مین علاقہ زوجیت ہونا مثلاً خاوند جورو کو کوئی شئی ہبہ کرے یا جورو خاوند کو اور وقت ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ **ص** اگر
ہبہ کیا ایک عورت کو اور بعد ہبہ کے اوس سے نکاح کیا تو رجوع کر سکتا ہے **ف** اسلیے کہ وقت ہبہ کے زوجیت نتھی **ص** اور
اگر ہبہ کیا اپنی زوجہ کو اور بعد ہبہ کے اوس عورت کو جدا کردیا تو پھیر لینا شئی موہوب کا جائز نہین **ف** اسلیے کہ وقت
ہبہ کے علاقہ زوجیت موجود تھا یہی دو صورتین ہین اگر جورو خاوند کو ہبہ کرے اون مین بھی یہی حکم ہے **ص** اور قاف سے
مراد قرابت محرمیت ہے **ف** یعنی ایسی قرابت جس سے نکاح حرام ہوجاتا ہو تو اگر فقط قرابت ہو محرمیت نہو جیسے چچا یا خالہ
یا ماموں کی اولاد یا محرمیت ہو قرابت نہو جیسے محرم رضاعی تو رجوع ہبہ جائز ہے **ص** اور ہا سے مراد ہلاک ہونا شئی موہوب کا ہے
ف ہلاک سے تلف ہوجانا اوس شئی کی ذات کا یا اوسکے عامہ منافع کا مراد ہے باوجود باقی رہنے ملک موہوب لہ کے تو عین
عن الملاک کے کہنے کے بعد یہ مانع زاید ہوگا **ص** اگر عوض دینے کے بعد آدھا موہوب کسی اور کا نکلا تو موہوب لہ نصف عوض لیا پھیر
اور اگر عوض مین آدھا کسی اور کا نکلا تو واہب نہین کر سکتا کہ آدھا موہوب واپس لیلیوے بلکہ خواہ وہ آدھا عوض جو اوسکے پاس
باقی ہے موہوب لہ کو پھیر کر اپنا کل موہوب واپس لے لیوے یا اوسی آدھے عوض پر قناعت کرے **ف** اور امام زفر کے نزدیک
اس صورت مین آدھا موہوب پھیر سکتا ہے اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے **ص** اگر موہوب لہ نے آدھے موہوب کا عوض دیا تو
نصف موہوب جسکا عوض نہین پہونچا پھیر لے سکتا ہے اور جو موہوب لہ نے نصف موہوب کو فروخت کرڈالا تو واہب نصف
باقی مین رجوع کر سکتا ہے اسی طرح واہب کو اختیار ہے کہ نصف موہوب پھیر لیوے اگرچہ موہوب لہ نے اوس مین سے کچھ بھی فروخت نکیا ہو
ف اسواسطے کہ اسصورت مین واہب کو کل پھیر لینے کا اختیار ہے تو نصف کو بطریق اولی پھیر سکیگا **ص** اور
نہین رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونون کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے **ف** اسلیے کہ رجوع فی الہبہ مین اختلاف ہے
مجتہدین کا تو بغیر رضامندی واہب اور موہوب لہ یا حکم قاضی کے رجوع صحیح نہوگا **ص** پس اگر موہوب کو آزاد کردیا موہوب لہ
نے بعد رجوع واہب کے قبل حکم قاضی کے تو یہ آزادی صحیح ہوجاویگی اور اگر موہوب لہ نے موہوب کو روک رکھا واہب بعد رجوع
کے لیکن ابھی قاضی نے حکم نہین کیا تھا رجوع کا اور موہوب تلف ہوگیا موہوب لہ کے پاس تو موہوب لہ ضامن نہوگا اسی طرح
اگر تلف ہوگیا موہوب لہ پاس بعد حکم قاضی کے بھی اسواسطے کہ قبضہ موہوب لہ کا قبضہ ضمان نہین ہے البتہ جب بعد حکم قاضی
موہوب لہ موہوب کو روک رکھے یعنی باوجود طلب نہ دیوے تو تاوان اوس پر لازم ہوگا بشرطیکہ قادر ہو تسلیم پر **ص** اور جسین حسب

قضائے قاضی سے ہوجاوے یا بہ تراضی طرفین تو یہ فسخ ہوگا اصل ہبہ کا نہ ہبہ جدید موہوب لہ کی طرف سے واسطے واہب کے اسیواسطے
قبضہ واہب کا رجوع مین شرط نہین ف اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک
نہوگا بدون قبض کے اور جب کہ قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اوسمین رجوع کرنا جائز نہوگا کذا
فی الطحاوی عن البدائع ص اور صحیح ہے رجوع مشاع مین ف یعنی ہبہ مشاع اگرچہ صحیح نہین لیکن رجوع فی المشاع
مین درست ہے اسلیے کہ رجوع فسخ ہے اصل ہبہ کا نہ ہبہ ثانی صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصون کو ہبہ کیا اب ایک
حصے مین رجوع کرے ص اگر ہبہ ہیں موہوب لہ پاس تلف ہوگیا بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ موہوب ایک شخص ثالث کا تھا
اور موہوب لہ نے اوسکا ضمان مالک کو دیا تو موہوب لہ واہب سے وہ تاوان پھر نہین سکتا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضہ
کا تو اوسمین سلامت موہوب کا استحقاق نہین ہبہ کرنا عوض لینے کے شرط پر ف اسکو عربی مین ہبۃ بشرط العوض کہتے ہین
مثلاً اگر یون کہا کہ مین ہبہ کرتا ہون تجکو یہ غلام اس شرط پر کہ تو اسکے بدلے مجکو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط یہ ہے کہ عوض معین ہو
اور اگر عوض مجہول ہوگا تو یہ ہبہ ہوگا ابتدا اور انتہا مین ص ابتدا مین ہبہ ہے تو شرط ہوگا کہ واہب اور موہوب لہ دونون قابض ہوجاوین
بدلین پر مجلس عقد مین اور باطل ہوگا شیوع سے ف جب موہوب قابل قسمت کے ہو ص اور انتہا مین یہ ہبہ بیع ہے پس
پھر سکتا ہے بسبب عیب کے اور خیار الرویت سے اور ثابت ہوگا اوسمین حق شفعہ شفیع کو ہمارے نزدیک اور امام زفر
اور شافعی کے نزدیک یہ ہبہ بیع ہے ابتدا اور انتہا دونون مین ف اور دلیل ہماری اور اونکی مذکور ہے ہدایہ اور اصل کتاب مین

فصل مسائل متفرقہ مین ہبہ کے

جسنے حاملہ لونڈی کو ہبہ کیا بغیر اوسکے حمل کے یا اس شرط پر کہ وہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا موہوب لہ اوسکو آزاد کردیوے
یا اپنی ام ولد بنالیوے یا ایک گھر ہبہ کیا یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ تھوڑا اوسمین سے مجکو پھیر دینا یا تھوڑے کا عوض دینا تو ان سب
صورتون مین ہبہ صحیح ہے اور اول صورت مین حمل کا استثنا اور باقی صورتون مین شرط باطل ہے اور اگر اوسنے آزاد کردیا اوس لونڈی
کے حمل کو اور پھر ہبہ کیا لونڈی کو تو جائز ہے ف اسواسطے کہ حمل واہب کی ملک نرہا تو جب اوسکی ماں کو ہبہ کیا تو گویا لونڈی کو
ہبہ کیا باستثناے حمل اور ایسا ہبہ صحیح ہے تو یہ بھی جائز ہوگا ص اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر اوسکی ماں کو ہبہ کیا تو ہبہ ناجائز ہوگا جس
شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب کل ہو تو وہ قرض تیرا ہے یا تو اوس سے بری الذمہ ہے ف یا کہے کہ مجکو آدھا قرض
ادا کردے تو باقی آدھا تیرا ہے یا تو اوس سے بری الذمہ ہے ہدایہ ص تو یہ قول باطل ہے ف اسواسطے کہ ابراے دین
کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے ص درست ہے ہبہ عمریٰ اور وہ معمر لہ کا ہوگا اوسکی زندگی تک اور بعد اوسکے اوسکے وارثون کا
ہوگا اور عمریٰ کہتے ہین ایک شخص کو اپنا گھر دینا اوسکی مدت العمر تک اس شرط پر کہ جب معمر لہ مرجاوے تو وہ گھر پھر واہب کا ہوجاویگا
ف تو یہ ہبہ صحیح ہوگا اور واہب کی شرط مدت العمر تک کی باطل ہوجاویگی بلکہ وہ گھر معمر لہ کا تا بحالت حیات مملوک رہیگا اور
بعد اوسکی موت کے اوسکے وارثون کا ہوگا صحیح مسلم مین ہے کہ فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکے رہو اپنے پاس
اپنے مال اور نہ تباہ کرو اوسکو سو بیشک جسنے کیا عمریٰ سو وہ اوسکا ہے جسکو دیا گیا جیتے اور مرے اوسکے اور اوسکے وارثون کا
اور ابو داؤد اور نسائی کی روایت مین ہے کہ جو چیز عمریٰ دی گئی تو وہ معمر لہ کے وارثون کی ہے کذا فی بلوغ المرام ص اور باطل ہے

ہبہ رقبی وہ یہ ہی کہ اگر مین مرجاؤن پہلے تیرے تو یہ چیز تیری ہی اور جو تو مرجاوے تو پھر وہ چیز میری ہوجاویگی **ف** رقبی مشتق ہی رقوب سے جسکے معنی انتظار کے ہین گویا ہر ایک اون دونون مین سے دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہی اور یہ باطل ہی نزدیک طرفین کے اور نزدیک ابو یوسف کے صحیح ہی اور شرط باطل ہی کذا فی الاصل **ص** صدقے کا حکم ہبہ کا سا ہی کہ صحیح نہین ہوتا بغیر قبضے کے اور نہ اوس مشاع مین جو قابل قسمت ہی مثلاً تصدق کیا ایک شی محتمل القسمۃ کے نصف کو تو صحیح نہین البتہ اگر ایک شی دو فقیرون کو تصدق کرے تو درست ہی اور صدقے مین رجوع درست نہین ہی **ف** کیونکہ صدقہ کا عوض ثواب ہی اور وہ متصدق کو حاصل ہوگیا برخلاف ہبہ کے

مسائل ملحقہ

اگر قرضخواہ نے خود لکہا کہ نام میرا تمسک مین بطور عاریتی ہی اور یہ قرضہ اصل مین دوسرے شخص کا ہی تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اور مقرلہ اوس دین کو لے سکتا ہی ایسا ہی حکم ہی اگر یون کہا کہ میرا قرضہ جو فلان شخص پر ہی وہ فلانے کا ہی دو شخصون نے باہم صلح کرلی اس امر پر کہ عطاے سلطانی مین دفتر سرکار مین ایک شخص کا نام لکھوا دیا جاوے تو عطاے سلطانی اوسی کی ہوگی جسکا نام دفتر سرکار مین مرقوم ہی ایک شخص نے دعوت کی چند آدمیون کی اور ہر ایک کو ایک ایک علحدہ خوانون پر بٹھایا تو ہر ایک خوان والے کو درست نہین کہ دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ کھانا دیوے یا کسی فقیر کو اوسمین سے کچھ دیوے یا خادم کو یا صاحب خانہ کے مکان کے سوا اور مکان کے بلی یا کتے کو اگرچہ صاحب خانہ کا ہووے دیوے مگر جلی ہوئی روٹی دینا درست ہی جوہرہ مین ہی کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اوسمین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھدینا تو مکتوب الیہ کو اوس خط کا پھیر دینا ضرور ہی اور اگر جواب پشت پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ اوس خط کا مالک ہوجاویگا حاکم کو خبر نہین پہونچتا اداے زکوۃ غیر سوایم اور نذر اور کفارے پر دین کا اگر ہبہ کیا مدیون کو تو درست ہی جب دائن کو رجوع اوس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو یا نہو درست نہین ہی عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اوس پر ظلم چھوڑ دیوے یا اوسکو حج کرالاوے اور خاوند نے ایفاے شرط نہ کی تو مہر اپنے حال پر باقی رہیگا اور عفو نہوگا کذا فی الدر المختار وشرحہ من الطحطاوی والشامی

الحمد للہ کہ جلد ثالث کتاب نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ خدا کے فضل و کرم سے تیسری تاریخ رمضان شریف سنہ ۱۲۹۱ ہجری روز پنجشنبہ کو تمام ہوئی اب عنقریب ترجمہ چوتھی جلد کا شروع ہوتا ہی خداے تعالی سے امید یہ ہی کہ اوسکے اتمام کی بھی جلد توفیق دیکر مقبول فرماوے اور اس کتاب کو آخرت مین ذریعہ مغفرت اور حصول ثواب گردانے فقط

تمت

شکر و احسان خداوند وہاب کہ یہ کتاب برکت نصاب واسطے افادہ طلبای شائقین کے نہایت سعی و کوشش سے باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور اوائل شعبان المعظم سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین چھپکر تمام ہوئی

وجہ مہر و دستخط بر خاتمہ

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب مطبع نظامی واقع کانپور مین چھپی ہوئی ہی مہر و دستخط مہتمم کے ثبت کیے گئے فقط

هو الغفور
مبر طاعت نفس شهوت پرست
که هر ساعتش قبله دیگرست
توقع براند ز هر مجلست
بران از خودش تا نراند کست

ماشاء الله لا قوة الا بالله
از احسن تالیفات یگانهٔ دوران یکتائی جہان مولانا حاجی وحید الزمان دامه الله المنان جلد چہارم
ترجمہ اردو شرح وقایہ
نور الہدایہ
باهتمام رحیم غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد رشید خان مغفور بزیر بیت بانیہ عمدۃ برادر معظم محمد مصطفی خان مرحوم
در مطبع نظامی واقع کانپور مطبوع گردید ۱۲۹۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

ہندی مین اجارہ کو ٹھیکہ اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ کہتے ہین جو شخص اپنی چیز کو کرایہ مین دیوے اوسکو موجر اور جو کرایہ کو لیوے
اوسکو مستاجر کہتے ہین ص لغت مین اجارہ کے معنی اجرت یعنی مزدوری کے ہین اور اصطلاح شرع مین اجارہ بیع ہے ایک نفع
معلوم کے بدلے مین ایک عوض معلوم کے برابر ہے کہ وہ عوض عین ہو ف جیسے گھوڑا اونٹ بیل بکری کتاب وغیرہ ص
یا دین ہووے ف جیسے روپیہ اشرفی وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ یہ تعریف مصنف نے اجارہ کی بیان کی ناقص ہے اسواسطے
کہ اجارۂ فاسدہ جسمین نفع کی تعیین یا عوض کی تشخیص نہوئی ہووے اس تعریف سے نکل جاتا ہے حالانکہ مطلق اجارہ صحیح اور فاسد
دونون کو شامل ہے اسلیے صاحب درمختار نے معلوم کی قید نہین لگائی اور نفع کے بعد ایک قید بڑھا دی کہ وہ نفع
مقصود ہو اوس عین سے اس سے نکل گیا کرایہ لینا کپڑون یا برتنون کا محض آرائش و زیبائش کے لیے یا گھوڑا کوتل چلانے
کے لیے یا غلام و خادم جلو مین چلنے کے لیے تا لوگ سمجھین کہ مستاجر کی ملک ہین کہ یہ اجارہ فاسد ہے موجر کو انمین اجرت نملیگی
اجارہ جائز ہے تعاطی سے جہان پر ایک وقت معین ہو و مثل بیع کے جیسے ناو کی سواری کی اجرت یا حجام کی مزدوری یا فصد
یا حجام یا سقے کی اجرت عقد کی انمین کچھ حاجت نہین در مختار و طحطاوی ص اور منفعت معلوم ہوتی ہے مدت اجارہ بیان
کرنے سے جیسے گھرون مین رہنے اور زمین مین کھیتی کرنیکی فلان مدت تک برابر ہے کہ وہ مدت طویل ہو یا کم ہو ف اور بعضون
نے ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہین رکھی لیکن مفتی بہ یہی ہے جو متن مین ہے ص البتہ وقف کی ارضی کا اجارہ دینا تین برس سے
زیادہ مدت تک کا صحیح نہین یہی مختار ہے اسلیے کہ مستاجر اپنی ملک کا دعوی نکرنے لگے اور جب وجہ عدم جواز کی یہ ہوئی تو اب
اجارہ طویلہ مختلف عقود سے جیسا بعض فقہا نے جائز کہا ہے جائز نہوگا معاف کرے اللہ خطا اونکی ف صدر الشریعۃ کی غرض
اس مقام سے رد ہے اوپر اون فقہا کے جنھون نے واسطے اجارۂ طویلہ کے ارضی وقف مین ایک حیلہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ اجارہ مشتمل ہے

کئی عقدون پر اور ہر ہر عقد تین تین برس یا کم کا ہووے تو اسطرح مدت اجارہ کی بہت طویل ہوسکتی ہے اور جب ایک عقد ختم
ہوجاویگا تو دوسرا عقد شروع ہوجاویگا اور یہی حیلہ ہے اون لوگون کے نزدیک بھی جو غیر اراضی وقف مین ایکسال سے
زیادہ مدت جائز نہین رکھتے شارح نے اس قول کو اسطرح پر رد کیا کہ اجارۂ طویلہ کی وجہ عدم جواز کی یہہ ہے کہ ایسا نہو کہ مستاجر بعد
ایک مدت طویل کے باستدلال قبضے اپنے کے موقوف مین دعوی ملک کرے اور وقف ضائع ہوجاوے اور یہہ وجہ اس صورت مین
بھی پائی جاتی ہے تو یہ حیلہ بھی ناجائز ہوگا تو جب اجارۂ طویل جائز نہوا تو فسخ ہوجاویگا کل مدت مین یعنی تین سال مین صحیح
رہیگا نہ زیادہ مین اور بعض کے نزدیک اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہے تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر
گھر یا دکان مین ہے تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل لیکن اول قول کو ترجیح دی ہے مصنف تنویر الابصار نے واللہ اعلم
ص اور کبھی منفعت معلوم ہوتی ہے کام کے بیان کردینے سے جیسے رنگوائی یا سلوائی یا اسباب کی ڈھوائی جسکا مقدار معلوم ہو یا ایک مسافت معین تک
ف یا سواری ایک جانور کی ایک مسافت معین تک یا ایک وقت معین تک اور اگر مسافت یا وقت کا بیان نہووے تو اجارہ فاسد ہے اور ڈھلوائی اور رنگوائی کو
اور اسیطرح زرگری وغیرہ کو اسطرح بیان کردینا لازم ہے کہ پھر اخیر کو منازعت نہووے مثلاً رنگوائی مین کپڑیکا بیان اور اوسکی قسم کا اور رنگ سرخ یا سبز جو
مطلوب ہے ضرور ہے اسیطرح سلوائی مین دوخت کی قسم اور کپڑیکا بیان لازم ہے اور ایسا ہی ڈھلوائی مین کپڑیکا معین ہونا ضرور ہے
ص اور کبھی منفعت معلوم ہوجاتی ہے اشارہ سے جیسے ایک چیز کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ اسکو فلان جگہہ تک پہونچادے اور اجرت صرف
عقد اجارے سے واجب نہین ہوتی ف اور شافعی کے نزدیک صرف عقد اجارے سے واجب ہوجاتی ہے ص بلکہ جب مستاجر اجرت کو پیشگی دیدیوے
بلا شرط ف یعنی شرط اجارہ مین نہو کہ اجرت پیشگی لیجاویگی بلکہ از خود مستاجر جلدی کرکے اجرت دیدیوے تو اب وہ واجب
ہوجاتی ہے اس معنی کرکے کہ پھر مستاجر اوسکو پھیر نہین سکتا ص یا اجرت کی شرط پیشگی لینے کی ہوگئی ہو یا مستاجر نفع اوٹھا چکے
یا قدرت نفع اوٹھانے کی پوری ہوجاوے ف جب سونپ دے مستاجر کو اجارے کی چیز اپنے اسباب سے خالی کرکے اور اوسکیطرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے
کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اسوقت مین اگرچہ مستاجر اوس سے نفع نہ اوٹھاوے لیکن بعد گذرنے مدت کے اجرت اوسپر
لازم ہوگی الا تین صورتون مین ایک اجارۂ فاسدہ مین قدرت انتفاع سے اجرت لازم نہین آتی بلکہ جب اوس سے
نفع اوٹھاوے دوسری جب جانور خارج شہر کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اوسپر سوار
نہین ہوا تیسری یہہ کہ ایک کپڑا ہر روز ایک روپیہ کرایہ پر پہننے کو لیا پھر اوسکو چند سال تک رکھ چھوڑا بدون پہننے کے
تو اجرت صرف اوتنے دنون تک کی لازم ہوگی جہان تک وہ کپڑا پہننے سے پھٹ جاتا اوسکے بعد کی لازم نہ آویگی اشباہ
ص جیسے ایک گھر کرایہ کو لیا اور اپنے قبضے مین کرلیا اور اوسمین سکونت نہ کی تو اجرت واجب ہوگی بعد گذرنے مدت کے
اور جو مدت اجارہ مین اوس گھر کو کرایہ دار سے کسینے جبراً چھین لیا تو جس مدت تک وہ گھر اوسکے پاس سے
نکل کے غاصب پاس رہا ہے اوسقدر کا کرایہ دینا نہ پڑیگا ف الا اوس صورت مین کہ اوس غاصب کا نکالنا ممکن ہو
کرایہ دار کو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے اور اوسنے خود نہ نکالا تو اون دنون کی بھی اجرت
دینا پڑیگی کذا فی الاشباہ ص اور موجر کو درست ہے کہ کرایہ زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روزانہ وصول کرے
اور جانور کا ہر منزل پر لیوے ف یہہ صورت جب ہے کہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہووے بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل

یا تاخیر کا بیان ہوگیا ہووے تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق د مختار ص اور دھوبی اور درزی مزدوری جب لیگا کہ اپنے کام سے فراغت حاصل کرے
ف اور اگر وہ شی قبل اسکے تلف ہوگئی تو مزدوری اوسکی ساقط ہوجاویگی د مختار ص اگرچہ سلائی کا کام درزی نے مستاجر کے گھر مین کیا ہووے ف
یہ اسواسطے کہا کہ خیال آئے اگر کام مستاجر کے گھر مین کیا اور کچھ کپڑا سیا تھا کہ چوری ہوگیا تو اوسکو بقدر سلائی کے مزدوری ملیگی کذا فی الکافی ف اسیطرح اگر
مزدور نے دیوار بنائی اور بعد بنانیکے گر گئی تو اجرت اوسکی واجب ہے گی موافق مذہب صحیح کے اگر درزی ایک شخص کا کپڑا سی رہا تھا اور قبل اس بات کے کہ درزی وہ
کپڑا مالک کو دیوے ایک شخص نے اوسکی سیئون اودھیڑ ڈالی تو درزی کو مزدوری نہ ملیگی بلکہ درزی کو سیئون اودھیڑنے والے سے تاوان لینے کا
اختیار ہے کذا فی الدر المختار ص اور نان پز مزدوری لے سکتا ہے جب روٹی تنور سے نکال لیوے تو اگر روٹی جلجاوے بعد نکال لینے کے تو اوسکو
اجرت ملیگی اور جو قبل نکالنے کے جل جاوے تو مزدوری اوسکو نہ ملیگی اور دونوں صورتوں مین نان پز پر نقصان کا
تاوان نہ آویگا ف نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک نان پز مالک کا جسقدر آٹا تھا ادا کرے
اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے پختہ روٹی کا تاوان لیکر پکانے کی مزدوری اوسکو دیدیوے یہ خلاف صرف صورت
اول مین ہے اور لیکن صورت ثانی مین یعنی جب روٹی قبل نکالنے کے جل جاوے تو بالاتفاق اوسکو مزدوری نملیگی
اور تاوان لازم آویگا یہ حکم جب تھا کہ روٹی مستاجر کے گھر مین پکائی جاتی ہووے اور جو اوسکے گھر مین نہ پکتی ہووے
تو جل جانے یا چوری جانے کی صورت مین بالکل مزدوری نملیگی خواہ وہ روٹی قبل نکالنے کے تنور سے جلی ہووے یا بعد
نکالنے کے د مختار ص اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکال لینے کے بعد یعنی جب دیگ سے
پیالوں اور رکابیوں مین باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا ف پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا
یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا د مختار ص اور
کچی اینٹ پاتھنے والے کی مزدوری واجب ہوگی جب اینٹین کھڑی کردیوے ف یعنی الگ الگ بنا کر ڈال دیوے
یہ قول امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد
واجب ہوگی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے د مختار ص جو اجیر کہ اسکے کام کا اثر موجود ہوا اوس شی مین جیسے رنگریز
اور وہ دھوبی جو نشاستہ اور انڈے کی سفیدی سے دھووے ف کہ ان دونوں کے کام کا اثر کپڑے مین موجود ہوجاتا ہے
یعنی رنگ اور نشاستہ وغیرہ اور بعضوں کے نزدیک اثر سے مراد یہ ہے کہ جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس صورت
مین وہ دھوبی جو فقط کپڑا سفید کر دیتا ہے اور نشاستہ وغیرہ نہین لگاتا اسی حکم مین داخل ہے در مختار مین ہے کہ قول ثانی صحیح ہے
تو کپڑا دھونے والا اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام
کا سر مونڈنے والا ص ان سب کو روک رکھنا چیز کا مزدوری وصول کرنیکے لیے جائز ہے تو اگر ان لوگون نے چیز کو
روک رکھا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو نہ مزدور پر تاوان ہے اور نہ مالک پر مزدوری ہے ف یہ مذہب امام صاحب کا ہے
اور صاحبین کے نزدیک چونکہ وہ شی قبل روک رکھنے کے مضمون تھی تو بعد روکنے کے بھی مضمون ہوگی پھر مالک کو
اونکے نزدیک اختیار ہے چاہے تاوان لیوے ان لوگون سے اوس چیز کی قیمت کا جو قبل اوس عمل کے تھی تو مزدوری
نہ دیوے یا اوس قیمت کا جو بعد عمل کے ہو تو مزدوری بھی دیوے کذا فی الاصل ص اور جس اجیر کے کام کا اثر اوس

شتی مین نہووے جیسے بوجھ لادنے والا یا ملاح یا کپڑا کھینچنے والا جو صرف پانی مین ڈبا کر لادیوے توان لوگون کو چیز کا
روک رکھنا واسطے مزدوری لینے کے نہین پہونچتا ف تو اگر ان لوگون نے چیز کو روک رکھا اور تلف ہو گئی تو ضمان
دینگے مثل غاصب کے درمختار ص البتہ جو غلام بھاگ گیا ہو اوسکو لیکر آوے وہ اپنی مزدوری کے لیے اوس غلام کو
روک سکتا ہی ف اگرچہ اوسکے کام کا اثر غلام مین کچھ پایا نہین جاتا اسلیے کہ غلام آبق مثل مالک کے تھا تو لانے والے نے
گویا اوسکو چلا کر مالک کے ہاتھ بعوض اجرت کے فروخت کیا اور زفر کے نزدیک اجیر کو حق حبس نہین برابر ہی کہ اوسکے کام کا
اثر اوس چیز مین ہو یا نہو کذا فی الاصل ص اگر مالک مال نے اجیر سے قید اس بات کی نہ لگائی کہ یہ کام تو اپنے ہاتھ سے کر تو اوسکو
اختیار ہی کہ خواہ آپ کرے یا کسی اور سے کام لیوے اور اگر یہ قید لگا دی تو اجیر کو دوسرے سے کام لینا درست نہین ف اگر دایہ
کو اوسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہی شرطا اور بلا شرط ہر طرح سے درمختار ص ایک شخص نے ٹھیکہ لیا اسبات کا کہ زید کے
اہل و عیال کو لے آویگا ف مثلاً بصرہ سے جا کر اور جب بصرہ مین گیا ص تو بعض اہل و عیال اوسکے مر گئے تھے وہ شخص
جو باقی تھے اونکو لیکر آیا اسصورت مین اجیر کو اجرت حساب سے ملیگی زید نے عمرو کو ایک خط دیا کہ بکر کو لیجا کر پہونچا دے اجرت سے
عمرو جب لیکر گیا تو بسبب مر جانے بکر کے وہ خط پھر زید کے پاس واپس کر لایا اسصورت مین عمرو کو اجرت نہ ملیگی ف یہی
حکم ہی اگر کچھ کھانا لیجاوے کسی کے پہونچانے کے لیے اور اوسکے مر جانے کے سبب سے وہ کھانا پھر مالک کے پاس پھیر لاوے
کہ اجرت نہ ملیگی نزدیک شیخین کے اور نزدیک محمد رح کے خط مین اوسکو اجرت جانے کی ملیگی یعنی نصف پوری اجرت کی اور کھانے
مین کچھ نہ ملیگا کذا فی الاصل طحطاوی مین ہی کہ یہ حکم جب ہی کہ مالک نے خط لیجانے اور جواب لانے دونون کو کہا ہو واسواسطے
کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع مین مصرح ہی اور امام محمد کے جامع صغیر
مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور ہین انتہی مختصرا ص صحیح ہی کرایہ لینا گھر کا یا دکان کا اگرچہ ذکر نکیے
اوس کام کا جو اوسمین کریگا ف اسواسطے کہ عمل متعارف ان دونون مین سکونت ہی تو مطلق متصرف ہوگا طرف متعارف
کے کذا فی الاصل ص اور کرایہ دار کو جائز ہی کہ اوس دکان یا مکان مین جو کام چاہے کرے مگر وہ کام جس سے عمارت
سست ہو جاتی ہی جیسے پھلائی وغیرہ ف اور لوہاری اور آٹا پسوائی کہ ان کامون سے عمارت مین نقصان آتا ہی
تو بدون رضامندی مالک کے یا ان چیزون کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ مین یہ کام درست نہین اسیطرح مستاجر کو اختیار ہی
کہ جب مکان یا دکان کرایہ کو لیوے تو آپ رہے یا اور کسیکو رکھے لیکن لوہار دھوبی وغیرہ جن سے عمارت مین نقصان
ہوتا ہی نہ رکھے درمختار ص اگر زمین کرایہ کو لی واسطے عمارت بنانے کے یا درخت بونے کے تو درست ہی پھر جب
مدت اجارہ تمام ہو جاوے تو مستاجر کو لازم ہی کہ عمارت اور درخت اپنا اوکھیڑ کے زمین خالی مالک کو تسلیم کرے مگر جب کہ
مالک زمین کا اوس عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کھد جانے کے ہوتی ہی راضی ہو جاوے تو جبرا اوسقدر
قیمت مستاجر کو دیکر عمارت اور درخت بھی لے سکتا ہی اگر کھودنے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا
نقصان ہوتا ہو اور جو اوسکا نقصان نہوتا ہو تو مستاجر کی رضامندی سے لے سکتا ہی یا مالک زمین کا راضی ہو جاوے
اس بات پر کہ عمارت اور درخت اپنا ہماری زمین پر رہنے دو تو زمین مالک کی رہیگی اور عمارت اور درخت مستاجر کے

ف یعنی جو چکی کہ ہوا یا پانی یا جانور سے چلتی ہی اور یہی چکی چلانا اگرچہ ضرر پہونچاتا ہو درست ہی اور یہی فتوی ہی درمختار

ف لیکن عمارت اور درخت کا رہنے دینا اگر بعوض اجرت کے ہو تو اجارہ ہوگا ورنہ عاریت ہوگا تو اب مالک
زمین اور مالک مکان دونوں کو پہونچتا ہے کہ زمین اور عمارت ایک شخص ثالث کو کرایہ پر دیویں اور زر کرایہ قیمت زمین پر جو بغیر
عمارت ہووے اور قیمت عمارت پر جو بغیر زمین ہووے تقسیم کرکے بقدر اپنے اپنے حصہ کے بانٹ لیویں درمختار ص اور
رطبہ کا حکم ف رطبہ میں درخت اور گھانس کے ہے مراد یہاں رطبہ سے وہ چیز ہے جسکو ایک مرتبہ بو دیں تو جڑ اوسکی
ہمیشہ زمین میں باقی رہے اور اوسکے پتے یا پھول توڑنے اور بیچتے جاویں ص مثل درخت کے ہے ف یعنی مستاجر پر رطبہ
اور کھیڑ کے خالی زمین تسلیم کرنا واجب ہے اسلیے کہ رطبہ کی جب کوئی انتہا نہیں ہوئی تو مثل درخت کے ہوگئی کہ اوسکا
اوکھیڑنا ضرور ہوا برخلاف کھیتی کے کہ اگر مدت اجارہ ختم ہوگئی اور ابھی تک کھیتی کٹنے کا وقت نہیں آیا تو مستاجر پر جبر
نہ کیا جاویگا کھیت اوکھیڑنے پر بلکہ کٹنے کے وقت تک مہلت دیجاویگی اور مالک زمین کو اجرت مثل دلائی جاویگی
اور یہی کھیتی کے حکم میں ہیں وہ ترکاریاں جنکی ایک انتہا ہے جیسے مولی گاجر بینگن وغیرہ درمختار ص اگر ایک جانور سواری
کو کرایہ لیا اور کرایہ لیتے وقت فقط اپنے سوار ہونے کا ذکر کیا بعد اوسکے اپنے پیچھے ایک اور شخص کو بھی بٹھایا اور جانور ہلاک
ہوگیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا پڑیگی ف اور گرانی وزن کا اعتبار نہوگا اسواسطے کہ کبھی ہلکا آدمی
جو ناواقف ہو سواری سے زیادہ ضرر پہونچاتا ہے اور بھاری آدمی سے جو فن سواری کو جانتا ہووے کذا فی الاصل ص
اور اگر مقرر بوجھ سے زیادہ لادنے سے جانور مر گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہونے بوجھ کے ف مثلاً تین
من لادنا ٹھہرا تھا اور اوسنے چار من لادا اوس سے جانور مر گیا تو چوتھائی قیمت کا تاوان دیوے ص
یہ حکم جب ہے کہ وہ جانور اوسقدر بوجھ کے لادنے کی جتنا مستاجر نے لادا ہے طاقت رکھتا تھا اور جو اوسقدر بوجھ کی
وہ جانور طاقت ہی نرکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا ف اسی طرح اگر ردیف کی سواری کی بالکل طاقت
ہی نرکھتا تھا اور مستاجر نے سوار کیا تو کل قیمت کا تاوان دیگا جیسے ردیف کو اپنے کندھے پر بٹھالیا یا بوجھ کی جگہہ یہ
سوار ہوگیا یا بہت سے کپڑے اپنے اوپر لادلیے ان سب صورتوں میں کل قیمت کا تاوان دیگا درمختار ص
اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو مارا یا اوسکے لگام کھینچی اور جانور ہلاک ہوگیا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا امام
صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تاوان نہوگا مگر جب کہ ایسی مار مارے یا اسطرح لگام کھینچے جو موافق
دستور کے نہو ف اسی پر فتویٰ ہے اور امام نے بھی اسی قول کیطرف رجوع کیا درمختار اور ہدایہ کا ظاہر
قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے اور مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ
میں ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ اوسکو ہرگز نہ مارے اور اوس سے مواخذہ ہوگا اوس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہے یعنی
ہر شخص کو منع کرنا درست ہے علی الخصوص جب مالک جانور کے مونہہ پر مارے درمختار ص اگر ایک جانور کو کرایہ
لیا ایک مقام معین تک آنے جانیکے لیے اور اوس مقام سے آگے لے گیا بعد اوسکے پھر اوسی مقام تک پھیر لایا اور
جانور ہلاک ہوگیا تو اوسکو ضمان دینا ہوگا ف یہی حکم ہے عاریت میں اور بعضوں کے نزدیک ضمان جب ہے کہ فقط
جانے کے لیے کرایہ لیا ہو اور جو آنے جانے کے لیے لیا ہو تو تاوان نہیں ہے لیکن صحیح قول اول ہے کہ دونوں صورتوں میں

ضمان ہے صدر الشریعۃ نے کہا کہ اگر جانور اوس مقام مین آنکر ہلاک ہوگیا اور یقین ہو اس بات کا کہ اوسکی ہلاکت مین اوس مقام
سے آگے جانے کو دخل نہین ہے تو فتوی ہوگا ضمان نہ آنے پر اور اگر ہلاک ہوا ایسے سبب سے کہ اسکا یقین نہین ہے بلکہ
احتمال ہے کہ آگے جانے کو اوسکی ہلاکت مین دخل ہو تو فتوی ضمان آنے پر ہے انتہی مختصرًا **ص** اگر ایک گدھا کرایہ لیا
جسپر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے اوسکا زین اوتار کے پالان اوسپر باندھا اور بوجھ لادا پھر وہ تلف ہوگیا تو ضمان
لازم آویگا برابر ہے کہ اوس طرح کا پالان ایسے گدھے پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو اور اگر مستاجر نے اوس
زین کو اوتار کر دوسرا زین اوسپر کسا تو دیکھنا چاہیے اگر وہ زین جسکو مستاجر نے کسا ہے ایسا ہے کہ اوس قسم کا زین ایسے
گدھے پر نہین کسا جاتا ہے تو ضمان ہوگا اور اگر کسا جاتا ہے تو ضمان نہوگا مگر جب بوجھ مین زیادہ ہو پہلے زین سے تو بقدر زیادتی
وزن ضمان ہوگا یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک پالان مین بھی یہی حکم ہے **ف** یعنی جب پالان
اس قسم کا ہووے کہ ویسا پالان ایسے گدھے پر لادا جاتا ہے تو ضمان نہین ہے مگر جب وزن مین زائد ہو زین سے کذا
فی الاکمل **ص** اگر ایک شخص کو بوجھ پہونچانے کے لیے اجرت پر مقرر کیا اور حمال نے اسباب لیکر وہ رستہ اختیار کیا
جسکو مالک نے مقرر کر دیا تھا بلکہ دوسرے رستہ سے گیا اور دونون رستون مین فرق تھا **ف** مثلًا مالک کا رستہ
مقرر کیا ہوا امون اور محفوظ تھا اور مزدور کا راستہ پرخوف وخطر یا دشوار گذار تھا **ص** یا مزدور جس رستہ گیا اوس مین
لوگ آمد و رفت نہین کرتے تھے یا مالک نے خشکی کے رستہ جانے کو کہا تھا اور حمال دریا کے رستہ گیا اور مال و
اسباب تلف ہوگیا تو حمال ضامن ہوگا **ف** اور جو دونون رستون مین کچھ فرق نہووے تو ضامن نہوگا ہدایہ
ص اور اگر باینہمہ حمال نے اسباب مالک کا منزل مقصود تک پہونچا دیا تو مالک کو اجرت دینا پڑیگی جس شخص
نے زمین کرایہ لی گیہون بونے کے لیے اور پھر اوسمین رطبہ لگایا تو جو کچھ نقصان زمین کا رطبہ لگانے سے ہوگا
وہ مستاجر کو دینا پڑیگا اور اجرت نہین دیگا اسلیے کہ وہ خلاف کرنے سے غاصب ہوگیا اور غاصب پر صرف
تاوان ہے **ص** جس شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا کرتہ سینے کے لیے اور اوسنے قبا سی ڈالی تو مالک کو اختیار ہے
خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لیوے یا قبا لے لیوے اور درزی کو اجر مثل دیدیوے لیکن اجر مثل
اجر مسمی سے زیادہ نہ دیوے **ف** یعنی جسقدر کرتہ کی سلائی مقرر ہوئی تھی اوس سے کم یا برابر اگر اجر مثل قبا کا ہووے
تو اجر مثل دیوے اور جو اجر مثل قبا کا اجر مسمی سے زیادہ ہووے تو زیادہ نہ دیگا کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہوگیا اور اجارہ فاسدہ
مین ہمارے نزدیک اجر مسمی سے زیادتی نہین ہوتی **مسائل ملحقہ** رنگریز کو ایک کپڑا دیکر سرخ رنگنے کو
کہا اور اوسنے زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہے چاہے زرد رنگین لے لیوے اور رنگریز کو اوقدر دیوے جتنی قیمت سفید
کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہین اور چاہے اپنے سفید کپڑے کے دام لیوے اسیطرح
اگر رنگریز نے بہت ناقص رنگا تو سفید کپڑے کی قیمت کا ضمان دیگا درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا
طول اور عرض اور آستین اسقدر ہو وے سو وہ کم ہوا مقدار معین سے سو اگر بقدر اونگلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف ہے
اور اگر زیادہ ہو تو اوسکا تاوان دے مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اوسکو

قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اوسکو سی دے تو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیری قمیص کیواسطے کافی نہین تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ اوسنے دھوکھا دیا سارا بان اوترا سیدان مین یہان تک کہ مال تلف ہوگیا چوری یا بارش سے اگر وہان چوری اور بارش بکثرت ہوا کرتی ہی تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے اہل بازار مین سے دوسرے تاجر کا مال بیچدیا بغیر تقرر اجرت کے بعد اوسکے اجرت طلب کی تو عرف کا اعتبار ہوگا یعنی اگر اجرت لینے کا دستور ہوگا تو اجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہین ظاہر الروایۃ مین گھر اگر تھوڑا گر جاوے تو کرایہ ساقط نہین ہوتا اور بعض کے نزدیک بقدر انہدام کرایہ ساقط کر دیا جاویگا اگر مالک خانہ نے کرایہ دار کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ مین مجرا کر لینے کا تو عمارت مین دونون نے اتفاق کیا اور مقدار صرف مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ کرایہ دار کے مسموع ہونگے طحطاوی ودر المختار

باب اجارۂ فاسدہ کے بیان مین

اجارۂ فاسد ہوجاتا ہی شرط سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہی **ف** یعنی اوس شرط سے کہ مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کہ اگر مکان بالکل خراب اور منہدم بھی ہوجاوے جب بھی کرایہ ساقط نہوگا یا پن چکی کا پانی بند ہوجاوے جب بھی اجرت لازم ہوگی اجارہ کو وہی شروط فاسد کرتے ہین جو بیع کو جیسے ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہی اجارہ کو شیوع اصلی یعنی جو وقت اجارہ موجود ہووے بایں طور کہ اپنے گھر مین سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض ہوگیا ہووے جیسے اجارہ دیا کل گھر کا پھر بعض مین فسخ کر ڈالا یا دو شریکون نے اپنی کل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مرگیا اگر اجارہ دیا شی مشاع کو اور قبل باطل کرنے حاکم کے اوسکی تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہوگا نہ بعد ابطال حاکم کے اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہی کہ جب مستاجر اوس سے منفعت حاصل کرلیوے تو اجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے اگر اجرت کا تسمیہ اور تعین ہوا ہو اور جو اجرت شی مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اجرت کا ذکر ہی نہ آیا ہووے یا اجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اجرت مثل واجب ہوگی جہان تک پہونچے اجارۂ فاسدہ جدا ہی اجارۂ باطلہ سے اجارۂ فاسدہ وہ ہی جو اوپر گذر یعنی اصل اوسکی مشروع ہووے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہوگیا ہووے اجارۂ باطلہ جو اصل سے مشروع نہووے جیسے اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے بابت نوحہ یا تصویر سازی کے لیے تو اجارۂ باطلہ مین مطلق اجرت واجب نہین اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کرلیوے طحطاوی ودر المختار ملخصاً **ص** اور اس اجارۂ فاسدہ مین اجرت مثل واجب ہوتی ہی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے **ف** ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک جہان تک پہونچے اجرت مثل واجب ہوگی جیسے بیع فاسد مین قیمت بیع کی جہان تک پہونچے واجب ہوتی ہی دلیل ہماری یہ ہی کہ منافع غیر متقوم ہین فی نفسہا بلکہ متقوم ہوجاتے ہین بسبب عقد کے اور عقد مین خود متعاقدین نے زیادتی کو اجرت مسمی سے ساقط کردیا ہی کذا فی الاصل **ص** ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے مین اجارہ صحیح ہوگا **ف** اور باقی مدت مین فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہین کہ پانچ مہینے یا دس درمختار **ص** اور جس مہینے کے اول مین ایک ساعت بھی مستاجر رہیگا تو وہ بھی اجارہ صحیح ہوگا **ف** یہ مذہب بعض مشائخ کا کہ جب چاند دیکھا جاویگا تو ہر ایک کو حق فسخ ہی پس جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گذرا تو اوس مہینے مین بھی

عقد اجارہ لازم ہوجاویگا اور ظاہر الروایۃ میں ہر ایک کو حق فسخ ہوتا ہے چاند رات اور پہلی تاریخ کی شام تک اسواسطے
کہ فقط رویت چاند کی آن کے اعتبار کرنے میں حرج ہے کذا فی الاصل ص مگر یہ کہ سب مہینوں کا اکٹھا ذکر کر دیوے تو سب
میں صحیح ہوجاویگا مثلاً یون کہدیوے کہ یہ گھر میں نے تجکو چھ مہینے تک اجارہ دیا ہر مہینے پر اتنا کرایہ اسیطرح اگر سال بھر تک
اجارہ دیوے تو اسی طرح ف یعنی یون کہے کہ یہ گھر میں نے تجکو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے میں اتنا کرایہ ص اگرچہ ہر مہینے کے
کرایہ کا ذکر نکرے ف یعنی سال بھر کا کرایہ ذکر کر دیوے اور ہر مہینے کا کرایہ بیان نکرے تو صحیح ہوگا اور اوس سال
کے کرایہ کو ہر مہینے پر تقسیم کر لیوینگے در مختار ص اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو ف مثلاً یہ کہدیا
ہووے کہ اجارہ شروع ہوگا غرہ ماہ رجب یا غرہ ماہ رمضان سے ص اور اگر ابتدائے مدت مذکور نہووے تو وقت عقد اجارہ
وہی اول مدت ہے سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوسوقت جب چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاند چاند ہوا کریگا اور اگر
اجارہ ہوا ہو اثنائے مہینے میں ف مثلاً دسوین اٹھوین چودھوین بیسوین وغیرہ ص تو امام ابوحنیفہ رح کے
نزدیک مہینوں کا شمار دنوں سے ہوگا یعنی جب تیس دن پورے ہوا کرینگے تو ایک مہینا ہوجاویگا اور صاحبین کے
نزدیک پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جاویگا اور باقی چاند چاند رہیگا پس اگر ذیحجہ کی دسوین تاریخ سال بھر اجارہ
ہوا تو امام رح کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ
دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسوین تاریخ
اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھوین تاریخ کو اور حق یہ ہے کہ تمام ہوگا سال دسوین ذیحجہ
کو دونوں صورتوں میں کیا تو نے سنا ہے کہ ایک سال میں دو عید اضحیٰ ہووین ف ہمارے عرف کے موافق
مذہب صاحبین کا اولی بالعمل ہے ص اور جائز ہے اجرت دینا حمام کی اور حجام کی ف در مختار میں وجہ اجرت
حمام کے جواز کی یہ مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جحفہ کے حمام میں تشریف لیگئے تھے لیکن مواہب لدنیہ
میں لکھا ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے اسصورت میں اولی یہ ہے کہ استدلال کیا جاوے تعارف ناس سے اور جہالت
اجرت سے ناجائز اسواسطے نہوا کہ اس پر اجماع ہے مسلمین کا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو مسلمان
نیک جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے اور جسکو مسلمان بد جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بد ہے کہا زیلعی نے
تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہے مرفوعاً البتہ روایت کیا اوسکو احمد رح نے موقوفاً ابن مسعود رض سے اور اسیطرح روایت
کیا اوسکو بزار اور طبرانی اور طیالسی نے ترجمہ ابن مسعود میں اور حجام کی اجرت کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی
بخاری نے ابن عباس رض سے کہا کہ پچھنے لگائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دی پچھنے لگانے والے کو اجرت
اوسکی اور اگر ہوتی مزدوری اوسکی حرام تو نہ دیتے آپ اوسکو اور وہ جو مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا
آپنے حرام ہے کمائی حجام کی اور خبیث ہے کسب حجام کا روایت کیا اوسکو مسلم نے رافع ابن خدیج سے سو وہ حدیث
منسوخ ہے یا محمول ہے اوپر کراہت تنزیہی کے واللہ اعلم ص اور درست ہے اجارہ لینا انّا کا ایک اجرت معین پر ف بسبب
رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کے واسطے گائے یا بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں۔

عدم رواج کے سبب سے **ص** اسی طرح انّا کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہی امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی بوجہ مجہول ہونے اجرت کے اور یہی موافق قیاس کے ہی اور امام صاحب یہ کہتے ہین کہ یہ جہالت موجب منازعت نہین ہوتی کیونکہ انّا پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت ہی بچے کی محبت اور شفقت سے **ف** فتاوی کبری مین ہی کہ انّا کے نوکر رکھنے مین دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہی دلیل اسکے جواز کی صاحب ہدایہ نے قول اللہ کا فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ یعنی اگر دودھ پلاوین تمہارے لیے تو دو تم اجرت اونکی بیان کیا ہی دوسرے یہ کہ عمل درآمد اس امر پر جاری تھا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین اور حضرت نے اوسکو قبول کیا اور ثابت رکھا **ص** اور انّا کے خاوند کو جائز ہی کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے لیکن نہ مستاجر کے گھر مین **ف** اسواسطے کہ گھر ملک ہی مستاجر کی تو وہ منع کرسکتا ہی **ص** انّا کے خاوند کو فسخ اجارہ پہونچتا ہی اگر اوسکا نکاح ظاہر ہو لوگون مین یا اوسپر گواہ ہوون اپنے حق کی صیانت کے لیے اور اگر نکاح کا ثبوت صرف انا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہین کرسکتا **ف** کیونکہ صرف اون دونون کا قول مستاجر کے زوال حق مین قبول نہوگا درمختار **ص** اور بچے والے فسخ کرسکتے ہین عقد اجارہ کو اگر انّا بیمار ہو جاوے یا حاملہ ہو جاوے **ف** اسواسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا لڑکے کو ضرر کرتا ہی كذا فی الاصل اسیطرح جائز ہی فسخ اگر اوسکی زناکاری اور فسق و فجور ظاہر ہو جاوے یا لڑکا اوسکے دودھ کو قی کر ڈالتا ہووے یا وہ چور ہووے یا لڑکا اوسکی چھاتی موہنہ مین لیتا ہووے یا دودھ اوسکا نہ پیتا ہووے الحاصل جو امر بچے کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہی چنانچہ زمانہ دراز تک انّا کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہین اور وہ عقد اجارہ سے مستثنی ہوگا نماز کے اوقات کے مانند كذا فی الطحطاوی اور کفر کے سبب سے فسخ اجارہ جائز نہین اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہین کرتا اور اگر بچے کا باپ مرجاویگا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا البتہ اگر لڑکا یا انّا کوئی ان مین سے مرجاویگی تو اجارہ فسخ ہو جاویگا درمختار **ص** اور انّا پر لازم ہی بچے اور اوسکے کپڑون کا دھونا اور اوسکا کھانا تیار کرنا اور اوسکے بدن مین تیل لگانا نہ ان چیزون کی قیمت اور ان چیزون کی قیمت اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت بچے کے باپ پر ہی **ف** اگر بچے کا مال نہووے ورنہ اوسی کے مال سے دیجاویگی درمختار **ص** سو اگر انا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا اوسکو کھانا کھلا کر پالا اور مدت اجارہ کی گذر گئی تو اجرت نہ پاویگی **ف** برخلاف اوس صورت کے کہ انّا نے اپنی لونڈی سے یا اور کسی عورت کو نوکر رکھکے دودھ پلوا دیا کہ اس صورت مین انّا کو اجرت ملیگی مگر جب خود انا کے دودھ پلانے کی شرط ہوگئی ہووے تو غیر سے دودھ پلوا دینے مین مستحق اجرت نہوگی بر قول اصح اور وجہ یہ ہی کہ اجرت واجب ہوگی درمختار و طحطاوی **ص** اور نہین صحیح ہی اجارہ لینا اذان کے واسطے **ف** اسواسطے کہ روایت کیا ابوداؤد نے عثمان بن ابی العاص سے کہا کہ کہا مینے یا رسول اللہ کر دیجیے مجکو امام اپنی قوم کا فرمایا آپنے تو امام اونکا ہی اور رکھہ تو ایسا مؤذن جو نہ لیوے اذان پر اجرت **ص** اور حج اور امامت کے واسطے اور قرآن اور فقہ کی تعلیم کے واسطے **ف** اور مثل فقہ کے اور علوم دینیہ مین اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

پڑھو تم قرآن کو اور نہ روٹی کھاؤ اوسکی روایت کیا اوسکو امام احمد نے مسند میں کلیہ مسئلہ یہ ہے کہ جمیع عبادات اور طاعات کے لیے اجارہ درست نہیں ہے مختار ص اور آجکے زمانہ میں فتوی اسپر ہے کہ تعلیم قرآن اور فقہ ف اور امامت اور اذان در مختار ص کے لیے اجرت لینا درست ہے ف کیونکہ قاعدہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اجارہ طاعات اور معاصی پر درست نہیں ہے لیکن جب سستی پڑ گئی دین میں تو اب فتوی دیا جاتا ہے ساتھ صحت اجارہ کے تعلیم قرآن اور فقہ کے لیے اس خوف سے کہ مبادا یہ چیزیں محو اور ضائع نہو جاویں کذا فی الاصل مین کہتا ہون موافق قول مفتی بہ کے ایک حدیث بھی موجود ہے جسکو روایت کیا بخاری نے ابن عباس رضہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ لایق اون چیزوں میں کہ جسپر لیا تمنے اجرت کتاب اللہ کی ہے واللہ اعلم ص تو جب بنظر زمانہ حال ان چیزوں کی اجرت لینا درست ٹھہری تو مستاجر پر جبر ہوگا اوس اجرت کے دینے پر جو اوسنے قبول کی ہے اور درصورت نہ دینے کے اوسکے عوض میں محبوس ہوگا اور بھی جبر ہوگا اوس مٹھائی کے دینے پر جو استادون کو دیا کرتے ہین ف عربی میں اوسکو حلوہ کہتے ہین حلوہ ایک ہدیہ ہے جو معلمون کو دیا جاتا ہے بعض سورتون کے شروع ہونے پر چنانچہ سورۂ تبارک اور فتح اس ہدیہ کا نام حلوہ اسواسطے ہوا کہ اکثر حلوہ دیا کرتے ہین اور یہ لغت ہے اہل ماوراء النہر کی کذا فی الاصل اور نہین جائز ہے اجارہ مشاع کا مگر اپنے شریک سے ف یعنی جب ایک ہی شریک ہو اور جو دو مین شریک ہون تو ایک شریک کو اجارہ دینا درست نہوگا در مختار اور یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک اجارہ مشاع کا درست ہے شریک اور غیر شریک سے کذا فی الاصل لیکن مفتی بہ قول امام صاحب کا ہے اور اوسی پر اعتماد کیا ہے ارباب شروح اور متون نے طحطاوی ص اور نہین جائز ہے اجرت لینا نر کے چھوڑنے کی مادہ پر گابھن کرنیکے واسطے ف اسواسطے کہ حدیث شریف مین ہے کہ فرمایا حضرت نے حرام ہے اجرت لینا نر کی کدوائی کی مادہ پر یہ حدیث ہدایہ مین ہے زیلعی نے کہا کہ اس لفظ سے غریب ہے البتہ روایت کیا بخاری نے ابن عمر رضہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی کدوائی سے مادہ پر ص اسیطرح حرام ہے اجرت لینا راگ اور نوحہ اور باجے اور تمام آلات لہو و لعب بجانے کے لیے ف اسواسطے کہ یہ سب معاصی میں داخل ہین اور معاصی پر اجرت لینا ناجائز ہے اور بیان انکی حرمت کا انشاء اللہ آگے آویگا ص اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا اسطرح پر کہ آدھے سوت کا کپڑا بن دیوے اور آدھا سوت بنوائی کی مزدوری مین لے لیوے یا ایک گدھا غلہ اوٹھانے کے لیے کرایہ کو لیا بعوض کچھ غلے کے اوسمین سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے آٹا پیسنے کے بعوض کچھ تھوڑے آٹے کے اوسی مین سے تو یہ اجارہ فاسد ہے ف قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب اجرت وہ شی ہوگی جو مستاجر کے عمل سے پیدا ہوتی ہے تو وہ اجارہ فاسد ہوگا اور تیسری صورت کا نام قفیز طحان ہے یعنی آٹا پیسنے والے کا اجر اوسی آٹے مین سے دیوے اور منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس سے روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے ابوسعید خدری سے اور اول اور دوسری صورت محمول ہین اوپر صورت ثالثہ کے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ایک نان پز کو مقرر کیا تا کہ اسقدر آٹے کی روٹی پکا دیوے آج کے روز بعوض ایک درہم کے ف تو یہ اجارہ فاسد ہے نزدیک امام اعظم رحمہ کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہے صاحبین یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے معقود علیہ عمل کو کیا ہے اور وقت

ذکر محض تعجیل کے لیے ہی امام اعظم یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے جمع کر دیا عمل اور وقت مین اور عمل کے معقود علیہ ہونے مین
مستاجر کو نفع ہی اور وقت کے بیان کرنے مین صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہی اور اوسمین نفع ہی اجیر کو تو آیندہ موجب
منازعت ہوگا اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ معقود علیہ دونون ہون مثلاً روٹی پکایا کرے سارے دن کہ ایک آن خالی
نرہے اسلیے کہ یہ ممکن نہین ہی عادۃً یہانتک کہ اگر یون کہا کہ روٹی پکا دیوے آج کے دن مین تو امام سے مروی ہی
کہ صحیح ہو جاویگا اسواسطے کہ مین کے کہنے سے استغراق جاتا رہا کذا فی الاصل ص یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ
مستاجر اوسکو دوبار جوتے ف تو اگر مراد یہ ہی کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہین ہی
اجارے کے فساد مین اسلیے کہ یہ ایسی شرط ہی جسکو عقد اجارہ مقتضی نہین ہی اور اوسمین نفع ہی احد المتعاقدین یعنی موجر کا
اور اگر یہ مراد نہین ہی بلکہ وہ زمین ایسی ہی کہ بدون دوبارے جوتنے کے کھیت نہین ہوتا تو عقد فاسد نہوگا اسواسطے
کہ اسصورت مین یہ شرط ایسی ہوئی جسکو عقد مقتضی ہی اور جو بدون دوبارے جوتنے کے کھیتی ہو جاتی ہی تو اگر
اثر اس دوبارہ جوتنے کا بعد ختم ہو جانے عقد اجارہ کے باقی رہیگا تو اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ اوسمین منفعت
ہی مالک زمین کی اور جو باقی نرہیگا تو اجارہ جائز ہوگا کذا فی الاصل ص یا اوس زمین کی نہرین کھود دیوے
ف مراد نہرون سے یہان بڑی نہرین ہین نہ چھوٹی چھوٹی نالیان سواسطے کہ منفعت بڑی نہرون کی بعد
مدت اجارہ کے بھی باقی رہیگی کذا فی الاصل ص یا اوسمین بانس ڈال دیوے ف اسواسطے کہ اوسکی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہیگی کذا
فی الاصل ص یا ایک زمین اجارہ لے زراعت کے لیے اس اجرت پر کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے ف اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہی اور ہمارے نزدیک
ایک نفع کا اجارہ ہم جنس نفع سے جیسا کہ اجارہ سکنی کا سکنی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہی کذا فی الزیلعی ص تو یہ
سب قسمین اجارہ کی فاسد ہین ہان اگر زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو جوتے اور بووے یا اوسکو سینچے اور
بووے تو درست ہی ف کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہی ص اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہین کیا کہ اوس
مین زراعت کریگا یا کس چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا اگر موجر نے تعمیم نکی ہو اور جو عام کر دیا ہو وے
مثلاً یہ کہدیا ہووے کہ جس چیز کی چاہے زراعت کر تو جائز ہوگا برخلاف مکان کے کہ اوسکا اجارہ سکونت پر محمول
ہوگا اگرچہ نکہے اگر زمین اجارہ لی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اوسکے مستاجر نے
اوسمین زراعت کی اور مدت گذر گئی تو اجارہ صحیح ہو جاویگا اور محمدؒ کے نزدیک صحیح نہوگا اگر ایک اونٹ مصر
تک کرایہ کو لیا اور بوجھا بیان نہ کیا کہ کتنا ہی پھر اوسپر بوجھہ موافق عادت کے لادا اور اونٹ مر گیا تو مستاجر پر تاوان نہین
ہی ف اسواسطے کہ اجارہ فاسد ہی تو وہ اونٹ مستاجر کے پاس امانت رہیگا جیسا کہ اجارہ صحیحہ مین امانت ہی
ف اور امانت کا ضمان تعدی سے ہوتا ہی اور مستاجر نے جب بوجھہ بقدر معتاد لادا تو اوس نے
تعدی نہین کی پھر ضمان کی کیا وجہ ہی ص اور اگر اوس اونٹ نے بوجھا مصر تک پونہچا دیا تو اونٹ والے کو
اجرت مقررہ ملیگی تو اگر موجر اور مستاجر نے قبل کھیتی کرنے کے ف اجارہ زمین کی صورت مین بغیر ذکر
زراعت کے ص یا بوجھہ لادنے کے ف اجارہ اونٹ کی صورت مین ص تو قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر دیوے بوجہ دفع فساد کے اسواسطے

باب اجیر یعنی مزدور کے ضامن ہونیکے بیان مین

اجیر مشترک وہ ہی جو مستحق ہو اجرت کا بعد عمل کے **ف** برابر ہی کہ چند شخصون کا کام کرتا ہو جیسے درزی رنگریز دھوبی وغیرہ یا ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت یا بتعیین وقت لیکن بلا تخصیص مستاجر کے کام کے **ص** تو وہ عامہ خلایق کا کام کرسکتا ہی اسی لیے نام اوسکا اجیر مشترک ہوا **ف** اور مقابل اوسکے اجیر خاص اور اجیر وحد جسکا بیان آگے آتا ہی **ص** اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہو جاوے اگرچہ اوس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اسی پر فتوی ہی **ف** یہی قول مروی ہی حضرت عمرؓ اور علیؓ سے **ص** اسلیے کہ مال اجیر مشترک پاس امانت ہی اور امانت کا ضمان نہین ہوتا مگر تعدی سے اور صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوگا مگر اوس صورت مین کہ وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہو جاوے جسکا بچاؤ ممکن نہین جیسے خود مر جاوے یا آتش زنی عظیم ہو جاوے ہان اگر وہ مال چوری جاوے اور اجیر مشترک نے اوسکی حفاظت مین کمی نکی ہو جب بھی ضمان ہوگا نزدیک صاحبین کے مثل اوس ودیعت کے جو بعوض اجرت کے ہو وے کہ اوسمین حفاظت مال کی مودع پر لازم ہوتی ہی اور ابو حنیفہؒ یہ کہتے ہین کہ اجرت مقابلہ عمل مین ہی نہ حفاظت کے بدلے مین تو مثل اوس ودیعت کے ہوئی جو بلا اجرت ہووے لیکن اگر مستاجر نے شرط کی ضمان کی تو بعض مشایخ کے نزدیک یہ ہی کہ ضامن ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک بعضون کے ضامن نہوگا اور وقایہ مین اسی قول کو اختیار کیا ہی اسلیے کہ شرط ضمان کی ودیعت مین باطل ہی لیکن ممکن ہی کہ کہا جاوے کہ جب مستاجر نے ضمان کی شرط کر لی تو اجرت بمقابلہ عمل اور حفاظت دونون کے ہو گئی تو اس صورت مین اوس ودیعت کے حکم مین جو بلا اجر ہی نہوگی **ف** یہ مضمون ہی اصل کتاب کا اور زیلعی مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی اسلیے کہ اہل حرفہ دغاباز اور خائن ہو گئے ہین اور تاوان کے لازم آنے سے لوگون کے مال محفوظ رہین گے اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتوی دیا ہی غایۃ الاوطار **ص** البتہ اوس مال کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہو گیا اوسکے عمل سے جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے خواہ جسکی نسبت اوسکے بوجھ کو باندھا ہو وہ اوسکے ٹوٹنے سے مال ضائع ہو جاوے یا ملاح کے ناؤ کھینچنے سے ڈوب جاوے اور مال غرق ہو جاوے **ف** یہ قول ہمارا ہی اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ضامن نہوگا اسلیے کہ عمل اوسکا مالک کے اذن سے ہی جواب یہ ہی کہ مالک کا اذن عمل صالح کو تھا نہ ایسے عمل کو جس سے نقصان ہووے مین کہتا ہون کہ مراد عمل سے تلف ہو جانے سے یہ ہی کہ عمل اوسکا متجاوز ہو گیا اوسقدر سے جو موافق عادت کے ہی جیسے حجام مین آتا ہی یا وہ عمل جسمین مقدار معلوم معتاد نہین کذا فی الاصل اور درمختار مین عمادیہ سے منقول ہی کہ ضمان دونون صورتون مین ہی خواہ تجاوز ہو قدر معتاد سے یا نہو بخلاف حجام کے اور قنیہ مین ہی کہ کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اوس وقت ہی جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا وکیل کشتی مین موجود نہووے ورنہ تاوان لازم نہوگا **ص** اور جو اوس ناؤ کے ڈوبنے سے یا رسی کے ٹوٹنے سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو اوسکا تاوان لازم نہوگا اور تاوان نہین جاتا [illegible] والے پر اور رگ [illegible] میں کی فصد [illegible] جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کر گیا **ف** پھر اگر مکان معتاد

تجاوز کر گیا تو پوری زیادتی کا ضامن ہوگا اگر وہ شخص ہلاک ہوا ہو اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا اگر ختنہ کرنے والے نے سپاری کاٹ ڈالی لیکن مختون اچھا ہو گیا تو ختنہ کرنے والے پر پوری دیت واجب ہو گی اور جو مر گیا تو نصف دیت واجب ہو گی در مختار ص اگر مزدور نے مٹکا توڑ ڈالا راہ میں تو مالک کو اختیار چاہے مزدور سے تاوان لے اوس قیمت کا جو مٹکا اوٹھانے کی جگہ پر اوسکی قیمت تھی تو مزدوری نہ دیوے یا وہاں کی قیمت لیوے جس جگہ ٹوٹا ہے تو جسقدر مزدور نے راہ طے کی ہے اوسکے حساب سے اوسکو اجرت دیوے ف یہ تاوان اوس صورت میں ہے کہ مٹکا اوسکے فعل سے ٹوٹا ہو اور اگر ایسا نہو مثلاً لوگوں کے ہجوم وغیرہ سے ٹوٹ گیا تو اوسپر تاوان نہیں ہے در مختار ص اور اجیر خاص ف وہ ہے جو ایک مستاجر کا کام کرے ایک وقت معین تک تخصیص کا مستاجر در مختار ص مستحق ہوتا ہے اجرت کا اپنی ذات کی تسلیم سے مدت اجارہ تک اگرچہ کام نکرے مانند اوس شخص کے جو ایک سال کے لیے نوکر ہوا واسطے خدمت کے یا بکریاں چرانے کے لیے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے ہیں اسلیے کہ وہ صرف مستاجر کا کام کرتا ہے غیر کا کام نہیں کرتا ف خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سوویں عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے گھٹا لیا جاوے در مختار ص اجیر خاص پر تاوان نہیں اوس چیز کا جو اوسکے پاس یا اوسکے فعل سے تلف ہو جاوے ف جیسے کپڑا پھٹ جاوے اوسکے کوٹنے سے مگر جب قصداً بگاڑے یا عمل غیر معتاد کرے جیسے بکریوں کو ایسا مارے کہ ان کی کھوپری پھوٹ جاوے یا پاؤں ٹوٹ جاوے تو تاوان دیوے مختار ص اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر خیاط سے یوں کہے اگر قبا کو تو بطور فارسیوں کے سیئے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کے طرز پر سیئے گا تو دو درم اجرت ہیں ف اور زمان اور مکان اور عامل اور مسافت اور بوجھ میں تردید کرنے سے در مختار ص یا اگر کپڑے کو تو کسم سے رنگے گا تو یہ اجرت ہے اور جو زعفران سے تو یہ یا اس گھر میں تو عطار کو رکھے گا تو یہ کرایہ ہے اور اگر لوہار کو رکھے گا تو یہ یا اس جانور کو اگر کوفہ تک لے چلے گا تو یہ اجرت ہے اور اگر واسط تک تو یہ اور اگر اس گھر میں رہیگا تو یہ کرایہ ہے اور جو اس گھر میں تو یہ کرایہ اور اگر اس جانور پر گیہوں لادے گا تو یہ اجرت ہے اور جو جو لادیگا تو یہ اور تردیدات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جاویگی اوسکی اجرت واجب ہو گی ف ایسا ہی تین چیزوں میں بھی تردید درست ہے لیکن چار چیزوں میں درست نہیں مثل بیع کے لیکن خیار التعیین شرط ہے بیع میں نہ اجارے میں اسواسطے کہ اجارے میں اجرت واجب ہوتی ہے عمل سے اور وقت عمل کے اجرت متعین ہو جاوے گی بخلاف بیع کے کیونکہ ثمن واجب ہوتی ہے نفس عقد سے اور مبیع مجہول ہے کذا فی الاکمل ص اگر مستاجر نے خیاط سے یوں کہا کہ اس کپڑے کو اگر آج سی دے تو ایک درم ہے اور جو کل سیئے تو نصف درم تو اگر خیاط نے آج ہی سی دیا تو ایک درم پاویگا اور جو کل سیئے گا تو اجرت مثل ملیگی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونوں شرطیں جائز ہیں اور زفر کے نزدیک دونوں فاسد ہیں ف دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے ص یعنی اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی ف اور جامع صغیر میں ہے کہ ایک درم سے زیادہ نہ دیجاویگی اور نصف درم سے کم نہ دیجاویگی لیکن صحیح قول اول ہے [illegible] کل کا [illegible] نصف درم تھا اور اجارہ فاسد ہے اجرت مثل [illegible] سے زیادہ نہیں دیجاویگی [illegible] اجرت

مثل ملیگی لیکن نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی کذا فی الاصل ص جس غلام کو نوکر رکھا خدمت کے لیے تو مستاجر
اوسکو اپنے ساتھ سفر میں لیجا نہیں سکتا مگر جب پہلے سے شرط کر لی ہو ف اسواسطے کہ سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہے
حضر سے ص ایک غلام محجور ف یعنی ضد ماذون وہ غلام جسکو مولی نے اجازت عمل کی نہ دی ہو ص نے اپنے
تئیں مزدوری میں لگایا اور مستاجر نے اوسکو مزدوری دیدی بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام محجور تھا تو مستاجر مزدوری پھیر نہیں سکتا
ف اسواسطے کہ فساد اجارہ بسبب رعایت حق مولی کے ہے اور بعد فراغ کے مولی کے حق کی رعایت اسی میں ہے
کہ اجارہ صحیح سمجھا جاوے اور اجرت واجب ہووے کذا فی الاصل ص غاصب نے ایک عبد محجور غصب کیا اور اوس عبد محجور
نے اپنے تئیں مزدوری پر لگایا اور غاصب مزدوری اوسکی لیکر کھا گیا تو وقت غلام پھیرنے کے تاوان مزدوری کا
غاصب کو نہ دینا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک دینا ہوگا اسلیے کہ وہ مال مولی کا ہے اور صحیح ہے غلام کو اپنی مزدوری لینا
اور اگر وہ مزدوری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہوں تو مالک اوسکو لے لیگا غاصب سے اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے
تک ایک مہینے چار روپیہ پر اور ایک مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہے پہلے مہینے میں چار اور دوسرے میں پانچ واجب ہونگے
اگر ایک غلام میں موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اسطرح پر کہ مستاجر یہ کہتا ہے کہ یہ غلام اول مدت اجارہ میں بھاگ گیا تھا یا
مریض ہوگیا تھا اور موجر یہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ آخر مدت میں البتہ بھاگ گیا تھا یا مریض ہوگیا تھا تو حال کو حکم بناوینگے
ف یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاویگا کہ اگر فی الواقع غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہے تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا
اور جو وقت منازعت کے بھاگا ہوا یا بیمار نہیں ہے تو قول موجر کا قسم سے معتبر ہوگا یہ مسئلہ نظیر ہے پنچکی کے پانی کے مسئلہ کی
جب مالک یہ کہے کہ پانی جاری تھا مدت اجارہ میں اور مستاجر اوسکا انکار کرے تو حال کو حکم بناوینگے لیکن جسکا قول مقبول ہوگا قسم سے مقبول ہوگا
ص اگر مالک میں اور اجیر میں اختلاف ہوا مثلاً مالک یہ کہتا ہے کہ مینے تجھے قبا سینے کو کہا تھا یا سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تونے
کرتہ سیا یا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تونے کہا تھا ویسا ہی مینے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر مالک
یہ کہتا ہے کہ تونے کام مجھے مفت کر دیا ہے اور اجیر کہے کہ مینے اجرت سے کیا ہے تب بھی قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا
ف اسواسطے کہ مالک منکر ہے اجیر کے تقوم عمل کا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر کاریگر اور مالک سے اجرت کے ساتھ معاملے
ہوا کرتے ہیں تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور محمد رح کے نزدیک اگر وہ کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہووے یعنی کام کرتا ہو
بعوض اجرت کے اور اوسکا گذران اسی اجرت پر ہووے تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا
نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی پر فتوی ہے درمختار اگر زمین اجارہ لی واسطے کھیتی
کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع ہوگئی تو مستاجر پر اجر لازم آویگا برخلاف خراج سلطانی کے کہ درصورت
تلف ہوجانے زراعت کے خراج ساقط ہوجاوے گا کذا فی الدر المختار

باب فسخ اجارہ کے بیان میں

اجارہ کا فسخ حاکم کے حکم یا رضامندی عاقدین سے ہو سکتا ہے درمختار ص مستاجر فسخ کرسکتا ہے اجارہ اوس عیب سے
ف خواہ وہ عیب حاصل ہوا ہو بعقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبضے کے پیچھے یا قبضہ کے پہلے ص جسکے سبب سے

منفعت فوت ہوجاوے جیسے گھر کا ویران ہوجانا یا پن چکی کا یا زمین زراعت کا پانی بند ہوجانا ف اگر بالکل پانی بند نہوا
بلکہ کم ہوگیا تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اجارہ کو فسخ کردیوے کل زمین میں یا جسقدر زمین سیراب ہووے اوسکے حساب سے
اجرت دیوے اگر حمام اجارہ لیا ایک بستی میں پھر اوس بستی کے لوگ سب وہاں سے کوچ کرگئے تو اجرت مستاجر سے
ساقط ہوگی اور اگر بعض چل رہے تو اجرت ساقط نہوگی در مختار ص یا اوس منفعت میں خلل ہوجاوے جیسے غلام
کا بیمار ہوجانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانا ف یا گھر کی ایک دیوار گرجانا در مختار ص تو اگر مستاجر نے باوجود
خلل کے اوس سے نفع اوٹھایا یا موجر نے اوس عیب کو زائل کردیا تو اب مستاجر کو حق فسخ نرہیگا اسی طرح فسخ
اجارہ کا ہوسکتا ہے خیار الشرط اور خیار الرویت سے ف اور شافعی رح کے نزدیک خیار الشرط سے فسخ اجارہ کا نہوگا
ص اور عذر سے عذر اوسکو کہتے ہیں کہ اگر مستاجر اجارہ کو باقی رکھے تو ایسا نقصان اوسکا ہوتا ہے جو عقد اجارہ کے اوسپر
لازم نہیں ہوا تھا مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے درد کے سبب سے اپنے دانت اوکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا
اور قبل اوکھاڑنے کے درد جاتا رہا ف کیونکہ اسصورت میں اگر عقد اجارہ باقی رہے تو صحیح سالم دانت کا اوکھاڑنا ضروری
اور مستاجر پر لازم نہوا تھا کذا فی الاصل ص یا زوجہ کی عوت ولیمہ کے لیے باورچی کو مقرر کیا پھر زوجہ مرگئی ف یا
اوسنے خلع کرلیا کیونکہ اسصورت میں اگر عقد باقی رہے تو مستاجر کو ضرر ہوتا ہے بدون ولیمہ کے کھانا پکانا پڑیگا کذا فی الاصل
ص یا موجر پر دین اسطرح کا لاحق ہوا کہ بدون اوس شی کے بیچے جو اجارہ میں دی ہے وہ قرض ادا نہیں ہوسکتا ف برابر
ہے کہ وہ قرض سب لوگوں کو معلوم ہووے یا گواہوں کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے در مختار ص
یا ایک غلام خدمت کے لیے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کے کاموں کے لیے نوکر رکھا پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا ف اسواسطے
کہ اگر مطلق خدمت کے لیے نوکر رکھا جب بھی مراد وہی خدمت ہوگی جو شہر میں ہوتی ہے تو اسصورت میں اگر غلام کے
مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور کہا کہ عقد اجارہ پر قائم رہ تو مستاجر کو حق فسخ پہونچتا ہے اور اگر خود مستاجر نے چاہا کہ
غلام کو اپنے ساتھ سفر میں لیجاوے تو مالک کو فسخ پہونچتا ہے اور جبکہ مالک غلام کے لیجانے پر راضی ہوگیا تو
مستاجر کو فسخ نہیں پہونچتا کذا فی الاصل ص یا دکان تجارت کے لیے کرایہ کو لی پھر مستاجر مفلس ہوگیا
یا ایک درزی نے ایک غلام نوکر رکھا سینے کے لیے پھر اوسنے یہ کام چھوڑ دیا ف فقہا نے کہا ہے کہ مراد درزی
سے وہ درزی ہے جو اپنا مال صرف کر کے سلائی کرتا ہے اور اوسکا مال جاتا رہا کیونکہ یہ البتہ عذر ہے لیکن جو درزی
جسکا مال سوا سوئی اور قینچی کے کچھ نہیں اور اجرت پر وہ سلائی کرتا ہے تو وہ مراد نہیں ہے اسواسطے کہ عذر متحقق نہیں
ہے کذا فی الاصل ص یا ایک جانور سفر کو جانیکے لیے کرایہ لیا پھر عزم سفر کا جاتا رہا اور جو کہ یہ بیٹھنے والے کا عزم
سفر کا جاتا رہا تو یہ عذر نہوگا ف اسواسطے کہ اوسکو ممکن ہے کہ جانور کے ساتھ اپنے شاگرد یا کسی اور مزدور کو بھیجدے
هدایہ ص اسیطرح خیاط نے اگر غلام کو اجارہ لیا واسطے سلائی کے پھر سلائی ترک کی اور صرافی کا ارادہ کیا
تو یہ عذر نہوگا اسلیے کہ ممکن ہے کہ ایک ہی دکان میں ایک طرف غلام سیا کرے اور دوسری طرف صرافی کرے
ف اور اگر مستاجر نے ایک گھر کرایہ کو لیا پھر ارادہ سفر کا کیا یا ایک پیشہ کے لیے دکان لی پھر پیشہ چھوڑ دیا تو عذر ہوگا

درمختار ص اسیطرح اگر موجر نے ایک چیز کو اجارہ مین دیا پھر وہ چیز بیچ ڈالی تو یہ عذر نہوگا ف بدون لاحق ہوئے دین کے اور بیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے گذرنے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن مستاجر کو فسخ بیع نہیں پہونچتا درمختار ص اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے جبکہ اپنی ذات کے لیے عقد اجارہ کیا ہووے اور اگر غیر کے لیے عقد اجارہ کیا ہے جیسے وصی یتیم کے لیے کرے ف یا باپ یا دادا لڑکے کے لیے ص یا وکیل موکل کی طرف سے یا متولی وقف تو ان کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہوگا

باب مسائل متفرقہ کے بیان مین

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی ٹھونٹیاں جلائین اور اوسکے سبب سے دوسرے کی زمین مین کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہین ہوگا اگر جلانے کے وقت زور کی ہوا نہووے اور جو ہوا زور کی ہووے تو تاوان دینا ہوگا ف اسیطرح اگر کوئی شخص اوس جا مین جہان رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اوس سے کوئی اور چیز مال یا جان تلف ہوجاوے تو ضامن نہوگا اور اگر وہان رکھے جہان رکھنے کا استحقاق نہو جیسے دوسرے کی ملک مین یا راہ مین تو ضامن ہوگا تو اگر راہ مین آگ ڈالدی اور اوس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دیگا الّا اوس صورت مین کہ ہوا اوس آگ کو اوڑا کر کہین لیجاوے اور اوس سے نقصان ہو تو ضامن نہوگا ہذا خلاصة الدر المختار ص اگر درزی یا رنگریز ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھاوے جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا کام لوگون سے لیکر دیوے نصفا نصف اجرت پر تو صحیح ہے ف برابر ہے کہ دونو کا پیشہ ایک ہو یا مختلف درمختار ص جیسے ایک اونٹ کرایہ لیوے ایک مقام معین تک یہ بیان کرکے کہ دو سیر ایک محمل لادا جاویگا اور دو شخص سوار ہونگے ف تو یہان اگرچہ اونٹ غیر معین ہے اور کجاوہ اور سوار دیکھے نہین گئے لیکن یہ اجارہ جائز ہے بوجہ رواج کے چنانچہ اب تک حجاج کا مکہ معظمہ مین یہی دستور ہے لیکن کجاوہ اور بوجھ دکھا دینا جمال کو بہتر ہے تاکہ بعد کو جھگڑا نہووے اور شافعی رح کے نزدیک یہ اجارہ درست نہین بوجہ جہالت کے ص تو اگر اونٹ کرایہ لیا لادنے ایک مقدار معین کے توشے کے بعد اوسکے اوس توشے مین سے کچھ کھالیا تو اوسکے بدلے اوسقدر توشہ اور بڑھا [illegible]

اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر غصب کیا اور مالک نے یہ کہا کہ تو میرے گھر کو خالی کردے ورنہ مین تجھسے ہر مہینے پیچھے اتنا کرایہ لونگا اور غاصب نے یہ سنکر گھر خالی نہ کیا تو اوسپر اوسقدر کرایہ لازم ہوگا جتنا مالک نے کہدیا تھا الّا اوس صورت مین کہ غاصب مالک کی ملک کا منکر ہووے اگرچہ مالک بعد اوسکے اپنی ملک پر گواہ قائم کرے یا مالک کی ملک کا اقرار کرتا ہووے لیکن اجرت دینے کا انکار کردیوے ف کہ ان دونون صورتون مین غاصب پر کرایہ ہی لازم نہ آویگا اسلیے کہ وہ اجارہ پر راضی نہین ہوا

ص صحیح ہے اجارہ اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور مساقات اور وکالت اور کفالت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور وصیت کرنا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور وقف کرنا (ان کا بیان آگے آویگا) ایک زمان آیندہ کی طرف نسبت کرکے جیسے محرم مین کہے کہ مینے یہ مکان تجکو کرایہ دیا غرہ رمضان سے فلانے سال تک ف بیع اور بیع کی اجازت درصورت [illegible] کے بیع کرنیکے اور فسخ کرنا بیع کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور [illegible] کرنا دین سے کہ ان چیزون کو زمانہ آیندہ کی طرف مضاف کرنا صحیح نہین ہے مسائل ملحقہ [illegible] سے پر اجرت لینا درست ہے کاتب کو کتابت کی اجرت پر سطر حرکہ ہر ورق مین غلطی کی [illegible] مالک کو اختیار ہے [illegible]

وہ کتاب لے لیوے اور کاتب کو اجرت مثل دیوے لیکن اجر معین سے زیادہ نہ دیوے اور چاہیے اپنے کاغذ اور روشنائی
کے دام پھیر لیوے صراف نے اجرت لیکر روپے پرکھ دیے پھر کچھ روپے کھوٹے نکلے تو اوسکے حساب سے اجرت پھیر لیجاویگی
دلال نے وہ کپڑا جسکو بیع کے لیے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلال پر تاوان نہیں ہے اگر مستاجر بسبب عذر
سفر کے فسخ اجارہ کیا چاہے اور موجر کو اوسکے قول کا یقین نہیں تو اوسکو قسم دیو یا اوسکے رفیقوں سے پوچھ لیو اگر ایک
شخص مدیون مرا اور اوسکے بعض اشیا لوگوں کے پاس بکرایہ ہیں جنکا زر کرایہ موجر پیشگی لے چکا تھا تو مستاجرین بعد مدت اجارہ اون چیزونکو قبضہ میں رکھینگے

کتاب المکاتب

مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے اوسکے آزاد کرنیکے لیے کچھ عوض ٹھہرا لیا ہو وہ کہ اتنا تو دیدیوے تو آزاد ہے ص
کتابت آزاد کرنا ہے غلام کا از روے تصرف کے بالفعل اور از روے رقبہ کے بعد ادا کرنے بدل کتابت کے ف
یعنی جسوقت عقد کتابت ہوا تو غلام آزاد ہو گیا باعتبار ید یعنی تصرف کے یعنے اوسکو اختیار تصرف کا اپنی کمائی میں
حاصل ہو گیا لیکن رقبہ یعنی ذات اوسکی بعد ادا ے بدل کتابت آزاد ہوگی تو اوسکو ملک ید بالفعل حاصل ہوتا ہے اور ملک
رقبہ مآل کار میں جواز کتابت کا کلام اللہ شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے فکاتبوہم ان علمتم فیہم خیرا یعنی مکاتب
کرو تم اونکو اگر جانو تم اونمیں بہتری اور یہ امر استحباب ہے ص تو اگر مکاتب کرے اپنے غلام کو اگرچہ صغیر عاقل ہو بعوض
اوس مال کے جو بالفعل یا بعد ایک مدت معین کے یا باقساط ٹھہرے ف اور شافعیؒ کے نزدیک کتابت حالہ یعنی جو بعوض
اوس مال کے ہووے جو نقد ٹھہرے درست نہیں ہے ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ غلام کسی سے قرض لیکر بالفعل دیدیوے یا مولی یوں
کہے کہ جبتک تیرے اوپر ہزار روپے کر دیتے تو اونکو قسطوں سے ادا کردے پہلی قسط اتنی اور اخیر قسط اتنی تو اگر تو ادا کریگا
تو آزاد ہو جاویگا اور اگر عاجز ہو جاویگا تو غلام ہو جاویگا اور غلام قبول کر لیوے صحیح ہوگا ف اگرچہ اسصورت میں مولی
نے لفظ کتابت کا نہ کہا اسواسطے کہ معنی اوسکے ادا کر دیوے ص اور وہ غلام مولی کے تصرف سے نکل جاویگا نہ اوسکی ملک سے
ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جبتک اوسپر ایک درم باقی ہے روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے
اور بھی روایت کیا ابوداؤد نے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جو غلام مکاتب کیا جاوے سو دینار پر تو سب ادا کر دیوے مگر دس دینار جب
بھی وہ غلام ہے ھدایہ ص تو اگر بعد کتابت کے مولی اوسکو آزاد کرے مفت آزاد ہو جاویگا اور تاوان دیگا مولی اگر اپنی لونڈی
مکاتبہ سے وطی کرے یا کوئی جنایت کرے اوسپر یا اوسکے لڑکے پر یا اوسکے مال پر ف یعنی جماع کیصورت میں
عقر دیگا اور جنایت نفس کی صورت میں دیت اور جنایت مال میں مثل اوس مال کے یا قیمت اوسکی کذا فی الاصل ص
اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا اوسکی قیمت پر یا ایک شخص اجنبی کی معین چیز پر یا سو دینار پر اس شرط سے کہ مولی اوسکو ایک
غلام غیر معین پھیر دیوے یا مسلمان نے مکاتب کیا اپنے غلام کو شراب یا سور کے عوض میں تو ان سب صورتوں میں
کتابت فاسد ہے اور مکاتب اگر شراب یا سور ادا کر دیگا تو آزاد ہو جاویگا لیکن اپنی ذات کی قیمت مولی کو دینا پڑیگی مگر مسمی سے
بڑھ جاویگی اور نہیں گھٹے گی اگر ایک جانور کے بدلے میں مکاتب کرے اور اوسکی جنس کہ اونٹ ہے یا گھوڑا وغیرہ بیان کر دیوے
تو درست ہے ورنہ نہیں اور غلام کو اوس جنس کا جانور متوسط القیمت دینا ہوگا یا اوسکی قیمت دینی ہوگی ف اصل کتاب میں

ان مقامات مین کچھ طول کیا ہے لیکن ہمنے بنظر اسکے کہ زمانہ حال مین مسائل مکاتب کی کم احتیاج پڑتی ہے ترک کیا ص اگر مولی بھی کافر ہو اور غلام بھی کافر ہو اور اوسنے مکاتب کیا غلام کو بعوض ایک مقدار معین کے شراب کے تو درست ہے اور جو اون دونون مین سے مسلمان ہو جاویگا تو مالک کو قیمت ملیجاویگی اور اگر مولی شراب لیگا تب بھی غلام آزاد ہو گا لیکن اپنی ذاتی قیمت دینا پڑیگی

باب تصرفات مکاتب کے بیان مین

مکاتب کو درست ہے خریدار و فروخت اور مسافرت گو شرط ہوگئی ہو کہ سفر نہ کرے اور اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اور اپنے غلام کا مکاتب کرنا پھر اگر مکاتب کے مکاتب نے بدل کتابت بعد مکاتب اول کے آزاد ہونے کے ادا کیا تو اوسکی ولا مکاتب کو ملیگی ورنہ اوسکے مولی کو ملیگی مکاتب کو اپنا نکاح کرنا بدون اذن مولی کے درست نہین ہے اسی طرح جائز نہین مکاتب کو ہبہ کرنا اگرچہ بعوض ہو اور نہ صدقہ مگر قدر قلیل کا اور نہ ضمانت اور نہ قرض دینا اور نہ اپنے غلام کا آزاد کر دینا اگرچہ بعوض مال کے ہووے اور نہ اپنے غلام کا بیچنا اوسکے ہاتھ ف اسلیے کہ یہ درحقیقت اعتاق ہے ص اور نہ اوسکا نکاح کر دینا اور باپ اور وصی کے اختیارات صغیر کی مملوک مین مثل مکاتب کے ہین اور ان امورات مین سے کسیکا مضارب اور شریک اور عبد ماذون کو بھی اختیار نہین ہے اور اگر مکاتب اپنے اصول یا فروع کو خریدے تو وہ بھی اوسکی کتابت مین داخل ہونگے تبعاً ف یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہونگے ورنہ مکاتب کے ساتھ وہ بھی مولی کے غلام ہو جاوینگے ص اور جو سوا اصول اور فروع کے اور رشتہ دارون کو خریدے تو وہ کتابت مین داخل ہونگے اگر مکاتب نے اپنی ام ولد کو بدون ولد کے خریدے تو اوسکی بیع بھی درست ہے اور جو ولد کے ساتھ خریدے تو اوسکی بیع جائز نہین ہے اور ولد مکاتب کی لونڈی کا اگر مکاتب اوسکو اپنا ولد کہے کتابت مین داخل ہو جاویگا اور اوسکی کمائی بھی مکاتب کی ہوگی اور اگر مولی نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو اپنے جو آپسمین جورو اور خاوند تھے مکاتب کیا بعد اسکے اون دونون سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا مان کی کتابت مین داخل ہو گا اور اوسکی کمائی بھی مان کو ملیگی ف اسواسطے کہ ولد تابع ہوتا ہے مان کا رق اور عتق اور فروعات مین اوسکے ص اگر مکاتب نے یا عبد ماذون نے باذن مولی ایک عورت سے نکاح کیا جو اپنے تئین آزاد کہتی تھی اور اوسکی اولاد ہوئی بعد اوسکے وہ کسیکی مملوک نکلی تو اولاد بھی اوسکی لونڈی کے مالک کی مملوک ہو جاویگی ف اور مکاتب اوسکو قیمت نہین لے سکتا البتہ یہی صورت اگر شخص آزاد مین ہووے تو وہ اپنی اولاد لونڈی کے مولی سے قیمت لے سکتا ہے ص اگر عبد ماذون یا مکاتب نے بغیر اذن مولی کے اپنی لونڈی سے وطی کی پھر وہ لونڈی کسی اور کی نکلی یا ایک لونڈی بطور فاسد خرید کر اوس سے وطی کی پھر وہ رد کی گئی مالک پر تو اونکو عقر فی الحال دینا پڑیگا اور جو ایک لونڈی سے بلا اذن مولی کے نکاح کر کے وطی کی تو عقر بعد آزادی کے دینا ہو گا اگر مولی نے اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے اب اوسکو اختیار ہے چاہے اپنے تئین عاجز کر دیوے ادای بدل کتابت سے اور مدبر ہو جاوے یا عقد کتابت پر چلا جاوے تو اگر مولی مر گیا اور سوا اس مکاتب کے کچھ مال نہین رکھتا تھا تو دو ثلث اپنی قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما کر دیوے ف یعنی مکاتب کو اختیار ہے اسلیے کہ اگر اوسکو فی الحال عتق منظور ہو گا تو دو ثلث قیمت کے کماویگا اور جو موجلاً منظور ہو گا تو دو ثلث بدل کتابت کے کماویگا اور صاحبین کے نزدیک جو دونون مین سے کم ہو گا اوسمین سعی کریگا ص اگر لونڈی مکاتبہ کا ولد ہوا اور مولی نے اوسکا دعوی کیا تو اب وہ لونڈی ام ولد مولی کی ہو گئی اب اوسکو اختیار ہے کہ خواہ اپنے عقد کتابت پر باقی رہے اور بدل کتابت ادا کر کے بالفعل آزاد ہو جاوے

یا اپنے تئین عاجز کرکے بعد موت مولی کے آزاد ہو جاوے تو اگر ابھی کتابت پر باقی ہے تو اوسکو پہونچتا ہے کہ عقد اپنا وصول کرے مولی سے اگر چاہے اگر کسینے ام ولد کو مکاتب بنایا تو وہ بعد مرجانے مولی کے مفت آزاد ہو جاویگی اور جو مدبر کو مکاتب کیا اور مولی مفلس مرا تو وہ دو ثلث مین اپنی قیمت کے یا کل بدل کتابت مین سعی کریگا اور اگر مولی نے مکاتب ہزار روپے بدل کتابت یا قبالہ ٹھہرانے بعد اوسکے اوس ہزار کے عوض مین پانسو روپے نقد پر صلح کرلی تو درست ہے اگر کوئی بیمار اپنے غلام کو دو ہزار کے عوض پر ایک میعاد تک مکاتب کیا اور بدل کتابت یعنی دو ہزار اوسکی قیمت سے دو چند مین یعنی قیمت اوسکی ہزار روپیہ کے بعد اوسکے وہ بیمار مرگیا اور وارثون نے میعاد منظور نہ کی تو غلام مذکور دو تہائی بدل کتابت فی الحال ادا کردیوے اور باقی ایک تہائی اپنی میعاد تک دیتا رہے اور اگر یہ نکر سکے تو غلام رقیق ہو جاوے **ف** یعنی عقد کتابت کو لغو کردیوے اور رقیق بن جاوے یہ مذہب شیخین کا ہے اور محمد کے نزدیک اختیار ہے کہ خواہ دو ثلث اپنی قیمت کے فی الحال دیدیوے اور باقی میعاد تک غلام بنا رہے **مص** اور جو بدل کتابت کم ٹھہرایا اور قیمت اوسکی دو چند ہے بدل کتابت سے تو غلام کو اختیار ہے چاہے دو ثلث قیمت کے فی الحال دیدیوے یا غلام بن جاوے اگر ایک آزاد نے مولی سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب کرلے اتنے روپیون پر خواہ یہ بھی کہا کہ اگر مین ادا کرون تو وہ آزاد ہے یا نہ کہا اور مولی نے اوسکے کہنے سے مکاتب کردیا تب شخص آزاد نے اوسقدر روپے مولی کو ادا کردیے تو وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور شخص اجنبی وہ روپیہ اپنے غلام سے نہین لے سکتا اور جو غلام کو اسکی خبر پہونچی اور وہ سنتے اس عقد کو قبول کیا تو وہ مکاتب ہو جاویگا اگر ایک شخص دو غلامون کو مکاتب کرے جنمین ایک حاضر اور ایک غائب ہے مثلاً غلام حاضر مولی سے یہ کہے کہ مکاتب کر مجکو اور فلانے غلام کو جو غائب ہے ہزار روپے پر اور مولی نے مکاتب کردیا اور غلام حاضر نے قبول کیا تو اب ان دونون مین سے جو کوئی بدل کتابت ادا کریگا مولی کو لینا پڑیگا اور دونون آزاد ہو جاوینگے اور جو ادا کریگا وہ دوسرے سے اوسکا حصہ نہین لے سکتا بلکہ ہر ایک دوسرے کے حصے مین متبرع ہوگا اور بدل کتابت کا مواخذہ غلام غائب سے نہوگا اور قبول اوسکا بھی لغو ہے نظیر اسکی مسائل سعیر رہن ہے صورت اوسکی یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک چیز عاریت لیکر بکر پاس اوسکو گرو کرکے اپنا قرضہ ادا کیا اب عمرو کو اوسکے چھوڑانے کی حاجت پڑی اور وہ زر رہن لیکر بکر پاس گیا تو بکر جبر کیا جاویگا زر رہن کے قبول کرنے پر اور وہ شے عمرو کو دلا دیجاویگی مگر یہان اتنا فرق ہے کہ عمرو وہ زر رہن زید سے پھیر لیگا اگر ایک لونڈی اپنے اور اپنے دو بچون کی طرف سے عقد کتابت کیے تو صحیح ہے اب تینون مین سے جو ادا کردیگا مولی کو لینا پڑیگا اور سب آزاد ہو جاوینگے اور کوئی دوسرے سے اوسکا حصہ مجبر نہین لے سکتا

باب غلام مشترک کے مکاتب کرنیکے بیان مین

زید اور عمرو ایک غلام مین شریک ہین اونمین سے ایک نے مثلاً زید نے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصے کو ہزار روپے کے عوض مین مکاتب کرکے بدل کتابت وصول کرلینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام ادا سے عاجز ہوگیا تو جو لیا ہے وہ عمرو کا ہے نہ زید کا ایک لونڈی مکاتبہ زید اور عمرو مین مشترک تھی اوسکا ایک ولد ہوا تب زید نے [illegible] دوسرا ولد ہوا تب عمرو نے دعوی کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی ادا بدل کتابت سے تو وہ لونڈی زید کی ام ولد ٹھہرگی اور زید عمرو کو آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھا عقر ادا کرے اور یہ دوسرا لڑکا عمرو کا ٹھہریگا اور [illegible] اور قیمت [illegible] اگر عمرو نے اوس لونڈی سے

صحبت نہین کی بلکہ اوسکو مدبر کر دیا اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی تو مدبر کرنا عمرو کا باطل ہوگا اور وہ لونڈی ام ولد زید کی ہوگی
اور ولد بھی زید کا ہوگا لیکن زید نصف عقر اور نصف قیمت لونڈی کی عمرو کو ادا کریگا اور اگر زید یا عمرو مین سے کسی نے اوسکو
آزاد کر دیا اور آزاد کرنے والا مالدار ہے اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی بدل کتابت سے تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو نصف
قیمت کا تاوان دیکر لونڈی سے وصول کر لیوے ایک غلام دو شخصون مین مشترک تھا ایک نے اوسکو مدبر کیا اور دوسرے نے
اوسکو آزاد کیا اور آزاد کرنے والا غنی ہے یا اسکا اولٹا ہوا یعنی پہلے ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے اوسکو مدبر کیا تو مدبر کرنیوالا خواہ
اپنا حصہ بھی آزاد کر دیوے یا غلام سے سعی کرا لیوے دونون صورتون مین اور پہلی صورت مین صرف یہ بھی
اختیار ہے کہ اپنے شریک سے ضمان لے لیوے **ف** اس مقام کی اصل مین طول کیا ہے ہمنے اوسکو ترک کیا

ص باب مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اوسکے مالک کے مرنے کے بیان مین

اگر مکاتب ایک قسط کے دینے سے عاجز ہو جاوے اور کہین سے اوسکو مال ملنے کو ہو تو حاکم اوسکے عجز کا تین دن تک
حکم نہ کرے **ف** اور جب تین دن بھی گذر جاوین اور وہ قسط ادا نکرے تو اوسکے عجز کا حکم کر دیوے گذا فی الاصل
ص اور جو اوسکو کہین سے مال ملنے والا نہووے تو حاکم اوسکو اوسی وقت عاجز کر دیوے **ف** یہ امام ابو حنیفہ اور
محمد کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک حاکم مکاتب کو عاجز نکرے جب تک اوسپر دو قسطین نہ چڑھیں دلیل امام ابو یوسف کی
قول ہے حضرت علی کا کہ جب مکاتب پر دو قسطین چڑھ جاوین تو غلامی مین رد کیا جاوے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے
مصنف مین ہم یہ کہتے ہین کہ معارض ہے اوسکی وہ جو مروی ہے ابن عمر سے کہ ایک مکاتبہ اونکی عاجز ہو گئی ایک قسط ادا کرنے
سے تو رد کیا اوسکو طرف غلامی کے ذکر کیا اس اثر کو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے کہا غریب ہے **ص** اور عقد کتابت کو
حاکم فسخ کرے اگر مکاتب فسخ پر راضی نہووے اور جو مکاتب خود فسخ پر راضی ہووے تو مولی بھی اوسکو فسخ کر سکتا ہے
پھر جب عقد کتابت فسخ ہو گیا تو وہ مکاتب بدستور سابق غلام بن جاویگا اور جو کچھ مال اوس پاس ہوگا وہ سب مولی کا ہو جاویگا
تو اگر مکاتب قبل ادا بدل کتابت کے اوسقدر مال چھوڑ کر جس سے بدل کتابت ادا ہو سکے مر جاوے تو عقد کتابت فسخ نہوگا اور اوسکے
ترکہ مین سے بدل کتابت ادا کرکے اوسکی آزادی کا حکم آخر حیات مین کرینگے اور جو کچھ مال بعد ادا کرنے بدل کتابت کے بچ رہیگا وہ اوسکے
وارثون کو ملیگا اور وہ اولاد اوسکی آزاد ہو جاویگی جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہے یا اونکو خریدا ہووے یا اوسکے ساتھ مکاتب
کیا گیا ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر **ف** اور شافعی کے نزدیک موت مکاتب سے اگرچہ مال چھوڑ کر مرے عقد کتابت فسخ ہو جاویگی
دلیل ہمارے مذہب کی قول حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود کا ہے جسکو بیہقی نے روایت کیا اور دلیل شافعی کی قول زید بن
ثابت کا ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے کذا فی التخریج للزیلعی **ص** اور جو اسقدر مال چھوڑ کر نہ مرے تو جو اولاد اوسکی حالت
کتابت مین پیدا ہوئی ہے تو وہ اپنے باپ کی قسطون کے ادا کرنے مین کوشش کریگی اور جب قسطین ادا کر دیگی تو اوسکا اور اونکے باپ
کی آزادی کا قبل موت کے حکم کیا جاویگا اور جس اولاد کو مکاتب نے حالت کتابت مین خرید تھا اونکو یہ حکم ہوگا کہ اگر بدل کتابت
نقد دیوے تو آزاد ہو ورنہ غلام ہو جاویگی **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک انکا بھی حکم مثل اوسی اولاد
کے ہے جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہووے **ص** تو اگر مکاتب مر جاوے اور ایک لڑکا اوسکا ہو جو عورت حرہ سے او راسقدر

قرض کسی پر چھوڑے کہ اوسکے بدل کتابت کو کافی ہووے اور وہ لڑکا کوئی جنایت کرے اور تاوان جنایت کا حکم ماں کے عاقلہ پر کیا جاوے تو یہ مکاتب کے عاجز ہونیکا حکم نہوگا البتہ اگر موالی ماں کے اور موالی باپ مکاتب کے ولد کے ولا میں نزاع کریں اور ولا کا حکم موالی ام کے لیے کیا جاوے تو یہ حکم عجز مکاتب کا ہوگا اگر مکاتب نے مال زکوۃ لیکر مولی کو بدل کتابت میں ادا کیا بعد اوسکے عاجز ہوگیا تو وہ مال مولی کو حلال رہیگا ف اگرچہ مولی مصرف زکوۃ کا نہیں ہے لیکن مکاتب مصرف ہے تو اگر اوسنے لیکر مولی کو ادا کیا پھر عاجز ہوگیا تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال مولی کو درست نہووے اسلیے کہ مولی غنی ہے اور غنی کو زکوۃ لینا درست نہیں ہے بالجملہ مولی کو وہ مال خوش اور حلال ہے اسواسطے کہ اوسنے جسوقت لیا تھا بعوض عتق لیا تھا اور غلام نے بطور صدقہ لیا تھا جیسا حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے بریرہ لونڈی سے فرمایا تھا کہ تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ ہے کذا فی الاصل ص اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی کو اسکی خبر تھی اوسنے مکاتب کردیا پھر وہ عاجز ہوگیا تو اب مولی کو اختیار ہے چاہے اوس غلام کو بعوض جنایت کے دیدیوے یا جنایت کا تاوان ادا کرے اور اگر حالت کتابت میں تاوان جنایت کا حکم ہوا پھر وہ عاجز ہوگیا تو بیع کیا جاویگا اور کتابت مالک کے مرجانے سے فسخ نہیں ہوتی بلکہ مکاتب مولی کے وارثونکو حسب دستور اقساط ادا کرے تو اگر بعض وارث اوسکو آزاد کردیں تو صحیح نہوگا البتہ اگر کل وارث آزاد کردیوین تو مفت آزاد ہوجاویگا

کتاب الولاء

اسمین ولا کا بیان ہے ولا نام اوس ترکہ کا ہے جسکا آدمی مستحق ہوتا ہے بوجہ آزاد کرنیکے یا بسبب عقد موالاۃ کے تو ولا دو قسم ہے ایک ولاء عتاقہ دوسرا ولاء موالاۃ تو پہلے بیان ولاء عتاقہ کا ہوتا ہے ص جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے اعتاق سے یا غیر وغیرہ سے اوسکے مثل کتابت اور تدبیر اور استیلاد کے یا اپنے ذی رحم کے محرم کے مالک ہوجانے کی وجہ سے تو ترکہ اوسکا یعنی ولاء اوسکی مولی کو ملیگی اگرچہ ولا نملنے کی شرط ہوگئی ہو ف اسواسطے کہ یہ شرط مخالف ہے مقتضی عقد کے تو عتق نافذ ہوگا اور شرط باطل ہوجاویگی اگر کوئی کہے کہ مدبر اور ام ولد تو بعد مولی کے مرنے کے آزاد ہوتے ہیں تو اونکی ولا مولی کو کیسے ملیگی ہم کہینگے کہ صورت اسکی یون ہے کہ مولی مرتد ہوکر دار الحرب چلا جاوے اور قاضی اوسکی موت کا حکم کرکے اوسکے مدبر اور ام ولد کی آزادی کا حکم کردیوے بعد اوسکے مولی پھر مسلمان ہوکر چلا آوے اب وہ مدبر یا ام ولد مرجاوے تو ولا اونکی مولی کو ملیگی کذا فی الاصل دلیل اس باب میں قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا کہ ولا اوسکو ہے جو آزاد کرے روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے حضرت عائشہ رض سے اور فرمایا آپ نے کہ مولی قوم کا قوم میں ہے اور حلیف اونکا بھی اوسی قوم میں ہے اور حلیف سے مراد مولی الموالاۃ ہے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے اور حضرت حمزہ رض کی بیٹی کی ایک معتقہ مرگئی اور ایک بیٹی چھوڑ گئی سو حضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے آدھا مال اوسکی بیٹی کو دلایا اور آدھا حضرت امیر حمزہ رض کی بیٹی کو روایت کیا اوسکو نسائی نے اور حاکم نے مستدرک میں ص جسنے ایک لونڈی کو آزاد کیا اور خاوند اوسکا غلام تھا کسی اور شخص کا اب وہ لونڈی وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم میں ایک بچہ جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے معتق کو ملیگی اور غلام کے مولی کو نملیگی اگرچہ غلام کا مولی بھی اوسکو آزاد کردیوے یہی حکم ہے اگر دو بچے جنی توام ہوں اور پہلے کی ولادت وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم میں ہووے البتہ اگر وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو ولا بچہ کی لونڈی کے مولی کو ملیگی لیکن اگر باپ کا مولی باپ کو آزاد کردیوے تو وہ ولا اپنے بیٹے کی

یعنی قوم کیطرف کھینچ لیگا **ف** یعنی اب اگر وہ بچہ مریگا بعد باپ کے مرجانے کے تو ولاء اوسکی مولی اب کو ملیگی سو اسطے کہ ولا
بمنزلہ نسب کے ہے اور نسب آبا کی طرف ہوتا ہے تو اسیطرح ولا بھی ہوگی فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ولا ایک اپنایت ہے
مثل اپنایت نسب کے نہیں بیع کی جاتی ہے اور نہ ہبہ کی جاتی ہے روایت کیا اوسکو شافعی نے اور صحیح کیا اوسکو
ابن حبان نے اور حاکم نے **ص** ایک عجمی نے کہ مولی الموالاۃ ہے اوس عورت سے نکاح کیا جسکو عربی نے آزاد کیا تھا اور
اوسکا بچہ پیدا ہوا تو ولاء اوسکے بچے کی ماں کے مولی کو ملیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک باپ کے مولی کو ملیگی اور مولی
عتاقہ عصبہ ہے سببی اور عصبات نسبی **ف** جیسے باپ بیٹا وغیرہ **ص** مقدم ہیں اوسپر اور وہ مقدم ہیں ذوی الارحام پر
ف یعنی معتق جو صاحب فرض سے بچے گا لے لیگا اور اگر کوئی صاحب فرض نہوگا تو کل مال لے لیگا اسواسطے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کو جسنے ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا تھا کہ اگر وہ مرجاویگا اور کوئی عصبہ نچھوڑیگا
تو مال اوسکا تجھے ملیگا روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور بھی روایت کیا عبد الرزاق نے زید بن ثابت سے کہ وہ میراث دلاتے تھے مولی عتاقہ کو نہ ذوی الارحام
کو اور عصبات نسبی تین قسم ہیں ایک عصبہ بنفسہ یعنی وہ مذکر جسکا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور میت کیطرف اگر اوسکو نسبت کرین
تو بیچ میں عورت کا واسطہ نہ آوے اور ایک عصبہ بغیرہ یعنی وہ عورت جو مذکر کے سبب سے عصبہ ہوجاوے جیسے بیٹی ساتھ بیٹے کے
ایک عصبہ مع الغیر جو دوسرے صاحب فرض کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جیسے بہن ساتھ بیٹی کے تو یہ سب قسم عصبات کے مقدم ہیں
مولی عتاقہ پر اور مولی عتاقہ مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی اون وارثون پر جنکا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور اونکی نسبت بیچ میں
میت کے عورت کا واسطہ آتا ہے جیسے نانا اور بیٹی کی اولاد وغیرہ کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** تو اگر مولی مرجاوے بعد اوسکے
وہ غلام آزاد مرے تو اوسکا ترکہ مولی کے قریب تر عصبہ کو موافق فرائض کے ملیگا اور عورتون کو ولا نہ ملیگی مگر اوس غلام
کی جو وہ خود آزاد کرین جیسا حدیث میں آیا ہے **ف** پوری حدیث یون ہے کہ عورتون کو ولا نہیں ہے مگر اوس غلام کی جو وہ خود
آزاد کرین یا اونکا آزاد کیا ہوا آزاد کرے یا وہ خود مکاتب کرین یا اونکا مکاتب مکاتب کرے یا وہ خود مدبر کرین یا اونکا مدبر مدبر
کرے یا اونکا آزاد کیا ہوا غلام ولا کو کھینچ لاوے یا آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ولا کو کھینچے انتہی لیکن یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے

فصل ولای موالات کے بیان میں

ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا اس اقرار پر کہ نومسلم کا وہ شخص مولی ہے تو نومسلم کے مرنے کے بعد وہ اوسکے مال کا
وارث ہوگا اور اگر وہ نومسلم کچھ قصور کرے تو اوسکی طرف سے دیت دیگا یا اسلام کسی اور کے ہاتھ پر لایا اور ایک شخص سے
بھی عقد موالاۃ کیا تو یہ عقد صحیح ہے اسصورت میں اگر وہ مسلم مریگا تو یہ شخص اوسکا وارث ہوگا اور اوسکی طرف سے درصورت ہوجانے
جنایت کے تاوان دیگا **ف** اور شافعی کے نزدیک یہ عقد غیر صحیح ہے اور ہماری دلیل قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَالَّذِينَ عَقَدَتْ
أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ اور یہ آیت عقد موالاۃ میں اوتری ہے اور روایت کیا ابو داؤد نے تمیم داری سے کہ پوچھے
گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا طریقہ ہے اوس شخص میں کہ مسلمان ہو دوسرے کے ہاتھ پر فرمایا آپ نے وہ شخص جسکے ہاتھ
پر مسلمان ہوا زیادہ حقدار ہے اوس نومسلم کا حیات اور ممات میں ہدایہ **ص** لیکن مولی الموالاۃ اوسصورت میں وارث
ہوگا کہ اوس شخص کا دوسرا کوئی وارث نہو ذوی الارحام میں سے بھی اور جب تک مولی الموالاۃ نے اوس شخص کیطرف سے

یا اوسکے ولد کی طرف سے تاوان جنایت کا نہین دیا ہے تو اوسکو درست ہے کہ اوسکو چھوڑ کر اور کسیکو اپنا مولی الموالاۃ بناوے
اور اگر تاوان دیچکا تو درست نہین اور غلام آزاد کو درست نہین کہ کسیکو مولی الموالاۃ بناوے ف اسواسطے
کہ اوسکا مولی عتاقہ موجود ہے اور ولاء موالاۃ کی شرط یہہ ہے کہ وہ شخص مجہول النسب ہووے دوسرے یہہ کہ
عربی نہ ہووے کیونکہ عربون کے قبائل موجود ہین تو اون کے سوا غیر کیسے وارث ہو سکتا ہے واللہ اعلم بالصواب

کتاب الاکراہ

یعنی زبردستی ایک کام کرانے کا بیان ص اکراہ وہ فعل ہے جسکو آدمی غیر پر کرے اسطرح سے کہ اوس غیر کی رضامندی جاتی
رہے یا اوسکا اختیار فاسد ہوجاوے باوجود باقی رہنے اہلیت کے ف یعنی اکراہ دو قسم ہے ایک وہ جو رضامندی مکرہ کو فوت
کردیوے جیسے تہدید کرنا حبس اور ضرب سے دوسرے یہ کہ فاسد کردیوے اوسکے اختیار کو مثلاً تہدید کرنے قتل سے یا کسی عضو کے
قطع سے تو رضامندی کا فوت ہوجانا عام ہے فساد اختیار سے مثلاً حبس اور ضرب مین رضامندی فوت ہوجاتی ہے لیکن اختیار
صحیح رہتا ہے اور قتل کی صورت مین بھی رضامندی فوت ہوتی ہے اور اختیار بھی صحیح نہین رہتا بلکہ فاسد ہوجاتا ہے تحقیق اسکی یہہ ہے
کہ رضا کے مقابلہ مین کراہت ہے اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہے تو حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہے تو رضا
معدوم ہے لیکن اختیار موجود ہے ساتھہ وصف صحت کے اسواسطے کہ اختیار جب فاسد ہوتا ہے کہ تلف جان یا عضو کا خوف
ہووے دیکھو جس امر مین جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہے اوس سے باز رہنا حیوانات کی طبیعت مین جبلی اور خلقی ہے کیا تو
نہین دیکھتا کہ قوۃ واہمہ اسکا انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روکتی ہے بلند مکان سے گرنے سے یا آگ مین پڑنے سے وقت
گمان تلف کے تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن اختیار ضروری ہے جو جبر سے قریب ہے اسی طرح اوس اکراہ مین جو تلف
جان یا عضو سے ہووے اختیار ہے باز رہنے کا متلف ہلاک سے لیکن اختیار فاسد ہے اسلیے کہ انسان اوسمین حیث الطبع مجبول اور
مخلوق ہے باوصف اسکے اہلیت دونون قسم کی اکراہ مین باقی ہے تکلیفی اور غیر تکلیفی مین واسطے پائے جانے عقل اور بلوغ کے
کذا فی الاصل ص اکراہ کی شرطین یہہ ہین کہ اکراہ کرنے والا قادر ہو اوس امر پر جسکا خوف دلاتا ہے برابر ہے کہ وہ بادشاہ ہو
یا چور ہو ف یا اور کوئی شخص جابر ہووے مثلاً زوج اپنی زوجہ کے حق مین اسیطرح مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون
مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروادے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین ہے اور نہ دیت تو قاتل مقتول
کی میراث سے محروم ہوگا اگر اوسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی ص اور امام اعظم سے
ایک روایت ہے کہ اکراہ سوا سلطان کے اور کوئی نہین کرسکتا تو شاید یہہ قول اونکا بنظر اپنے زمانے کے ہووے ف
والا بنظر زمانہ حال سوا سلطان کے اور لوگ بھی اکراہ کرسکتے ہین ہدایہ ص دوسرے یہہ کہ مکرہ کو ظن غالب ہوجاوے اس بات کا
کہ مکرہ اوسکے ساتھہ وہ امر کریگا جسکا خوف دلاتا ہے تیسرے یہہ کہ وہ امر جسکا مکرہ خوف دلاتا ہے ایسا ہو جو رضامندی کو معدوم کردیوے
جیسے تلف نفس یا عضو یا اور کوئی چیز جو غم و اندوہ کو موجب ہووے جیسے ضرب اور حبس وغیرہ ف جاننا چاہیے کہ یہہ
امر مختلف ہے باعتبار اختلاف مردم کے مثلاً کمینے اور ذلیل لوگ کبھی اونکو ضرب اور حبس سے کچھہ باک اور غم نہین ہوتا تو اونکو
ضرب خفیف اور حبس قلیل سے اکراہ نہوگا بلکہ ضرب شدید سے اور حبس مدید سے اور اشراف کو ایک سخت کلمہ کہنے سے نہایت

درجے اندوہ اور ملال ہوتا ہے تو اونکے حق مین اسی قدر اکراہ کے لیے کافی ہے کذا فی الاصل ص چوتھی یہ کہ مکرہ اوس کام کے
کرنے سے جسپر جبر کیا جاتا ہے رکتا ہو قبل اکراہ کے اپنے حق کے لیے جیسے اپنا مال بیچڈالنے یا تلف کرنے مین یا اپنے غلام آزاد
کرنے مین یا دوسرے کے حق کے لیے جیسے کسی شخص غیر کے مال تلف کرنے مین یا شرع کے حق کی وجہ سے مثلاً شراب پینے
یا زنا کرنے مین تو اگر کوئی شخص جبر کیا گیا بتخویف قتل یا ضرب شدید یا حبس ف مدید برخلاف ضرب خفیف
اور حبس قلیل کے مگر صاحب منصب اور عزت کے لیے اسی قدر کافی ہے درمختار ص اور اگر اوسنے اس جبر کے سبب سے
اپنا مال بیچڈالا یا کسی چیز کو خریدا یا کسی طرح کا اقرار کیا اپنے اوپر یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اوس شخص کو اختیار ہے کہ ان
عقود کو فسخ کر ڈالے ف اور حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہوگا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی ہوگا اسی طرح
ساقط نہوگا مشتری کی موت اور چند مرتبہ دست بدست اوسکی بیع ہو جانے سے یا مبیع مین زیادت ہو جانے سے
درمختار ص یا اونکو نافذ کردیوے (یعنی لازم کردے) ف یعنی وہ عقود موقوف رہین گے اسکی فسخ اور امضا پر ص تو قبل نافذ کرنے
مالک کے یہ عقود فاسد ہونگے نہ باطل اسی لیے اگر مشتری اوس غلام کو جو بحالت اکراہ بائع نے بیچا ہے اپنے قبضہ مین کرکے آزاد کردیوے
تو اعتاق اوسکا صحیح ہو جاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجبی لازم آویگی ف مثل اعتاق کے اور تصرفات ہین جنکا نقض
نہین ہوسکتا وہ سب صحیح ہو جاوینگے جیسے تدبیر استیلاد وغیرہ درمختار ص تو اگر بائع نے اپنی خوشی سے ثمن اوس چیز
کی لے لی یا مبیع کو خوشی سے مشتری کو دیدیا تو بیع نافذ ہو گئی اور اگر زبردستی سے ثمن لے لی تو بیع نافذ نہوگی بلکہ بائع اگر
اوسکے پاس وہ ثمن باقی ہے تو پھیر سکتا ہے ف اور جو بائع پاس وہ ثمن تلف ہو جاوے تو اوسپر تاوان کچھ نہوگا اسلیے
کہ اوسکے پاس ثمن امانت تھی ص بائع نے بجبر ایک شے کو بیچا اور مشتری نے بلا جبر اوسکو خریدا بعد اوسکے وہ مبیع مشتری
پاس تلف ہو گئی تو اوسکی قیمت کا تاوان بائع کو دیگا اور بائع کو اختیار ہے کہ اوسکی قیمت کا تاوان خواہ مشتری سے وصول
کرے خواہ اوس شخص سے جسنے اوسپر جبر کیا تھا تو اگر اوسنے مکرہ سے وصول کیا تو مکرہ مشتری سے وصول کرلیوے اور اگر
مشتری سے وصول کیا تو اب جو خرید بعد ضمان لینے کے ہوئی ہوگی نافذ ہوگی نہ وہ خرید جو قبل ضمان لینے کے ہوئی ہوگی
ف یہان پر دو مسئلے ہین پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے
اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لیوے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ
بیع کرے اور ثانی ثالث کے ساتھ اور ثالث رابع کے ساتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت
کا لیوے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز
ہو جاوینگی اور مصنف نے ان دونون مسئلون کو خلط کردیا کذا فی الطحطاوی ص اگر کوئی شخص اکراہ کیا گیا مردار کے کھانے پر
یا شراب یا خون پینے پر یا سور کے گوشت کھانے پر حبس یا ضرب یا بیڑی کی تہدید سے تو ان چیزون کا تناول
درست نہین ف اسواسطے کہ یہ اکراہ غیر ملجی ہے تو انمین ضرورت نہین ص البتہ اگر تخویف کیا گیا ساتھ
قتل یا قطع کسی عضو کے تو درست ہے ف اسواسطے کہ یہ اکراہ ملجی ہے اور یہان ضرورت واقع ہے اور ان چیزون کی حرمت
سے بنص آیت حالت اضطرار مستثنی ہے فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ترجمہ سوا اسکے نہین کہ حرام کیا اوپر تمہارے
مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جاوے اوپر اوسکے واسطے غیر خدا کے پس جو کوئی بے بس ہو نہ حد سے نکل جانے والا اور نہ تجاوز
کرنے والا سو نہین ہے گناہ اوپر اوسکے انتہی ص سو اگر اوسنے صبر کیا اور قتل ہو گیا اور ان چیزون کو نہ کھایا تو گنہگار ہوگا جیسے
حالت شدت بھوک مین ف اگر ان چیزون کو نہ کھاویگا تو گنہگار مریگا البتہ اگر کفار کے غصہ دلانے کے لیے یا
مسئلہ معلوم نہونے کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہوگا در مختار ص اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہوا کفر پر
یا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برا کہنے پر تو اوسکو رخصت ہے کہ اپنی زبان سے کہدیوے مگر دل مین اپنا اعتقاد اور یقین
مضبوط رکھے ف اگر حبس یا ضرب یا قید سے تخویف ہوئی تو کلمہ کفر کہنا ہرگز جائز نہین ہے دلیل اسمین قول ہے اللہ تعالی کا
اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ یعنی مگر جو شخص اکراہ کیا جاوے اور دل اوسکا مطمئن ہے ساتھ
ایمان کے انتہی اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین محمد بن عمار بن یاسر سے کہ مشرکین نے اونکے باپ عمار بن یاسر کو
پکڑا تو نہ چھوڑا اونکو یہانتک کہ برا کہوایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تعریف کرائی اپنے بتون کی تو جب آئے عمار حضرت
پاس سجدہ کر کیا انھون نے یہ واقعہ تب پوچھا حضرت نے کہ کسطرح پایا تو نے اپنے دل کو کہا عمار نے کہ میرے دل مین ایمان
مضبوط تھا تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر پھر مشرکین ایسا کرین تو تو بھی ایسا ہی کر زیلعی در مختار مین ہے کہ
اگر توریہ کا خیال اسکو آیا اور اسنے توریہ نہ کیا تو عورت اوسکی دیانۃً اور قضاءً بائن ہو جاویگی اور جو اوسکے دل مین توریہ کا بالکل
خیال نہ آیا اور دل مین اوسکے ایمان مضبوط تھا تو عورت اوسکی بائن نہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً طحطاوی ص اور جو زبان سے
بھی نہ کہے اور صبر کرے اور قتل یا قطع ہو جاوے تو ثواب پاویگا اور سوا قتل و قطع کی تخویف کے اور قسم کی تہدید مین رخصت
نہین ہے ف اسواسطے کہ عمار بن یاسر اور خبیب رض دونون اس آفت مین مبتلا ہوئے تھے تو عمار بن یاسر نے رخصت پر
عمل کیا اور خبیب نے نہ کہا یہانتک کہ سولی دی گئی تو نام اونکا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہدا رکھا کذا فی الھدایۃ
ص اور اگر قتل یا قطع کی تہدید سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے مال تلف کرنے پر یا ذمی کے مال تلف کرنے پر ص تو اوسکو جائز ہے کہ تلف کر ڈالے
ف اور اگر تلف نکریگا اور صبر کریگا تو ثواب پاویگا در مختار ص اور صاحب مال تاوان اوسکا مکرِہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے
سے لیگا نہ مکرَہ بالفتح سے یعنی جسپر اکراہ ہوا اور جو قتل یا قطع کی تخویف سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے قتل کر ڈالنے پر ف یا اوسکے
کسی عضو کاٹنے پر یا گالا دینے یا مار ڈالنے پر یا جان کے جلانے پر یا پانی مین ڈبونے پر یا زنا کرنے پر ص تو اوسکو رخصت
نہین ہے کہ ان کامون کو کرے باینہمہ اگر اوسنے قتل کر ڈالا تو قصاص مکرِہ بالکسر پر ہوگا نہ مکرَہ بالفتح پر ف اور زفر کے نزدیک
مکرَہ بالفتح پر اور شافعی کے نزدیک دونون پر اور ابو یوسف کے نزدیک کسی پر نہوگا اور اگر اوسنے زنا کی تو حد نہ پڑیگی استحساناً بلکہ
زانی مامور مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہووے اسواسطے کہ حد اور مہر دونون کے دونون ساقط نہین ہو جاتے در مختار
ص صحیح ہے نکاح اور طلاق اور عتاق مکرَہ کا ف اسواسطے کہ یہ عقود ہمارے نزدیک صحیح ہو جاتے ہین اکراہ سے
جیسے ہزل اور خوش طبعی سے اور شافعی کے نزدیک صحیح نہین ہوتے اور دلائل ہمارے کتاب الطلاق مین گذرے
ص تو اگر طلاق پر اکراہ کیا اور اوسنے طلاق دیدیا تو مکرَہ بالفتح مکرِہ بالکسر سے نصف مہر مسمی ف ورنہ نصف متعہ

اگر مہر مقرر نہوا ہو ص جو عورت کو دینا پڑا پھیر لیوے یہ صورت جب ہی کہ مکرہ بالفتح نے اپنی عورت سے وطی نہ کی ہووے اور جو وطی کر چکا ہووے تو کچھ پھیر نہیں سکتا ف اسلیے کہ مہر اوسپر وطی سے واجب ہو چکا تھا ص اسیطرح عتاق میں قیمت غلام کی مکرہ بالکسر سے پھیر لیوے اور یہی صحیح ہی نذر اور یمین اور ظہار اور رجعت اور ایلا اور رجوع ایلا سے حالت اکراہ میں اور جائز ہی اسلام اکراہ سے لیکن اگر وہ شخص پھر جاویگا اسلام سے تو قتل نہ کیا جاویگا ف یعنی زبردستی سے اسلام لاکر پھر کافر ہوگیا تو اوسکو قتل نہ کرینگے جیسے اور مرتدین کو قتل کرینگے اسواسطے کہ اوسکے اسلام میں شبہہ ہی کہ شاید اوسنے دل سے قبول نکیا ہووے لیکن جبر کیا جاویگا اسلام پر اسلام مع الاکراہ اسلیے صحیح ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم کیا گیا میں اس بات کا کہ قتال کروں لوگوں سے یہانتک کہ کہیں وہ لوگ لا الہ الا اللہ یعنی نہیں ہی کوئی معبود سوا خدا کے روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ابن عمرؓ سے اور اس حدیث کو اسی قدر شارح وقایہ نے بیان کیا لیکن پوری حدیث صحیحین میں یوں ہی کہ مجکو اس بات کا حکم ہوا کہ قتال کروں لوگوں سے یہانتک کہ وہ شہادت دیں اس بات کی کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اور قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکوۃ کو تو جب انھوں نے ان کاموں کو کیا بچا لیا انھوں نے مجھسے اپنے خونوں کو اور مالوں کو مگر بسبب حق اسلام کے اور حساب اونکا اللہ پر ہی انتہی ص صحیح نہیں حالت اکراہ میں معاف کر دینا اپنے مدیوں کے دین کا ف تو اگر عورت نے اپنے شوہر کی تخویف ضرب سے مہر معاف کر دیا تو یہ ہبہ صحیح نہوگا اگر شوہر قادر ہو ضرب پر اور اگر شوہر نے تہدید ساتھ طلاق دینے یا دوسری عورت سے نکاح کرنیکی کی تو یہ اکراہ نہیں ہی اس صورت میں ہبہ مہر نافذ ہوگا اسی طرح اگر شوہر نے اپنی زوجہ مریضہ کو والدین کے گھر جانے سے منع کیا الا جبکہ وہ مہر اپنا بخشدیوے سو اوسنے کچھ مہر بخشدیا تو یہ ہبہ باطل ہی اسلیے کہ یہ اوس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا ہو اور مختار ص یا کفیل کی کفالت کا یا عذر ہو جاتا تو اوسکی زوجہ بائن نہوگی اور اگر زنا کریگا حالت اکراہ میں تو اوسپر حد پڑیگی مگر جب سلطان اکراہ کرے ف یہ فرق امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک مطلقاً حد نہ پڑیگی جیسا اوپر گذر چکا

کتاب الحجر

حجر کہتے ہیں تصرف قولی کے نفاذ کو روک دینا ف تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہیں جیسے بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ اور تصرف فعلی جو برخلاف اسکے جیسے قتل اتلاف مال تو حجر میں صرف تصرف قولی نافذ نہیں ہوتی نہ تصرفات فعلی جو افعال جوارح ہیں چنانچہ اگر صبی نے کسیکا مال تلف کیا تو ضمان واجب ہوگا ایسا ہی مجنون میں ص حجر کے سبب تین ہیں ایک صغر سن دوسرے جنون تیسرے رق یعنی مملوکیت بطور غلامی اور لونڈی پنے کی تو صحیح نہیں ہی طلاق صبی اور مجنون مغلوب العقل کا ف مجنون مغلوب وہ ہی جسکی عقل جاتی رہی ہو اسطرح پر کہ اوس سے افعال اور اقوال بطریقہ عقلا نہو سکیں مگر کبھی کبھی اور غیر مغلوب وہ ہی جسکے کلمات مختلط ہوں یعنی کبھی کلام اوسکا بطور عقلا کے ہووے اور کبھی بطور مجانین کے اور اوسکو معتوہ بھی کہتے ہیں اوسکا حکم آگے آویگا کذا فی الاصل ص اور عتاق اون دونوں کا اور اقرار اون کا اور صحیح ہی طلاق غلام کا اور اقرار اوسکا اپنی ذات پر نہ اوسکے مالک کے حق میں تو اگر غلام محجور نے کسیکے قرض کا اقرار کیا تو اوسکا مطالبہ بعد آزادی کے اوس سے کیا جاویگا اور اگر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اوسپر فی الحال قائم کیا جاویگا

جو شخص ان تینون مین سے ف یعنی عبد اور صبی مجنون ص کوئی عقد ایسا کرے جسمین امید نفع اور ضرر دونون کی ہو
تو وہ موقوف رہیگا اوسکے ولی کی اجازت پر اور ولی کو اختیار ہی اگر اجازت دیگا تو نافذ ہو جاویگا ورنہ باطل ہوگا ف مجنون
سے یہان وہ مجنون مراد ہی جو بیع و شرا کو جانتا ہی اور اوس کا قصد کرتا ہی اگرچہ مصلحت کو اوسکے مفسدہ سے ممتاز
نہین کرسکتا وہی معتوہ ہی جو غیر کیطرف سے وکیل ہو سکتا ہی اور عقدین یہ قید کہ امید نفع اور ضرر دونون کی ہو اسواسطے
لگائی کہ جس عقد مین محض نفع ہی نفع ہی جیسے قبول کرنا ہبہ کا تو وہ بغیر اجازت ولی درست ہی اور جس مین محض ضرر ہی جیسے
طلاق یا عتاق تو وہ ولی کی اجازت سے بھی درست نہین کذا فی الاصل ص اور جو کوئی چیز تلف کردیوین تو ضمان
دینگے ف اسلیے کہ افعال مین محجور نہین ہین برابر ہین کہ عاقل ہون یا غیر عاقل ص اور حجر نہین کیا جاویگا جو
شخص حر مکلف ہو بسبب سفاہت کے ف سفاہت سے مراد اسراف مال اور اوسکا ضائع کرنا ہی خلاف مقتضا کے
شرع یا عقل کے کذا فی الدر ص یا فسق کے یا قرض کے ف یہ مذہب امام کا ہی اور صاحبین اور شافعی کے
نزدیک سفیہ پر حجر ہو سکتا ہی اور یہی مفتی بہ ہی البتہ اگر مفلس کے قرضخواہ قاضی سے طلبگار حجر کے ہووین تو قاضی اوسکو
محجور کرے اور اوسکی بیع اور اقرار کو روک دیوے اور جب مدیون محبوس ہوا قاضی کے پاس اور بعد حبس کے کسی شخص کے
مال کا اقرار کرے تو اوسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے اون دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا البتہ اگر اوس شخص کا
مال گواہون سے ثابت ہو جاوے تو مقر لہ اصحاب دیون کے ساتھ اپنا دین وصول کریگا اور امام شافعی کے نزدیک فاسق
پر بھی حجر ہو سکتا ہی واسطے زجر کے کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار ص البتہ حجر کیا جاویگا مفتی ماجن پر
ف مفتی ماجن وہ مفتی ہی جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے عورت کو ارتداد کی تعلیم کرنا تاکہ باین ہو جاوے اپنے شوہر سے
یا اوس سے زکوۃ ساقط ہو جاوے پھر مسلمان ہو جاوے ص اور طبیب جاہل پر ف طبیب جاہل وہ ہی جو بیمار کو دوا
مہلک پلا دیتا ہووے خواہ اوسکو مہلک جانتا ہووے یا نجانتا ہووے اور جب کہ وہ دوا مریض پر شدت کرے تو وہ اوسکا ضرر
دور نکرسکتا ہووے کذا فی الطحطاوی ص اور مکاری مفلس پر ف یعنی جو کرایہ جانور کا لے لیا کرے اور جب وقت
سفر کا آوے تو جانور نہ دیسکے تب کرایہ والے رفیقون سے چھوٹ جاوے کذا فی الاصل حاصل یہ ہی کہ جس سے ضرر
عام ہووے تو اوسکے دفع کے لیے ضرر خاص یعنی حجر ایک شخص واحد پر درست ہی کذا فی الطحطاوی ص اور جو صغیر بالغ ہو جاوے
اور بیوقوف رہے تو اوسکا مال اوسکو ندیا جاوے یہان تک کہ پچیس برس کو پہونچے ف در مین ہی کہ ۲۵ برس کی قید
اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق سے مروی ہی کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہی جب کہ وہ ۲۵ برس کا ہو جاتا ہی اور ہدایہ مین لکھا ہی کہ
روکنا مال کا اوس سے بطریق تادیب کے تھا اور ظاہر ہی کہ بعد پچیس برس کے تادیب نہین ہوتی کیا تو نہین دیکھتا کہ ۲۵ برس
کا آدمی کبھی دادا ہو جاتا ہی انتہی دادا ہو جانے کی صورت ہی کہ ادنی مدت بلوغ لڑکے کی ۱۲ برس ہین اور ادنی مدت حمل چھ مہینے
تو فرض کیجیے کہ بارہ برس کی عمر مین اوسنے نکاح کیا اور چھ مہینے مین اوسکا لڑکا پیدا ہوا اب اوس لڑکے کا بارہ برس کے سن
مین نکاح ہوا اور چھ مہینے مین اوسکا لڑکا ہوا تو شخص اول فرزند ثانی کا دادا ہوا باوصف اسکے کہ عمر اوسکی پچیس برس ہی
ص تو اگر تصرف کریگا قبل اس مدت کے تو صحیح ہوگا اور بعد پچیس برس کے مال اوسکا اوسکو دیدیا جاویگا اگرچہ بیوقوف

ہے اور ہوشیار نہووے شخص آزاد اگر مدیون ہووے تو قاضی اوسکو محبوس کرے تا مال اپنا اپنے ادای دین کے لیے بیچے اور جو اوسکے مال مین روپے یا اشرفیان ہووین اور قرض بھی روپے یا اشرفیان ہووین تو قاضی بغیر امر مدیون قرض ادا کردے اوسکے مال سے اور جو قرض اشرفیان ہووین اور مال مین روپے ہووین یا قرض روپیہ اور مال اشرفیان تو بھی قاضی کو بیچ ڈالنا بغیر اوسکے امر کے واسطے ادای دین کے درست ہی اور اسباب اور مکان اور زمین اوسکی قاضی نہ بیچے مگر اوسکو قید کرے تا وہ خود مجبور ہو کر بیچے لیکن صاحبین کے نزدیک جب وہ نہ بیچے تو قاضی اوسکا اسباب اور زمین وغیرہ بھی بیچکر قرض خواہ حصون کے ادا کر دیوے **ف** اور صاحبین کے قول پر فتوی ہی در مختار **ص** ایک شخص مفلس ہو گیا اور اوسکے پاس وہ چیز ہی جو اوسنے خرید کی لیکن ہنوز ثمن نہین ادا کی تو اوسکا بائع اور قرض خواہون کے ساتھ مساوی ہی **ف** یعنی وہ چیز بیچکر سب کو حصہ رسد اوسکی قیمت مین سے دیا جاویگا یہ نہوگا کہ پہلے بائع اپنی ثمن وصول کر لیوے بعد اوسکے جو بچے تو وہ اور قرض خواہون کو ملے اور شافعی رح کے نزدیک قاضی مشتری پر حجر کرکے بائع کو اختیار فسخ دیدیگا اور بائع اپنی چیز لے لیگا

فصل حد بلوغ کے بیان مین

بلوغ لڑکے کا ثابت ہوتا ہی احتلام سے یعنی خواب مین منی نکلنے سے اور عورت کو حاملہ کر دینے سے اور انزال سے **ف** اور اصل انزال ہی اسلیے کہ جب تک انزال نہوگا نہ احتلام ہوگا اور نہ عورت اوس سے حاملہ ہوگی **ص** اور لڑکی کا بلوغ احتلام سے اور حیض سے اور حمل سے ثابت ہوتا ہی **ف** اور موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ مین معتبر نہین اور اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہین ہی بلوغ صغیر مین کذا فی الطحطاوی **ص** پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین ان علامات مین سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا جب تک لڑکا اٹھارہ برس کا اور لڑکی سترہ برس کی نہووے اور صاحبین کے نزدیک جب تک پندرہ برس کے نہو جاوین **ف** یعنی جب لڑکا لڑکی پندرہ برس کے ہو جاوین تو اونکو حکم بلوغ کا دیا جاویگا اگرچہ علامات ظاہر نہ ہووین اسی پر فتوی ہی اسلیے کہ ہمارے زمانہ مین عمرین بہت چھوٹی ہو گئی ہین در مختار **ص** اور ادنی مدت بلوغ کی فرزند کے لیے بارہ برس اور دختر کے لیے نو برس ہی تو اگر دونون قریب بلوغ کے ہوے اور انھون نے کہا کہ ہم بالغ ہو گئے تو قول اونکا معتبر ہوگا اور بالغ شمار کیے جاوینگے **ف** جب ظاہر حال اونکے قول کی تکذیب کرتا ہو مثلاً بارہ برس سے لڑکا کم ہو یا لڑکی نو برس سے کم ہووے تو اب دعوی بلوغ معتبر نہوگا اور شرنبلالیہ مین ہی کہ صغار یتیم البلوغ کا یہ قول مقبول ہی کہ ہم بالغ ہو چکے جب وہ علامت بلوغ کی بیان کر دیوین بدون قسم کے

کتاب الماذون

اذن کہتے ہین حجر کے دور کرنے کو اور حق کے ساقط کر دینے کو **ف** جان تو کہ اصل انسان مین یہ ہی کہ مالک ہو تصرفات کا تو جب اوسپر غلامی عارض ہوئی اور مولی کا حق اوس سے متعلق ہو گیا تو اوسنے ملک تصرفات کو رد کر دیا اب جب مولی نے اپنا حق ساقط کر دیا تو مانع زائل ہو گیا اور حجر اوس کا جاتا رہا تو یہی اذن ہی ہمارے نزدیک اور شافعی

کے نزدیک توکیل ہے اور نائب کرنا ہے کذا فی الاصل **ص** توجب مولی نے غلام کو اذن دیا اب وہ غلام جو تصرف
کریگا اپنی اہلیت سے کریگا اپنی ذات کے لیے تو اوسکی جوابدہی مولی پر نہوگی یعنی جب غلام ماذون نے کوئی چیز خریدی
تو ثمن اوسکی مولی سے طلب نہ کیجاویگی برخلاف وکیل کے کہ وہ موکل سے ثمن طلب کرسکتا ہے اسواسطے کہ اوسنے موکل کے
لیے خریدا ہے اور اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہوگا توجس غلام کو اذن دیا ایک روز کے لیے تو وہ ماذون
رہیگا جب تک مولی اوسپر حجر نکرے اسی طرح کسی قسم خاص کے ساتھ مقید نہوگا پھر جب مولی نے ایک قسم خاص تجارت کا
اذن دیا تو وہ جمیع اقسام تجارت میں ماذون ہوجاویگا **ف** مراد یہ ہے کہ جب ایک نوع تجارت کا اذن دیا تو اذن اوسکا
تمام انواع میں عام ہوجاویگا اسی طرح جب اذن دیا کہ ایک رنگریز بٹھلاے تو یہ اذن ہوگا اوسکے تمام لوازم اور ضروریات کی
خرید کا اسی طرح اگر کہا کہ ہر مہینہ اتنا مال تو مجھے ادا کردیا کر برخلاف اوس صورت کے کہ مولی نے ایک شی معین کے خرید
کی اجازت دی کہ یہ اذن نہوگا بلکہ یہ استخدام یعنی خدمت لینا ہے کذا فی الاصل **ص** اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالت
حال سے توجو غلام کہ مولی اوسکو خرید و فروخت کرتے دیکھے اور چپ رہے تو وہ ماذون ہے اور صراحت سے تو اگر مطلق
اذن دیا تمام اقسام تجارت کو عام ہوگا تو خرید و فروخت کرے اگرچہ غبن فاحش سے ہووے مگر صاحبین کے نزدیک
غبن فاحش سے درست نہیں اور خرید و فروخت میں وکیل کرے اور رہن رکھے اور رہن لیوے اور زمین کو بطور اجارہ
اور مساقاۃ اور مزارعت لیوے اور بیج بونیکے لیے خریدے اور شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ اور مال بطریق مضاربت
دیوے اور دوسرے سے لیوے اور اپنی چیز کرایہ میں دیوے اور دوسرے کی لیوے اور اپنی ذات کے تئین
بھی کرایہ میں دیوے نہ شافعی کے نزدیک اور اقرار کرے امانت اور غصب اور دین کا اور ہدیہ دیوے قلیل طعام کا اور
ضیافت کرے اوسکی جو اوسکو کھلاوے اور ثمن گھٹا دیوے اگر عیب نکلے مبیع میں موافق دستور کے اور اپنے مملوک کا لونڈی
ہو یا غلام نکاح نہ کرے اور امام ابویوسف کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرے اسلیے کہ اوسمیں بھی تحصیل مال ہے اور نہ مکاتب
کرے اور نہ آزاد کرے اور نہ قرض دیوے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بعوض ہووے اور عورت کو درست ہے کہ اپنے خاوند کے گھر میں سے
ایک شی قلیل خدا کی راہ میں دیوے **ف** یہ مسالہ اگرچہ اس باب سے نہیں ہے لیکن اوسکو بمناسبت ذکر کیا اسلیے کہ عورت
بھی اسقدر صدقہ کے لیے ماذون ہے عادۃً کذا فی الاصل **ص** جو دین عبد ماذون پر واجب ہووے تجارت کے سبب سے
جیسے خرید اور فروخت اور اجارہ اور استیجار کے سبب سے یا جو اوسکے حکم میں ہے جیسے تاوان غصب اور ودیعت کا جسکا ماذون
نے انکار کیا اور وہ عقر جو واجب ہوا اوسکی لونڈی خریدی ہوئی کے استحقاق سے متعلق ہوگا اوس غلام کی ذات سے
بیچا جاویگا اوس دین میں اور اوسکی ثمن تقسیم ہوگی قرضخواہوں کو بطور حصہ رسد اور اوسکی کمائی سے جو قبل دین کے ہے
یا بعد دین کے اور اوس سے جو چیز اوسکو ہبہ کی گئی تھی اور اوسنے ہبہ قبول کرلیا تھا **ف** یہ ہمارا مذہب ہے اور زفر اور شافعی کے
نزدیک وہ خود دین میں نہ بیچا جاویگا بلکہ اوسکی کمائی بیچی جاویگی اسواسطے کہ مولی کی غرض اذن سے استحصال اوس چیز کا ہے
جو حاصل نتھی نہ فوت کرنا اوس چیز کا جو اوسکو حاصل تھا اور ہم یہ کہتے ہیں کہ دین ظاہر ہوا مولی کے حق میں تو متعلق ہوگا اوسکے
رقبہ سے تا لوگوں کو ضرر نہووے **ص** لیکن وہ دین متعلق نہوگا اوس مال سے جو ماذون کے مولی نے اوس سے

ے لیا تھا قبل لحوق دین کے اور جو دین کہ اوسکے کسب اور ثمن سے بھی باقی رہے تو اوسکا مطالبہ اوس سے آزاد ہونے
کے بعد کیا جاویگا **ف** اور دوسری بار نہ بیچا جاویگا دینختار **ص** مولی کو ماذون سے وہ رقم مقررہ لینا جو قبل لحوق
دین کے اوس سے لیا کرتا تھا بعد لحوق دین کے بھی جائز ہے **ف** اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہو بعد لحوق
دین کے لیکن اسواسطے لینا جائز ہوا کہ اگر مولی اوس سے منع کیا جاوے تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجبور کر دے تو کمائی
کا دروازہ بند ہو جاوے اور دین والوں کو نقصان ہووے **ص** اور جو اوس سے بڑھے وہ قرضخواہوں کو ملیگا اور
عبد ماذون اگر بھاگ جاوے یا مولی مر جاوے یا مولی کو جنون مطبق ہو جاوے **ف** محمد بن حسن سے روایت
ہے کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہووے وہ مطبق نہیں کذا فی الطحاوی **ص**
یا مولی دار الحرب میں مرتد ہو کر چلا جاوے یا مولی اوس غلام کو مجبور کر دیوے اور غلام اور اکثر بازار والوں کو اسکی خبر ہو جاوے
تو ان سب صورتوں میں وہ غلام مجبور ہو جاویگا اور لونڈی ماذونہ کو اگر ام ولد بنایا تو وہ مجبور ہو جاویگی ہمارے نزدیک
اور امام زفر کے نزدیک نہوگی اور جو مدبر کیا تو مجبور نہوگی لیکن مولی کو لونڈی کی ذات کی قیمت اوسکے قرضخواہوں کو دینا
ہوگی **ف** یعنی استیلاد اور تدبیر کی صورت میں اگر مستولدہ اور مدبرہ پر دین محیط ہو تو مولی تاوان اوسکا بقدر
اوسکی قیمت کے دیگا نہ زیادہ کا اسلیے کہ مولی نے اس تصرف سے صرف لونڈی کی ذات کو روک لیا تو اوسکی قیمت
دینا ہوگی کذا فی الاکمل **ص** اگر غلام مجبور ہو گیا بعد اوسکے اوس نے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ امانتاً یا غصباً
ہے یا اپنے اوپر قرضے کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح ہوگا **ف** امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہوگا **ص**
اگر اوس غلام پر اس قدر قرضہ ہو کہ اوسکے ذات اور مال کو محیط ہووے تو مولی اوس مال کا جو اوسکے پاس ہے مالک نہوگا **ف**
امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک ہوگا اسواسطے کہ ذات غلام کی مملوک ہے مولی کی تو اوسکی کمائی بھی مملوک
ہوگی اور امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ ملک مولی کی بطور خلافت غلام کیطرف سے ثابت ہوتی جب وہ غلام اپنی حاجت سے
فارغ ہو جیسے ملک وارث کی جب ثابت ہوتی ہے کہ مورث کے حوائج ضروریہ مقررہ سے مال بچ رہے اور مانحن فیہ میں
مال غلام کے حوائج سے فارغ نہیں ہے کذا فی الاکمل **ص** تو ایسی صورت میں اگر مولی اپنے غلام کے غلام کو آزاد
کر دیگا تو آزاد نہوگا **ف** امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور مولی اوسکی قیمت کا تاوان
قرضخواہوں کو دیگا کذا فی الاکمل **ص** اور جو دین اوسکے مال اور ذات کو محیط نہوگا تو غلام کا غلام مولی کے آزاد کرنے سے
آزاد ہو جاویگا اور عبد ماذون اپنے مولی کے ہاتھ نرخ بازار سے چیز فروخت کر سکتا ہے نہ کم کو اور مولی اوسکے ہاتھ کم کو بھی
فروخت کر سکتا ہے **ف** یہ جب ہی ہے کہ غلام کی ذات اور مال کو دین محیط ہووے ورنہ بیع ہی ناجائز ہے
ص تو اگر مولی نے قیمت بازار سے زیادہ کو کوئی چیز غلام کے ہاتھ بیچی اس صورت میں
مولی کو حکم ہوگا کہ یا زیادتی کو کم کر دیوے یا بیع کو فسخ کرے تو اگر مولی نے مبیع کو غلام کے حوالے کیا قبل قیمت لینے کے
تو اب مولی کو قیمت نہ ملیگی **ف** اسلیے کہ مولی نے جب چیز غلام کو دیدی اور قیمت اوسکی نہیں لی تو مولی کا
دین غلام پر رہا اور مولی کا دین غلام پر شرعاً باطل ہے اسصورت میں ثمن باطل ہوگی کذا فی الاصل **ص** اگر

عبد ماذون مدیون ہو لیکن مولی اوسکو آزاد کرسکتا ہی اور دین اور قیمت مین سے اوس غلام کے جو کم ہوگا اوسقدر مولی کو تاوان دینا ہوگا ف یعنی اگر دین کم ہوگا تو مولی دین ادا کریگا اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا تو مولی صرف قیمت دیدیگا قرضخواہون کو اسلیے کہ قرضخواہون کا حق صرف غلام کی ذات سے متعلق تھا اور مولی نے اوسکو تلف کردیا تو قیمت کا تاوان دینا ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا وہ عبد ماذون کو ادا کرنا پڑیگا اگر ایک غلام جس پر دین محیط تھا فروخت کیا گیا اور مشتری نے اوسکو غائب کردیا تو قرضخواہون کو اوسکے اختیار ہی کہ خواہ بیع جائز رکھکر ثمن اوسکی لے لیوین یا مشتری یا بائع سے اوسکی قیمت یعنی نرخ بازار کا تاوان لیوین تو اگر وہ تاوان لیوین بائع سے اور پھر بسبب عیب کے وہ غلام بائع کے پاس پھر آوے تو بائع دام قیمت کے جو قرضخواہون کو اوسنے دیے تھے پھیر لیوے اور قرضخواہون کا حق پھر غلام سے متعلق ہوجاویگا تو اگر غلام کے مالک نے بیچتے وقت مشتری کو بتادیا کہ یہ غلام مدیون ہی تو اب قرضخواہونکو پہونچتا ہی کہ بیع کو رد کردیوین اگر اوسکی ثمن اونکو نہ پہونچی ہو اور جو پہونچ گئی ہو اور بیع مین قیمت سے کچھ کمی ہووے تو بیع رد نہین کرسکتے اور جو کمی ہووے تو کمی سٹادیگا و یا بیع فسخ کیجاوے اور جو مشتری سنکر ہو دین کا اور بائع غائب ہووے تو قرضخواہ مشتری سے خصومت نہین کرسکتے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک خصومت کرسکتے ہین اگر ایک غلام شہر مین آیا اور اوسنے کہا کہ مین فلان کا غلام ہون اور اوسنے مجھے اذن دیا ہی تجارت مین اور وہ خرید و فروخت کرتا ہی تو وہ ماذون سمجھا جاویگا اسی طرح اگر مولی نے اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور کچھ نہ کہا تو وہ ماذون ہوجاویگا لیکن اگر ایسا غلام قرضدار ہوجاویگا تو وہ قرضے کے لیے فروخت نہ کیا جاویگا مگر جب مولی اقرار کرے اوسکے ماذون ہونیکا ف اسلیے کہ جب تک مولی نے اقرار نہین کیا اذن کا تو دین اوسکے حق مین ظاہر نہوا اور معاملہ کرنے والون نے نقصان اوٹھایا اسلیے کہ انھون نے ظاہر حال پر بھروسا کیا اور مولی نے اونکو کچھ دھوکا نہین دیا کذا فی الاصل ص نابالغ کا تصرف اگر محض نافع ہو ف یعنی کسیطرح کا ضرر اوس مین نہووے ص جیسے مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہی بلا اذن ولی کے ف اگر وہ بھی عقل رکھتا ہی تو ہمارے نزدیک اسلام بچے عاقل کا صحیح ہی اور شافعی رح کے نزدیک صحیح نہین دلیل ہماری یہ ہی کہ بہت سے صحابہ کرام حالت نابالغی مین مسلمان ہوے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکا اسلام صحیح رکھا کہا ابن الہمام نے کہ اخراج کیا بخاری نے تاریخ مین عروہ سے کہ اسلام لاے حضرت علی رض اور آپ آٹھ برس کے تھے اور نکالا حاکم نے مستدرک مین طریق ابن اسحاق سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور آپ دس برس کے تھے اور بھی روایت کیا ابن عباس رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان حضرت علی کے سپرد کیا روز بدر کے اور اونکی عمر بیس برس کی تھی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہی اوپر شرط شیخین کے کہا ذہبی نے کہ یہ حدیث نص ہی اس بات پر کہ حضرت علی رض سات یا آٹھ برس کی عمر مین ایمان لائے اور مروی ہی حضرت علی رض سے یہ شعر سبقتکم الی الاسلام طرا ✤ غلاما ما بلغت اوان حلم ✤ یعنی سابق ہوا مین تم پر طرف اسلام کے سب پر حالانکہ مین لڑکا تھا کہ سن احتلام کو نہین پہونچا تھا روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور ضعیف کیا اوسکو اور ابن عساکر نے تاریخ مین ص اور جو محض ضار یعنی نقصان دینا پہونچانے والا ہووے جیسے طلاق اور عتاق ف اور صدقہ اور ہبہ اور قرض وغیرہ ص تو جائز نہوگا اگرچہ ولی اجازت دیوے اور جسمین نفع اور ضرر دونون کا احتمال ہی جیسے بیع اور شرا تو موقوف رہیگا

در بیان تصرفات صبی

ولی کے اذن پر **ف** اگر ولی نے اذن دیا تو صحیح ہوگا ورنہ باطل ہوجاویگا اور جب ولی نے اذن دیا خواہ زبان سے یا دلالت حال سے تو حال اور حکم اوسکا مثل عبد ماذون کے ہوگا **ص** نابالغ کے تصرف صحیح ہونیکی اذن سے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو یعنی بیع کو ملک دور کرنے والا اور شرا کو ملک لانے والا سمجھے اور ولی نابالغ کا پہلے اوسکا باپ ہوگا پھر اگر وہ نہو تو باپ نے جسکو وصی کیا ہو **ف** پھر اوسکے وصی کا وصی **در مختار** **ص** پھر اگر وہ بھی نہو تو دادا کتنا ہی دور کا ہووے پھر دادا کا وصی **ف** پھر اوسکے وصی کا وصی **در مختار** **ص** پھر قاضی یا اوسکا وصی **ف** اول دونون صورتون مین پھر وصی کہا اور یہان یون کہا کہ یا وصی اوسکا اسواسطے کہ وصی باپ کا وہ شخص ہے جسکو باپ نے خلیفہ کیا ہو بعد اپنی موت کے اپنے لڑکے کے مال کے تصرفات مین لیکن وہ شخص جسکو ولی نے حالت حیات مین اذن تصرف کا دیا تو وہ وکیل ہے نہ وصی اور ایسا ہی دادا مین لیکن وصی قاضی کا سو وہ شخص ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا یتیم کے مال مین تصرف کرنے کے لیے تو وہ قاضی کی زندگی مین بھی تصرف کریگا **کذا فی الاصل** اور ماں یا اوسکے وصی مال مین تصرف نہین کرسکتے اسی طرح چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور بہن اور پھوپھی اور خالہ صغیر کی ولی نہونگے **کذا فی الطحاوی** **ص** اگر صبی ماذون نے اپنی کمائی کے مال مین اقرار کیا کہ اسقدر مال فلان شخص کا ہے تو صحیح ہوگا اسی طرح اگر اپنے موروث کے ترکہ کے مال مین اقرار کیا

کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب یعنی پرائی چیز چھین لینے کے بیان مین **ف** غصب شرع مین عبارت ہے ایک مال قیمت دار کے لے لینے سے جو محترم ہے بغیر اذن مالک کے اسطرح پر کہ مالک کے قبضے کو زائل کر دیوے **ف** تو غصب مردار مین نہوگا اسلیے کہ وہ مال نہین ہے اسی طرح شخص آزاد مین اور نہ مسلمان کی شراب مین کیونکہ وہ قیمت دار نہین ہے اور نہ حربی کے مال مین اسلیے کہ وہ محترم نہین ہے اور قول اوسکا بغیر اجازت مالک کے احتراز ہے امانت سے اور یہ اسواسطے کہا کہ مالک کا قبضہ زائل کر دیوے کہ غصب ہمارے اصحاب کے نزدیک زائل کرنا ہے قبضہ حق کا ساتھ ثابت کرنے قبضہ ناحق کے اور امام شافعی کے نزدیک غصب نام ہے قبضہ ناحق ثابت کرنے کا اور قبضہ حق زائل کرنا شرط نہین ہے ہم کہتے ہین کہ کلام ہمارا اوس فعل مین ہے جو سبب تاوان کا ہے اور اسی سبب سے مسائل متفرع ہوتے ہین مثلاً زوائد مغصوب ہمارے نزدیک مضمون نہین ہین اور امام شافعی کے نزدیک مضمون ہین اسلیے کہ اثبات قبضہ ناحق کا موجود ہے گو کہ ازالہ قبضہ حق کا موجود نہین اور اسی سبب سے غصب عقار مین اختلاف ہے اور آگے اوس کا ذکر آویگا اور اوسکے سوا اور مسائل ہین جو مصنف بیان کرتا ہے **کذا فی الاصل** **ص** تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے نہ غیر کے فرش پر بیٹھنا **ف** اسلیے کہ اول کی دونون صورتون مین نقل ہے غلام اور جانور کا ایک مکان سے دوسرے مکان تک اور تیسری صورت مین فرش اپنے حال پر ہے بیٹھنے والے نے کوئی فعل نہین کیا جس سے مالک کا قبضہ زائل ہوجاوے اسیطرح مویشی کا دور کردینا مالک سے یہان تک کہ وہ ہلاک ہوجاوین اور کسی کو گرا دینا یہان تک کہ دوسرا اوسکا اونٹ اوٹھا لیوے ہمارے نزدیک غصب نہین ہے اور شافعی کے نزدیک غصب ہے اور ان دونون

ف جو غلام پر سپاہی زنا کر جاوین جیسا کہ [illegible] یا [illegible] مین [illegible]

ساتون کی تفریع مستقیم نہیں ہے اسلیے کہ اثبات قبضہ ناحق یہان مفقود ہے پھر ایک اور قید لگانا ضرور ہے کہ یہ مال کا لے لینا
بطور اخفا ہووے تاکہ چوری نکل جاوے گنہگار فی الاصل ص اور حکم غصب کا یہ ہے کہ غاصب گنہگار ہوتا ہے اگر اوسکو معلوم ہووے
کہ شی مغصوب غیر کا مال ہے ف ورنہ گنہگار نہوگا لیکن تاوان درصورت ہلاک عین اور رد عین درصورت بقا اوسکے واجب ہے
طحطاوی متفق علیہ حدیث مین سعید بن زید سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایک بالشت
بھر زمین ظلم سے لیگا تو اللہ تعالی سات طبقون زمین کا اوسکے گلے مین طوق ڈالیگا اور بخاری کی روایت مین ہے کہ
ساتون زمین تک دھسایا جاویگا اور امام احمد نے یعلی بن مرہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو زمین کسی کی ناحق چھین لیگا تو روز محشر حکم ہوگا کہ اوسکی مٹی اوٹھاوے اور ایک روایت مین ہے کہ جس شخص نے
ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لی تو اللہ تعالی اوسکو تکلیف دیگا اوسکے کھودنے کی ساتوین زمین کے آخر
تک پھر طوق ڈالیگا اوسکے گلے مین دن قیامت تک یہان تک کہ لوگون کا فیصلہ ہووے ان حدیثون سے یہ بات
ثابت ہوتی ہے کہ زمین بھی سات ہین جیسے آسمان سات ہین ص اور جب تک شی مغصوب غاصب کے پاس قائم ہے تو اوسکا
پھیر دینا لازم ہے اور درصورت تلف ہوجانے کے تاوان اوسکا دینا واجب ہے ف اسلیے کہ روایت کیا ابوداود
و ترمذی نسائی ابن ماجہ نے سمرہ بن جندب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پر لازم ہے وہ چیز جو اوسنے لی
ہے یہان تک کہ پھیر دیوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حلال ہے کسیکو کہ لیوے چیز اپنے بھائی کی
ناخوشی سے نہ ہنسی سے اور جب تم مین سے کوئی دوسرے کی لاٹھی لیوے تو پھیر دیوے اوسکو روایت کیا اوسکو ابوداود
اور ترمذی نے اور روایت کی احمد اور ابوداود و نسائی نے سمرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص پاوے
اپنی چیز بعینہ کسی دوسرے کے پاس تو وہ حقدار ہے اوسکا ص تو تاوان مثل سے ہوگا اگر وہ چیز مثلی ہے جیسے وہ چیزین
جو وزن کرکے یا پیمانے مین بھر کے بکتی ہین یا شمار کرکے لیکن مقدار مین قریب قریب ہین ف جیسے اخروٹ
وغیرہ ص تو اگر مثل نہ ملے تو جو خصومت کے دن ف یعنی حاکم کے حکم کے وقت دستیاب ص اوسکی قیمت
ہوگی دینا پڑیگی ف اور امام محمد رح کے نزدیک جو قیمت اوس شی کی بازار مین نہ ملنے کے روز ہوگی دینا پڑیگی اور امام ابو یوسف رح
کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگی دینا پڑیگی خزانہ مین ہے کہ قول امام ابوحنیفہ کا صحیح ہے اور تحفہ مین ہے کہ وہ قول صحیح ہے
اور نہایہ مین ابو یوسف رح کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمد رح کے قول کو مفتی بہ رکھا ہے طحطاوی ص اور
جو وہ چیز غیر مثلی ہے جیسے وہ چیزین جو شمار سے بکتی ہین اور ایک دوسرے مین فرق رکھتی ہین مثل جانور وغیرہ کے تو اوسکی
قیمت جو دن غصب کے ہوگی دینا پڑیگی ف اسی طرح جو مثلی مخلوط ہو غیر جنس سے جیسے گیہون اور جو ملے ہون یا تلون
کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ ملا ہووے اور مانند اسکے چنانچہ بخس تیل کے ساتھ مخلوط ہووے تو اوسکی قیمت دینا ہوگی
ص تو اگر غاصب کہے کہ شی مغصوب میرے پاس تلف ہوگئی تو حاکم اوسکو قید کرے یہان تک کہ معلوم ہوجاوے
یہ بات کہ اگر شی مغصوب اسکے پاس موجود ہوتی تو ظاہر کرتا ف اور اس حبس کی کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ مفوض برائے
حاکم ہے تب ص پھر اوسپر عوض دینے کا حکم کرے ف خواہ وہ عوض مثل ہو اگر شی مغصوب مثلی ہووے یا قیمت

اگر وہ شی غیر مثلی ہووے اور جو مالک نے کہا کہ وہ شی مغصوب غاصب پاس تلف ہو گئی اور غاصب نے دعوی کیا کہ میں نے مالک کو پھیر دی اوسکے پاس تلف ہوئی اور یہ دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ غاصب کے اولی ہونگے ص اور غصب کی شرط یہ ہے کہ شی مغصوب اموال منقولہ میں سے ہووے تو اگر کسی شخص نے دوسرے کا عقار ف یعنی مال غیر منقول جیسا کہ گھر زمین وغیرہ ص غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک ہو گیا ف آفت سماوی سے جیسے سیلاب کی کثرت سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا ص تو غاصب ضامن نہو گا شیخین کے نزدیک اور محمد رحمہ کے نزدیک ضامن ہو گا ف اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ باقیہ کا اور اسی پر فتوی ہے در مختار ص اور اگر اوسمین کوئی نقصان ہو گیا اوسکے فعل سے جیسے اوسکی سکونت سے مکان گر گیا یا اوسکی کاشتکاری سے زمین میں نقصان ہو گیا تو نقصان کا ضامن ہو گا ف باجماع سب علما کے ص جیسے منقول میں نقصان کا تاوان دینا ہو گا مثلاً ایک غلام غصب کر کے اوسکو مزدوری میں لگایا اور اوسوجہ سے وہ غلام بیمار یا دبلا ہو گیا تو تاوان نقصان کا دینا ہو گا ف اگر مثلاً باغ غصب کر کے اوسکے درخت کاٹ ڈالے تو تاوان دینا ہو گا در مختار ص غاصب نے اگر شی مغصوب کو اجارہ دیکر اوسکا کرایہ لیا تو اوس کرایہ کی رقم کو خیرات کر دیوے اسی طرح شی مستعار کی اجرت کو بھی تصدق دیوے ف یعنی فقرا کو تقسیم کر دیوے اپنے صرف میں نہ لاوے ص اسی طرح جو نفع اوسنے کمایا شی مغصوب یا مستعار میں تصرف کر کے بشرطیکہ وہ شی اشارہ کرنے سے متعین ہوتی ہو ف یعنی اسباب کی قسم سے ہو و درہم اور دینار نہ ہووے ص یا امانت کے یا غصب کے روپیوں کے بدلے میں کوئی چیز خرید کر وہی روپے دیئے اور اوسمیں نفع کمایا اور اگر خریدتے وقت امانت یا غصب کے روپیہ کے بدلے میں خریدا اور دوا اور روپے سے کچھ خریدا اور روپیوں کے بدلے میں مطلقاً یا روپیوں کے بدلے میں خریدا اور ادا وہ روپیے کیے جو مغصوب یا امانت تھے اور نفع کمایا تو اوسکو تصدق کرنا ضرور نہیں اور اپنے صرف میں لا سکتا ہے اسی پر فتوی ہے ف اور قول مختار یہ ہے کہ مطلقاً یہ نفع حلال نہیں ہے اگرچہ بعد اوسکے ضمان کے ہو وہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوی نوازل میں ہے اور ابو یوسف کے نزدیک ہر حال میں حلال ہے جب مخلوط ہو گئے در مختار ص اگر غاصب نے ایک شی کو غصب کر کے اوسمیں ایسا تغیر کیا جس سے اوسکا نام بدل گیا اور اعظم منافع ف یعنی اکثر مقاصد اوسکے ص فوت ہو گئے ف جیسے گیہوں کو غصب کر کے اوسکو پیس ڈالا کہ نام اوسکا بدل گیا یعنی آٹا ہو گیا اور اکثر منافع بھی اوسکے جیسے ہریسہ اور گھنگنیاں وغیرہ فوت ہو گئے ص تو غاصب پر تاوان اوسکا واجب ہو گیا اور غاصب اوسکا مالک ہو جاویگا لیکن قبل ادا کرنے تاوان کے اوسکو نفع لینا اوس شی سے درست نہیں ہے ف اور جب تاوان اوسکا دیدیوے یا مالک معاف کر دیوے یا قاضی اوس پر تاوان دیدیوے تو درست ہے ص مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے بکری غصب کی اور اوسکو ذبح کیا پھر اوسکو پکا ڈالا یا بھون لیا یا گیہوں غصب کر کے اوسکو پیس ڈالا یا کھیت میں بو دیا یا لوہا غصب کر کے اوسکی تلوار بنالی یا پیتل غصب کر کے اوسکے برتن بنالیے یا ساگوان یا اینٹ غصب کر کے اوسکی عمارت بنوالی ف بشرطیکہ قیمت عمارت کی اوس ساگوان کی لکڑی سے زیادہ ہووے اور جو مساوی ہو تو اوسکو بیچکر دونوں کو ثمن اوسکی دلا دیگا و قاعدہ کلیہ اس مقام کا یہ ہے کہ ضرر شدید کو دور کرنیکے واسطے ضرر خفیف کے پھر صاحب ضرر خفیف اپنا نقصان دوسرے سے لیگا در مختار ص اگر غاصب نے سونا یا چاندی غصب کر کے

اوسکی اشرفی روپیہ بنوا ڈالے یا برتن بنوا لیے تو اوسکا مالک نہوگا بلکہ یہ چیزین مالک کو دلا دی جاوینگی اور غاصب کو
کچھہ نہ ملیگا اگر ایک شخص کی بکری لیکر اوسکو ذبح کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہی کہ اوس بکری کو غاصب کے سر پٹکے
اور اپنے دام لے لیوے یا بکری لے لیوے اور اوسکے نقصان کا تاوان بھی غاصب سے بھر لے یہی حکم ہی اگر غاصب کپڑے کو اسقدر
پھاڑ ڈالے کہ کچھہ منفعت فوت ہو جاوے اور کچھہ باقی رہے اور جو ایسا پھاڑے کہ بالکل نفع اوٹھانے کے قابل نرہے
تو کل قیمت کا تاوان غاصب سے لیا جاویگا اور جو بہت کم پھاڑے کہ منفعت سب باقی رہے تو صرف نقصان کا
تاوان اوس سے لیا جاویگا اور جس شخص نے دوسرے کی زمین مین عمارت بنائی یا درخت گاڑے ف بغیر اذن مالک کے جیسے غاصب ص تو اوسکو حکم ہوگا کہ اپنی
عمارت یا درخت اوکھیڑ لیوے اور زمین مالک کو سپرد کر دیوے ف اگرچہ قیمت زمین کی عمارت اور درخت سے زیادہ ہووے اور یہی صحیح کا قول ہی اور ظاہر الروایۃ
مین اسیطرح اوکھیڑنے کا حکم ہی اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہی درخت ظالم کو کچھہ حق روایت کیا اوسکو
ابو داؤد نے سعید بن زید سے ص اور اگر اوس درخت یا عمارت کا اوکھیڑنا مالک کی زمین کو ضرر پہنچا دے یعنی اوس سے
زمین ناقص ہو جاتی ہووے تو مالک کو پہنچتا ہی کہ غاصب کو قیمت اوس عمارت اور درخت کی دیکر وہ بھی لے لیوے تو اول
زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگا کر پھر درخت اور عمارت کے ساتھہ بھی لگا دینگے اور جس قدر دوسری قیمت
پہلی قیمت سے زائد ہوگی مالک غاصب کو دیگا ف دوسری قیمت جو لگائی جاویگی تو اوس مین درخت یا عمارت کی وہ
قیمت لگائی جاویگی جو اوکھیڑنے والی درخت یا عمارت کی ہوگی یعنی اوکھیڑی ہوئی عمارت اور درخت مین سے اوسکی
اجرت اوکھیڑنے کی مجرا کرکے باقی کو قیمت اوس درخت یا عمارت کی قرار دینگے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ تھی اور
قیمت اوس درخت کی اگر وہ اوکھڑا ہوا ہوتا تو دس روپیہ تھی اور اوکھڑوائی کی مزدوری ایک روپیہ ہی تو نو روپیہ قیمت
درخت کی لگائی جاویگی تو اب زمین مع شجر ایک سو نو روپیہ کی ہوگی تو مالک نو روپیہ کا تاوان غاصب کو دیگا اور
درخت بھی لے لیگا کذا فی الاصل ص اگر غاصب نے کپڑے کو سرخ رنگا یا زرد رنگا یا ستو کو غصب کرکے اوسکو گھی مین
ملایا تو مالک کو اختیار ہی خواہ غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کے مثل ستو لے لیوے یا اوہی کپڑے اور ستو کو لیکر
غاصب کو رنگوائی اور گھی کے دام دیدیوے اور اگر غاصب نے اوس کپڑے کو سیاہ رنگوایا تو مالک کو اختیار ہی خواہ سفید
کپڑے کی قیمت لے لیوے یا وہی سیاہ کپڑا لے لیوے اور غاصب کو کچھہ نہ دیوے اسواسطے کہ سیاہ رنگنے سے
کچھہ کپڑے کی قیمت نہین بڑہتی بلکہ نقص ہو جاتا ہی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سیاہی کا حکم بھی
سرخ کا ہی **مسائل ملحقہ** اگر روپیہ غصب کرکے غاصب نے گلا ڈالے تو مالک کا حق اوسکے عین مین زائل
نہوگا اگر چاندی سونا غصب کرکے اوسکے روپیہ یا اشرفی بنائے تو مالک اوسکو لے لیگا اور غاصب کو کچھہ نہ ملیگا مالک
کو اختیار ہی کہ تاوان شی کا غاصب سے لیوے یا غاصب غاصب سے یا کچھہ اول سے اور کچھہ ثانی سے اگر ایک شخص نے
اپنے واسطے قبر کھودی اور اوسمین دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتین ہین اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک
ہووے تو اوسکو مردہ اوکھاڑنا اور زمین کا برابر کر دینا جائز ہی اور اگر زمین مباح ہو تو اوسکو قبر کھودنے کی اجرت ملیگی اور اگر
وقف کی ہووے تو اسی طرح اوسکی اجرت ثابت ہی دوسرے کے مال مین تصرف جائز نہین مگر چند مسائل ہین ایک والد کو

بیٹے اپنے والد کے مال مین ہو دوسرے ولد کو اپنے والد کے مال مین بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا وغیرہ کے خرید کے مودع کو درست ہے کہ مودع بالکسر کے مال مین سے اوسکے والدین مفلس کو بقدر حاجت بلا اذن مودع بالکسر کے دیوے جب قاضی کا حکم حاصل کرنا وہان ممکن نہووے جیسے کہ حالت مسافرت مین اگر ایک شخص مرجاوے تو باقی رفقا کو اوسکا اسباب بیچنا اور اوسکی تجہیز وتکفین کرنا اور باقی ورثہ کو دینا درست ہے اور اون پر تاوان نہین ہے کذا فی الدر المختار والاشباہ

فصل مسائل متفرقہ متعلقہ غصب کے بیان مین

غاصب نے شی مغصوبہ کو چھپا دیا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیدیا تو اب غاصب اوس شی کا مالک ہو جاویگا ف اور امام شافعی رح کے نزدیک نہوگا تو غاصب اوسکی کمائیون کا بھی مالک ہوجاویگا نہ اوسکی اولاد کا در مختار ص قیمت مغصوب مین اختلاف ہوا تو قول غاصب کا حلف سے مقبول ہوگا اگر مالک زیادتی قیمت گواہون سے ثابت نکرے ف تو اگر مالک نے گواہ قائم کیے یا دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہونگے اور جو غاصب نے قیمت مغصوب کا بیان نہ کی لیکن یہ کہا کہ مالک کے قول سے کم ہے تو غاصب پر جبر ہوگا بیان قیمت پر اور جو بیان نکرے تو اوس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے تو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اوسکو لازم ہوگی اور جو قسم کھالیوے تو نہین در مختار ص اگر غاصب نے مالک کو شی مغصوب کی قیمت ادا کردی بعد اوسکے وہ شی بھی پیدا ہوئی اور قیمت اوسکی زیادہ نکلی اوس قیمت سے جو غاصب نے مالک کو دی تھی اور مالک نے غاصب کی کہی ہوئی قیمت لی تھی تو مالک کو اختیار ہے کہ اپنی شی لیوے اور قیمت غاصب سے واپس کردیوے یا اوسی قیمت پر اکتفا کرے اور جو غاصب نے مالک کی کہی ہوئی قیمت دی تھی یا مالک نے جو قیمت گواہون سے ثابت کی تھی یا نکول سے غاصب کے وہ دی تھی تو شی مغصوب غاصب کی ہوگی اور مالک کو کچھ اختیار نہوگا اگر غاصب نے شی مغصوبہ کو بیچ کر ڈالا بعد اوسکے اوسکے مالک کو تاوان دیا تو بیع نافذ ہوجاویگی اور اعتاق نافذ نہوگا اور زوائد شی مغصوب کے خواہ متصل ہون جیسے غلام مغصوب موٹا ہوجاوے یا حسین ہوجاوے یا منفصل جیسے مغصوب کی اولاد اور اشجار کے پھل غاصب کے پاس امانت ہونگے تو اوس کا تاوان نہ دینا ہوگا تا جب غاصب تعدی کرے یا بعد طلب کرنے مالک کے نہ دیوے تو البتہ ضمان لازم ہوگا ف اور شافعی رح کے نزدیک زوائد کا ضمان مطلقاً لازم ہوگا کذا فی الاصل ص اگر لونڈی مغصوبہ کی قیمت بچہ جننے سے کم ہوگئی تو کمی کا تاوان غاصب کو دینا ہوگا اور بچہ سے اوسکے نقصان قیمت کا جبر کیا جاویگا اگر بچہ کی قیمت بقدر نقصان ہو اگر غاصب نے مغصوب لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو پھیری اور وہ حاملہ تھی بعد اوسکے مالک کے پاس ولادت سے وہ مرگئی تو غاصب اوسکی قیمت کا تاوان مالک کو دیگا برخلاف عورت حرہ کے کہ اگر اوس سے زنا کرکے حالت حمل مین پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو تاوان نہ آویگا کیونکہ عورت حرہ مال نہین ہے ف کہ اوسمین غصب متحقق ہووے ص مغصوب کے منافع کا تاوان غاصب کو دینا نہوگا ف برابر ہے کہ غاصب شی مغصوب سے منفعت اوٹھاوے مثلاً مکان مین سکونت کرے یا بیکار رہنے دیوے کذا فی الاصل ص اگر کسی شخص نے مسلمان کا شراب یا سور تلف کردیا تو اوسپر کچھ تاوان نہین ہے اور جو ذمی کا شراب یا سور تھا تو تاوان لازم ہوگا اور اگر مسلمان کی شراب غصب کرکے سرکہ بناڈالا او سطورسے جسمین کچھ دام خرچ نہین ہوتے جیسے دھوپ مین رکھکے یا مردہ جانور

ص اگر کسی مقام مین ... در مختار

جانور کی کھال لیکر اوسکی دباغت کی اوس چیز سے جسمین دام خرچ نہین ہوتے مثلاً مٹی اور دھوپ سے تو مالک اوسکو لیلیگا
اور غاصب کو کچھ نہ دیگا اور جو غاصب اوسکو تلف کر ڈالے گا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکا سرکہ بنایا نمک ڈالکر یا سرکہ ڈالکر تو وہ
غاصب کا ہوجاویگا اور مالک کو کچھ نہ ملیگا ف یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک اوسکو لیلیگا
اور نمک کی زیادتی غاصب کو ادا کریگا کذا فی الاصل ص اسیطرح اگر کھال کی دباغت مصالح لگا کر کی جیسے قرظ
یا مازو سے تو مالک اوسکو لیکر دباغت کا خرچ غاصب کو دیدیوے اور جو غاصب اوسکو تلف کر ڈالے تو ضامن نہوگا ف
اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا جو اوس کھال کی قیمت حالت دباغت مین ہووے اور امام صاحب کی دلیل کا فرق اصل کتاب اور شرح مین مذکور ہے
ص جو شخص کسیکے گانے بجانے کے آلات توڑ ڈالے ف جیسے بربط ستار دف طبل طنبور وغیرہ ص تو اوسپر تاوان لازم ہوگا
(اگرچہ یہ چیزین مسلمان کی ہون ۱۲)
ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک لازم نہ ہوگا اور امام صاحب کے نزدیک جو لازم ہے تو وہ لازم ہے جو
اوسکی قیمت نفس الامر مین قطع نظر لہو سے ہے جیسے ستار مین اوسکی لکڑی یا تار کا ضمان آویگا ص اور جو طبل غازیون
کا ہے یا دف وہ ہے جسکا بجانا حلال ہے شادی مین تو اوسکا ضمان بالاتفاق آویگا اسی طرح اگر کسی شخص کا سکر یا منصف
ف سکر نام ہے کچے پانی کا کھجور کے جب وہ تیز ہوجاوے اور منصف وہ پانی ہے انگور کا جسکا نصف جل چکا ہو آگ پر
پکانے سے اور بیان اسکا کتاب الاشربہ مین آویگا ص بہا دیوے تو تاوان اوسکا دینا ہوگا ف امام صاحب کے
نزدیک اسیطرح گانے والی لونڈی اور مینڈھا لڑائی کا اور کبوتر اڑانے والا اور مرغ لڑنے والا اور خصی غلام کہ ان سب
چیزون کی قیمت تلف کردینے سے واجب ہوگی جو اونکی قیمت نفس الامر مین ہووے قطع نظر معصیت سے در مختار ص
اگر کسی شخص نے دوسرے کی ام ولد کو غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو اوسپر تاوان لازم نہ آویگا برخلاف مدبرہ کی جس شخص نے
دوسرے کے غلام کی بیڑی پانون سے کھولدی یا جانور کی رسی نکالدی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا پنجرہ پرندہ کا کھولدیا
اور یہ چیزین جاتی رہین یا بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اوسکو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہ ان حاکم سے نالش کرنیکے
وہ تنگ یا ستا نہیں ہے یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہوتا ہے اور اسکے کہنے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے جو کبھی
ڈانڈ لیتا ہے اور کبھی نہیں لیتا یہ کہدیا کہ فلان شخص نے مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اوس موذی یا فاسق یا مال پانے والے سے
کچھ ڈانڈ لیا تو شخص مذکور پر اوسکا تاوان نہ آویگا البتہ اگر وہ بادشاہ ایسا ہو جو ہمیشہ ڈانڈ لیا کرتا ہو تو چغلخور پر تاوان لازم آویگا
اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر اگر اوسنے ناحق چغلی کھائی زجر اور توبیخ کے واسطے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی
ہے اور شیخین کے نزدیک لازم نہین آتا مسائل ملحقہ متوجہ اگر مسلمان نے ذمی سے شراب
لیکر پی تو مسلمان پر حد اوس شراب کی واجب نہوگی تاوان حکم کرنے والے پر نہین ہے بلکہ فعل کرنے والے پر ہے اگر
کسی جگہ ایک سلطان دوسرے نائب تیسرے مولی جب ماسور صبی یا عبد ہووے اگر جو غصب مین سے ایک فرد تلف کرے
تو فرد باقی بھی اوسیکو دیجاوے اور وہ تاوان کل کا ادا کرے ابو یوسف نے کہا اگر ایک شخص نے زمین غصب کی اور اوسپر
مسجد بنائی اور زراعت کی اور حمام تو اوس مسجد مین نماز کا فرض ادا ہوتا ہے نہین لیکن حمام مین نہانا چاہیے اور دونون کا کرایہ
لینا بھی درست نہین [illegible] در مختار وطحطاوی

کتاب الشفعۃ

شفعہ مشتق ہے شفع سے جسکے معنی ملانے کے ہین اور اصطلاح شرع مین **ص** شفعہ عبارت ہے مالک ہونے سے عقار کے جبرًا اوپر مشتری کے بعوض مثل قیمت مشتری کے **ف** یعنی جن داموں کو مشتری نے لیا ہے اوسی داموں کو جبرًا اوس سے عقار لے لینا **ص** اور واجب ہوتا ہے شفعہ بعد بیع کے اور مضبوط ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے **ف** اسواسطے کہ حق شفعہ کا قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہے اسلیے کہ اگر وہ طلب مین تاخیر کرے گا تو شفعہ باطل ہوگا تو جب اوسنے گواہ کر دیے شفعہ مضبوط ہو گیا کذا فی الاکمل **ص** اور شفیع اوس عقار کا مالک ہو جاتا ہے مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر شفیعون کی تعداد کے نہ بقدر ملک کے **ف** یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے شفیع ہون تو وہ عقار علی السویہ سب مین تقسیم ہوگا نہ بقدر ملک مثلاً ایک زمین مین تین آدمی شریک ہین ایک کا نصف کا دوسرا ثلث کا تیسرا سدس کا اب صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا تو نصف عقار مبیعہ کا دونون کو دلایا جاویگا اور شافعی رح کے نزدیک اوس نصف عقار مبیعہ کے دو حصے صاحب ثلث کو اور ایک حصہ صاحب سدس کو ملیگا کذا فی الدر المختار **ص** شفعہ اول اوس شریک کو پہونچتا ہے جو ذات مبیع مین شریک ہووے پھر جو حقوق مبیع مین شریک ہووے مثلاً پانی کے حصے مین یا راہ مین شریک ہووے اور مراد پانی کے حصہ اور راہ سے وہ ہین جو مخصوص ہون مثلاً پانی کا حصہ اوس چھوٹی نہر کا جسمین کشتیان نہین چلتین اور راہ وہ جو نافذ نہین ہے **ف** اور جو پانی کا حصہ یا راہ عام ہے تو شفعہ ثابت نہوگا در مختار **ص** پھر ہمسایہ کو جو ملا ہوا ہو اور دروازہ اوسکے مکان کا دوسرے کوچے مین ہو **ف** اور جو اوسکا دروازہ اوسی کوچے مین ہے اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ شریک ہے حق مبیع مین جامع تو جب تک شریک فی المبیع موجود ہے شفعہ شریک فی حق المبیع اور جار کو نہ ملیگا پھر اگر وہ شفعہ نہ لیوے تو شریک فی حق المبیع کو ملیگا اور جار کو نہ پونچے گا پھر اگر شریک فی حق المبیع بھی شفعہ نہ لیوے تو جار کو پونچے گا لیکن اوسی جار کو جسکی زمین یا مکان عقار مبیعہ سے ملاصق اور متصل ہے اور جو اون دونون کے بیچ مین طریق نافذ موجود ہے تو اوسکو حق شفعہ ثابت نہوگا یہ ترتیب شفیعون کے اور استحقاق امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور شافعی اور مالک کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہین ہے ہماری دلیل بہت سی احادیث ہین پہلی حدیث ابو رافع کی روایت کیا اوسکو بخاری نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے شفعہ کا دوسری حدیث انس بن مالک کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق رکھتا ہے روایت کیا اوسکو نسائی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے تیسری حدیث جابر رض کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے ہمسایہ کے شفعہ کا انتظار کیا جاویگا اگر وہ غائب ہو جب ہو راہ اون دونون کی ایک روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے اور راوی اسکے سب معتبر ہین ان احادیث سے استحقاق ہمسایہ کا واسطے شفعہ کے ثابت ہوا اب ترتیب کو روایت کی صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریک زیادہ حقدار ہے خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط سے فی حق المبیع اور شفیع سے ہمسایہ کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہے اور کہا ابن جوزی نے کہ یہ حدیث غیر معروف ہے

اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں شریح سے کہ خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع جار سے اور جار اپنے سوا اور لوگون سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے شریک اول حقدار ہے شفعہ کا تو اگر شریک نہو تو ہمسایہ حقدار ہے اور خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع احق ہے اپنے سوا اور لوگون سے انتہی اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے کیونکہ شریک فی نفس المبیع ذات مبیع میں شریک ہے تو اوسکا حق زیادہ ہے بعد اوسکے وہ ہے جو ذات مبیع میں شریک نہووے بلکہ حقوق میں شریک ہووے پھر وہ جو ہمسایہ ہووے **ص** اور جسکی کڑیان دیوار عقار مبیعہ پر رکھی ہون تو وہ بھی ہمسایہ ہے **ف** یعنی شریک نہین ہے اسی طرح جو ہمسایہ کہ اوسکا گھر عقار مبیعہ کے سامنے ہے کوچہ غیر نافذہ مین تو اوسکو بھی شفعہ ہے اور اگر کوچہ نافذہ مین ہے تو شفعہ نہین ہے اگر کوئی شفیع غائب ہو تو شفیع حاضر کو کل شفعہ ملجاویگا پھر جب شفیع غائب حاضر ہووے اور شفعہ طلب کرے تو اوسکو بھی بلحاظ استحقاق شفعہ ملیگا اگر شفیع نے قبل بیع عقار مبیعہ کے اپنا شفعہ ساقط کر دیا تو اوسکا اعتبار نہوگا بعد بیع کے پھر طلب کر سکتا ہے شفیع یہ نہین کر سکتا کہ عقار مبیعہ مین سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے بدون رضامندی مشتری کے اور عقار وقف اور اوسکے جوار مین شفعہ نہین ہے در مختار

باب طلب شفعہ کے بیان مین

ص شفعہ مین تین طلب ضرور ہین پہلی یہ کہ شفیع کو جب بیع کی خبر پہونچے تو مجلس علم مین شفعہ کو طلب کرے ایسے الفاظ سے جنسے طلب شفعہ کی سمجھی جاوے مثلاً یون کہے کہ مین نے شفعہ طلب کیا یا مین طالب ہون شفعہ کا یا مین طلب کرتا ہون شفعہ کو یہ اختیار ہے کرخی کا اور بعضون کے نزدیک ضرور ہے کہ جسوقت شفیع کو خبر شفعہ کی پہونچے اوسی وقت طلب شفعہ کی کرے اگر ذری دیر بھی چپ رہیگا تو شفعہ اوسکا باطل ہوگا **ف** یعنی مجلس تک انتظار نہوگا بلکہ خبر پہونچتے ہی طلب شفعہ ضرور ہو در مختار مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور اختیار کرخی اصح ہے اور متون سب اوسی پر ہین **ص** اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہین **ف** اسلیے کہ مواثبت کے معنی کودنی اور اوچھلنے کے ہین تو یہ طلب بھی غایت تعجیل کی ہے گویا شفیع کودتا ہے اور شفعہ طلب کرتا ہے کذا فی الاصل **ص** پھر دوسری شفیع گواہ کرے عقار پر جا کر یا اوس شخص پاس جسکے قبضے مین وہ عقار اوسوقت ہووے خواہ بائع ہو یا مشتری یہ کہکر کہ فلان شخص نے اس گھر کو خریدا ہے اور مین اوسکا شفیع ہون اور تحقیق کہ مین نے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہون تو گواہ رہو اس بات پر اور اس طلب کو طلب اشہاد کہتے ہین **ف** جاننا چاہیے کہ یہ طلب ضرور ہے جب قادر ہو شفیع گواہ کرنے پر گھر پاس جا کر یا قابض کے پاس جا کر یہان تک کہ اگر باوصف قدرت کے شفیع نے طلب اشہاد نکی تو شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا اور ذخیرہ مین ہے کہ جب شفیع مکے کے رستے مین ہووے اور اوسنے بیع کی خبر سنکر طلب مواثبت کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جا کر یا قابض کے پاس جا کر تو وہ ایک شخص کو وکیل کرے اگر پاوے اور جو کسیکو نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیجدیوے سو اگر یہ بھی ممکن نہووے تو شفعہ اوسکا باقی رہیگا تو جب حاضر ہو شفعہ کو طلب کرے اور جو یہ امور ممکن ہووین اور نہ کرے تو شفعہ اوس کا باطل ہوجاویگا کذا فی الاصل **ص** پھر تیسری طلب کیے شفیع شفعہ کو قاضی پاس سو کہے قاضی پاس جا کر کہ فلان شخص نے ایک گھر ایسا خریدا ہے اور مین اوسکا شفیع ہون

حاشیہ: گواہ کرنا طلب مواثبت مین لازم نہین ہے جب گواہ اوس مجلس مین نہووین ورنہ گواہ کرنا بہتر ہے اور لازمی کرنا اسلیے ہے کہ انکار کے وقت گواہ ہون تو وہ ثبوت طلب کر سکتا گواہ کر لیوے اور اگر کوئی وہان نہو

سبب اور ایک ایسے گھر کے تو حکم کرو خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دیدیوے اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں
اور اس طلب میں تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اور کہا امام محمد رح نے کہ ایک مہینہ تک اگر طلب خصومت نکرے
تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاویگا اور اسی پر فتوی ہے ف اور ظاہر روایت یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا اس طلب کی تاخیر
سے جب تک شفیع زبان سے اپنے شفعہ ساقط نکرے اور یہی مفتی بہ ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور جب فتوی ظاہر الروایت
اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایت مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ص اور جسوقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ
طلب کرے تو قاضی خصم ف یعنی مدعی علیہ مشتری ص سے سوال کرے کہ شفیع اوس عقار کا مالک ہے جسکے
سبب سے دعوی شفعہ دوسرے عقار کا کیا ہے ف زیلعی نے کہا ملک شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے
قبل مدعی علیہ کی طلب کے کہ گھر کون شہر کس محلے میں ہے اور اوسکے حدود کیا ہیں اسواسطے کہ اوسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیئے اسلیے کہ دعوی مجہول صحیح نہیں
ہے پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جبتک بائع حاضر نہو پھر
جب اوسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اوسکے حدود سے سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمین مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کی وجہ سے دعوی کیا ہو کہ
یا وہ اور شخص حق کے سبب سے محجوب ہووے پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اوس سے سوال کرے کہ تجھکو علم بیع
کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سنا تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول و ثانی کے
ترک کرنے سے تو اس کا ظاہر ہونا بھی ضرور ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے
پاس اشہاد ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دیوے اور کسی شرط کو فوت ہونے
دیا ہووے تو دعوی اوسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہووے اور اوس گھر کی ملک کا سوال
کرے جسکی ملک کے سبب سے شفیع کو استحقاق شفعہ حاصل ہے طحطاوی ص تو جب مدعی علیہ اقرار کرے اوس عقار کے
مملوک ہونیکا واسطے شفیع کے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنے علم پر یا شفیع گواہ قائم کرے اپنی ملک نسبت عقار
مذکورہ کے تو اب قاضی اوس سے سوال کرے کہ آیا تو نے دوسرا عقار خرید کیا ہے یا نہیں اگر وہ اقرار کرے خرید کا یا نکول
کرے قسم کھانے سے حاصل پر یا سبب پر ف جاننا چاہیئے کہ جہاں پر ثبوت شفعہ کا متفق علیہ ہے جیسے شفعہ
خلیط تو وہاں قسم حاصل پر دیجاویگی مثلا مدعی علیہ کو یہ کہنا ہوگا کہ واللہ اس شفیع کا استحقاق شفعہ مجھپر نہیں ہے اور جہاں
مختلف فیہ ہے جیسے شفعہ جوار تو وہاں قسم سبب پر دیجاویگی اسطرح کہ واللہ میں نے اوس عقار کو نہیں خریدا اسلیے کہ اگر
حاصل پر یہاں بھی قسم دیجاوے تو اوسکو گنجایش ہے کہ شافعی رح کے مذہب پر قسم کھالیوے اور اسکا ذکر کتاب الدعوی میں
گذر چکا کذا فی الاصل ص یا شفیع گواہ قائم کرے مدعی علیہ کی خرید پر تو قاضی شفعہ کا حق شفیع کے لیے ثابت
کر دیوے ف یہ جب ہے کہ مدعی علیہ شفیع کے طلب شفعہ کا منکر نہووے اور جو منکر ہووے اور شفیع پاس طلب کے اثبات
اور طلب اشہاد کے گواہ نہوں تو قول مدعی علیہ کا قسم سے مقبول ہوگا درمختار ص اگرچہ شفیع وقت دعوی کی رقم ثمن
نہ لایا ہووے اور جب شفیع کا شفعہ قاضی حکماً ثابت کر دیوے تو اب شفیع کو ثمن حاضر کرنا ضرور ہوگا اور مدعی علیہ کو عقار کا
روک رکھنا تا وصول ثمن پہونچتا ہے تو اگر شفیع نے ادائے ثمن میں تاخیر کی تو حق شفعہ باطل نہوگا [illegible] بائع نے وہ عقار

ابھی مشتری کے قبض مین نہ دیا ہو تو خصم شفیع کا بائع ہوگا ولیکن گواہ نہ سُنے جاوینگے بائع پر جب تک مشتری حاضر ہووے
ف اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اوسکے حضور مین فسخ بیع کیا جاویگا برخلاف اوس صورت کے کہ مشتری کے قبضے مین وہ عقار
آگیا تو اب بائع کا حاضر ہونا ضرور نہین ہے اسلیے کہ وہ اجنبی ہوگیا کذا فی الاصل ص اور فیصلہ شفعہ کا بائع پر کیا جاویگا اور عہدۂ
ثمن ف جب وہ مبیع کسی اور کی نکلے ص بائع پر ہوگا اور شفیع کو خیار الرویت اور خیار العیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری شرط
کر لیوے برأت کی ہر عیب سے اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن مین اوس عقار کے ف اور گھر مشتری کے قبضے مین
ہے اور ثمن بائع کو نقد مل گئی ہے درمختار ص تو قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا اور جو دونون گواہ لاوے تو شفیع کے
گواہ مقبول ہونگے ف طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے اور قوی طرفین کے قول پر ہے ص اگر مشتری
نے ثمن زیادہ بیان کی اور بائع نے اوس سے کم کہی تو اگر ثمن بائع لے چکا ہے تو قول مشتری کا ورنہ بائع کا صحیح سمجھا جاویگا
ف اور جس صورت مین اسکا عکس ہووے تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونون کو قسم کھانا
ہوگا اور جو نکول کریگا طرف ثانی کا قول مقبول ہو جاویگا اور جو دونون نے قسم کھالی تو بیع فسخ ہو جاویگی اور شفیع بائع کی کہی قیمت
دیکر عقار لے لیگا درمختار ص اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیوے تو شفیع کو پوری ثمن مشتری کو دینا ہوگی اور جو بائع
کچھ ثمن مشتری کو چھوڑ دیوے تو اوسی قدر شفیع سے بھی چھوٹ جاویگی ف اور جو کچھ بائع بڑھا دیوے تو شفیع پر نہ بڑھیگی
درمختار ص اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے مین عقار کو خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا
تو شفیع اوسکی قیمت مشتری کو دیوے ف یعنی جو قیمت روز خرید اوس چیز کی ہووے درمختار ص تو عقار کی بیع
مین بعوض عقار کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے مین لیوے اور اگر بیع بعوض ثمن موجل کے ہو
تو شفیع نقد دام دیکر لے لیوے یا شفعہ ابھی طلب کرے اور عقار بعد گذر جانے مدت کے ثمن دیکر لیوے اور جو شفعہ طلب نکیا تو شفعہ
باطل ہوگا اگر ذمی نے عقار کو بعوض شراب یا سوٗر کے خریدا اور شفیع بھی ذمی ہے تو شراب کی صورت مین شراب دیکر اور
سوٗر کی صورت مین قیمت اوسکی دیکر عقار لے لیوے اور جو شفیع مسلمان ہو تو دونون صورتون مین قیمت دیوے اگر
مشتری نے اوس عقار مین عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہے کہ ثمن عقار کے ساتھ اون دونون کی
قیمت جو حالت استحقاق قلع مین ہے دیکر اونکو بھی لے لیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اور درخت اوٹھا
لیجاوے اگر شفیع نے زمین لیکر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری
سے صرف ثمن پھیر لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے نہین لے سکتا برخلاف مشتری کے
کہ اگر وہان ایسی صورت ہووے تو وہ بائع سے ثمن پھیرے اور قیمت درخت اور عمارت کی بھی
لیوے اگر مشتری نے ایک گھر خریدا اوسکے وہ ویران اور خستہ ہوگیا یا باغ خریدا
اوسکے درخت سوکھ گئے تو شفیع اگر اوسکو لیوے تو پوری ثمن دیکر لیوے کچھ کم نہین کر سکتا اگر مشتری نے مکان لیکر
اوسکو گرایا تو شفیع صرف زمین کی قیمت دیکر زمین لے لیوے اور اینٹ لکڑی چونا وغیرہ مشتری کا رہیگا اور اگر مشتری نے
زمین خریدی اور اوسکے اندر کے درخت اوسی کے ساتھ مع پھل مول لیے یا جس وقت خریدا اوس وقت درخت پر پھل تھے

پھر لگ آئے تو شفیع بھی دونون صورتون مین درخت مع پھلون کے لیگا اور اگر مشتری نے اونکو کاٹ لیا تو صورت اولی مین پھلون کے دام مجرا لیکر شفیع ثمن دیوے اور صورت ثانی مین کل ثمن ادا کرے ف اسواسطے کہ پھل مشتری نے جس وقت خرید کیا تھا نہ تھے اگر شفیع کے لیے حکم شفعہ کا قاضی نے کردیا تو اب شفیع کو اوس کا چھوڑنا جائز نہین در مختار

ص باب بیان مین اوسکے جسمین شفعہ ہوتا ہی اور جسمین نہین ہوتا اور جس سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

شفعہ واجب ہوتا ہی قصداً ف یعنی بالذات نہ بالتبع اسواسطے کہ بالتبع زمین کے اشجار اور بنا مین بھی شفعہ ہو جاتا ہی لیکن بالذات اوسمین نہین ہوتا مثلاً فقط اشجار یا عمارت فروخت کیے جاوین بدون زمین کے تو اوسمین شفعہ واجب ہوگا ص اوس شئ غیر منقول مین جو ملک مین آوے عوض کے بدلے مین اور وہ عوض مال ہووے اگرچہ اوسکی تقسیم نہو سکے جیسے چکی کا گھر مع چکی کے اور حمام اور کنوان ف عوض کے قید سے ہبہ نکل گیا یہان تک کہ اگر مالک نے مکان ایک شخص کو ہبہ کیا تو شفیع کو حق شفعہ نہوگا البتہ اگر ہبہ بالعوض کریگا تو شفعہ ثابت ہوگا اور مال کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ عقار کا عوض مال نہو جیسے ایک گھر عوض مین نکاح یا خلع کے دیا جاوے اور غیر منقسوم کے بیان سے یہ فائدہ ہی کہ شافعی رح کے نزدیک غیر منقسوم مین شفعہ نہین ہی اسلیے کہ شفعہ واسطے دفع کرنے محنت قسمت کے ہی اور ہمارے نزدیک شفعہ ہی کیونکہ شفعہ واسطے دفع ضرر جوار کے ہی کذا فی الاصل مع زیادۃ ص تو اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار مین جب تنہا بیچے جاوین بدون زمین کے شفعہ نہین ہی اسی طرح شفعہ نہین ہی میراث اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض اور جو گھر مین کہ تقسیم کیا جاوے شرکا مین یا اجرت کے عوض مین دیا جاوے یا بدل مین خلع کے یا آزادی کے یا بدل مین صلح کے قتل عمد سے یا مہر مین اگرچہ بعض گھر کے مقابلے مین مال بھی ہو ف جیسے ایک مکان کو مہر مقرر کرکے اوسپر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایکہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام گھر مین شفعہ نہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ہزار کے حصے مین شفعہ واجب ہوگا کذا فی الاصل ص اگر عقار اس طرح بیع ہوا کہ بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہی تو جب تک بائع کو اختیار رہیگا شفعہ واجب نہوگا ف پھر اگر اختیار ساقط ہوا تو شفعہ واجب ہو گیا بشرطیکہ شفیع اوس وقت طلب کرے قول صحیح مین اور بعضون کے نزدیک بیع کے وقت طلب کرنا ضرور ہی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی در مختار ص اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جب تک حق فسخ باقی ہی شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا ف اور جب حق فسخ ساقط ہو جاوے مثلاً مشتری اوسمین عمارت بنادے تو شفعہ ثابت ہو جاویگا کذا فی الاصل ص اگر بیع کیوقت شفیع نے شفعہ نہ لیا بعد اوسکے مبیع بسبب خیار الرویت یا خیار الشرط یا خیار العیب مین بحکم قاضی بائع پاس پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا اور جو بغیر حکم قاضی وہ شئ خیار العیب مین یا باقالہ مبیع بائع پاس آئی تو حق شفعہ ثابت ہوگا اور غلام ماذون مدیون کو اپنے مولی کے مال مین اور سید کو اپنے غلام ماذون مدیون کے مال مین حق شفعہ پہونچتا ہی اور شفعہ ثابت ہی اوس شخص کے لیے جو خود خرید کرے یا دوسرے کے لیے خریدے یا کوئی دوسرا اوسکے لیے خریدے فائدہ اسکا یہ ہی کہ اگر مشتری یا موکل شریک ہون اور ایک دوسرا اور شریک ہو تو مشتری اور موکل کو بھی شفعہ پہونچیگا ف مثلاً ایک گھر مین تین شخص شریک ہین اپنا ایک شریک نے دوسرے کو وکیل کیا تیسری کا حصہ خریدنے کے لیے تو موکل شفیع ہی اور وکیل مشتری ہی تو دونون کو حق شفعہ پہونچیگا

کذا فی الحاشیہ ص اور اگر مشتری شریک ہووے اور گھر کا ایک ہمسایہ ہووے تو شریک کے ہوتے ہوئے ہمسایہ کو
شفعہ نہ پہونچیگا اور جو شخص بیچے اصالتاً یا وکالتاً یا اوسکی طرف سے دوسرا شخص بیچے یا وہ ضامن ہو درک کا اور وہ شفیع ہو تو اوسکا
شفعہ ساقط ہوجاویگا ف اسلیے کہ بیع اور ضمان درک مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہوگیا ص
اگر کسی نے اپنی زمین اسطرح بیچی کہ جو جانب شفیع کیطرف ملی تھی اودھر سے ایک ہاتھ کم کرکے فروخت کی ف یہ پہلا حیلہ ہے اسقاط
شفعہ کا جو بسبب جوار کے ہووے صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر کو بیع کرے مگر ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک اونگل کے
موافق عرض میں اور طول میں جسقدر شفیع کی زمین سے ملی ہے چھوڑکر باقی کو بیع کرے ص تو شفیع کو شفعہ نہ پہونچیگا
ف اسواسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کی وجہ سے تھا اور اتصال مبیع سے یہان نرہا ص یا ایک حصہ اوس زمین
کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی تو شفیع کو صرف حصہ اول میں شفعہ پہونچیگا نہ ثانی میں ف یہ دوسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط
حق شفعہ ہمسایہ کے تدبیر اوسکی یہ ہے کہ جب ایک گھر کے خریدکا ارادہ کرے بدلے میں ایک ہزار روپیہ کے تو اوس کل گھر
مین سے کسیقدر حصہ اگرچہ قلیل ہو جیسے ہزاروان حصہ اوس گھر کا نوسو ننانوے روپے کو خرید لیوے پھر باقی گھر ایک روپیہ
کو خرید لیوے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزارویں حصے میں گھر کے پہونچیگا اور اوسکو بھی وہ نہ لے سکیگا بوجہ گرانی قیمت
اور قلت مقدار زمین کے اور دوسرے حصے کو نہین لے سکتا اسلیے کہ مشتری دوسرے حصے کے خریدتے وقت شریک
تھا اور شریک مقدم ہے جار پر کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ثمن کے عوض میں خرید کرے ایک کپڑا بائع
کو دیدیوے تو شفیع نہین لے سکیگا مگر کل ثمن کے بدلے میں ف یہ تیسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے برابر ہے
کہ ہمسایہ ہو یا شریک صورت اسکی یہ ہے کہ ایک گھر سو روپے کی مالیت کا ہے اوسکو ہزار روپے کے بدلے میں خرید کرے عوض
ہزار روپے زر ثمن کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپے کی مالیت کی دیدیوے تو شفیع اب اوس گھر کو نہین لے سکتا مگر
ہزار روپے کے عوض میں کذا فی الاصل ص حیلہ شرعی کرنا واسطے ساقط کرنے زکوۃ اور شفعہ کے امام ابو یوسف رح کے
نزدیک مکروہ نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتوی شفعہ مین ابو یوسف رح کے قول پر ہے اور زکوۃ مین محمد رح کے قول پر ف
اسواسطے کہ زکوۃ عبادت ہے اوس مین حیلہ کرنا انتہا کی برائی ہے اسلیے کہ یہ اختیار کرنا ہے بخل کا اور قطع ہے فقرا کے حقوق کا جنکو
اللہ تعالی نے مقرر کیا اغنیا کے مال میں اور داخل ہوجاتا ہے زمرہ میں اون لوگون کے جنکی برائی اس آیت میں ہے
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الآیۃ اور مین کہتا ہون کہ شفعہ مشروع ہوا ہے
واسطے دفع کرنے ضرر جوار کے تو مشتری اگر ایسا شخص ہے جس سے ہمسایہ کے لوگ ایذا پاتے ہین تو اسقاط شفعہ حلال
نہین ہے اور اگر مشتری مرد نیک ہے ہمسائے اوس سے نفع اوٹھاتے ہین لیکن ناحق شفیع اوسکا رہنا نہین چاہتا تو اوس وقت
مین حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے کذا فی الاصل ص اگر شفیع نے طلب مواثبہ نہ کی یا طلب اشہاد نہ کی بعد
بیع کے شفعہ اپنا چھوڑ دیا اگرچہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل ہو شفیع کا یا شفیع نے صلح کرلی اپنے حق شفعہ کے
بدلے میں کسی عوض پر تو ان سب صورتون مین شفعہ باطل ہوجاویگا اور صورت اخیرہ مین شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا
اسی طرح اگر شفیع مرجاوے تب بھی شفعہ باطل ہوگا اور اوسکے ورثہ کو نہ پہونچےگا ف یہ جب ہے کہ شفیع قبل

حیلہ اسقاط شفعہ

قضاے قاضی بعد بیع کے مرجاوے اور جو بعد حکم قاضی کے مرجاوے قبل ادا کرنے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو وارث
کو شفعہ ملے گا کذا فی الاصل ص اگر مشتری مرجاوے تو شفعہ ساقط نہوگا ف بلکہ اوسکے ورثہ سے شفعہ طلب کیا جاویگا
ص اگر شفیع قبل اس بات کے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اوس جائداد کو اپنی بیچ ڈالے جسکے سبب سے اوسکو استحقاق شفعہ کا
حاصل ہی تب بھی شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا ف الا جب کہ بیع بشرط خیار کرے یا بعد حکم قاضی کے بیچے ص اگر شفیع
کو خبر پہونچی کہ مکان زید خریدتا ہی اور اوسنے شفعہ چھوڑدیا بعد معلوم ہوا کہ عمرو نے خریدا یا شفیع کو پہلے معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپیکو
فروخت ہوا تو اوسنے شفعہ چھوڑدیا پھر یہ کھلا کہ ہزار سے کم کو بکا یا ایسی چیز کیلی یا وزنی یا عددی متقارب کے بدلے مین بکا کہ قیمت
اوسکی ہزار یا زیادہ ہی تو شفیع کو پھر دعوی شفعہ پہونچیگا اور جو یہ کھلا کہ اسباب کے بدلے مین بکا جسکی قیمت ہزار روپیہ یا زیادہ ہی
تو شفعہ نہ پہونچیگا ف اسواسطے کہ کیلی وزنی اشیا دینا کبھی شفیع کو آسان ہوتا ہی بہ نسبت زر نقد کے اور اسباب
مین اگر اوسکی قیمت ہزار روپیہ ہی تو شفیع کو ہزار روپیہ دینا ہوگا اور ہزار روپیہ پر وہ شفعہ چھوڑ چکا ہی اور اگر زیادہ ہی تو بطریق
اولی شفعہ نہوگا کذا فی الاصل ص اگر چند شخصون نے ایک مکان ایک شخص سے لیا تو شفیع ایک شخص کا حصہ لے سکتا ہی
اور جو چند شخصون نے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچا تو شفیع ایک بائع کا حصہ نہین لے سکتا اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین سے نصف
زمین بیچ ڈالی پھر اوسکو تقسیم کیا یعنی اپنا نصف جدا کیا اور مشتری کا نصف علیحدہ کیا تو شفیع اوس نصف کو لے سکتا ہی
مسائل ملحقہ ابراے عام سے شفعہ ساقط ہوجاتا ہی قضاءً نہ دیانۃً اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو اگر دار مبیعہ
کی ملک کا بھی دعوی ہی اور شفعہ کا بھی تو یون دعوی کرے کہ مین اس گھر کی ملک کا دعوی کرتا ہون اگر یہ گھر مجھے
پہونچا تو بہتر ہی ورنہ مین شفعہ کے دعوی پر ہون جس لڑکے کا کوئی ولی نہین ہی تو اوس کا شفعہ
باطل نہوگا اگر قاضی اوسکی طرف سے کوئی کارپرداز مقرر کرے تو وہ شفعہ کو طلب کرے درمختار

كتاب القسمة

قسمت کہتے ہین ایک حصہ شائع ف یعنی پھیلے ہوئے ص کو جمع کردینا اور معین کردینا ف اور قسمت کا
سبب طلب کرنا ہی شریکون کا یا بعض کا منفعت کو اپنی ملک سے تو اگر شریکون کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہین
اور شرط قسمت یہ ہی کہ منفعت فوت نہوجاوے تو دیوار اور حمام اور مانند اسکے قسمت نہ کی جاویگی درمختار ص جو
چیز مثلی ہی تو اوسکی قسمت مین افراز یعنی اپنے حق کا جدا کر لینا غالب ہی اور جو غیر مثلی ہی تو اوس مین مبادلہ غالب ہی ف
مثلی مین جیسے گیہون چانول جو وغیرہ مین افراز اسلیے غالب ہی کہ اوسکے اجزا اور ابعاض مین تفاوت نہین اسواسطے کہ مثلاً
گیہون اور جو مین سے جو ایک شریک لیتا ہی وہ اوسکی مثل ہی ظاہر اور باطن مین جو دوسرا شریک لیتا ہی اور غیر مثلی مین
جیسے حیوانات اور اسباب اور زمین مین مبادلہ غالب ہوا اسلیے کہ اون مین تفاوت بہت ہوتا ہی چنانچہ ایک گھوڑا
سو درہم کا اور دوسرا ہزار درہم کا تو اوسکو عین حق قرار دینا ممکن نہین ہی کیونکہ دونون حصون مین بالیقین مماثلت
اور مساوات نہین ہی ص تو ہر شریک حصہ اپنا دوسرے شریک کی غیبت مین مثلی مین لے سکتا ہی نہ غیر مثلی مین
ف اسلیے کہ مثلی مین تفاوت نہین ہی برخلاف غیر مثلی کے درمختار ص اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاویگا

متحد الجنس مین ف یہ جواب ہے ایک سوال کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی مین پھر کیا وجہ ہے کہ متحد الجنس غیر مثلی مین جبر
کیا جاتا ہے قسمت پر باوجود ہن بات کے کہ مبادلہ مال پر جبر نہین کیا جاتا حاصل جواب کا یہ ہے کہ اگرچہ یہ مبادلہ ہے لیکن اسمین معنی
افراز کے پائے جاتے ہین اور شریک چاہتا ہے کہ اپنے حصہ سے نفع اوٹھاوے اسوجہ سے اسمین جبر جاری ہوا علاوہ اسکے کبھی مبادلہ
مین بھی جبر ہوتا ہے جب اوس سے غیر کا حق متعلق ہووے جیسے ادائے دین مین کذا فی الاکمل ص اور قسمت کرنے والا بیت المال
مین سے مقرر کیا جاویگا تا لوگون کے مال بغیر اجرت تقسیم کر دیا کرے اور یہ اولی ہے اور جو اجرت پر مقرر کیا جاوے تب بھی صحیح ہے
اور اجرت سب شریکون پر برابر ہوگی ف امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جسکا حصہ زیادہ ہو وہ زیادہ
اجرت دیویگا اور جسکا کم ہو وہ کم دیوے کیونکہ اجرت محنت کا بدلہ ہے ملک کی امام صاحب یہ کہتے ہین کہ اجرت بعوض تمیز کر دینے کے
ایک حصہ کو دوسرے سے ہے اور اسمین تفاوت نہین قلیل و کثیر مین بلکہ کبھی قلیل مین مشکل ہوتا ہے اور کثیر مین آسان اور کبھی
اسکا اولٹا ہوتا ہے تو اوسکا اعتبار متعذر ہوا پس سب شریکون پر اجرت برابر ہوگی باعتبار اصل تمیز کے کذا فی الاکمل اور اجرت
ناپنے اور تولنے اور پرکھنے اور چہاڑنے اور لادنے والے کی اور محافظت کرنے والے کی باتفاق امام اور صاحبین بقدر حصون کے
ہوگی در مختار ص شرط ہے کہ قاسم علم قسمت کو خوب جانتا ہووے ف اور عادل امانت دار ہووے در مختار ص اور حاکم ہرگز
قسمت کے لیے خاص ایک شخص کو مقرر کرے ف اسطرح کہ وہی شخص اجرت لیکر تقسیم کیا کرے کیونکہ وہ اجرت گران
لیگا اور لوگون کو بوجہ مجبوری کے دینا پڑیگی ص اور نہ یہ کہ اجرت قسمت کی سب قاسمون مین مشترک ہوا کرے ف
ورنہ وہ آپسمین اتفاق کرکے اجرت گران لینگے ص قسمت صحیح ہے سب شریکون کی رضامندی سے مگر جب انمین
کوئی شریک صغیر ہو ف یا مجنون ہو جسکا کوئی نائب نہین ہے یا کوئی شریک غائب ہووے جسکی طرف سے کوئی وکیل
نہین ہے کہ ان صورتون مین قسمت لازم نہوگی در مختار ص بلکہ اوسوقت اجازت قاضی کی ف یا غائب یا صبی
کی بعد بلوغ کے یا اوسکے ولی کی در مختار ص ضرور ہے ف یہ جب ہے کہ شرکا وارث ہون اور جو مشتری ہون تو
قسمت باطل ہے اگرچہ ان اشخاص کی اجازت ہو جاوے جب تک وہ صبی بالغ ہوکر یا اوسکا ولی اجازت نہ دیوے یا غائب
حاضر ہوکے نہ دیوے در مختار ص اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا شرکا دعوی کرتے ہین یا اوسکے شراکا یا مطلق
ملک کا اسی طرح غیر منقول اگر اوسکے شرا یا ملک کا دعوی کرتے ہون اور جو اوسکی میراث کا دعوی کرتے ہون تو وہ تقسیم
نہ کیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک یہان تک کہ گواہ لاوین موت پر مورث کے اور ورثہ کی تعداد پر اور صاحبین کے نزدیک
تقسیم کر دیا جاویگا مثل اور صورتون کے اور قسمت نہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ عقار اونکے قبضے مین ہے جب تک وہ
اپنی ملک پر گواہ نہ لاوین باتفاق امام اور صاحبین کے اگر دو وارث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور انھون نے مورث
کی موت پر اور ورثہ کے شمار پر گواہ قائم کیے اور ایک عقار اون دونون کے قبضے مین ہے اور منجملہ ورثہ ایک وارث نابالغ ہے
یا غائب ہے تو عقار کو تقسیم کرے گا قاضی اور ایک شخص کو مقرر کر دیگا جو طفل یا غائب کے حصہ پر قبضہ کر لیوے اور جو ایک وارث
حاضر ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے موت مورث پر اور شمار ورثہ پر یا کئی شخصون نے ایک چیز ملکر خریدی اب ایک خریدار
غائب ہے اور باقی شریک حاضر ہین یا کل یا بعض عقار یا منقول نابالغ یا غائب کے قبضے مین ہو تو قسمت نکی جاویگی قال المترجم

قسمت کیا جاوے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے اپنے حصے سے نفع اوٹھا سکے اور جو ایک کا حصہ زیادہ ہے
اور دوسرے کا اسقدر قلیل ہے کہ وہ اوس سے نفع نہین اوٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا اگر قسمت طلب کریگا تو قسمت ہوگی اور حصہ
قلیل والے کی طلب سے قسمت نہ کی جاویگی ف اسلیے کہ صاحب حصہ قلیل کو قسمت مین کچھ نفع نہین تو وہ نقصان پہنچانیوالا
ہے طلب قسمت مین اور بعضون نے برعکس کہا ہے یعنی صاحب کثیر کے چاہنے سے قسمت نہوگی کیونکہ صاحب کثیر صرف نقصان
چاہتا ہے صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے تو قسمت کی جاویگی اسلیے کہ وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہے اور بعضون
نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کیجاویگی درمختار مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے نقلاً عن الخانیۃ ص اگر قسمت کرنے سے
سب شریکون کو ضرر ہوتا ہووے تو قسمت نہوگی جب تک سب شریک طلب کرین تقسیم کو اور قسمت کیجاوے اون اسباب اور
عروض کی جنکی جنس متحد ہے ف مثلاً اگر صرف بکریان ہووین یا نرے اونٹ ہووین یا اور کوئی اسباب ایک قسم کا ہووے ص اور
جو مال مشترک وہ جنس سے ہون ف یا کئی جنس کے جیسے بکریان اور اونٹ یا اور اسباب مختلف جنس کے ص یا
غلام لونڈی ہون یا جواہرات ہون یا حمام ہے ف یا کوان یا چکی یا کتابین درمختار ص تو قاضی قسمت نہین کرسکتا
مگر جب سب شریک راضی ہوجاوین تقسیم پر ف اور صاحبین کے نزدیک رقیق اور جواہرات بعض شرکا کی طلب سے
بھی تقسیم کر دیے جاوینگے جیسے اونٹ وغیرہ امام صاحب یہ کہتے ہین کہ آدمی مین بہت تفاوت فاحش ہوتا ہے تو مثل اجناس
مختلف کے ہوے اور جواہر مین بعضون کے نزدیک اگر جنس مختلف ہو تو قسمت نہوگی کذا فی الاصل ہم کہتے ہین کہ جواہرات
اگرچہ متحد الجنس ہووین جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے بدرجات متفاوت اور کم و بیش ہوتی ہے تو مساواۃ
قسمت اوسمین ممکن نہین ہے اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ کتابین تقسیم نہ کی جاوینگی وارثون مین لیکن ہر وارث اوس سے
نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی اوراق کے شمار سے نہوگی اسی طرح جلدون سے اگر ایک کتاب کئی مجلد
مین ہووے اور اگر وہ شریک باہم راضی ہوجاوین اس بات پر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک کچھ کتابین
لیوے قیمت کے حساب سے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین درمختار ص کئی گھر مشترک ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور
ایک دکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت جدا جدا ہوگی ف یعنی یہ نہوگا کہ ایک شریک کو گھر دیدیا جاوے اور دوسرے
کو زمین یا دکان یا دوسرا گھر دیدیا جاوے بلکہ ہر ایک مین علحدہ علحدہ قسمت کیجاویگی اگر سب چیزین ایک شہر مین ہووین
امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قسمت مجتمعہ ہوگی اگر وہ سب گھر ایک شہر مین ہین اور جو دو شہرون مین ہین تو
باتفاق امام قسمت ہر ایک کی علحدہ علحدہ کیجاویگی کذا فی الاصل ص اور قسمت کرنیوالا شی مقسوم کا نقشہ کھینچے ف
قاضی کے دکھانے کے لیے درمختار ص اور مقسوم کو قسمت کے حصون پر تعدیل اور تسویہ کرے ف اس طرح پر
کہ اقل سہام کو دیکھا اوسکے مخرج پر مقسوم کے حصے کرلیوے مثلاً کمتر سہام ثلث ہے تو شی مقسوم کے تین حصے کرے
اور جو سدس ہے تو چھ حصے کرے علی ہذا القیاس ص اور گزون سے اوسکو پیمایش کرے اور عمارت کی قیمت
مقرر کرے اور ہر حصہ کی آمد کی راہ اور پانی جدا کردیوے اور حصون کا نام پہلے دوسرے تیسرے کے ساتھ رکھدیوے
تو جسکا نام پہلے نکلا اوسکو پہلا حصہ دیوے اور جسکا نام دوسری بار مین نکلا اوسکو دوسرا حصہ دیوے ف یعنی نام

اوس کاغذ پر گزون کو لکھکر جدول قلم سے ہر ذراع فی ذراع کو یعنی گز گز خشت خام کے بناوے اور مکان اور سائبانون کو بھی گزون سے ناپ لیوے اور عمارت کی قیمت لگا لیوے اور جس جانب سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر جانب غربی سے مثلاً شروع کرے تو اول حصہ کا نام پہلا حصہ رکھے پھر اوسکے متصل دوسرا حصہ پھر تیسرا حصہ اسیطرح جتنے حصے ہون اخیر تک بعد اوسکے شرکا کے نام قرعہ پر یا کسی اور چیز پر لکھکر ہر ایک جسکا نام نکلے اوسکو ابتدا کی جانب سے جو حصے پہونچتے ہون دیدیوے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو خواہ سب کے حصے برابر ہون یا کم و بیش انتہی کذا فی الاصل ص اور نقد روپے گھر اور زمین کی قسمت مین داخل نکیے جاوینگے مگر شرکا کی رضامندی سے ف تو اگر زمین مین عمارت بھی ہو تو اوسکی قسمت قیمت سے ہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک اور امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ زمین برابر برابر تقسیم کرے جسکے حصے مین عمارت آوے وہ دوسرے کو موافق اوسکے روپے پھیر دیوے تا حصہ برابر ہو جاوے تو ضرورت کے سبب سے روپے داخل کیے جاوینگے اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ جسکے حصے مین عمارت ہی وہ دوسرے شریک کو کچھ زمین واپس کر دیوے تو اگر اس سے بھی پورا نہو تو کچھ روپے دیدیوے کذا فی الاصل ص اگر گھر کی یا زمین کی قسمت ہو گئی اب ایک شریک کی موری یا راہ دوسرے شریک کے حصے مین سے ہی اور اسکی شرط قسمت کے وقت نہین ہوئی تھی تو راہ اور موری اوسکی بدل دینگے اگر ممکن ہو ورنہ قسمت کو فسخ کرکے اسطرح تقسیم کرینگے کہ ہر ایک کے پانی بہنے کی اور آمد و رفت کی راہ جدا ہووے اگر ایک مکان اوپر اور نیچے کا مشترک ہی اور ایک مکان نیچے کا خاص ایک شخص کا ہی اور اوپر کا مشترک اور ایک اوپر کا مکان خاص دوسرے کا ہی اور نیچے کا مشترک تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت مقرر کرکے بلحاظ قیمت تقسیم کیا وین امام محمد رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی ف اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک گزون سے ناپ کر تقسیم کر دینگے اسطرح کہ نیچے کے مکان سے ایک گز کے مقابل مین دو گز اوپر کے مکان سے دینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی گزون سے تقسیم ہوگا لیکن اوپر اور نیچے کا مکان برابر رہیگا کذا فی الاصل ص اگر بعد قسمت کے ایک شریک نے اپنے حصے پانے کا اقرار کیا پھر کہنے لگا کہ کچھ زمین میرے حصے کی دوسرے شریک کے پاس چلی گئی غلطی سے تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے ف اسلیے کہ وہ چاہتا ہی فسخ قسمت کا تو نہ تصدیق کیا جاویگا مگر گواہون سے اور یہ اسلیے ہی کہ دعوی اوسکا مقبول نہونا چاہیے بسبب تناقض کے اور مبسوط اور فتاوای قاضی خان مین بھی اسکی تائید ہی اور روایت متن کی یہ دلیل ہی کہ اوس شریک نے قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے اپنے حق پانے کا اقرار کر لیا پھر جب اوسنے خوب جانچا تو اوسکے فعل کی غلطی ظاہر ہوئی سو اوس اقرار سے مواخذہ نہ کیا جاویگا وقت ظاہر ہونے حق کے کذا فی الاصل مین کہتا ہون کہ اگرچہ یہان اوسکے دعوی مین تناقض ہی لیکن تناقض محل خفا مین معفو ہی جیسا کہ اشباہ والنظائر اور اکثر کتب فقہ مین مصرح ہی ص اگر دو شخص قاسم تھے تو اونکی شہادت احد الشریکین پر جب وہ انکار کرے اپنے حصہ پانے کا مقبول ہی ف شیخین کے نزدیک اور محمد اور شافعی رح کے نزدیک مقبول نہین ہی اسلیے کہ یہ شہادت خود اپنے فعل پر ہی ہم جواب دیتے ہین کہ نہین اپنے فعل پر شہادت نہین ہی بلکہ احد الشریکین کے اقرار پر اس بات کے کہ مینے اپنا حصہ پا لیا ص اور جو ایک شریک نے یہ کہا کہ مینے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر دوسرے شریک نے اوس مین سے کچھ لے لیا تو اوس شریک کو حلف دلاوینگے اور جو قبل اقرار استیفاے حق کے اوسنے یہ کہا کہ مجھکو اسقدر حصہ پہونچا تھا اور دوسرے شریک نے اتنا نہ دیا تو دونو

قسم کہا دین اور قسمت فسخ کیجاوے ف اور جو شریک راہ کی عرض مین اختلاف کرین تو راہ کا عرض موافق دروازہ مکان کے عرض کے کر دیا جاوے یا اور طول اوسکا بقدر طول دروازہ کے اور زمین مین بقدر چلنے بیل کے اور جو شریکون نے شرط کر لی کہ مقدار راہ کا متفاوت ہے تو جائز ہے در مختار ص اگر بعد قسمت کے ایک کے حصے مین سے کچھ زمین معین یا غیر معین کسی شخص کی نکلی تو قسمت کا فسخ کرنا ضرور نہین بلکہ وہ شریک موافق اوس حصے کے اپنا حصہ دوسرے شریک کی زمین سے لے لیوے اور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین مین کسی شخص ثالث کا نکلا تو قسمت فسخ کیجاویگی ف اور اس کتاب مین اس مقام پر تفصیل کی ہے اگر دیکھا چاہے تو دیکھ لیوے ص صحیح ہے باری باری نفع لینا شی مشترک سے جسکو مہایاۃ کہتے ہین مثلاً ایک دار مشترک مین ایکطرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا اوپر کے مکان مین رہے اور دوسرا نیچے کے مکان مین رہے یا ایک غلام مشترک سے ایک دن کام کرایا کرے دوسرے دن دوسرا یا چھوٹے گھر مین ایک دن رہے دوسرے دن دوسرا یا دو غلام مشترک ہون ایک ایک سے کام کرایا کرے دوسرا دوسرے سے ف

مسائل ملحقہ اگر ترکہ تقسیم ہوگیا پھر میت پر دین نکلا تو قسمت کو فسخ کر ڈالینگے مگر جب سب وارث ملکر قرض کو ادا کر دین یا قرضخواہ اپنا قرضہ سب وارثون کے ذمے سے معاف کر دیوین یا اور ترکہ بمقدار باقی ہو جو قرضہ کو کافی ہو اگر بعد قسمت ترکہ کے ایک وارث نے دعوی دین کیا تو مسموع ہے نہ دعوی عین اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے مین درخت کی ملک کا مدعی ہوا تو باطل ہے اگر ایک شریک کے حصہ کا درخت اوسکی شاخین دوسرے شریک کے حصے مین لٹکتی ہین تو اوسکو جبر اوس درخت کے کاٹنے پر نہین پہونچتا اگر زمین مشترک مین احد الشریکین نے بغیر اذن دوسرے کے عمارت بنائی تو اوسکے شریک نے عمارت کا رفع چاہا تو زمین قسمت کر دینگے اگر جسنے عمارت بنائی اوسی کے حصے مین آگئی تو بہتر ہے ورنہ اوسکو منہدم کر دینگے اور یہی حکم درخت کا ہے البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہو جاوے تو نہ گرا دینگے اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر اپنا حصہ مشترک کرلین تو درست ہے جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہووے تو اوسمین ملک قابض کی آجاویگی اور جو اوسمین تصرف کریگا وہ نافذ ہوگا مثل مقبوض بیع شرای فاسد کے اگر مکان مشترک گر گیا اور ایک شریک اوسکی تعمیر نہین کرتا تو قسمت کر دیوین اور جو قسمت نہو سکے تو ایک شریک اوسکو بنا کر اپنے پاس رکھ چھوڑے اور دام اپنے وصول کر لیوے اگر قاضی کے حکم سے بناوے ورنہ قیمت عمارت جو بنا کے وقت ہو پھر لیوے انسان کو اپنی ملک مین تصرف کرنا اگرچہ ہمسایہ کو اوس سے ضرر پہونچے درست ہے اسی پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا نہین درست ہے اور اوسی پر فتوی ہے در مختار

ص کتاب المزارعۃ

شرع مین مزارعت عبارت ہے اوس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بقرار بعض خارج ف یعنی تہائی یا چوتھائی اناج جو پیدا ہو ٹھہرانا مثلاً زید اپنی زمین عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اوسمین زراعت کرے جو کچھ پیدا ہو اوسکی تہائی زید کو ملے باقی عمرو کو اسی کا نام مزارعت ہے ارکان اس مزارعت کے چار ہین ایک زمین دوسرے تخم تیسرے محنت چوتھے بیل در مختار

ص امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک یہ عقد صحیح نہین ہے اسلیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا مخابرہ سے ف روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر رضہ سے اور مخابرہ لغت مین اہل مدینہ کے مزارعت کو کہتے ہین اور ایک روایت مین مسلم کی

صاف مزارعت کا لفظ موجود ہی ص اور اسواسطے کہ یہ عقد درحقیقت اجارہ لینا ہی بعض پیداوس چیز کے جو اجیر کے عمل سے نکلتی ہی
تو مثل قفیز طحان کے ہوا اور وہ ممنوع ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی ف اسلیے کہ لوگ اسپر عمل کرتے
چلے آتے ہین اور حاجت ہی اور اسکے مثل مضاربت کے اور اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ کیا تھا اہل خیبر
اوپر نصف خارج کے خواہ پھل ہون یا اناج ہو روایت کیا اوسکو ابوداؤد وترمذی ابن ماجہ بخاری مسلم نے ابن عمر رض سے
ہدایہ مین اسکا جواب دیا ہی کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مزارعت نہ تھا بلکہ خراج مقاسمہ کے طور پر تھا اور وہ امام صاحب کے نزدیک جائز
ہی بالجملہ دلیل امام اعظم کی ظاہر حدیث سے قوی ہی اور عمل کرنا مذہب صاحبین پر بنظر ضرورت اور احتیاج کے ہی ص لیکن مزارعت
کے صحیح ہونے کیلیے کئی شرطین ہین پہلی شرط یہ ہی کہ زمین زراعت کے قابل ہووے دوسری شرط یہ ہی کہ عاقدین اہل ہون ف
یعنی عاقل ہون تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست نہین ہی لیکن صبی عاقل اور غلام اور کافر سے درست ہی طحطاوی
ص تیسری شرط یہ ہی کہ مدت مذکور ہو ف موافق دستور کے اور در مختار مین ہی کہ ہمارے زمانے مین ذکر مدت ضرور
نہین اور اسی پر فتوی ہی ص چوتھی شرط یہ ہی کہ تخم دینے والے کو معین کردینا ف یعنی بیج بونے کے لیے
کون دیوے جسکی زمین ہی وہ دیوے یا جو محنت کرتا ہی وہ دیوے اسکی تعیین ضرور ہی اور بعضون کے نزدیک موافق
عرف کے عمل ضرور ہی ہدایہ ص پانچوین شرط یہ ہی کہ جو چیز بوئی جاوے اوسکی جنس مذکور ہو ف یعنی باجرا یا جوار
یا گیہون ص چھٹی شرط یہ ہی کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہووے ف یعنی جس کا بیج نہین ہی اوسکا حصہ
مقرر کردینا ضرور ہی ص ساتوین شرط یہ ہی کہ زمین محنت کرنے والے کے بالکل سپرد کردی جاوے ف تو اگر صاحب
زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونون کا عمل مشروط ہووے تو عقد صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہی کہ زمین کا
مالک کہے کہ مینے زمین تجکو تسلیم کردی کذا فی الطحطاوی ص آٹھوین شرط یہ ہی کہ جو غلہ پیدا ہووے اوسمین دونون کی شرکت ہووے
تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کے واسطے دس من یا دو من غلہ معین کردیا گیا ہووے ف یعنی مثلاً یہ کہدیا گیا ہووے
کہ دس من غلہ فلان کو ملیگا بعد اوسکے نصفا نصف یا اثلاثا تقسیم کرلینگے تو مزارعت اس صورت مین اسلیے باطل ہی کہ احتمال
ہی کہ سوا دس من غلے کے اور کچھ پیدا نہووے تو ضرور ہی کہ جسقدر نکلے دونون مین مشترک رہے ص یا ایک مقام خاص
مین جو غلہ نکلے وہ ایک کے لیے معین کردیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر خراج معین کے
پہلے دیدیا جاوے پھر باقی تقسیم ہووے ف ان سب صورتون مین مزارعت باطل ہی اسلیے کہ شاید اوسی مقام خاص
مین غلہ نکلے اور کہین نہ نکلے یا بقدر تخم ہی کے پیدا ہو یا جسقدر خراج التعیین ہی اوسی قدر غلہ نکلے زیادہ نہ پیدا ہووے اور اگر
خراج مقاسمہ جو بقدر ثلث یا خمس خارج کے ہوتا ہی ہووے تو عقد مزارعت باطل نہوگی جیسے عشر کی پہلے دیدینے کی شرط ہووے
اسلیے کہ اسمین شرکت منقطع نہین ہوتی بلکہ جسقدر پیدا ہوگا خواہ کتنا ہی قلیل ہو اوسکا ربع یا خمس جو خراج مقاسمہ مین ہو ادا کرکے
باقی بطور شرط کے تقسیم کرلینگے کذا فی الاصل ص یا گھانس ایک کی ہووے اور دانہ دوسرے کا ف اسلیے
کہ شرکت اس صورت مین منقطع ہوجاتی ہی اوسمین جو مقصود زراعت ہی یعنی اناج کذا فی الاصل ص یا دانہ نصفا نصف
ہووے اور گھانس اوسکی جو صاحب تخم نہین ہی ف اسلیے کہ یہ شرط خلاف ہی مقتضاے عقد کے کیونکہ گھانس

مستحق وہی ہی جسکے بیج ہین ص یا گھانس نصفا نصف ہو اور دانہ ایک کا ہووے ف اسلیے کہ مقصود مین شرکت
منقطع ہوجاتی ہی ص اور اگر یہ شرط کی کہ دانہ نصفا نصف ہو اور گھانس تخم والے کو ملے یا گھانس کا بالکل ذکر ہی نہ کیا تو درست
ہی ف اسلیے کہ اول صورت مین شرط موافق مقتضاے عقد کے ہی کیونکہ گھانس اوسیکے ملک کی افزایش ہی جسکا تخم ہی
اور دوسری صورت مین مقصود یعنی اناج مین شرکت حاصل ہی تو اس صورت مین کل گھانس صاحب تخم کو ملیگی اور بعضون
کے نزدیک مشترک رہیگی دانے کی متابعت سے کذا فی الاصلاح ص اسیطرح مزارعت درست ہی اگر تخم اور زمین ایک کی ہو
اور بیل اور محنت دوسرے کی یا زمین ایک کی اور بیل اور محنت اور تخم ایک کا یا محنت ایک کی اور بیل اور زمین اور تخم
ایک کا اور باطل ہی اگر زمین اور بیل ایک کا ہووے اور محنت اور تخم ایک کا ہو یا تخم اور بیل ایک کا ہو اور زمین اور محنت ایک
کی ہو یا زمین اور عمل ایک کا ہووے اور بیل اور تخم ایک کا ہو یا تخم ایک کا ہووے اور بیل اور زمین اور محنت ایک کی ہووے
ف کل صورتین یہان سات ہین جسمین سے تین درست ہین اور چار نادرست جیسا مذکور ہوا ص جب عقد
مزارعت صحیح ہوا تو اب پیداوار موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور جو کچھ پیدا نہووے تو محنت کرنے والے کو کچھ نہ ملیگا
اور جبر کیا جاویگا عقد مزارعت کے پورا کرنے پر جو بعد مزارعت کے اوس پر چلنے سے انکار کرے مگر صاحب تخم پر جبر نہوگا
بیج ڈالنے کے پہلے ف اور بعد بیج ڈالنے کے اوسپر بھی جبر ہوگا دُرِ مختار ص اور جس صورت مین عقد مزارعت فاسد
ہوجاوے تو پیداوار سب اوسکو ملیگی جسکا تخم ہی اور دوسرے کو اگر اوسکی زمین ہی تو کرایہ زمین کا اور اگر محنت ہی تو محنت
کی اجرت ملیگی لیکن جسقدر شرط ہوا تھا اوس سے زیادہ نہ ملیگا اور امام محمد کے نزدیک جہان تک پہونچے اجرت مثل
دیجاویگی اگرچہ شرط سے بڑھ جاوے ف اور جو مزارعت فاسدہ مین کچھ پیدا نہووے تو اگر تخم عامل کیطرف سے ہووے تو زمین
اور بیل کی اجرت اوسپر واجب ہوگی اور اگر تخم مالک زمین کا ہووے تو اجرت مثل عامل کی دینا ہوگی در مختار
ص اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حال آنکہ محنت کرنے والا زمین کو جوت چکا ہی تو قاضی کے
حکم سے اوسکو کچھ نہ ملیگا لیکن دیانۃ یعنی فیما بینہ وبین اللہ اوسکو راضی کرنا چاہیے ف تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک
عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب اوسکے فریب دینے کے کذا فی الدر المختار ص اور باطل ہوجاتی ہی مزارعت احد المتعاقدین
کے مرجانے سے اور فسخ کی جاتی ہی اگر دین کے سبب سے اوس زمین کی بیع ضرور ہوجاوے ف یہ جب ہی کہ کھیتی پیدا نہوئی ہو لیکن
دیانۃ واجب ہی کہ اگر عامل عمل کر چکا ہو تو اوسکو راضی کیا جاوے اور جو کھیتی اوگ چکی ہو اور ابھی کٹنے کا وقت نہ آیا ہو تو زمین
کی بیع نہوگی اسلیے کہ مزارع کا حق اوس سے متعلق ہی ص اور جو مدت مزارعت کی گذر گئی اور کھیت پختہ نہین ہوا تو مزارع
پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت مثل زمین کی واجب ہی اور اور اخراجات اوسکے دونون پر ہونگے بقدر حصون کے
جیسے اجرت کھیت کاٹنے اور اوٹھانے اور روندنے اور غلہ کو بھوسہ سے صاف کرنے کی دونون پر بقدر حصون کے ہوگی
اور جو اسکی شرط محنت کرنے والے پر ہو تو مزارعت فاسد ہوجاویگی اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہی اور عامل کو یہ کام کرنا پڑینگے بسبب
رواج کے تو حاصل اس مقام کا یہ ہی کہ جو عمل قبل پختہ ہونے کھیت کے ہی تو وہ عامل پر ہی اور جو بعد اوسکے ہی وہ دونون پر ہی موافق حصون کے

کتاب المساقاۃ

مساقات کہتے ہیں اشجار دینے کو اسلیے کہ دوسرا شخص اونکو پرورش کرے بعوض ایک حصے کے اونکے پھلوں میں سے
اور مساقات مثل مزارعت کے ہے حکم میں **ف** یعنی مساقات صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے **ص** اور اختلاف میں **ف** یعنی
امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اور دلائل ہر ایک کے وہی ہیں جو کتاب المزارعۃ میں گذر چکے
ص اور شرطوں میں **ف** یعنی جو شرطیں مزارعت کی ہیں وہی شرطیں مساقات کی ہیں جیسے اہل ہونا عاقدین کا اور عامل کا
حصہ بیان کر دینا اور اشجار سپرد کر دینا عامل کے اور خارج کا مشترک ہونا لیکن تخم کا بیان کرنا ممکن نہیں مساقات میں اور
امام شافعی کے نزدیک مساقات جائز ہے اور مزارعت ضمن میں مساقات کے درست ہے اسلیے کہ اصل ان عقود میں مضاربت ہے
اور مساقات بہت مشابہ ہے مضاربت سے اس امر میں کہ دونوں میں نفع میں شرکت ہے اور مزارعت میں صرف نفع میں شرکت
جائز نہیں یعنی اوس اناج میں جو تخم سے زائد ہو وے بلکہ کل میں شرکت چاہیے کذا فی الاکمل **ص** مگر مدت کا ذکر مساقات میں ضرور
نہیں تو اگر مدت ذکر نہ کی تو مساقات صحیح ہو جاویگی **ف** از روئے استحسان کے اسلیے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہے کذا فی الاکمل
ص اور اول بار کے پھلوں پر واقع ہوگی اور رطبہ میں جب تک اوسکا بیج نہ نکلے **ف** رطبہ کو فارسی میں سپست کہتے ہیں
اور وہ ایک گھاس ہے کہ جانوروں کو کھلایا کرتے ہیں تو جب کسی نے رطبہ کو بطور مساقات کے دیا تو بیان مدت شرط نہیں بلکہ
جب تک رہیگی کہ بیج اوسکا نہ نکلے اسواسطے کہ اوسکے بیج کا پکنا جیسے پھل کا پکنا ہے شمنی میں کہتا ہوں کہ اکثر اوس میں تخم غیر مقصود
ہوتا ہے بلکہ ہر سال میں چھ سات مرتبہ کاٹی جاتی ہے اور اگر تخم مقصود ہو تو ایک دفعہ کاٹ کے چھوڑ دیجاتی ہے تخم کے پکنے تک پس جہاں
تخم نہ لیا جاویگا تو چاہیے کہ ایک سال تک مساقات رہے کذا فی الاکمل **ص** اور مساقات میں اتنی مدت بیان کی جس میں پھل نہیں پکتا
تو فاسد ہوگی اور جو اسقدر مدت بیان کی کہ اوس میں کبھی پک جاتا ہے اور کبھی نہیں پکتا تو صحیح ہوگی تو اگر اوس میعاد میں پک گیا
تو موافق شرط کے عمل ہوگا ورنہ عامل کو اجرت مثل دینا ہوگی اور صحیح ہے مساقات انگور اور درخت اور ترکاریوں اور بیگن کی جڑ میں
اور کھجوروں میں اگرچہ اون میں پھل موجود ہوں لیکن پکے نہوں تو اگر پکے ہوئے پھل ہوں تو پھر مساقات صحیح نہوگی بسبب حاجت نہونے کے
جیسے مزارعت تیار کھیتی میں صحیح نہیں ہے تو اگر احد العاقدین مر جاوے یا مدت مساقات کی گذر جاوے اور پھل کچے ہوں تو عامل یا
وارث اوسکے کام کیے جاویں اگرچہ زمین کا مالک یا اوسکے ورثہ خوش نہوں اور مساقات نہیں فسخ ہوگی مگر عذر سے یا عامل
کے بیمار ہو جانے سے یا چور ہونے سے کہ اوسکی طرف سے خوف ہے پھل اور شاخوں کا اور زمین خالی جنگل کا دینا کسیکو ایک مدت معین
تک کہ تا کہ وہ اوس میں درخت لگاوے پھر زمین اور درخت دونوں میں نصفا نصف ہو جاوے درست نہیں ہے بلکہ درخت اور اوسکے
پھل زمین کے مالک کے ہونگے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اجرت ملیگی **ف** یعنی جو درخت کی قیمت گاڑنے کے دن تھی
حیلہ اسکے جواز کا یہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعوض آدھی زمین کے مالک کے ہاتھ بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلاً
تین سال کے واسطے نوکر رکھے تھوڑی سی اجرت پر تا کہ مالک کے حصے میں وہ محنت کرے کہ درخت تیار کر دیوے واللہ اعلم

کتاب الذبائح

ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی وہ حیوان ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذِبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذَبح بالفتح تو عبارت ہے
قطع عروق سے [illegible] وہ ذبیحہ جسکو ذکات نہ کی جاوے **ف** ذکات کا بیان آگے آتا ہے اسواسطے کہ فرمایا

اللہ تعالیٰ نے اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ یعنی حرام ہین اوپر تمھارے میتہ اور دم یہان تک کہ کہا مگر جو تم نے ذکات کی اوسکی اور ذبیحہ
سے مراد وہ حیوان ہی جو قابل ذبح کے ہی تو اس سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی اسواسطے کہ اونکی شان سے ذبح نہین ہی اور اس سے
معلوم ہوگئی حرمت اوس جانور کی جو اونچے سے گرکر مرگیا یا سینگ کا زخم کہا کر مرگیا اور جو ٹکڑا زندہ جانور سے قطع کرلیا گیا
کذا فی الاکمل باختصار و زیادۃ ص ذکات دو قسم کی ہی ایک ذکات ضروری یعنی زخم پہنچانا کسی مقام پر بدن سے اور
ایک ذکات اختیاری جو ذبح کرنا ہی درمیان حلق اور لبّہ کے ف لبّہ بفتح لام اور تشدید با عبارت ہی منحر سے اور منحر موضع
ہی نحر کا سینہ سے کذا فی الاکمل یعنی سر سینہ جہان سے سینہ شروع ہوا ہی وہان سے لیکر جبڑون تک ذکات اختیاری کا
مقام ہی دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح درمیان مین لبہ اور جبڑون کے ہی
کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہی اس لفظ سے ص اور ذبح کی رگین جنکا قطع ذبح مین ضرور ہی چار ہین پہلی حلقوم ف
یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہی ص دوسری مری ف مَرِیٌ بروزن امیر نام اوس رگ کا ہی جس سے کھانا
پانی جاتا ہی ص تیسری اور چوتھی دو شہ رگین کہ اونمین خون پھرتا ہی اور اونکو عربی مین ودجان کہتے ہین ف یہ دونون
رگین لپٹی ہین بیچ مین حلقوم اور مری کے واقع ہین ص تو جائز نہین ہی ذبح فوق العقدہ یعنی اوپر گرہ کے ف
اور بعض کے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ فرمایا حضرت علیہ السلام نے ذکات درمیان مین لبّہ اور جبڑون کے ہی اور در مختار مین
اسی قول کو صحیح رکھا ہی ص اور حلال ہوجاویگا ذبیحہ اگر ان چارون رگون مین سے تین رگین بھی کٹ جاوین ف اسواسطے کہ تین
اکثر ہین اور اکثر کو حکم کل کا ہی یہی قول ہی امام ابو یوسفؒ اور امام ابوحنیفہ کا اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر رگ کا اکثر قطع ہونا ضرور ہی
ص صحیح ہی ذبح ہر ایک دھاردار تیز چیز سے جو ان چارون رگون کو کاٹ دیوے اور خون بہا دیوے اگرچہ نرکل کا پوست یا پتھر
تیز دھاردار ہووے ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے رافع بن خدیج سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو چیز بہا دیوے خون کو اور ذکر کیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالیٰ کا تو کہا و اوسکو سوا دانت اور ناخون کے لیکن دانت تو ہڈی ہی اور
لیکن ناخون سو چھریان حبشیون کی ہین اور روایت کی بخاری نے کعب بن مالکؓ سے کہ ایک عورت نے ذبح کیا بکری
کو پتھر سے تو پوچھا گیا حکم اوسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو آپ نے حکم کیا اوسکے کھانے کا ص مگر دانت سے
اور ناخون سے جب بدن مین جمے ہوئے ہون ف لیکن اگر دانت اور ناخون جدا ہون بدن سے تو اونسے ذبح حلال
ہی ہمارے نزدیک لیکن مکروہ ہی اور شافعی کے نزدیک حرام ہی اور ذبیحہ مردار ہی اسلیے کہ رافع بن خدیج کی حدیث مین جو ابھی
گذری حضرت نے استثنا کردیا دانت اور ناخون کا اور فرمایا آپ نے کہ وہ چھریان ہین حبشیون کی اور جواب ہمارا اس حدیث سے
بچند وجوہ ہی پہلی یہ کہ یہ نہی بطور کراہت کے ہی اور ذبح دانت اور ناخون سے ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہی دوسری یہ کہ مراد اوس حدیث
مین دانت اور ناخون سے وہی دانت اور ناخون ہین جو انسان کے بدن مین جمے ہوے ہون اسلیے کہ حبشیون کی یہی عادت تھی
کہ ناخون بڑھایا کرتے تھے اور اوسی سے ذبح کیا کرتے تھے اور جب ناخون اور دانت جدا ہو گیا تو اب حکم اوسکا مثل
اور آلات کے ہو گیا اب کیا وجہ فرق کی ہی تیسری یہ کہ روایت ابو داود اور نسائی مین موجود ہی کہ حضرت نے فرمایا کہ بہا
تو خون جس چیز سے چاہے تو اور ذکر کر تو نام اللہ کا اور اسمین استثنا نہین دانت اور ناخون کا تو یہ حدیث عام ہی

اور عام معارض ہے خاص کی واللہ اعلم ص اور مستحب ہے کہ چھری تیز کر رکھے قبل جانور کے لٹانے کے ف اسواسطے
کہ روایت کی مسلم نے شداد بن اوس رضہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی نے ضرور کیا احسان ہر چیز پر
سو جب قتل کرو تم تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح کرو اور چاہیے کہ تیز کرے ایک تم میں سے چھری اپنی کو اور آرام دیوے
اپنے ذبیحہ کو ص اور بعد لٹانے کے چھری تیز کرنا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ لٹائے ہوئے ہے بکری کو اور تیز کر رہا ہے چھری کو تو فرمایا آپ نے
کہ تو نے چاہا کہ بکری کو کئی بار مارے کیوں نہ تیز کر لی چھری تو نے قبل لٹانے کے ص جیسے
اوس کا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے اسیطرح مکروہ ہے ذبح کرنا گردن کے
پیچھے سے ف لیکن وہ حلال ہے ہمارے اور شافعی رح کے نزدیک اگر رگوں کے کٹنے تک
وہ زندہ رہے اور جو قبل اوسکے مرجاوے تو حرام ہے اس واسطے کہ بدون ذبح کے مرگئی
اور امام مالک رح اور احمد رح کے نزدیک ہر طرح سے حرام ہے ص اور اس طرح سخت ذبح کرنا
کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جاوے یا اوسکی کھال کھینچنا یا سر کاٹنا قبل ٹھنڈے ہونے کے
ف کلیہ یہ ہے کہ جسمیں عذاب دینا اور تکلیف دینا بلافائدہ ہے وہ سب مکروہ ہے [illegible] ص اور شرط ہے کہ ذبح کرنیوالا مسلمان
ہو یا اہل کتاب میں سے ہووے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم
یعنی ذبیحہ اون لوگوں کا جو دیے گئے کتاب یعنی یہود اور نصاری حلال ہے واسطے تمہارے اسواسطے کہ وہ نام اللہ تعالی کا
لیتے ہیں وقت ذبح کے اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت سوا خدا کے عزیر یا عیسی مسیح علیہ السلام کا نام لیویں تو ذبیحہ حرام
ہوجاوے گا جیسے مسلمان اگر ذبح کیوقت سوا خدا کے کسی نبی یا ولی کا نام لیوے کفایہ جاننا چاہیے کہ مراد طعام
سے اس آیت میں ذبیحہ ہے نہ اناج وغیرہ اسلیے کہ اگر اناج مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی بیکار ہوئی جاتی ہے کیونکہ اناج وغیرہ
مشرکین سے بھی لینا درست ہے ص اگرچہ کتابی ذمی ہو یا حربی اور ذبح کرنے والا اللہ کے نام اور ذبح کو سمجھتا ہووے
تو درست ہے ذبیحہ اوس صبی یا مجنون کا یا عورت کا جو بسم اللہ اور ذبح کو جانتے ہوں ف اور جو صبی یا مجنون ایسا ہے
کہ بسم اللہ کرنا اور ذبح کرنا نہ سمجھتا ہووے تو اوس کا ذبیحہ درست نہیں ہے ص اور درست ہے ذبیحہ جسکا ختنہ نہوا ہووے
اور گونگے کا ف اسلیے کہ گونگا اللہ تعالی کے نام لینے سے معذور ہے تو وہ مثل ناسی کے ہوا ص اور نہیں حلال ہے
ذبیحہ بت پرست اور مجوسی کا ف اسواسطے کہ مسند عبدالرزاق میں حسن بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس ہجر کی شان میں کہ نہ نکاح کرنے والے ہو اونکی عورتوں سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحہ
اونکے ص اور مرتد کا اور جو عمداً اور قصداً وقت ذبح کے بسم اللہ کو ترک کردیوے ف یہ ہمارے نزدیک ہے کہ اگر مسلمان قصداً
ذبح کیوقت تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حرام ہوجاویگا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ
یعنی نہ کھاؤ تم اوس جانور کو جسپر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی رزین نے ابن عباس رضہ سے کہ جو شخص بھول جاوے
بسم اللہ کو وقت ذبح کے تو کچھ مضائقہ نہیں …

حدیث میں عدی بن حاتم کو کہا کہ تو نے بسم اللہ کہی ہے اپنے کتے پر نہ دوسرے کے کتے پر تعلیل کی حرمت کی ساتھ ترک تسمیہ کے
اور اجماع کیا صحابہ کرام رض اور تابعین نے حرمت پر اوس ذبیحہ کے جسپر قصداً نام اللہ تعالی کا ترک کیا جاوے اور خلاف اونکا
حرمت وحلت میں اوس ذبیحہ کے ہے جسپر سہواً اللہ کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمر رض اور امام مالک کا یہ ہے کہ وہ بھی حرام ہے اور ابن
عباس اور علی رض اور اکثر صحابہ کے نزدیک حلال ہے پس قول امام شافعی رح کا کہ مسلمان کا ذبیحہ اگرچہ قصداً ترک کرے تسمیہ کو حلال
ہے مخالف ہے کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ صحیحہ اور اجماع صحابہ رض بعد ہم اور دوسرے ائمہ مجتہدین کے اور وہ جو استدلال کرتے ہیں امام
شافعی اس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلعم نے مسلمان ذبح کرتا ہے اللہ کے نام پر تسمیہ کرے یا نہ کرے تو جواب اس کا چند وجوہ سے ہے
اول یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی ہاں روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
کہ فرمایا حضرت صلعم نے مسلمان کافی ہے اوسکو نام اللہ تعالی کا تو اگر بھول جاوے بسم اللہ ذبح کے وقت تو چاہیے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھاوے
اور اسناد میں اسکے محمد بن یزید بن سنان صدوق ہے لیکن ضعیف الحفظ ہے اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اسناد
صحیح سے لیکن وہ موقوف ہے ابن عباس رض پر اور حدیث موقوف شافعی رح کے نزدیک حجت نہیں ہے اسی طرح جو روایت کی ابو داؤد نے
مراسیل میں کہ ذبیحہ مسلمان کا حلال ہے لیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالی کا یا نہ لیا جاوے اور راوی اوسکے ثقات ہیں کیونکہ حدیث مرسل بھی شافعی کے
نزدیک قابل احتجاج کے نہیں دوسری یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اسی واسطے اجماع کیا صحابہ رض نے بعد ہم نے
حرمت متروک التسمیہ عامداً پر اور اگر یہ حدیث عامد کو بھی عام ہوتی تو البتہ صحابہ کرام میں کچھ اس باب میں منازعہ اور خلاف ہوتا
تیسری یہ کہ یہ حدیث بفرض تسلیم اس بات کے کہ شامل ہے عامد اور ناسی کو مخالف ہے کتاب اللہ کے اور خبر واحد جب مخالف ہووے
قطعی کے تو باتفاق ایسی قابل قبول نہیں ہوتی [illegible] اس حدیث پر عمل صحابہ اولی [illegible] تابعین [illegible]
اور [illegible] اسکے [illegible] کی [illegible]

ص تو اگر بھولے سے تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حلال ہے ف بسبب عذر ہونے نسیان کے فرمایا اللہ تعالی نے لا
تؤاخذنا ان نسینا یعنی نہ مواخذہ کر تو ہم سے اگر بھول جاویں ہم تو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اللہ کا دل میں ہے
ہر مسلمان کے محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اور امام مالک رح کے نزدیک اس صورت میں بھی ذبیحہ حرام ہے کذا فی الاصل ص
اگر کسی نے اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اور کچھ بھی ذکر کیا تو اگر وصل [illegible] ذکر کیا جیسے کہا بسم اللہ اللہم تقبل من فلان تو مکروہ ہے
ف یا یوں کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ [illegible]
قبل تسمیہ یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رض سے مروی ہے
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لٹایا مینڈھے کو پھر اوسکو ذبح کیا اور کہا بسم اللہ اللہم تقبل من محمد وآل محمد ومن امة محمد یعنی یا اللہ
قبول کر تو اسکو محمد سے اور آل سے اونکی اور امت سے محمد کی ص اور جو بسم اللہ پر عطف کرکے کہا جیسے بسم اللہ واسم فلان
یا بسم اللہ وفلان یعنی ذبح کرتا ہوں میں اللہ تعالی کے نام اور فلان کے نام پر یا اللہ اور فلان کے نام پر تو وہ ذبیحہ حرام ہے
ف خواہ وہ فلان نبی ہو یا ولی یا فرشتہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وما اهل به لغير الله یعنی حرام ہے [illegible]
ذبیحہ جس پر غیر خدا کا نام لیا جاوے در مختار میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مقام ہیں کہ مجھکو ذکر کیا جاتا ہے انکے

چھینکنے کے وقت دوسرے ذبح کرنے کے وقت ص اور جو قبل لٹانے جانور کے یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہی
ف جیسا کہ گذرا صحیح مسلم میں ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت ذبح کے فرماتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر اور ابو داؤد اور ترمذی
نے جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا
کی اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّۃِ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ
صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ مِنْکَ
وَلَکَ وَاِلَیْکَ اَللّٰھُمَّ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاُمَّتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر رضی اللہ عنہ
سے ترمذی میں یوں ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ
اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ ص مستحب ہی اونٹ کا نحر کرنا یعنی گردن کے نیچے برچھا مارنا اور گائے بکری کا
ذبح کرنا اور جو اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کو نحر کیا تو درست ہی لیکن مکروہ ہی ف بسبب مخالفت سنت کے اسلیے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری مینڈھے کو ذبح کیا اور اونٹ کو نحر کیا جیسا بہت احادیث سے مفہوم ہوتا ہی اور اللہ تعالیٰ نے
بھی فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً وَفَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ پہلی آیت گائے میں اور دوسری مینڈھے میں
دونوں میں ذبح کا لفظ ارشاد کیا اور فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ اونٹ کے باب میں ص اور ضروری ہی ذبح کرنا اوس
وحشی جانور کا جو آدمیوں سے ہل گیا ف اسواسطے کہ ذکات اضطراری کیطرف تو اوس صورت میں حاجت ہوتی ہی
جب ذکات اختیاری سے عاجز ہو دیکھنا ص اور کفایت کرتا ہی زخمی کرنا اوس چارپایہ جانور کا جو وحشی ہو گیا ف اسلیے کہ جب جانور وحشی ہو گیا
تو ذکات اختیاری سے عاجز ہو پس ذکات اضطراری جائز ہی ص یا کوئیں میں گر پڑا اور اوسکا ذبح ناممکن ہو گیا ف یا سرکش ہو گیا اور
آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اوسنے اوسکو قتل کیا جسپر اوسنے حملہ کیا ذکات کی نیت سے تو وہ جانور حلال ہی دیکھنا اور امام مالک رح
کے نزدیک بغیر ذکات اختیاری کے حلال نہو گا اور دلیل ہماری قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور کے حق میں
کہ اگر تو نیزہ مارے اوسکی ران میں تو کافی ہی یعنی ذکات ضرورت میں اور صحیح بخاری میں ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ جو تیرے
ہاتھ سے نکل جاوے تو حکم اوسکا مثل صید کے ہی اور کہا انھوں نے کہ اونٹ اگر گر پڑے کوئیں میں تو ذکات کر اوسکی جس طرح قادر
ہو تو اور کہا کہ یہی مذہب ہی علی اور ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا اور بیان ذکات اضطراری کا مفصل انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الصید
میں آویگا ص ایک جانور کو ذبح کیا اور اوسکے پیٹ سے ایک بچہ مردہ نکلا تو وہ حلال نہیں ہی ف البتہ اگر زندہ نکلے
اور اوسکو بھی ذبح کیا جاوے تو حلال ہی یہ مذہب امام اعظم رح کا ہی اور صاحبین اور شافعی رح کے نزدیک وہ بچہ اگرچہ مردہ نکلے
حلال ہی جب اوسکی خلقت پوری ہو گئی ہو اسواسطے کہ مروی ہی ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ذبح کرنا بچے کا ذبح کرنا اوسکی ماں کا ہی اور عبارت حدیث کی یہ ہی ذَکَاۃُ الْجَنِیْنِ ذَکَاۃُ اُمِّہٖ اخراج کیا اوسکا امام احمد رح نے
اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور دلیل امام اعظم رح کی آیت ہی کلام اللہ کی حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃُ اور جواب اس
استدلال سے یہ ہی کہ لفظ اس حدیث کا دو طرح سے منقول ہی ایک ذکاۃ امہ بنصب ذکات دوسرے برفع ذکات اور ظاہر ہی
[illegible]

کے ہی یعنی جیسے ماں کی ذکات ذبح کرنے سے ہوتی ہی ایسے ہی جنین کی بھی ذکات اوسکے ذبح سے ہوگی تو یہ حدیث حجت ہماری ہوگی نہ صاحبین اور شافعی رح کی اور رفع ذکات کی صورت مین بھی تشبیہ علی وجہ الکمال ہی اسلیے کہ جب مبالغہ تشبیہ مین منظور ہوتا ہی تو مشبہ بہ کو مشبہ پر محمول کر دیتے ہین جیسے شاعر کا قول وعیناک عیناها وجیدک جیدها اگر کوئی کہے کہ استدلال سے حدیث مین یہ ہی کہ کہا ہمنے یا رسول اللہ ہم نحر کرتے ہین ناقہ کو اور ذبح کرتے ہین گائے بکری کو تو پاتے ہین ہم بیٹ مین اوسکے بچہ آیا ڈالدین ہم اوسکو یا کھاوین اوسکو تب فرمایا آپنے کھاؤ اوسکو تم روایت کیا اسکو ابو داؤد ابن ماجہ نے تو یہ حدیث دلالت کرتی ہی اس امر پر کہ مراد جنین میت ہی تو ہم جواب دینگے کہ اس دلالت کو ہم منع کرتے ہین اور کون سی دلیل ہی اس مقام پر کہ مراد سوال وجواب مین خاص جنین میت ہی بلکہ جائز ہی کہ جنین مطلق مراد ہو یا جنین حی اور درصورت ارادہ مطلق استدلال کرنا محتمل سے باوجود مخالفت نص کلام اللہ کے جو مطلق حرمت میتہ پر دال ہی کمال بعید ہی انصاف سے جیسا عاقل پر غیر مخفی ہی

ص فصل بیان مین اون جانورون کے جنکا کھانا درست ہی اور جنکا درست نہین

حلال نہین ہی ہر درندہ جو اپنے دانت سے شکار کرتا ہو اور نہ ہر پرندہ جو پنجہ سے شکار کرتا ہو ف باتفاق ہی ائمہ ثلثہ یعنی ابو حنیفہ رح شافعی رح واحمد رح اسوجے کہ روایت کی مسلم نے ابن عباس رض سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والے درندہ سے اور ہر پنجہ والے پرندہ سے اور روایت کی ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والا درندہ حرام ہی دانت والے درندے جیسے شیر چیتا بھیڑیا کتا بلی لومڑی پنجہ والے پرندے جیسے باز بحری شکرہ وغیرہ ص اور حشرات الارض ف یعنی جو جانور زمین کے اندر رہتے ہین جیسے چوہا اور گھونس چھچھوندر سیہی وغیرہ یہی قول ہی شافعی رح اور احمد کا بھی اسلیے کہ یہ جانور سب خبیث ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے ویحرم علیهم الخبائث اور حرام کرتا ہی اون پر ناپاک چیزین اور امام مالک کے نزدیک سباع بہائم اور سباع طیور اور حشرات الارض سب درست ہین ص اور بستی کے گدھے ف یعنی پالو گدھے باتفاق شافعی رح اور احمد رح کے اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہین دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی بخاری ومسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا متعہ سے اور پالو گدھون کے گوشت سے روز خیبر کے اور حدیث جابر مین ہی کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالو گدھون کے گوشت سے دن خیبر کے روایت کیا اوسکو بخاری ومسلم نے لیکن گدھا وحشی یعنی گورخر باتفاق ائمہ درست ہی اسلیے کہ روایت کیا بخاری ومسلم نے ابو قتادہ رض سے حمار وحشی کے قصے مین کہ کھایا اوسمین سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ص اور خچر ف جسکی مان گدھی ہو اور جو مان اوسکی گائے ہو تو وہ حلال ہی بالاتفاق یہی قول ہی شافعی رح اور احمد کا اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہی دلیل ہماری حدیث جابر رض کی ہی کہا کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے گوشت پالو گدھو کا اور خچر کا اور ہر درندہ اور پنجہ والے کا روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور کہا غریب ہی اور روایت کی ابن ماجہ نے خالد ابن الولید رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑون کے اور خچرون کے اور گدھون کے ص اور گھوڑا ف نزدیک امام ابو حنیفہ اور بعض مالکیون کے اور احمد اور شافعی رح اور صاحبین کے نزدیک حلال ہی بدلیل حدیث جابر رض کے کہ اذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت مین گھوڑون کے روایت کیا اوسکو بخاری ومسلم نے اور بھی روایت کیا بخاری ومسلم نے اسما بنت ابی بکر سے کہا انھون نے نحر کیا ہمنے عہد مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑا پھر کھایا ہمنے اوسکو دلیل امام اعظم رح کی حدیث خالد ابن الولید کی ہی جو اوپر گذری دوسری یہ کہ گھوڑا آلہ جہاد ہی اور اوسکے گوشت کے

مباح ہونے مین تقلید ہی الٰہ جہاد کی اور صحیح یہ ہی کہ امام اعظم رح نے رجوع کیا حرمت سے اوسکی اور قائل ہوئے اوسکی حلت کے تین دن
اپنی موت سے پیشتر اور اوسی پر فتوی ہی دُرّ مختار ص اور بجّو اور گوہ ف اسواسطے کہ بجّو دانت والا ہی اور گوہ حشرات الارض
مین سے ہی اور روایت کی ابو داود نے عبد الرحمن بن شبل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوہ کے گوشت کھانے سے
اور یہ حدیث حجت ہی مالک رح اور شافعی رح پر کہ اونکے نزدیک گوہ مباح ہی دلیل اونکی حدیث ابن عباس رض ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے گوہ حرام نہین ہی لیکن نہین ہی تھا میری قوم کی زمین مین سو مین مکروہ جانتا ہون اوسکو روایت کیا اوسکو بخاری
مسلم نے امام صاحب کی طرف سے اس استدلال کا یہ جواب ہی کہ یہ حدیث ابتداے اسلام کی ہی اور تب پہلے آپنے گوہ خود نہ کھایا
لیکن منع بھی نہین کیا تھا بعد اوسکے آپنے منع کر دیا دوسرے یہ کہ حدیث ابن عباس رض کی مبیح ہی حدیث عبد الرحمن بن شبل کی تو
نہی کو ترجیح ہوگی اسلیے کہ محرم مقدم ہی مبیح پر تیسرے یہ کہ نہ کھانے مین گوہ کے احتیاط ہی برخلاف کھانے کے ص اور بھڑ اور کچھوا
ف اسلیے کہ بھڑ موذیات مین سے ہی اور کچھوا خبائث حشرات مین سے ہی ھدایہ ص اور کوا سیاہ بڑا یا گدھ اور ابلق کوا جو مردار
کھاتا ہی ف اور جو کوا مردار بھی کھاتا ہی اور دانہ بھی کھاتا ہی یا صرف دانہ کھاتا ہی تو وہ درست ہی امام اعظم رح کے نزدیک سیہی
ص اور ہاتھی ف اسلیے کہ وہ دانت والا ہی ص اور جنگلی چوہا ف یا گھونس اسلیے کہ وہ حشرات الارض اور سباع مین سے ہی
ص اور نیولا ف کیونکہ وہ بھی حشرات الارض مین سے ہی اور جھینگا ٹڈی مین دو قول ہین ایک قول مین حلال دوسرے مین حرام ہی
ہی عالمگیری ص اور دریائی جانورون مین سوا مچھلی کے اور کچھ درست نہین ہی ف اور امام مالک رح کے نزدیک سب دریائی جانور حلال
ہین کیکڑا اور کچھوا دریائی اور مینڈک اور سور دریائی لیکن سور دریائی اونکے نزدیک مکروہ ہی اور ایک روایت مین ہی کہ انھون نے
توقف کیا اوسمین اور امام احمد رح کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہین مگر گھڑیال اور مینڈک لیکن سوا مچھلی کے سور دریائی
یا کتا یا انسان دریائی ذبح کرنا پڑیگا اور بعض اصحاب شافعی رح کے نزدیک بھی سب دریائی جانور درست ہین اور یہی اصح ہی انکے
مذہب مین ظاہر تمسک انکا آیت سے کلام اللہ کی ہی اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ یعنی حلال ہوا واسطے تمھارے شکار دریا کا اور
یہ عموم سب جانورون کو شامل ہی اور ہم یہ کہتے ہین کہ مراد صید بحر اور طعام بحر سے آیات و احادیث مین مچھلی ہی اسلیے کہ وہی پاکیزہ ہی
اور باقی سب خبیث ہین اور خبائث ہمارے دین مین حرام ہین دیکھو مینڈک حالانکہ دریائی ہوتا ہی لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
منع کیا اوسکے کہ دوا مین ڈالا جاوے تو کھانا بطریق اولی حرام ہوگا روایت کیا اسکو ابو داود نے اور بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
منع کیا سرطان یعنی کیکڑے کی بیع سے کذا فی الہدایہ ص لیکن مچھلی بھی اگر خود بخود مر کر پانی پر تیر آوے تو اوسکا کھانا حرام ہی
ف اسلیے کہ وہ میتہ ہی اور جو کسی آفت سے مثلاً پانی کی سردی یا گرمی یا کوئی دوا کے ڈالنے سے مر جاوے یا زخمی ہوکر مر جاوے
تو درست ہی اسیطرح جو مچھلی پیٹ مین سے دوسری مچھلی کے نکلی وہ بھی درست ہی جو مچھلی خود بخود مر کر تیر آوے اوسکو طافی کہتے ہین
ہمارے نزدیک حرام ہی اور شافعی اور مالک کے نزدیک درست ہی کیونکہ میتہ بحر حدیث سے حلال ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے دریا پاک ہی پانی اوسکا اور حلال ہی مردہ اوسکا روایت کیا اوسکو ابو داود ترمذی نسائی ابن ماجہ نے ابوہریرہ رض سے امام صاحب
کی طرف سے جواب یہ ہی کہ مراد میتہ بحر سے وہی مچھلی ہی جو بآفت مر جاوے جیسے پکڑ لیا جاوے یا دریا گھٹ جاوے یا دریا اوسکو باہر نکال کر پھینک
دیوے اسلیے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف بحر کے دوسرے یہ کہ روایت کی ابو داود اور ابن ماجہ اور ابن عدی نے کامل مین

ابوالزبیرؓ سے انھون نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو پھینکدے دریا یا پانی اوسکو چھوڑ دیوے تو کھاؤ اوسکو
اور جو مرجاوے دریا مین اور تیرآوے تو نہ کھاؤ اوسکو تو جب حدیث صحیح ممانعت مین طافی کے موجود ہے پھر حلت کی کیا وجہ ہے **ص**
مچھلی کی سب قسمین درست ہین یہانتک کہ سیاہ مچھلی اور بام مچھلی بھی درست ہے **ف** اور محمدؒ سے ایک روایت مین حرام
ہین لیکن یہ قول ضعیف ہے **ص** اور حلال ہے ٹڈی اور سب قسم کی مچھلیان بغیر ذکات کے **ف** یہی قول ہے احمدؒ اور
شافعیؒ کا اور مالکؒ کے نزدیک ٹڈی حرام ہے دلیل ہماری بہت احادیث ہین ایک حدیث احمدؒ اور دارقطنی اور ابن ماجہ کی
ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہین واسطے ہمارے دو میتہ اور دو خون سو دو میتہ مچھلی اور ٹڈی ہین
اور دو خون جگر اور تلی ہین دوسری حدیث ابن ابی اوفیٰ کی کہا انھون نے کہ جہاد کیے ہمنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے سات جہاد تھے ہم کھاتے تھے ٹڈی کو روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی نے تیسری حدیث سلمان
کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کے باب مین کہ نہ کھاتا ہون مین اوسکو نہ حرام کرتا ہون مین اوسکو روایت کیا
اوسکو ابوداؤد نے **ص** اور کوا کھیت کا جو صرف دانہ کھاتا ہے اور خرگوش **ف** حلال ہے باتفاق یہ ائمہ اربعہ کے اور بہت سی احادیث
اوسکی حلت مین وارد ہوئی ہین چنانچہ کوئی مین صحاح مین بخاری مین انسؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے کھایا گوشت خرگوش کا **ص**
اور عقعق ذکات سے **ف** عقعق وہ کوا ہے جو مردار اور دانہ دونون کھاتا ہے اوسکا حلال ہونا اصح قول ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک
مکروہ ہے اسیطرح جو مرغی نجاست کھاتی ہے حلال ہے لیکن ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے اسیطرح حلال ہے طوطا اور ہدہد اور بوم اور چگادڑ
باتفاق ائمہ ثلثہ کے کذا فی المیزان للشعرانی **مسئلہ ضروری** ف ذبح کیا ایک جانور امیر کے آنیکے لیے یا
کسی اور شخص کی تعظیم کے واسطے سوائے خدا کے تو وہ ذبیحہ مردار ہے اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جاوے دیکھنا اس سے
معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان مین رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گاے یا شیخ سدو کا بکرا یا اچالا شاہ کا مرغا ذبح کرتے ہین
وہ گاے بکرا مرغا مردار ہے اوسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہین اور صحیح مسلم مین وارد ہے حضرت علی مرتضیٰؓ سے کہ
لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی لعنت کرے اللہ اوس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانون کو چاہیے کہ ایسے
امورات سے خود احتراز رکھین اور اورون کو جو جاہل ہین سمجھا کر ان چیزون کو ترک کرادیوین غایۃ الاوطار مع زیادۃ البتہ یہ
صورت درست ہے کہ جانور کو خدا کے واسطے ذبح کرین اور ثواب اس کا کسی ولی یا نبی کی روح کو پہنچاوین واللہ اعلم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہے قربانی کے بیان مین جو جانور عید اضحیٰ کے دن ذبح کیا جاوے اوسکو اضحیہ کہتے ہین کیونکہ وقت ضحی یعنی چاشت کے
اوسکو ذبح کرتے ہین **ص** قربانی مین ایک بکری ایک آدمی کیطرف سے ضرور ہے اور گاے یا بیل یا اونٹ سات آدمیون کی طرف سے
بھی ہوسکتا ہے **ف** اور جو سات سے کم ہون تو بطریق اولیٰ جائز ہے لیکن بکری مین ایک آدمی سے زیادہ نہین ہوسکتا
اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسمین ایک آدمی سے زیادہ اجازت نہین دی چنانچہ ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہا کہ تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک مینڈھا جسکے پانون اور آنکھین اور موتھ سیاہ تھا اور یہی قیاس تھا اونٹ اور بیل
اور گاے مین بھی لیکن جائز رکھے ہمنے اوسمین سات آدمی تک اسلیے کہ روایت کی مسلم اور ابوداؤد نے جابرؓ سے کہ فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاے سات آدمیون کی طرف سے اور اونٹ سات آدمیون کی
طرف سے ہو **ص** لیکن یہ شرط ہے کہ کوئی شریک ساتوین حصے سے کم کا نہووے **ف**
تو اگر کسی شریک کا حصہ ساتوین حصے سے کم ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی درست نہوگی اور امام مالک رح
کے نزدیک ایک گاے یا بیل یا اونٹ ایک گھر والون کی طرف سے درست ہے اگرچہ سات سے زیادہ
ہون لیکن دو گھر والون کی طرف سے درست نہین اگرچہ سات سے کم ہون **کذا فی الاصل**
ص پھر جب قربانی مین شرکت ہووے تو گوشت کو تول کر تقسیم کرین نہ اٹکل سے مگر جب گوشت
کے ساتھ پاے یا کھال ملاے جاوین تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین **ف** یعنی ہر جانب مین کچھ
گوشت اور کچھ پاے ہون یا کچھ گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب مین گوشت اور پاے ہون
اور دوسری جانب مین گوشت اور کھال ہو اور اس صورت مین اٹکل سے تقسیم اسلیے درست ہوئی کہ جنس کو
خلاف جنس کے طرف پھیر دینگے **کذا فی الاصل** **ص** ایک گاے ایک شخص نے قربانی کے لیے خریدی پھر چھہ آدمی
اوسمین اور شریک ہوگئے تو جائز ہے استحساناً **ف** اور قیاساً نہین جائز ہے اور یہی قول ہے زفر کا اسلیے کہ اوسنے قربۃً الی اللہ
خریدی پس کیونکر جائز ہوگی بیع اوسکی وجہ استحسان یہ ہے کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گاے ملجاتی ہے لیکن شریک اوسوقت نہین
ملتے تو وہ خرید لیتا ہے بعد اوسکے شریک ملجاتے ہین تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا **ص** لیکن اگر قبل خریدنے کے شریک
ہوجاوین تو بہتر ہے **ف** اور مروی ہے امام صاحب سے کہ شریک ہونا بعد خریدنے کے مکروہ ہے اور قربانی واجب ہے **ف** اور ابو یوسف رح
اور شافعی رح کے نزدیک سنت ہے بدلیل حدیث ام سلمہ رض کے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم مین سے چاند ذیحجہ کا
اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہیے کہ اپنے بال اور ناخون روک رکھے یعنی نہ کاٹے روایت کیا اوسکو جماعت نے یہ جو کہا کہ اگر
ارادہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہین ہے دلیل امام اعظم کی حدیث ہے ابوہریرہ رض کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جسکو وسعت ہو اور قربانی نکرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلے کے روایت کیا اوسکو احمد اور ابن ماجہ نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم
نے کیونکہ اس قسم کی وعید سوا واجب کے ترک کے سنت کے ترک پر نہین ہوتی اور حدیث ام سلمہ رض کے معنی یہ ہین کہ جس شخص کا
قصد ہو قربانی کا جو ضد ہے سہو کی نہ تخییر **کذا فی الہدایہ** **ص** اوس شخص پر جسپر صدقۂ فطر واجب ہے **ف** اور وہ وہ شخص
ہے جسکے پاس جائداد بقدر نصاب شرعی مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا ہووے لیکن طحطاوی مین ہے
کہ کتابون سے آدمی غنی نہین ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے دو نسخے ہون یا وہ کتابین طب اور نجوم اور ادب کی ہووین
ص اپنی طرف سے نہ اپنے نابالغ لڑکے کی طرف سے **ف** تو بالغ لڑکے کی طرف سے بطریق اولی واجب نہو گی **ص** ظاہر الروایۃ
مین **ف** اور حسن بن زیاد کی روایت مین امام اعظم رح سے طفل نابالغ کی طرف سے بھی واجب ہے مثل صدقۂ فطر کے لیکن
فتوی ظاہر الروایۃ پر ہے طحطاوی **ص** بلکہ طفل نابالغ اگر مالدار ہووے تو اوسکے مال مین سے اوسکا باپ یا وصی
قربانی کردیوے **ف** یہ مذہب شیخین کا ہے اور محمد اور شافعی رح کے نزدیک باپ اوسکا اپنے مال سے قربانی کرے نہ اوسکے
مال سے اور درمختار مین اسی کو معتمد رکھا ہے کہ باپ اوسکے مال مین سے قربانی نکرے **ص** تو اگر طفل کے مال مین سے

قربانی کی تو جسقدر اوس سے کھایا جاوے کھاوے باقی گوشت بدل ڈالا جا سکتا ہے اوس چیز سے جسکے
عین سے نفع اوٹھا سکتے ہیں جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ ف لیکن اوس چیز سے بدلا جاوے
جسکو تلف کر کے نفع اوٹھاتے ہیں مثل روٹی کے یا بدل کے جیسے روپیہ اشرفی کذا فی الاصل ص
اگر قربانی ذبح کیجاوے شہر میں تو اول وقت اوسکا بعد نماز عید کے ہے ف اور شافعی اور مالک کے نزدیک جب تک
امام قربانی نکرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا درست نہیں ہے حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح
کیا قبل نماز کے تو اوسنے ذبح کیا اپنے نفس کے لیے اور جسنے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اوسکی اور پائی
روش سنت مسلمانوں کی اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آپ نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو وہ اوسکے بدلے
دوسرا جانور ذبح کرے اور جسنے نہیں ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے براء
ابن عازب اور جندب بن عبد اللہ سے اور بھی فرمایا حضرت نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہے پھر قربانی روایت
کیا اسکو بخاری و مسلم نے کذا فی الھدایہ ص اور جو شہر میں نہ رہتے تو اول وقت اوسکا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے یعنی
دسویں تاریخ ذیحجہ کی اور آخر وقت اوسکا قبل غروب آفتاب کے ہے بارھویں[۱۲] تاریخ ذیحجہ کے ف اور شافعی کے نزدیک تیرھویں
تاریخ کی شام تک دلیل شافعی کی قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہیں روایت کیا اوسکو
امام احمد نے مسند میں اور ابن حبان نے صحیح میں جبیر بن مطعم سے کہا صاحب ہدایہ نے کہ دلیل ہماری وہ ہے جو مروی ہے حضرت عمر
اور علی اور ابن عباس سے کہ کہا ان سبھوں نے ایام قربانی کے تین ہیں افضل ان سب میں پہلا روز ہے یعنی دسوین
تاریخ اور روایت کی مالک نے موطا میں نافع سے انھوں نے ابن عمر سے کہ کہا انھوں نے ایام قربانی کے بعد یوم النحر
کے دو دن ہیں اور کہا کہ ایسا ہی پہونچا مجکو علی بن ابی طالب سے اور ظاہر ہے یہ بات کہ حدیث موقوف اس باب میں
مثل مرفوع کے ہے اسلیے کہ یہ امر غیر قیاسی ہے بدون شارع کے بیان کیے ہوے معلوم نہیں ہو سکتا اور ابن عمر نہایت تتبع کار
طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث مستدل شافعی کی منقطع ہے کہا بزار نے کہ یہ حدیث مروی ہے عبد الرحمن بن ابی حسین
سے انھوں نے جبیر بن مطعم سے حالانکہ عبد الرحمن نے نہیں ملاقات کی جبیر بن مطعم سے دوسرے یہ کہ اوس حدیث میں
لفظ ذبح کا وارد ہے نہ اضحیہ کا ص لیکن اعتبار آخر روز کا ہے (یعنی تیسرے دن کا ۱۲) فقر اور غنا اور ولادت اور موت میں ف یعنی جب وہ
غنی تھا اول روز قربانی کے پھر مفلس ہو گیا آخر روز میں تو اوسپر قربانی واجب نہوگی اور جو اسکا اولٹا ہوا تو واجب
ہوگی اور اگر پیدا ہوا آخر روز میں تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور جو اوس دن مر جاویگا تو اوسپر واجب نہوگی کذا فی الاصل
ص ذبح کرنا رات کو مکروہ ہے تو اگر کسینے قربانی ترک کی اور ایام اوسکے گذر گئے اور اوسنے کسی معین بکری کے ذبح کی
نذر کی تھی یا وہ فقیر تھا اور قربانی خرید کر چکا تھا تو زندہ اوسکو صدقہ کر دیوے اور جو وہ غنی تھا اور اوسنے نذر نہیں کی تھی تو
قربانی کی قیمت تصدق کرے خواہ وہ جانور قربانی کا خرید چکا ہووے یا نہ خرید چکا ہووے اور صحیح ہے قربانی میں چھ مہینے کا دنبہ
ف جسکو عربی میں ضان کہتے ہیں اور وہ چکنی دار ہوتا ہے بشرطیکہ تنومندی میں اسقدر ہو کہ سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں
پہچانا نجاوے دور سے چھ مہینے کا دنبہ اسلیے درست ہے کہ روایت کی ابو داود و نسائی ابن ماجہ نے مجاشع سے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ چھ مہینے کا دنبہ کافی ہوتا ہے سال بھر کی بھیڑ بکری سے اور روایت کی ترمذی نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھی ہے قربانی چھ مہینے کے دنبے کی اور فرمایا آپ نے کہ ذبح کرو مگر مسنہ یعنی ثنی جسکا بیان آگے آویگا مگر جب دشوار ہو تم کو تو ذبح کرو چھ مہینے کا دنبہ **ص** اور بکری اور بھیڑ میں سے ثنی اور ثنی اونٹ پانچ برس کا ہوتا ہے اور گائے بیل دو برس میں اور بکری بھیڑ برس بھر میں **ف** اسواسطے کہ فرمایا آپ نے نہ ذبح کرو مگر مسنہ اور مسنہ ثنی کو کہتے ہیں اور بھینس کا حکم گای کا سا ہے تو اس سے کم عمر والے جانور درست نہیں ہیں اور زیادہ عمر والے درست بلکہ افضل ہیں عالمگیری **ص** اور صحیح ہے منڈ ہی جسکے سینگ نہوں اور دیوانی اور خصی **ف** اسلیے کہ سینگ سے کوئی غرض متعلق نہیں ہے اور دیوانی سے مراد وہ ہے جو چارہ وغیرہ کھاتی ہے نہ وہ جو چارہ نہیں کھاتی کہ وہ غیر کافی ہے اور خصی کا گوشت تو عمدہ ہوتا ہے بلکہ روایت کی ابن ماجہ نے عائشہ اور ابوہریرہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی دو مینڈھوں کی نمکین رنگ کے دونوں خصی تھے ہدایہ **ص** اور صحیح نہیں ہے اندھی اور کانی اور اسقدر دبلی کہ اوسکی ہڈیوں میں گودا نہووے یا لنگڑی کہ مقام ذبح تک نہ جاسکے **ف** اسواسطے کہ روایت کی امام احمد اور چاروں عالموں نے حضرت علی سے کہ حکم کیا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ دیکھیں ہم آنکھ اور کان کو اور نہ قربانی کریں ہم کانی آخر حدیث تک اور روایت کی احمد اور مالک اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے براء بن عازب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے ان قربانیوں سے جنسے بچنا چاہیے سو فرمایا آپ نے چار ہیں ایک لنگڑی جسکا لنگڑا پن ظاہر ہووے دوسری کانی جسکا کانا پن کھلا ہووے تیسری بیمار جسکی بیماری صاف ظاہر ہووے چوتھی دبلی اسقدر کہ اوسمیں گودا نہووے **ص** اور جسکا ہاتھ یا پاؤں کٹا ہووے یا تہائی سے زیادہ اوسکا کان یا دم کٹی ہووے یا تہائی سے زیادہ اوسکی آنکھ کی بصارت جاتی رہی ہووے یا سرین کٹی ہووے **ف** اسلیے کہ ثلث تک قلیل ہے اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں ثلث سے کم قلیل ہے اور ثلث اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے کیونکہ حضرت نے ثلث مال میں فرمایا کہ ثلث کثیر ہے روایت کیا اوسکو ایمہ ستہ نے اور ایک روایت میں ربع سے کم قلیل ہے اور ربع اور بیش زیادہ کثیر ہے لیکن صحیح و مفتی بہ یہ قول ہے کہ نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف اور اوس سے کم قلیل ہے سو اگر نصف یا نصف سے کم کان یا دم مقطوع ہے تو جائز ہے اور تہائی بصارت جاتی رہنے کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو اوسکی بند کرے اور اوسکے سامنے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اوسنے چارہ کہاں سے دیکھا پھر تندرست آنکھ کو اوسکی بند کرکے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اوسنے کہاں سے چارہ دیکھا اب دونوں مکانوں کی تفاوت کا اندازہ کریوے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح قلیل یا کثیر معلوم کر لے کذا فی الاصل **ص** اگر سات آدمیوں نے قربانی کو خرید کیا بعد اوسکے ایک شخص اون میں سے مرگیا اور اوسکے وارثوں نے کہا کہ تم اوسکی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کرلو تو صحیح ہو جاویگا **ف** استحساناً اور ابویوسف سے مروی ہے کہ صحیح نہو گا اور یہی قیاس ہے چنانچہ وجہ اوسکی اصل کتاب میں مذکور ہے **ص** جیسے ایک گاے قربانی اور قران اور متعہ سب کی طرف سے درست ہے اور اگر قربانی کے شریکوں میں سے کوئی کافر ہوگا یا صرف گوشت لینا اوسکو منظور ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی جائز نہو گی اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھاوے

اور دوسرون کو بھی کھلاوے ف خواہ دوسرے غنی ہون یا فقیر اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی
مین اقارب اور دوستون کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹھا رکھے روایت کی ابوداؤد نے نبیشہ ہذلی سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہمنے منع کیا تھا تمکو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کے تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور جمع کرو
ص اور جسکو چاہے ہبہ کرے اور مستحب ہے کہ تہائی گوشت خدا کی راہ مین دیوے ف اسواسطے کہ احوال تین ہین قربانی مین
ایک کھانا دوسرے رکھہ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی کھلاؤ
قناعت کرنے والے کو اور سوال کرنے والے کو تو سارا گوشت ان تینون امر پر اثلاثا منقسم ہو گیا ہدایہ ص اور جو
شخص عیالدار ہو تو وہ تصدق ترک کرے اپنے عیال پر وسعت کے لیے ف اسواسطے کہ ذوی القربی اگر محتاج ہون
تو وہ مقدم ہین مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز صرف کرے اوسکو آدمی اپنے نفس یا اہل پر
تو اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بغوی نے معالم مین جابر بن عبد اللہ سے اور روایت کی مسلم نے
ابی ہریرہ رضہ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہے جسکو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت مین ہے کہ جب آدمی اپنے اہل پر
کچھ خرچ کرے بامید ثواب تو وہ اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ترمذی نسائی نے ابی مسعود سے
ص اور اگر خود ذبح کرنا بخوبی جانتا ہووے تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے ف لیکن خود بھی وقت ذبح کے
حاضر رہے اسواسطے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کی جیسا اوپر گذرا اور روایت
کی حاکم نے مستدرک مین عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضہ سے کہ کھڑی ہو اپنی دیکھہ اپنی
قربانی کو اسلیے کہ جب اوسکے خون کا پہلا قطرہ نکلیگا تو تیرے سب گناہ معاف ہو جاوینگے ص اور مکروہ ہے کہ قربانی کو اہل کتاب
سے ذبح کراوے ف اور اگر اوسنے ذبح کر دیا تو درست ہے ہدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے درمختار ص اور
قربانی کی کھال کو للہ دیدیوے ف اسواسطے کہ حدیث علی رضہ مین ہے کہ حکم کیا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تقسیم کر دون
مین کھالون کو قربانی کی اوپر مساکین کے اور نہ دون مین اجرت قصاب کی اوسمین سے روایت کیا اوسکو بخاری مسلم
ابوداؤد نسائی نے ص یا اوسکی کوئی چیز مثل چھلنی یا موزہ یا پوستین کے بنالیوے ف یا چھلنی یا مشک
یا دسترخوان یا ڈول بنالیوے درمختار ص یا کھال کو بدلے اوس چیز کے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اوسکو باقی
رکھکے نہ اوس چیز سے جس سے فائدہ نہ اوٹھہ سکے بدون اتلاف کے جیسے سرکا کھانے پینے کی چیزین پھر اگر کھال یا
گوشت کو قربانی کے بیچ ڈالے تو اوسکی ثمن کو تصدق کرے ف اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ثمن کی ہے اور یہ جو روایت ہے
کی حاکم نے مستدرک مین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھال اپنی قربانی کی بیچڈالی سو اوسکی قربانی نہوئی تو مراد اوس سے
کراہت بیع ہے لیکن بیع کی جواز مین سو شبہہ نہین ہے اسلیے کہ ملک قائم ہے اور قدرت علے التسلیم حاصل ہے ہدایہ ص اگر ہر شخص نے
غلطی کی راہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کر ڈالی تو دونون کی قربانی صحیح ہو گئی اور کسی پر تاوان لازم نہ آویگا ف لیکن
ہر ایک دوسرے سے معاف کرالے اگر گوشت اوسکا کھایا ہو اور بعد اسکے بیچا ہا ہدایہ ص اگر کسینے ایک بکری غصب
کرکے اوسکی قربانی کی تو صحیح ہو جاویگی اور جو کسی کی بکری امانت تھی اوسکی قربانی کی تو جائز نہوگی ف اسواسطے کہ غصب

مسائل شتیٰ میں غاصب کی ملک کا حکم رہتا ہے وقت نیت سے پہلے تقاضا ادا کرنے کے وقت اگر ذاتی
اگر قیمت میں نقصان کے برابر ہو تو افضل ہی ہے اگر قربانی کا جانور قبل قربانی کے جنا تو اوسکے بچہ کو بھی ذبح کرینگے اور بعضوں کے
نزدیک بدون ذبح کے خیرات کر دینگے قربانی جائز نہیں ہے ایسے جانور کی جسکے دانت نہوں اور جسکے کان نہوں یا ناک نہو
قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوہنا اور اوس سے نفع اوٹھانا قبل ذبح کے مکروہ ہے اگر قصاب کے ہاتھ پر دوسرے نے
بھی ہاتھ رکھا ذبح کرنے میں اعانت کے لیے تو دونوں بسم اللہ کہیں ورنہ ذبیحہ حرام ہوگا د عقیقہ کرنا سنت ہے بچہ
بچی کا ساتویں روز فرزند کی طرف سے دو بکری اور دختر کی طرف سے ایک بکری ایسا ہی روایت کی ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے ام کرز سے

کتاب الکراهية

بیان میں اون امورات کے جو مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں ہیں ص ہر مکروہ حرام ہے نزدیک امام محمد کے ف یعنی
جیسے حرام پر عذاب ہے اوسی طرح مکروہ پر ص لیکن حرام انھوں نے اسواسطے نہ کہا کہ اوسکی حرمت نص قطعی سے ثابت
نہیں ہوئی ف تو مکروہ کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسی واجب کی فرض کی طرف اور مباح وہ ہے جسکا فعل اور ترک برابر ہو
ص اور شیخین کے نزدیک مکروہ حرام تو نہیں کہتے ہیں لیکن وہ حرام کی طرف قریب ہے ف لہٰذا اس مکروہ سے مکروہ
تحریمی مراد ہے اور مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہے نہ بدعت اور تشبیہ ہے اسکے طرف قریب ہے تو مکروہ تنزیہی شیخین کے
نزدیک عذاب سزاوار نہیں ہے بلکہ عتاب ہے جیسے ترک سنت موکدہ ہے کذا فی الطحطاوی

فصل کھانے پینے کے مکروہات کے بیان میں

اتنا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہو فرض ہے ف اگرچہ کھانا مردار ہو یا غصب ہو یا ... اگر ارادہ نہ کیا ... اتقو ...
یعنی کھاوے اور پیوے اگر حالت مخمصہ میں مردار یا شراب نہ کھاویگا اور مر جاویگا تو گنہگار مریگا ص اور اتنا کھانا کہ
جس سے آدمی نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکے ثواب ہے ف اور بعضوں کے نزدیک ... اسلیے کہ تیام بھی نماز میں
فرض ہے اسی طرح سائر عبادات بدنیہ جو فرض ہیں اوس سے اور مسکین درمختار ص اور کھانا مباح ہے سیری اور آسودگی تک
تاکہ اوسکی قوت زیادہ ہووے اور حرام ہے اس سے زیادہ کھانا ف یعنی پیٹ بھر جانے کے بعد کھانا حرام ہے اسلیے کہ یہ اسراف
ہے اور اللہ تعالیٰ نے منع کیا اوس سے فرمایا کلوا واشربوا ولا تسرفوا ص مگر کل کے روزہ رکھنے کی طاقت حاصل کرنے کے لیے
یا اس لیے کہ مہمان نہ شرماوے ف یا کسی اور عذر سے مثلاً قے کرنے کے لیے اور کسی طرح کے کھانے پکانے مہمان کے لیے
کچھ مضائقہ نہیں اور بلا وجہ اسراف ہے اور سنت ہے بسم اللہ کہنا اول طعام میں اور الحمد للہ آخر میں اور ہاتھ دھونا اول کھانے کے
اور بعد کھانے کے اور جو بسم اللہ بھول جاوے اور کھانے میں یاد آوے تو بسم اللہ اولہ وآخرہ کہہ لیوے اور آتے یا سبوحی
ہاتھ دھونا الا بائیں سے ہے بلکہ امام اور صاحبین سے منقول ہے اور انگلیوں کا چاٹنا ہاتھ دھونے سے اول اور رکابی کا صاف
کرنا اور جو دستر خوان پر گرا ہو اوسکا کھا لینا اور رکابی میں ایک کنارے سے کھانا نہ بیچ میں سے اور روٹی کی عظمت
اور حرمت کرنا یعنی جب روٹی آجاوے تو سالن کا خواہ مخواہ انتظار نہ کرنا اور کبھی کھانے لگنا یہ سب سنت ہیں
کذا فی الطحطاوی باختصار ص اور مکروہ ہے گدھی کا دودھ ف اور گوشت اور اوس جانور کا جو گوہ کھاتا ہو

اس باب میں جہاں لفظ مطلق مکروہ کا لفظ آئیگا مراد اوس سے مکروہ تحریمی ہے ۱۲ منہ مدظلہ [illegible]

اور گھوڑی کا دودھ ایک روایت میں اور دوسری روایت میں گھوڑی کا دودھ حلال ہے **ص** اور پیشاب اونٹ کا **ف** نزدیک امام اعظم رح کے اور امام ابو یوسف کے نزدیک حلال ہے دوا کے لیے اور محمد رح کے نزدیک مطلقاً حلال ہے بدلیل حدیث عرینین کے کہ حضرت صلعم نے اونکو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم کیا تھا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے انس رض سے امام اعظم رح کی دلیل قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچو تم پیشاب سے اسواسطے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے روایت کیا اوسکو حاکم نے ابوہریرہ رض اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری مسلم کے اور اسمین کوئی علت میں نہین جانتا اور روایت کیا اوسکو بزار نے عبادہ بن صامت سے اور اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے انس رض سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے ابوہریرہ رض سے اور اس حدیث میں پیشاب مطلق ہے شامل ہے اون جانوروں کے پیشاب کو جنکا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ یا گاے وغیرہ اور جواب حدیث عرینین سے یہ ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام میں تھی دوسرے یہ کہ حضرت صلعم نے شفا اونکی اونٹ کے پیشاب سے وحی سے پہچانی تھی اور اب یہ امر ممکن نہین **ص** اور مکروہ ہے چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا اور تیل لگانا خوشبو ملنا **ف** مرد اور عورت سب کے لیے اسواسطے کہ روایت کیا مسلم نے ام سلمہ رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے باب میں جو پیتا ہے چاندی سونے کے برتن میں کہ اوتارتا ہے اپنے پیٹ میں آگ جہنم کی اور روایت کیا صحاح ستہ میں حذیفہ رض سے کہا کہ پلایا اونکو ایک مجوسی نے چاندی کے برتن میں سو کہا انھوں نے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے نہ کھاؤ اور پیو تم برتنوں میں چاندی اور سونے کے اور نہ پہنو حریر اور دیباج کو اور نہ کھاؤ اونکی رکابیوں میں اسواسطے کہ یہ برتن کافروں کے واسطے ہیں دنیا میں اور تمھارے واسطے ہیں آخرت میں پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو اون برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا اسیطرح مکروہ ہے چاندی سونے کے چمچہ سے کھانا یا اونکی سلائی سے سرمہ لگانا اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے جیسے چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور سینی اور سلفچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو مرد اور عورت سب کے لیے بشرطیکہ اونکا استعمال ہو اپنے اپنے کاموں میں ابتداءً اور جو ابتداءً استعمال نہو جیسے کھانا سونے کے برتن سے نکال کے دوسرے برتن میں کھاوے یا تیل چاندی کی پیالی سے ہاتھ میں ڈالکے سر پر لگاوے تو کچھ مضائقہ نہین اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے اور مکروہ ہے کھانا پینا تانبے اور پیتل کے برتن میں اور افضل مٹی کا برتن ہے در مختار **ص** اور حلال ہے کھانا رانگے اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے **ف** اور شافعی رح کے نزدیک اسمین بھی مکروہ ہے اسلیے کہ یہ چیزین بھی سونے اور چاندی کے حکم میں ہین تفاخر کی راہ سے ہم جواب دیتے ہین کہ مشرکین کی عادت تفاخر کی صرف سونے اور چاندی سے تھی نہ ان چیزوں سے کذا فی الہدایہ **ص** اور حلال ہے کھانا پینا اوس برتن سے جسمین کوفت ہو چاندی اور سونے کی اور اسیطرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت یا زین پر جب کہ چاندی اور سونے کی جگہ سے بچے **ف** یعنی پینے میں منہ سے اور لینے میں ہاتھ سے اور بیٹھنے میں موضع جلوس سے چاندی سونا نہ لگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمد ایک روایت میں امام اعظم رح کے شریک ہین اور دوسری روایت میں ابو یوسف رح کے ساتھ ہین کذا فی الاصل اور جس برتن میں چاندی سونے کا ملمع ہو تو وہ بالاجماع درست ہے اور اگر چاندی سونے کے حلقے آئینے کے ہوں یا زیور مصحف کا یا خنجر یا لگام یا زین

یا وہ بھی یار کا سب یا تلوار یا چھری یا اونکے قبضے مین ہووے تو درست ہی بشرطیکہ اوسپر ہاتھ نہ لگاوے در مختار و عالمگیری
ص مقبول ہی قول کافر کا ف اگرچہ مجوسی ہو در مختار ص جب وہ کہے کہ مینے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے
خریدا ہی تو حلال ہوگا یا وہ کہے کہ مینے مجوسی سے خریدا ہی تو حرام ہوگا ف اسواسطے کہ قول کافر کا مقبول ہی معاملات مین بسبب
حاجت کے نہ دیانات مین تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہی اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اوسکو ذبح کیا ہی تو قول اوسکا مقبول
نہوگا اسلیے کہ ذبح دیانات مین سے ہی چنانچہ عبارت سے متن کی معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہ کافر یہ کہے کہ مینے بت پرست سے
خریدا ہی تو گوشت حرام ہوجاویگا پس معلوم ہوا کہ ہندو قصابون سے گوشت خریدنا صرف اونکے اس قول پر اعتماد کرکے
کہ ذبح انکو مسلمان نے کیا ہی ناجائز ہی اور وہ گوشت حرام ہی خدا ہمارے اہل زمان کو اس آفت سے نجات دیوے کہ جہلا کیا
بعضے اہل علم بھی اس مین مبتلا ہین اور وقت فہمایش اور اظہار حق کے دیدہ و دانستہ اوس سے غفلت اور چشم پوشی
کرکے تاویلات رکیکہ کرتے ہین ص مقبول ہی قول ایک شخص کا اگرچہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات مین
جیسے خرید مین چنانچہ کوئی ہو یا توکیل مین ف یعنی ایک شخص یہ کہے کہ مین فلان کا وکیل ہون اس شی کی بیع مین تو صرف
اوسکے کہنے پر اوس سے وہ چیز خرید کرنا درست ہی کذا فی الاصل ص اور قول غلام اور لڑکے کا ہدیہ مین اور اذن مین ف
جیسے ایک لڑکا ایک چیز لاکر یہ کہے کہ فلان نے تمکو یہ چیز ہدیہ بھیجی ہی تو قبول کرنا اوس سے ہوسکتا ہی یا غلام یہ کہے کہ مین ماذون
ہون تجارت مین تو قول اوسکا قبول کیا جاویگا ص اور شرط ہی عدالت خبر دینے والے کی دیانات مین جیسے پانی کی نجاست
کی خبر دینا تو تیمم کرے اگر پانی کی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے اگرچہ غلام ہو اور سوچ کرے اگر فاسق
یا مستور الحال اس امر کی خبر دیوے پھر جسپر رائے اوسکی قرار پکڑے اوسکے موافق عمل کرے ف یعنی اگر اوسکے
گمان غالب مین یہ آوے کہ خبر اوسکی سچی ہی تو ناچاری سے تیمم کرے ورنہ تیمم جائز نہین ص اور اگر اوس پانی کو بہا دیوے
پھر تیمم کرے جبکہ اوس فاسق یا مستور الحال کے صدق کا غلبۂ ظن ہو یا وضو اور تیمم دونون کرے جب اوسکے جھوٹے
ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسمین زیادہ احتیاط ہی ف لیکن احوط یہ ہی کہ پہلے وضو کرلیوے پھر تیمم کرے در مختار
اور جو ایک عادل شخص اوسکی طہارت کی اور ایک اوسکی نجاست کی خبر دیوے تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاویگا برخلاف ذبیحہ
کے کہ وہان اختلاف مین حکم حرمت کا ہوگا اور کپڑون مین ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہی ص ایک شخص مقتدی ہی ف
یعنی لوگ اوسکی پیروی کرتے ہین اور سند لاتے ہین ص وہ دعوت ولیمہ مین گیا وہان پر جاکے لہو و لعب راگ دیکھا
اور اوسکے منع پر قادر نہین تو نکل آوے اور وہان نہ بیٹھے اور جو وہ شخص مقتدی نہو تو اگر بیٹھکر کھا لیوے جائز ہی ف
در مختار مین ہی کہ غیر مقتدی کے لیے بیٹھکر کھانا اوس صورت مین جائز ہی جب وہ لہو و لعب راگ باجا دسترخوان
پر نہووے اور جو مین دسترخوان پر یہ امور ہون تو ہرگز نہ بیٹھے بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر فرمایا اللہ تعالی نے فلا
تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین پس نہ بیٹھ تو بعد نصیحت کے ساتھ ظالمون کے ص اور جو پہلے
علم ہو واسیات کا کہ وہان راگ باجا لہو و لعب ہوگا تو ہرگز نہ جاوے منقول ہی امام ابوحنیفہ سے کہ مین ایکبار اس آفت مین
مبتلا ہوا تھا تو مینے صبر کیا اور یہ قبل تھا اس بات کے کہ امام صاحب مقتدا کے وقت ہوے اور اونکے اس قول سے

دربیان گوشت قصابان مشرک

کہ میں اس آفت میں مبتلا ہو معلوم ہوا یہ کہ سب لہو ولعب حرام ہیں **ف** مگر تین مستثنیٰ ہیں حدیث سے ایک مرد کا کھیلنا اپنی عورت کے ساتھ دوسرے تعلیم دینا ادب اپنے گھوڑے کی تیسرے تیر اندازی روایت کیا اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور تیر اندازی کے حکم میں ہیں سب آلات حرب کے مثل بندوق و توپ وغیرہ کی مشق کرنا

ص فصل لباس کے مکروہات کے بیان میں

حرام ہے حریر **ف** حریر وہ کپڑا ہے جو کل ریشم کا ہووے **ص** کا پہننا مرد کے لیے **ف** اگرچہ بدن سے متصل ہووے یا اور کپڑے پہنکر اون پر پہنے اور یہی مذہب صحیح ہے اور موافق ہے حدیث کے اسواسطے کہ روایت کیا جماعت نے حذیفہ سے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے نہ پہنو تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث میں ہے بخاری مسلم کی کہ فرمایا آپ نے حریر کو وہ پہنتا ہے دنیا میں جسکو کوئی حصہ نہیں آخرت میں اور وہ جو ایک روایت ہے کہ اگر حریر کو اور کپڑے پہنکر اوس پر پہنے تو درست ہے تو یہ روایت ضعیف ہے قابل اعتبار اور وثوق نہیں ہے **ص** مگر بقدر چار اونگل **ف** اسواسطے کہ روایت کیا مسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے حریر کے مگر بقدر دو انگشت یا تین یا چار کے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنتے تھے ایک جبہ جسمیں سنجاف حریر کی تھی روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور بھی اخراج کیا ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس کپڑے سے جو نرا حریر ہو لیکن نقش و نگار ریشم کے اور سنجاف ریشمی واسطے کپڑے کے تو کچھ قباحت نہیں ہے اور ہمیں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک حالت جنگ اور غیر جنگ میں سب میں حریر پہننا نادرست ہے اور صاحبین کے نزدیک جنگ میں درست ہے بسبب ضرورت کے امام یہ جواب دیتے ہیں کہ ضرورت دفع ہو جاتی ہے اوس کپڑے کے پہننے سے جسکا بانا ریشم ہو اور تانا سوت ہو کذا فی الاختیار اور درمختار میں ہے کہ جس کپڑے پر نقش و نگار ریشم کے ہوں تو وہ درست ہے اسی طرح اگر چاندی سونے کے پھول ذیل ہو ٹے ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ سب ملاکر چار اونگل سے نہ بڑھے ورنہ مردوں کو درست نہوگا اگر مسہری کا پردہ نرا ریشمی ہو تو درست ہے اور ازاربند یا بٹوا ریشمی مکروہ ہے اسی طرح ریشمی ٹوپی یا ریشمی تھیلی وغیرہ بیل کپڑے کے حاشیہ میں اگر چاندی یا سونے کی چار اونگل تک ہو تو درست ہے **ص** اور نرے ریشم کے کپڑے کا تکیہ بنانا یا اوسکا فرش بچھانا درست ہے **ف** امام کے نزدیک اسلیے کہ منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تکیہ پر حریر کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے دوسرے یہ کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فرش پر ایک تکیہ ریشمی تھا اخراج کیا اوسکا ابن سعد نے طبقات میں اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور یہی قول ہے شافعی اور مالک کا درمختار میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے لیکن یہ تصحیح مخالف ہے مشہور کے اسلیے کہ متون اور شروح سے صحت قول امام کی واضح ہے واللہ اعلم **ص** اور جس کپڑے کا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہووے تو اوسکا پہننا مطلقا درست ہے **ف** اسلیے کہ اعتبار علت و حرمت میں بانے کا ہے کیونکہ مقصد تانے سے وہ کپڑا نہیں کہلاتا جب تک بنا نجاوے اور بننا بانے سے ہوتا ہے تو اوسی کا اعتبار ہوا اسلیے صحیح میں ہے کہ پہننے اس کپڑے کو اسلیے جائز رکھا کہ بہت سے صحابہ کرام خز کو پہنتے تھے اور خز کا تانا حریر کا ہوتا ہے اور بانا بال ہوتے ہیں ایک جانور کے **ص** اور جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ ہو تو اوسکو لڑائی میں ضرورت کے سبب پہننا درست ہے **ف** اور بلا ضرورت مکروہ ہے اور مکروہ ہے مردوں کو

در بیان زیوران

کسم کا رنگ اور زعفران کا رنگ اور باقی سب رنگون مین کچھ قباحت نہین ہی لیکن نرا سرخ رنگ بعضون کے نزدیک
مکروہ تنزیہی ہی اور درمختار مین ہی کہ سرخ رنگ مین آٹھ قول ہین منجملہ ان اقوال کے ایک قول یہ ہی کہ یہ رنگ مستحب ہی اور جو سرخ
کپڑا مخطط ہو تو مکروہ بھی نہین ہی ص اور مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہی ف مطلقاً حرب اور غیر حرب
مین اسلیے کہ روایت کیا ابوداؤد نے علی رضی سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنے ہاتھ مین سونا لیا اور بائین ہاتھ
مین حریر اور کہا کہ یہ دونون چیزین حرام ہین میری امت کے مردون پر اور روایت کیا ترمذی نے ابی موسی سے مرفوعاً
کہ اللہ تعالی نے حرام کیا پہننا حریر اور سونے کا اوپر مردون کے میری امت سے اور حلال کیا عورتون پر اونکی اور ابن حبان نے
اس حدیث کو معلول کیا انقطاع کے سبب اسلیے کہ اوسکے اسناد مین ابوہند ہی اور اوسنے ابوموسی سے نہین سنا اور احمد اور طحاوی نے
مسلمہ بن مخلد سے انھون نے ابن عامر سے روایت کیا کہ فرمایا حضرت نے سونا اور حریر حرام ہی اوپر مردون کے میری امت سے
نہ عورتون کے تو تمام احادیث مین صرف سونے کی حرمت منصوص ہی اور چاندی کی سو قیاس کیا ہی حنفیہ نے اوسکا سونے پر
اسلیے کہ چاندی کا حکم استعمال مین پینے اور کھانے کے بعینہ مانند سونے کے ہی جیسا اوپر گذرا سو ایسا ہی پہننے مین ہوگا
اور بعض علما کا مذہب یہ ہی کہ سونے کی حرمت تو کھانے اور پینے اور پہننے مین مردون کو مطلقاً ہی اور چاندی کی حرمت صرف کھانے
اور پینے کے حق مین ہی لیکن چاندی پہننا مردون کو تو درست ہی دلیل اونکی حدیث ہی سہل بن سعد کی مرفوعاً کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ اوسکا لڑکا کنگن آگ کا پہنایا جاوے تو وہ اپنے لڑکے کو کنگن سونے کا پہناوے
لیکن چاندی سے کھیلو تم اوس سے جسطرح چاہو تم اور اسکے اسناد مین عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہی اور اسکے معنی مین ہی وہ جو اخراج
کیا اوسکا احمد نے ابی قتادہ سے مرفوعاً کہ چاندی کھیلو تم اوس سے کھیلنا اور اوسکے اسناد مین مجاہیل ہین اور ابوداود نے
ابن عباس رضی سے مثل اسکے روایت کیا اور رجال اوسکے ثقات ہین واللہ اعلم جیسے چاندی سونے حریر کا مردونکو پہننا
حرام ہی ویسے ہی لڑکون کو پہنانا حرام ہی حنفیہ کے نزدیک اور بعضے علما کے نزدیک درست ہی جب تک لڑکا سات برس کا نہووے
چنانچہ آگے آتا ہی ص مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی کا اور درست ہی میخ سونے کی واسطے بند کرنے سوراخ نگینے کے
اور حلال ہی عورتون کو سب اور نہ انگوٹھی پہنے پتھر اور لوہے اور پیتل کی ف یعنی حلقہ ان چیزون کا نہووے اور جو حلقہ چاندی
کا ہو اور نگینہ پتھر کا جیسے عقیق وغیرہ تو درست ہی کذا فی الاصل ان چیزونکی انگشتری پہننا اسواسطے منع ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ایک شخص پر انگوٹھی لوہے کی دیکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ زیور اہل نار کا ہی اور پیتل کی دیکھکر فرمایا کہ مین تجھ سے بتون کی بو پاتا ہون
روایت کیا اوسکو ابوداؤد ترمذی نسائی نے ص اور انگشتری پہننا بہتر ہی مگر قاضی اور سلطان کے لیے ف یا جو کوئی شغل
انکے کا مدار اور عہدہ انکے ہووے سو اسواسطے کہ ان لوگون کو انگشتری کی ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہی برخلاف اور لوگون کے هدایه
ص اور دانت کو سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے امام ابوحنیفہ کے نزدیک ف اور محمد رح کے نزدیک
سونے سے بھی لاباس ہی سنن ابوداؤد مین ہی کہ عرفجہ بن سعد کی ناک جاتی رہی دن احد کے سو انھون نے ایک ناک چاندی کی لگائی
سو وہ بدبودار ہو گئی تو حکم کیا اونکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ لگاوین ایک ناک سونے کی هدایه ص لڑکے کو
پہنانا سونا اور حریر مکروہ ہی ف اسواسطے کہ پہننا اونکا حرام ہی تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانے والے اوسکے ماخوذ ہونگے

دن قیامت کے جیسے شراب پینا حرام ہی تو پلانا بھی اوسکا حرام ہی علاوہ مواخذہ اخروی مواخذہ دنیوی یہ ہی کہ اطفال کو سلک پہنانا باعث تلف جان اونکی کا ہوتا ہی کہ اکثر چور بدمعاش لڑکون کو قتل کر کے زیور اونکے اوتار لیتے ہین ص مکروہ نہین ہی رومال کا رکھنا وضو کے پانی پوچھنے کے واسطے یا ناک کے رینٹ پونچھنے کے لیے ف اور بعضون کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ اسمین ایک نوع کا تکبر ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ اگر حاجت کے لیے رکھے تو مکروہ نہین ہی اور جو کبر و نخوت سے رکھے تو مکروہ ہی جیسے چارزانو بیٹھنا کبر و نخوت سے مکروہ ہی اور بدون اسکے مکروہ نہین ہی ھدایہ معاذ بن جبل رضؓ سے مروی ہی کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب وضو کر چکتے تھے تو منہ کو پونچھتے تھے اپنے کپڑے کے کنارے سے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے اور روایت کیا ترمذی نے حضرت عائشہ رضؓ سے کہا کہ تھا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کپڑا جس سے پونچھتے تھے اعضا اپنے کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہین ہی اور ابو معاذ راوی ہی ضعیف ہی نزدیک اہل حدیث کے ص اور رتم ف یعنی وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لیے اونگلی پر باندھا جاوے تو یہ مکروہ نہین ہی اسواسطے کہ عبث نہین ہی بلکہ ایک غرض صحیح یعنی یاد رکھنے کے لیے ہی اور اسکو اسواسطے ذکر کیا کہ بعض لوگون کی عادت یہ ہی کہ تاگے باندھ لیتے ہین اعضا پر اسیطرح زنجیرین وغیرہ اور یہ مکروہ ہی جب عبث ہو تو مصنف نے کہدیا کہ رتم اس قبیل سے نہین ہی کذا فی الاصل اسی طرح تعویذ بزبان عربی مکروہ نہین ہی اور جو غیر عربی مین ہو تو مکروہ ہی اگر تعویذ مین آیت یا حدیث یا دعا ہو وے تو پائخانہ جاتے وقت اوسکو اوتار ڈالے اور قربت کے وقت بھی اوتار لیوے عالمگیری

فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنے کے بیان مین

مرد مرد کے تمام اعضا کی طرف دیکھ سکتا ہی مگر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنون کے نیچے تک ف کہ اسقدر ستر عورت ہی تو ناف امام کے نزدیک ستر مین داخل نہین ہی اور گھٹنا داخل ہی اور شافعیؒ کے نزدیک اسکے برعکس ہی اور امام مالکؒ کے نزدیک ران ستر نہین ہی اور احادیث متعلقہ اسکے کتاب الصلوۃ مین گذر چکے علاوہ اوسکے یہ ہی کہ حسن بن علی رضؓ نے اپنی ناف کھولی تو ابوہریرہ رضؓ نے اوسکو چوم لیا روایت کیا اوسکو احمدؒ نے مسند مین اس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہین ہی اور حضرت نے جرہد سے فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ ران عورت ہی روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور عبدالرزاق نے اخراج کیا مثل اسکے اور اوسمین ہی کہ فرمایا آپ نے چھپا تو اپنی ران کو اسلیے کہ وہ عورت ہی پس یہ حدیثین حجت ہین شافعیؒ اور مالکؒ پر ص اور اپنی زوجہ اور لونڈی کی جو اوسکو حلال ہی ف اس سے وہ لونڈی نکل گئی جسکی وطی اوسکو حرام ہی مثلاً مجوسیہ اور مکاتبہ اور مشترکہ اور منکوحہ غیر اور محرمہ برضاع یا مصاہرت در مختار ص فرج تک بھی دیکھ سکتا ہی ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حفاظت کر تو اپنے عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اسواسطے کہ اس سے زیادہ مساس اور جماع درست ہی تو نظر بطریق اولی درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہی کہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث مین آیا ہی جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چھپاوے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہون گدھون کے مانند روایت کیا اوسکو طبرانی معجم مین ابی امامہ سے اور ابن عدی نے روایت کیا کہ فرمایا حضرت نے جسوقت جماع کرے کوئی تم مین کا اپنی زوجہ سے تو نہ نظر کرے اوسکی فرج کیطرف کیونکہ یہ ضعف بصر پیدا کرتا ہی

اگرچہ منظور لڑکا خوبصورت ہو لیکن بغیر شہوت دیکھے اور بشہوت بالکل حرام ہی ۱۲ عالمگیری

اور ہدایہ میں ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے اور ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ دیکھنا اولیٰ ہے تاکہ لذت کامل ہووے **ص** اور نظر کرے آدمی
اپنی محرم عورتوں سے **ف** جنسے نکاح مدام حرام ہے خواہ نسبی ہو یا سببی جیسے رضاعی یا بسبب مصاہرت اور ذکر اونکا کتاب النکاح
میں گذرا ھدایہ **ص** طرف سر اور منہ اور سینے اور پنڈلی اور بازوؤں کے اگرنہ خوف ہو شہوت سے والا فلا **ف** اور
اصل اس باب میں قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ الخ اور یہ مقامات مقامات زینت کے ہیں
ص نہ اونکی پشت اور پیٹ اور ران کیطرف اور غیر کی لونڈی کا حکم مثل اپنی محرم کے ہے **ف** اگرچہ قیاس یہ تھا کہ مثل
اجنبیہ کے ہوتی لیکن چونکہ لونڈیاں اکثر کام میں رہتی ہیں اور اونسے کام پڑتا ہے تو دفع حرج کے لیے سر سینہ وغیرہ اونکا
ستر نہوا **ص** اور جن جن جگہ نظر حلال ہے تو اون اعضا کا چھونا بھی درست ہے **ف** بشرطیکہ شہوت سے ہو یا خوف شہوت
کا نہو ورنہ نظر اور مس دونوں حرام ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں کی زنا دیکھنا ہے کانوں کی زنا سننا ہے
اور زبان کی زنا کلام ہے اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور زنا اونکی مس کرنا ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور زنا اونکی چلنا ہے
آخر حدیث تک روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے **ص** اگر لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرے تو اعضائے
مذکورہ کا چھونا بھی درست ہے اگرچہ خوف ہو شہوت کا **ف** بسبب ضرورت کے اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہے بعضوں نے
در مختار **ص** اور جب لونڈی جوان ہوجاوے تو اوسکو بیچنے کے لیے صرف تہبند باندھ کے لیجاوے **ف** بلکہ کرتہ
بھی ضروری ہے اسلیے کہ اوسکے پیٹ اور پیٹھ کیطرف نظر نا درست ہے ھدایہ **ص** اور عورت اجنبیہ کیطرف نظر مطلقاً حرام ہے
مگر اوسکے منہ اور دونوں کف کیطرف فقط **ف** یہ ظاہر الروایت میں ہے اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ اوسکے قدموں
کی طرف بھی نظر حلال ہے اور تحقیق کہ گذر چکا کتاب الصلوٰۃ میں کہ قدم عورت نہیں ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ نماز میں ضرورت ہے
اور اجنبی کی نظر کرنے میں طرف قدموں کے کوئی ضرورت نہیں ہے برخلاف منہ اور کف کے کذا فی الافضل اور اصل اس باب میں
قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد سرمہ ہے اور انگشتری یعنی آنکھ اور ہاتھ اور دوسرے یہ کہ
منہ کھولنے اور کف کھولنے کی ضرورت ہے اسلیے کہ معاملہ ہوتا ہے مردوں سے دین لین کا اور باقی اعضا کے کشف کی کوئی ضرورت
نہیں ہے اور در مختار میں ہے کہ جب عورت اجنبیہ نوکری کرے پکانے کی تو اوسکے قدم اور ہاتھوں کو بھی دیکھنا درست ہے بسبب
ضرورت کے **ص** اور غلام کی مالکہ مثل اجنبیہ کے ہے اوس غلام سے **ف** اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک مالکہ بہ نسبت غلام
کے مثل محرم کے ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ہم کہتے ہیں کہ آیت لونڈیوں کے حق میں ہے نہ ذکور کے
حق میں چنانچہ سعید اور حسن وغیرہ سے منقول ہے اسواسطے کہ غلام ایک مذکر ہے غیر محرم اور نہ شوہر ہے اور نکاح اوس سے ہو سکتا ہے
بعد عتق کے ہدایہ ملخصاً **ص** مگر جسوقت خوف ہو شہوت کا تو عورت اجنبیہ کے منہ کیطرف بھی نہ دیکھے **ف** در مختار میں
ہے کہ حلال ہونا نظر کا عورت اجنبیہ کے منہ کیطرف اونکے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں جوان عورت کا منہ دیکھنا ہر طرح
سے ممنوع ہے بسبب فساد زمان کے ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے گا عورت اجنبیہ کے محاسن کیطرف
شہوت سے تو اوسکی آنکھوں میں دن قیامت کے سیسہ ڈالا جاویگا لیکن یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی البتہ اور حدیثیں اسکی
ممانعت اور وعید میں آئی ہیں **ص** الا اوس صورت میں کہ حاجت ہو جیسے قاضی جب حکم کرے اور شاہد جسوقت شہادت

اور اگر ہے جو شخص کسی عورت سے ارادہ نکاح کا کرے تو اوسکو اوس عورت کے منہ کیطرف دیکھنا درست ہی بہ قصد ادائے سنت
نہ قضائے شہوت ف اسلیے کہ روایت کیا ترمذی اور نسائی نے مغیرہ بن شعبہ رض سے کہ جب انھون نے پیغام دیا ایک
عورت کو نکاح کا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھ لے اوسکو تاکہ تم دونون مین اصلاح اور محبت رہے ص اسیطرح نوکر کو
خریدتے وقت اور طبیب کو واسطے دوا کے ف دیکھنا درست ہی باوجود خوف شہوت کے بسبب احتیاج کے کذا فی الاصل
ص تو دیکھے طبیب موضع مرض کو بقدر ضرورت کے ف یہی حکم ہی احتقان مین کہ حقنہ کرنے والا مقام حقنہ کو دوسرے
مرد کے دیکھ سکتا ہی اور ایسا ہی حکم ہی دائی جنائی کا اور ختنہ کرنے والے کا اور حکیم کا واسطے نبض دریافت کرنے مرض کے جیسے
کے ہدایہ مین ہی کہ اگر کسی عورت کو اوس مرض کا علاج بتا دیوے تو بہتر ہی لیکن جب نہ ملے یا بدسلیقہ ہو تو دیکھے ص عورت کو
عورت سے اوسی قدر دیکھنا درست ہی جتنا مرد کو مرد سے ف یعنی زیر ناف سے زانو تک ضرور ہی کہ عورت دوسری عورت کو
نہ دکھاوے پس ہمارے زمانے مین اکثر عورات مین جو رواج ہی کہ باہم ایک دوسرے کے سامنے نہاتے وقت یا اور اوقات مین
بالکل ننگی ہو جاتی ہین بالکل حرام ہی اونکے شوہرون کو ان امورات سے منع کرنا ضرور ہی ص اسیطرح عورت کو مرد سے
دیکھنا درست ہی اگر نہ خوف ہو شہوت سے ف اور جو خوف ہو یا شک ہو تو درست نہین در مختار ص اور
خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کیطرف نظر کرنے مین مثل مرد کے ہین ف یعنی جیسے مرد کو نظر کرنا عورت اجنبیہ
کیطرف درست نہین ہی ویسے ہی ان لوگون کو بھی نادرست ہی خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا ذکر کاٹا گیا
اور مخنث وہ جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہی
اور جماع کرسکتا ہی اور فرمایا حضرت عائشہ رض نے کہ خصی کرنا مثلہ ہی تو نہ مباح کریگا اوس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب سحق
کرکے انزال کرتا ہی اور مخنث تو مرد ہی فاسق لیکن طفل نابالغ تو البتہ مستثنی ہی بنص کلام اللہ سے ہدایہ در مختار مین ہی
کہ وہ مجبوب جسکی منی خشک ہو گئی ہو تو عورات کو اوسکے سامنے ہونا درست ہی لیکن جسنے اسکو جائز رکھا تو قلت امتحان اور
قلت دیانت سے اور طحطاوی مین ہی کہ مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کے مانند
نرمی ہو اور عورتون کی اوسکو مطلق خواہش نہووے تو بعض فقہا کے نزدیک ایسے نامرد کا اختلاط عورتون کے ساتھ
رخصت ہی لیکن اصح قول یہ ہی کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہین ص اپنی لونڈی سے عزل کرنا بے اوسکی اجازت کے درست ہی
اور عورت حرہ سے باجازت اوسکے درست ہی ف عزل اوسکو کہتے ہین کہ وطی کرے تو جب قریب ہو انزال کے ذکر نکال
لیوے اور فرج مین منزل نہووے مروی ہی ابو سعید خدری رض سے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس لونڈی ہی اور
مین عزل کرتا ہون اوس سے اور مین مکروہ جانتا ہون کہ حاملہ ہووے اور مین چاہتا ہون جو چاہتے ہین مرد اور یہود کہتے ہین
کہ باہر انزال کرنا جیتے کو گاڑنا ہی تو فرمایا آپ نے جھوٹے ہین یہود اگر چاہے اللہ پیدا کرے اوسکو جسکے پھیرنے کی تجھے قدرت
نہین روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور طحاوی نے اور راوی اسکے ثقات ہین اور روایت کیا بخاری مسلم نے
جابر رض سے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور قرآن اوترتا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ قرآن
اوس سے منع کرتا اور ایک روایت مین ہی کہ عزل کی خبر پہنچی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو نہ منع کیا آپ نے اور روایت

کیا ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حرہ سے بغیر اذن اوسکے

فصل استبراء کے بیان مین

یعنی لونڈی کے رحم کی برارت طلب کرنا اصطلاح کہ ایک حیض تک انتظار کرے تا معلوم ہو جاوے کہ حاملہ ہی یا نہین ہی **ص** جو شخص کسی لونڈی کا مالک ہووے خریدے سے یا وصیت سے یا میراث سے اگرچہ وہ بکر ہو یا کسی عورت سے خریدی گئی ہو یا غلام سے یا اوس لونڈی کے محرم سے **ف** جو ذی رحم نہو ورنہ وہ لونڈی اوسی پر آزاد ہو گئی ہوگی تو خرید کیونکر ہو سکتی ہی مثال محرم غیر ذی رحم کی جیسے ابن وطی یا اخ رضاعی **ص** یا صغیر کے مال سے تو مالک پر اوس لونڈی کی وطی اور دواعی وطی **ف** یعنی بوسہ مساس وغیرہ **ص** حرام ہونگے یہان تک کہ اوسکے رحم کی صفائی حمل سے معلوم ہو جاوے ایک حیض آنے سے اون عورتون مین جو حائضہ ہین اور ایک مہینے سے اون عورتون مین جنکو حیض نہین آتا اور وضع حمل سے حاملہ مین **ف** یعنی ایک حیض تک انتظار کرینگے اگر حیض آگیا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہ حاملہ نہین ہی اور جو نہین آیا اور حمل متحقق ہو گیا تو وضع حمل تک انتظار کرنا پڑیگا اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہی اللہ اور پچھلے دن پر تو چاہیے اوسکو کہ نہ پلاوے پانی غیر کے کھیت مین یعنی حاملہ عورتون سے جماع نہ کرے اور نہین حلال ہی ایسے شخص کو کہ جماع کرے اون عورتون سے جو قید ہو کر لڑائی مین آئین یہانتک کہ استبرا کرے اوسکا روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے اور ترمذی نے رویفع بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور حسن کہا اوسکو بزار نے اور روایت کیا احمد اور ابو داؤد اور دارمی نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق مین اون عورتون کے جو قید ہو کر آئین تھین غزوۂ اوطاس مین کہ نہ جماع کی جاوین حمل والیان یہانتک کہ جنین اور نہ وہ جنکو حمل نہین ہی یہانتک کہ ایک حیض انکو آلیوے اور صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور اوسکا ایک شاہد ہی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنن دارقطنی مین کذا فی بلوغ المرام **ص** اور استبراء مین وہ حیض شمار نہ کیا جاویگا جسمین اوسکا مالک ہوا اور نہ وہ حیض جو حاصل ہو بعد ملک کے قبل قبض کے اور نہ وہ ولادت جو بعد ملک قبل قبض کے ہووے اور واجب ہوگا استبرا اگر اپنی مشترک لونڈی کا حصہ دوسرے شریک سے خرید لیوے نہ وقت لوٹ آنے اوس لونڈی کے جو بھاگ گئی تھی یا پھر آنے اوس لونڈی کے جو مغصوب تھی یا مستاجرہ یا مرہونہ تھی اور ترک استبرا کرنے کا حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہی **ف** جب معلوم ہو جاوے کہ مالک اول نے اس طہر مین اوس سے وطی نہین کی ورنہ حیلہ نکرے اسی کا فتوی ہی در مختار **ص** اور امام محمد رح کے نزدیک نا درست ہی اور قول ابو یوسف پر عمل کرے اگر اوسکے بائع کی وطی نکرنا اوس طہر مین معلوم ہو ورنہ قول محمد پر عمل کرے اور وہ حیلہ یہ ہی کہ اگر اوسکے نکاح مین عورت حرہ نہین ہی تو اوس لونڈی سے نکاح کرے اوسکو خرید لیوے **ف** اسواسطے کہ نکاح مین استبرا واجب نہین ہی اور اپنی زوجہ کو اگر خرید لیوے تب بھی استبرا واجب نہین اور یہ جو قید لگائی کہ اگر اوسکے پاس عورت حرہ ہو سو اسلیے کہ عورت حرہ پر لونڈی سے نکاح درست نہین جیسا کہ گذرا **ص** اور جو اوسکے نکاح مین عورت حرہ ہو تو حیلہ یہ کہ بائع قبل خریدنے مشتری کے یا مشتری بعد شراء کے قبل قبضہ کے اوسکا نکاح اس شخص سے کر دے

جیسے اوسکو طلاق دینے کا اعتماد ہووے پھر مشتری خرید لیوے یا قبضہ کر لیوے اور شوہر اوسکو طلاق دیدیوے **ف** قبل وطی کے پھر مشتری اوس سے وطی کرے بغیر استبرا کے اور انتظار عدت کے اسلیے کہ طلاق قبل الوطی مین عدت نہین ہے **ص** ایک شخص کے پاس دو لونڈیان اسطرح کی ہین کہ وہ از روے نکاح کے جمع نہین ہو سکتین **ف** جیسے دونون بہنین ہین یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی **ص** اور اوسنے شہوت سے دونون لونڈیون سے دواعی وطی کیے تو اب اوسکو ہر ایک لونڈی سے وطی اور دواعی وطی حرام ہین جبتک کہ ایک کو اون دونون مین سے اپنے اوپر حرام نہ کرے **ف** مثلاً اوسکو بیچ ڈالے یا کسی سے نکاح کر دیوے یا آزاد کر دیوے یا مکاتب کر دیوے **ص** یا ہبہ کر دیوے **ص** اور مکروہ ہے **ف** تحریماً **ص** بوسہ لینا ایک مرد کو دوسرے مرد کا **ف** لیکن بوسہ لینا عالم کے ہاتھ کا اور سلطان عادل کے ہاتھ کا یا کسی شخص زاہد عابد کا واسطے تبرک کے تو بعضون کے نزدیک جائز ہے اور بعضون کے نزدیک مسنون ہے **ص** یا معانقہ کرنا صرف ازار پہنے ہوئے اور جائز ہے اگر کرتہ یا جبہ پہنے ہو **ف** اسواسطے کہ جب دونون صرف ازار پہنے ہین اور باقی بدن کھلا ہوا ہے تو بدن سے بدن معانقہ مین ملیگا اور اسمین خوف شہوت کا ہے برخلاف اوس صورت کے کہ کرتہ یا انگرکھا یا اور کوئی کپڑا پہنے ہون یہ مذہب ابوحنیفہ اور محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقاً بوسہ لینا اور معانقہ کرنا درست ہے اس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ کیا جعفر سے جب وہ حبش سے آئے تھے اور بوسہ لیا اونکی دونون آنکھون کے درمیان مین روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین ابن عمر سے اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت نے منع کیا مکامعہ سے اور وہ معانقہ ہے اور مکاعمہ سے اور وہ بوسہ ہے کذا فی الہدایۃ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی ریحانہ سے روایت کیا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے مکامعہ اور مکاعمہ سے عورت کو ساتھ عورت کے جب اون دونون کے بیچ مین کوئی چیز حائل نہووے اور مکامعہ اور مکاعمہ سے مرد کو ساتھ مرد کے جب اون دونون کے بیچ مین کچھہ نہووے ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ کراہت معانقہ کی اوسی صورت مین ہے جب دونون مین کوئی کپڑا حائل نہووے اور سفر سے جو شخص آوے اوس سے معانقہ کرنا مسنون ہے اور باقی مقامات مین جیسے بعد نماز عید وغیرہ مسنون نہین ہے **ص** اسی طرح جائز ہے مصافحہ **ف** بلکہ مسنون ہے عند الملاقات بعد سلام روایت کیا طبرانی نے حذیفہ بن الیمان سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک مومن دوسرے مومن کی ملاقات کرکے سلام کرتا ہے اور اپنا ہاتھ اوسکے ہاتھ مین ملاتا ہے تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہین اور ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے مرفوعاً روایت کیا کہ جب دو مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اونکے جدا ہونے سے پہلے دونونکے گناہ بخشے جاتے ہین اور جامع ترمذی مین ابن مسعود سے مرفوعاً مروی ہے کہ ہاتھہ کا پکڑنا تمامی ہے تحیہ کی یعنی سلام پورا نہین ہوتا بغیر مصافحے کے اور مصافحہ مسنون ہے دونون ہاتھون سے انگوٹھا پکڑکے وقت ملاقات کے اور سوا اسکے اور مقامون مین جیسے بعد عصر یا نماز تراویح یا نماز جمعہ یا بعد وعظ کے مسنون نہین ہے بلکہ بعضون نے اوسکو بدعت قرار دیا ہے

مسائل ملحقہ ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھہ ایک چادر کے اندر لیٹنا جائز نہین اسیطرح ایک عورت کو دوسری عورت کے ساتھہ جب کوئی چیز حائل نہو اسی طرح لڑکا لڑکی کو جب دس برس کے ہوجاوین تو اونکا بستر جدا چاہیے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہم بستری مع التجرد ممنوع ہے اور اگر ہر شخص کا اوڑھنا جدا جدا ہو تو درست ہے اور لڑکا اگر قریب شہوت دار ہوجاوے تو حکم اوسکا نظر وغیرہ کے مسائل مین مثل بالغ کے ہے اور حجامی کو نظر شرمگاہ کی طرف درست ہے امام اعظم کے نزدیک جیسے ختنہ کرنے والے کو لیکن یہ روایت مجہول ہے اور بحالت ضرورت کے ایسا ہی کہا غنیۃ الطالبین نے

فصل بیان معانقہ و مصافحہ میں

اور بالغ شخص اگر اپنا ختنہ آپ کر سکے تو بہتر ہے ورنہ اوسکے لیے ایک لونڈی جسکو ختنہ کرنا آتا ہو خرید دین یا ختانہ سے نکاح
کرا دیوین اور جو یہ صورتین نہو سکین تو ختنہ نکرے عالم یا زاہد کا پانون چومنا اگر کوئی چاہے تو وہ اپنے پانونکو بڑھا دے اور ایک روایت مین ہے کہ نہ بڑھاوے
اور چومنے نہ دے اور اپنا ہاتھ چومنا جیسے بعض جہال کی عادت ہے وقت ملاقات کے مکروہ ہے اسیطرح زمین کا چومنا علما اور
سلاطین کے سامنے اور سجدہ کرنا اگر بطور تحیۃ اور آداب کے ہے تو فسق اور حرام ہے اور اگر بطور عبادت یا تعظیم کے ہے تو کفر ہے اور
غیر خدا کے لیے تواضع کرنا یعنی نہایت فروتنی اور جھکنا حرام ہے اور عالم کی تعظیم کے لیے یا اوستاد کی یا باپ کی قیام درست ہے جب یہ لوگ
آوین اور بعض کے نزدیک ممنوع ہے اور حدیثین مختلف وارد ہین بعضون سے جواز اور بعضون سے ممانعت نکلتی ہے اور مصحف کا چومنا جائز ہے
اور روٹی کا چومنا درست ہے اور روندنا اوسکا پانون سے یا کاٹنا اوسکا چھری سے ممنوع ہے کذا فی الدر المختار و عالمگیری

فصل مکروہات بیع کے بیان میں

مکروہ ہے بیع آدمی کے گوہ کی اگر نرا گوہ ہو اور جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے تو درست ہے جیسے گوبر کی بیع ف
اوپلا اور مینگنی کی درست ہے ص صحیح قول مین ف اور وہ قول امام محمد کا ہے ہدایہ ص اور اوس سے ف یعنی آدمی کے
گوہ سے جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہو ص نفع بھی لینا درست ہے نہ خالص گوہ سے اگر ایک شخص مسلمان کا قرض
کافر پر آتا ہے اور کافر نے شراب بیچکر روپے اوسکے حاصل کیے تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپے اون شراب کے روپیون مین سے
لینا درست ہے اور جو مسلمان نے شراب بیچی اور اوسکے روپے حاصل کیے تو صاحب دین کو اون روپیون سے اپنے قرض
کے روپے لینا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ مسلمان کو شراب بیچنا حرام ہے اور بیع اوسکی باطل ہے تو اوسکی ثمن بھی
حرام ہے کذا فی الاصل ص اور جائز ہے آرایش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور عطر سے اور کافر ذمی کا مسجد مین جانا ف ہمارے
نزدیک ہے اور مالک اور شافعی کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا
الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الخ اور ہم یہ کہتے ہین کہ اس آیت سے کفار کو نہی نہین مقصود ہے کیونکہ قول اللہ تعالی کا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ
نہین موجب ہے حرمت کو بعد اوس سال کے بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہے مسلمانون کو اس بات کی کہ آپ اس سال کے بعد
کفار قادر نہونگے اس مسجد کے دخول پر کذا فی الاصل اور دلیل امام کی یہ ہے کہ روایت کیا ابو داؤد نے سنن مین کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثقیف کے قاصدون کو جو کفار تھے مسجد مین اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی مین بھی اسی مضمون کی حدیث
موجود ہے عینی ص اور ذمی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنی ف اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت مریض کی کیا کرتے
روایت کیا اوسکو صحاح ستہ والون نے اور اس مین قید مسلمان کی نہین ہے اور بھی روایت کیا بخاری نے کہ ایک یہودی
خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو جب بیمار ہوا تو آپ اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پھر فرمایا مسلمان
ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہے خدا کا جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی ص اور جانورون
کو خصی کرنا اور گدھون کو گھوڑیون پر کودانا اسواسطے حقیقی کے ف اسلیے کہ حضرت نے خصی دنبون کو ذبح کیا قربانی مین
جیسا کہ اوپر گذرا اور اوسمین منفعت ہے جانور کی اور سوار ہوئے آپ خچر پر روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے تو اگر یہ فعل ممنوع ہوتا
البتہ نہ سوار ہوتے آپ خچر پر ص اور حقنہ ف شی طاہر سے نہ غیر طاہر سے البتہ اوس صورت مین جب کوئی طبیب

ف یعنی گدھون کا گھوڑیون پر کودانا ... منہ

مسلمان یہ کہدیوے کہ فلان شی نجس مین شفا ہی اور کوئی دوا مباح قائم مقام اوسکی نہ ہوے در مختار ص اور تنخواہ قاضی
کی ف بیت المال مین سے اسواسطے کہا کہ ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ قضا عبادت ہی اور عبادت پر اجرت لینا
درست نہین مگر یہ درست ہی اسواسطے کہ اگر وظیفہ واسطے قضا کے مقرر نہوگا تو لوگ قضا کو اختیار نکرینگے دوسرے یہ کہ وظیفہ جزا ہی
حبس کی یعنی قاضی اپنے معاش سے چھوڑ کر رہتا ہی اوسکا بدلا ہی نہ قضا کا ص اور سفر لونڈی اور ام ولد کا ف اور مکاتبہ
اور معتقة البعض کا ص بغیر محرم کے ف اسواسطے کہ لونڈی اجنبی کی نسبت ایسی ہی جیسے محرم در مختار مین ہی کہ یہ حکم
زمانہ سابق مین تھا اب لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہین بسبب فساد زمانے کے ص اور صغیر کے واسطے خرید و فروخت
کرنا ضروریات کا بھائی چچا یا ان کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر اونکی پرورش مین ہووے اور صغیر کا اجارہ
دینا صرف مان کو ف جائز ہی اور ون کو نہین درست ہی ص اور شیرہ انگور بیچنا اوس شخص کے ہاتھ جو اوسکی
شراب بناویگا ف اسواسطے کہ معصیت نفس شیرے سے متعلق نہین ہی بلکہ بعد اوسکے تغیر کے برخلاف سلاح کے کہ اونکا بیچنا اہل فتنہ کے ہاتھ نہین کیونکہ معصیت اونکی
عین سے متعلق ہی کذا فی الاصل اور ذمی کا شراب مزدوری لیکر اوٹھانا ف یہ امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین درست ہی اور مزدوری
حلال نہین ہی ص اور دیہات مین گھر کو کرایہ دینا آتش خانہ بنانے کے لیے ف یا سواے اسکے عبادت کے واسطے ص یا کلیسہ یہود کا یا گرجا نصاریٰ کا بنانیکے واسطے یا شراب
بیچنے کے واسطے ف درست ہی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی لیکن شہر مین بالاتفاق نادرست ہی اور بعضے کہتے ہین کہ مراد دیہات
یہان دیہات کوفہ ہین جنمین اکثر گانوں والے آدمی ذمی رہتے تھے ص اور ہماری ملک کے دیہات مین تو ان باتونکی قدرت اونکو نہ دیجاویگی اسلیے کہ نشانیان اسلام
کی ظاہر ہین یہی قول صحیح ہی اور درست ہی کہ مکانونکی عمارت بیچنا ف یعنی بنا اور عمارتونکی زمین امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک زمین کا
بھی بیچنا درست ہی اور اسی پر فتوی ہی در مختار امام کی دلیل ظاہر حدیث ہی جو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین مجاہد سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مکہ حرام ہی حرمت دی اوسکو اللہ نے نہین حلال ہی بیع اوسکی زمین کی اور کرایہ لینا اوسکے گھرونکا ص اور غلام کے پانون مین بیڑی
ڈالنا ف اگر اوسکے بھاگ جانے کا خوف ہووے اور طوق ڈالنا گلے مین مکروہ ہی ہدایہ ص اور غلام کا ہدیہ قبول کرنا اگر وہ تاجر ہو
اور اوسکی دعوت قبول کرنا اور اوسکے جانور کو عاریت لینا ف استحسانا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول
کیا ہدیہ سلمان کا جب وہ غلام تھے روایت کیا اوسکو حاکم نے بریدہ سے اور ہدیہ بریرہ کا کذا فی الاصل لیکن حدیث
کی کتابون سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہدیہ بریرہ کا قبول کیا تھا تو وہ آزاد ہو چکی تھین ص
لیکن مکروہ ہی کہ غلام تاجر کسی کو کپڑا دیوے یا روپیہ اشرفی تحفہ کے طور پر دیوے ف اسلیے کہ ان چیزون کی
تجارت مین کچھ ضرورت نہین برخلاف دعوت وغیرہ ہدیہ قلیل کے کہ تجارون سے ملانے اور معاملہ کے جاری کرنے کے لیے
اون باتون کی ضرورت ہوا کرتی ہی ص اور بھی مکروہ ہی خدمت لینا خصی سے ف اسواسطے کہ اسمین ترغیب
ہی انسان کے خصی کرنیکی اور وہ ممنوع ہی ص اور بقال کو ایک روپیہ قرض دینا یہ کہکر کہ اوس سے جو چاہونگا چیزین
لیتا جاونگا یہان تک کہ روپیہ پورا ہو جاوے ف اسواسطے کہ اس قرض مین منفعت ہی اور ایسا قرض ممنوع ہی ہان
اگر اوس بقال پاس امانت روپیہ دیوے پھر اوسکے بدلے مین چیزین لیتا جاوے تو درست ہی ہدایہ ص اور شطرنج یا
چوسر کھیلنا ف اور اسیطرح گنجفہ وغیرہ ہمارے نزدیک اور شافعی کے نزدیک مباح ہی کھیلنا شطرنج کا کیونکہ اوسمین

ذہن تیز ہوتا ہی لیکن اس شرط سے کہ نماز فوت نہو جاوے اور اوسمین شرط نہو ورنہ جوا ہو جاویگا اور وہ حرام ہی نص کلام اللہ سے
اور ہم یہ کہتے ہین کہ اگرچہ شرط نہین ہو وے جب بھی اوسمین ضائع کرنا ہی عمر کا اور خیال باطل کا غلبہ ہی یہان تک کہ بھوک پیاس بھی
جاتی رہتی ہی تو اور امورات کا کیا حال ہوگا دلیل اوسکی مکروہ ہونے کی یہ ہی کہ وہ لہو ہی اور ہر لہو نا درست ہی مگر تین لہو و شطرنج اون
تین مین سے نہین ہی ہدایہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھیلا شطرنج یا نردشیر کو تو گویا اوسنے اپنا ہاتھ
سور کے خون مین ڈبو دیا کہا زیلعی نے اس لفظ سے یہ حدیث غریب ہی اور موجود ہی صحیح مسلم مین یہ حدیث لیکن اوسمین
شطرنج کا لفظ نہین ہی اور روایت کیا بیہقی نے شعب الایمان مین قاسم بن محمد سے کہ انھون نے کہا شطرنج کے باب مین کہ یہ
لہو ہی اور جو چیز غافل کرے ذکر الٰہی سے اور نماز سے وہی میسر ہی جسکی حرمت کلام اللہ مین منصوص ہی ص اور اسیطرح ہر لہو و
لعب ف جیسے کنکوا یا تکل اوڑانا آتشبازی چھوڑنا آرایش شادی مین بنانا ص اور غلام کے گلے مین طوق ڈالنا اور
تکلے کی زمین کو چھپایا کرتے بنا اور دعا مین یہ لفظ کہنا بمعقد العز من عرشک ف یا بمقعد العز من عرشک اول کے
معنی یہ ہین کہ عرش سے عزت اور بزرگی تیری وابستہ ہی اور ثانی کے معنی یہ ہین کہ عزت کی جگہ تیری عرش ہی دونون لفظ
کہنا مکروہ ہی اس لیے کہ لفظ اول سے حدوث عزت الٰہی کا وہم ہوتا ہی کیونکہ عرش و فرش سب حادث ہین
اور عزت اور جلال الٰہی قدیم ہین اور دوسری لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ شاید اللہ تعالی کا مکان عرش پر ہی اور یہ قول مجسمہ
خذلہم اللہ کا ہی جو اللہ تعالیٰ کے لیے مکان اور جہت ثابت کرتے ہین نعوذ باللہ منہ در مختار مین ہی کہ ابو یوسف نے اسکے
عدم کراہت کو کہا ہی اور اسی کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے اس واسطے کہ یہ لفظ دعا کے ماثور مین وارد ہی جسکو روایت کیا بیہقی
نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے تو اس صورت مین لفظ عز صفت عرش کی ہوگا نہ صاحب عرش کی پھر صاحب مختار کہتے ہین
کہ زیادہ تر احتیاط اس عمل کے نہ کہنے مین ہی اس واسطے کہ یہ دعا خبر واحد سے مروی ہی اور مخالف ہی اون آیات قطعیہ کے جنسے نفی
جہت اور مکان خداوند کریم کی ثابت ہوتی ہی ص اور مکروہ ہی کہ دعا مین یہ کہے بحق فلان یا بحق رسلک و انبیائک
ف اسلیے کہ رسل و انبیا اور ملائکہ اور اولیا سب اللہ سبحانہ کے مخلوق ہین اور مخلوق کا حق خالق پر کچھ نہین ہی یعنی جو
کچھ اللہ تعالی اپنے بندون کو نعمتین اور رحمتین عطا کرتا ہی اور کریگا اوسکو محض لطف اور عنایات خداوندی سے سمجھنا چاہیے
ورنہ اللہ تعالی کو کسیکا دینا نہین ہی آتا البتہ یہ لفظ دعا سے ماثور مین وارد ہی تو مراد اوس جگہ حق سے حرمت اور عظمت اور
وجاہت ہی نہ حق وجوبی ص اور مکروہ ہی قرآن شریف پر بعد دس دس آیتون کے علامت بنانا یا اوسمین اعراب دینا
ف اس واسطے کہ ابن مسعودؓ نے کہا خالی کرو قرآن کو یعنی قرآن مین اور کوئی چیز ملا کر نہ لکھو روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ
نے مصنف مین ص مگر اہل عجم کو درست ہی ف اس واسطے کہ یہ لوگ اعراب زبان عرب کو پہچان نہین سکتے تو حرج
واقع ہوگی اعراب نہ لکھنے مین اور قرآن کا حفظ اور مزاولت متروک ہو جاویگا ص اور مکروہ ہی بند کر رکھنا آدمی اور جانور
کی خوراک کو اوس شہر مین جہان پر روکنا ضرر کرتا ہو ف اس واسطے کہ حدیث مین ہی الجالب مرزوق والمحتکر ملعون
یعنی غلہ لانے والا واسطے شہر والون کے رزق دیا گیا ہی یعنی خدا ئے تعالی اوسکو برکت دیگا اور غلہ روکنے والا ملعون ہی روایت
کیا اوسکو ابن ماجہ نے عمر بن الخطابؓ سے اور روایت کی احمد نے مسند مین ابن عمرؓ سے کہ جس شخص نے بند کر رکھا غلہ لوگون سے

چالیس دن تک تو وہ بری ہوا اللہ سے اور اللہ بری ہوا اوس سے اور مروی ہے کہ غلہ فریب کے اوسکو کچھ چھوڑے اور خلق خدا
کے ہاتھ نہ بیچے اس نظر سے کہ جب گران یا قحط ہوگا تو بیچیں گے تو حاصل یہ ہے کہ تجارت غلے کی کرنا خوب نہیں ہے اور ابو یوسف سے
مروی ہے کہ احتکار کچھ غلے پر منحصر نہیں ہے بلکہ جس چیز کے روکنے سے عامہ خلائق کو ضرر پہونچے تو وہ اوسکو احتکار کہتے ہیں اور محمد سے
مروی ہے کہ کپڑے میں احتکار نہیں ہے اور مدت حبس کی بعضوں کے نزدیک چالیس دن ہیں اور بعضوں کے نزدیک ایک مہینا
لیکن یہ مدت دنیا کے احکام کے اعتبار سے ہے اور آخرت کی نظر سے گنہگار ہوگا اگرچہ تھوڑی مدت بھی روک رکھے اور واجب
ہے کہ قاضی محتکر کو حکم کرے کہ جو اپنے اور اہل و عیال کی قوت سے فاضل ہو اوسکو بیچ ڈالے تو اگر نہ بیچے تو اوسکو تعزیر دیوے
اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہ نہ بیچے تو قاضی جبراً اوسکو بیچ ڈالے کذا فی الہدایہ والاصل ص نہیں مکروہ ہے اوس غلہ کا روک
رکھنا جو اوسکی زمین میں خاص پیدا ہوا ہووے یا دوسرے شہر سے اوسکو لایا ہووے ف اور ابو یوسف رح کے نزدیک یہ بھی
مکروہ ہے کذا فی الاصل ص اور حاکم اپنی طرف سے کوئی نرخ مقرر نہ کرے کہ اوس سے گھٹنے اور بڑھنے نہ پاوے ف
بلکہ خدا پر چھوڑ دیوے ص مگر اوس صورت میں کہ غلہ فروش بہت قیمت بڑھا دیوین تو لوگوں کی صلاح اور مشورہ سے نرخ مناسب
مقرر کر دیوے ف اسواسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ
نرخ گران ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرخ کرنے والا ہے اور بند کرنے والا اور
اور کشایش کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ کرے کسی مظلمہ مالی یا خونی کا کہا
ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندوں میں اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی

مسائل متفرقہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالاستقلال درود نہ بھیجے اور ساتھ ملا کر کہہ سکتا ہے آواز بلند کرنا ذکر اور
دعا میں مکروہ ہے کبوتروں کا پالنا استیناس اور دفع وحشت کے لیے درست ہے اور اونکا اوڑانا یا مرغ لڑانا حرام ہے کبوتر باز
اگر چھت پر چڑھ کے عورات مسلمین کو دیکھتا ہو یا ڈھیلے مار کے لوگوں کے شیشے توڑتا ہووے تو تعزیر دیا جاوے اور
نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باز نہ آوے تو تعزیر دیا جاوے اور کبوتر اوسکے ذبح کر ڈالے جاویں بطور خیر کے چھوڑ دینا
درست ہے اور بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ ضائع کرنا ہے مال کا گھوڑ دوڑ درست ہے اگر شرط ایک طرف ہو اور حرام ہے
اگر دونوں جانب شرط ہو مگر جب تیسرا شخص بھی شریک ہو جاوے اور اوسکا گھوڑا اس طرح کا ہو کہ اوسکے آگے بڑھ جانے کا احتمال ہو
پھر اگر اوس تیسرے کا گھوڑا آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لیوے اور ان دونوں شخصوں میں جو آگے بڑھ جاوے
وہ دوسرے سے مال مشروط لیوے اور جو وہ دونوں تیسرے سے بڑھ گئے تو کچھ نہ لیں گے اور کشتی کرنا بقصد حصول قوت
اور جہاد جائز ہے اور بقصد بازی مکروہ ہے قصص کا وعظ اور احادیث دروغ کا مذاکرہ مکروہ ہے ناخون کترانا مستحب ہے دن جمعہ
کے بعد نماز کے مگر جب بہت بڑھ گئے ہوں اور غازی کو ناخون اور مونچھیں بڑھانا چاہییں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ناخون کترانا شروع کیے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے اوسی کی چھنگلیا تک پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے داہنے ہاتھ کے
انگوٹھے تک ختم کرے نہ بال منڈانا اور بہانا ہر جمعہ کو افضل ہے اور پندرھویں دن بھی جائز ہے اور چالیس دن سے زیادہ
گذارنا مکروہ ہے داڑھی ایک مٹھی رکھنا مستحب ہے اس سے جو بڑھے اوسکو قطع کرے اور مونچھوں کو کترانا یا منڈانا ہے اگر کترا

عظام میں مثل گنگا جمنا گھاگرہ وغیرہ ص اپنی زمین کو سینچے یا اوس میں سے ایک نہر اپنی زمین کیطرف نکالے سینچنے
کے لیے یا چکی کے لیے اگر عامہ خلق کو اوس سے مضرت نہ پہونچے اور غیر کی نہر یا کاریز یا کوئیں سے جائز نہیں کہ اپنے جانوروں کو
پانی پلاوے اگر نہر کے خراب ہونے کا خوف ہو بسبب کثرت جانوروں کے یا اپنی زمین کو سینچے یا درخت میں پانی ڈالے
مگر اوسکی اجازت سے البتہ یہ ہوسکتا ہی کہ گھڑے میں پانی بھر کر اپنے گھر میں لا کر درخت یا سبزہ میں ڈالے صحیح تر قول یہ ف اور
بعضوں نے کہا کہ یہ بھی درست نہیں بدون مالک کے اذن سے اور عنایہ اور ذخیرہ میں اسی قول کو صحیح کہا ہی کذا فی الکفایہ ص
اور نہر کسیکی مملوک نہیں ہی اوسکی کھدوائی بیت المال میں سے دیجاویگی اور اگر بیت المال میں روپیہ نہووے تو رعایا سے
لی جاویگی ف اور اگر وہ نہ دین تو امام اونسے جبرا لیوے جیسے تیاری لشکر اسلام کیواسطے تحقوی ص اور جو وہ نہر مملوک
ہی تو نہر والون سے لی جاویگی نہر کے اوپر کی جانب سے نہ صرف پانی پینے والون سے ف یعنی جو اوس نہر میں پانی پیتے ہین اون سے
کھدوائی نہ لیجاویگی اسلیے کہ وہ نہر والے نہیں ہین ص اور جس شریک کی زمین سے کھودنے والے آگے بڑھ جاوینگے تو اوسپر باقی
نہر کی کھدوائی لازم نہ آویگی ف امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سب شریکوں پر نیچے کی اوس آخر تک کی کھدوائی مقرر
ہر ایک کے حصہ رسد سے لی جاویگی ص صحیح ہی دعوی شرب کا بغیر دعوی زمین کے ف یہ استحسان ہی اسلیے کہ کبھی پانی کی
باری کا آدمی مالک ہوتا ہی ارثا اور کبھی زمین بیچ ڈالی جاتی ہی اور شرب باقی رہتا ہی کذا فی الاصل ص ایک
جماعت نے شرب میں جھگڑا کیا تو بقدر اراضی ہر ایک کو تقسیم کر دینگے اور اوپر کی جانب والا نہر روک نہیں سکتا اگر نیچے والے کی
زمین سیراب نہیں ہوتی ہو بغیر روکے ہوئے مگر نیچے والے کی رضامندی سے اور کوئی اوس نہر میں سے دوسری نہر نکال نہیں سکتا
یا اوسپر چکی کھڑی نہیں کر سکتا یا دولاب یا پل بنا نہیں سکتا شریک کی اجازت سے البتہ اگر چکی اپنی ہی ملک میں رکھے ف
اسطرح سے کہ بطن نہر اور دونوں کنارے اوسکے مملوک ہوں اور دوسرے شریک کو ضرر پانی بہانے کا نہ پہونچے کذا
فی الاصل ص اور نہر اور پانی کو اوس سے ضرر نہ پہونچے تو ہوسکتا ہی اسی طرح نہر کے منہ کو چوڑا نہیں کر سکتا یا اگر شریک کا پانی
بطور سوراخوں کے منقسم تھا اور وہ دنوں کے ساتھ بانٹنے تو نہیں ہو سکتا یا اوس زمین میں پانی لیجاوے جہان
کی باری مقرر نہیں حق شرب موروث ہوتا ہی اور اوس سے نفع اوٹھایا جاتا ہی اسی لیے وصیت بھی ہو سکتی ہی اور اوسکی بیع یا
اجارہ یا ہبہ یا تصدق یا مہر یا بدل یا صلح نہیں ہوسکتا اگر ایک شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھرا ف موافق عادت
کے ورنہ ضامن ہوگا دلخنا ص اور اوس سے دوسرے کی زمین میں تری پہونچی نقصان ہوا یا ڈوب گئی تو
ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر دوسرے کے شرب سے اپنا کھیت سینچی تو تاوان نہ دیگا ف اسواسطے کہ شرب غیر متقوم ہی اور یہی
قول ہی امام خواہر زادہ کا اور جامع صغیر بزدوی میں ہی کہ ضامن ہوگا در مختار میں ہی کہ فتوی قول اول پر ہی واللہ اعلم

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہی شرابون کے احکام کے بیان میں حرام ہی خمر اور وہ کچا پانی ہی انگور کا جب وہ جوش مارے اور جھاگ دے
اور نشہ کرنے لگے اگرچہ قلیل ہو ف یا کثیر ہو یعنی ایک قطرہ بھی اوسکا حرام ہی اسلیے کہ وہ نجس عین ہی مثل پیشاب کے
فرمایا اللہ تعالی نے خمر کے حق میں انما الخمر ... رجس من عمل الشیطان یعنی وہ پلید ہی شیطان کا کام ہی اور احادیث اوسکی

حدیث مین بکثرت وارد ہوئی ہین روایت کی حاکم اور ابو داؤد نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ نے
لعنت کی خمر پر اور اوسکے پینے والے پر اور اوسکے نچوڑنے والے پر اور اوسکے پلانے والے پر اور اوسکے اوٹھانے والے پر اور اوسکی
قیمت کھانے والے پر اور اوسکے بائع پر اور خریدار پر اور روایت کی امام ابو حنیفہ اور نسائی اور دارقطنی نے ابن عباسؓ سے
کہ خمر حرام ہے قلیل اور کثیر اوسکا اور اور شراب بقدر سکر کے یہ مذہب امام ابو حنیفہ رح کا ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک جو چیز عقل کو
زائل کر دیوے اور نشہ لاوے وہ خمر ہے دلیل اونکی حدیث ہے ائمہ ستہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ہر مسکر خمر ہے اور روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلعم نے خمر ان دو درختون سے ہوتا ہے
یعنی انگور اور کھجور سے صاحب ہدایہ نے دلیل امام کی یہ بیان کی ہے کہ خمر باتفاق اہل لغت انگور کے پانی کو کہتے ہین
اور حدیث اول مین یحییٰ بن معین نے طعن کیا ہے اور حدیث ثانی سے بیان حکم منظور ہے نہ بیان معنی خمر اور ائمہ حدیث نے
اسکو رد کیا ہے اسطرح کہ حدیث ابن عمرؓ کو اخراج کیا شیخان اور ائمہ اربعہ نے پس یہ اعلیٰ مراتب صحیح مین ہوئی اور طعن
یحییٰ بن معین کا اوس حدیث مین ثابت نہین ہے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ مینے اس طعن کو کسی کتاب حدیث مین نہین
دیکھا اور اہل لغت مختلف ہین خمر کی حقیقت مین بعض نے خاص کیا ہے انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مسکر کو عام رکھا ہے اور
قاموس مین قول ثانی کو صحیح کہا ہے اور دلائل اوسکی صحت کے بہت ہین ایک قول حضرت عمرؓ کا برسر منبر روبرو جماعت صحابہ کے
کہ خمر پانچ چیزون سے ہوتا ہے انگور اور کھجور اور شہد اور گیہون اور جو سے اور خمر وہ ہے جو زائل کرے اور ڈھانپ لیوے عقل کو روایت
کیا اوسکو بخاری نے اور ظاہر ہے کہ عمرؓ اور صحابہ کرام عرب عرباء اور اعلم باللسان تھے دوسرے روایت کی بخاری نے انسؓ
سے کہ جسوقت خمر حرام ہوا اسوقت خمر انگور کا قلیل تھا اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسرے روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے
نعمان بن بشیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہون سے خمر ہوتا ہے اور جو سے خمر ہوتا ہے اور تمر سے خمر ہوتا ہے
اور انگور خشک سے خمر ہوتا ہے اور شہد سے خمر ہوتا ہے اور اون لوگون مین سے جنہون نے اطلاق کیا خمر کا
بجز انگور پر عمرؓ اور علیؓ اور سعدؓ اور ابن عمرؓ اور ابو موسیٰؓ اور ابو ہریرہؓ اور انسؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ ہین صحابہ سے اور تابعین
سے سعید بن المسیب اور حسن اور سعید بن جبیر اور اور لوگ ہین کہا طحاوی نے کہ جب تعارض واقع ہوا حدیث ابو ہریرہ
اور حدیث نعمان اور حدیث ابن عمرؓ مین کہ جب خمر حرام ہوا مدینے مین تو ان خمرون مین سے کوئی خمر وہان نہ تھا روایت کیا اوسکو
بخاری نے اور صحابہ اوسکی تعریف اور ماہیت مین مختلف ہوگئے چنانچہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے تخصیص کی خمر کی ساتھ
انگور کے اور اہل لغت نے بھی اختلاف کیا تو امر متفق علیہ ہمنے درمیان ائمہ کے اسی قدر پایا کہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی
جب شدید ہو جاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہے تو اسی کو اختیار کیا ہمنے اسلیے کہ امر حرمت کا عظیم ہے جیسے امر
حلت کا یعنی حرمت خمر کی تو قطعی ہے اور منکر اوسکی حرمت کا کافر ہے برخلاف اوسکے جو اور شراب کی حرمت کا منکر ہووے
اسلیے احتیاط ضرور ہوئی کہ خمر کے معنی مختلف فیہ کو چھوڑ کر امر متفق علیہ کو خمر قرار دیا اور اوسکے منکر حرمت کو کافر ٹھہرایا
اور سوا اوسکے اور مسکرات بھی حرام ہین لیکن حرمت اونکی ظنی ٹھہری واللہ اعلم بالصواب ص اور جھاگ دینا شرط ہے امام اعظم رح
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جب شدید ہو گیا تو مسکر ہو گیا اب جھاگ اوٹھانا ضرور نہین ہے پھر خمر کا عین

حرام ہے اگرچہ قلیل ہو اور بعض لوگون کا قول یہ ہے کہ بقدر سکر اوسمین سے حرام ہے ف لیکن یہ قول مردود ہے اسلیے کہ
اللہ تعالی نے خمر کو رجس فرمایا ہے جیسا کہ گذرا اور اوسپر اجماع امت کا ہو گیا کذا فی الاصل ص پھر خمر کا حلال جاننے والا
کافر ہے ف اسلیے کہ منکر ہے نص قطعی کا ہدایہ ص اور خمر کا تقوم یعنی قیمت دار ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہے
یعنی مالیت اوسکی ف تو اگر خمر کسی مسلمان کا تلف کر دیا تو ضمان لازم نہ اویگا اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
لعنت کی خمر کے بیچنے والے اور اوسکی ثمن کھانے والے پر اور روایت کی مسلم نے اور محمد نے آثار مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
جسنے حرام کیا خمر کو سو اوسنے حرام کیا اوسکی بیع اور ثمن کھانے کو ص اور حرام ہے مسلمان کو نفع اوٹھانا خمر سے ف
اسلیے کہ انتفاع نجس سے حرام ہے اور مختار مین یہ ہے کہ خمر کا جانورون کو پلانا یا اوس سے مٹی تر کرنا دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے
کے واسطے یا دوا مین اوسکا ڈالنا یا تیل مین یا کھانے مین یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا بالکل حرام ہے مگر سرکہ بنانا یا
پیاس کے خوف سے پینا بقدر ضرورت درست ہے اور جو ضرورت سے زیادہ پیے گا تو اوسپر حد ماری جاویگی ص اور جو
کوئی خمر کو پیے گا اگرچہ اوسکو نشہ نہووے لیکن حد ماری جاویگی ف چنانچہ دلیل اسکی کتاب الحدود مین گذری اور سوا
خمر کے اور شرابون کے پینے سے حد نہ پڑیگی جب تک نشہ نہووے لیکن محمد کے نزدیک پڑیگی اور اوسی پر فتوی ہے اس
زمانے مین عالمگیری ص اور خمر کو آگ پر پکانے سے اوسکی حرمت نجاویگی ف اسلیے کہ بعد خمر ہو جانے کے پکانا موثر نہین
ہے ہدایہ ص اور جائز ہے سرکہ بنانا خمر کا ف تو درست ہے وہ سرکہ اسی طرح اگر خود بخود سرکہ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک
جائز نہین دلیل شافعی کی حدیث ہے انس کی ابی طلحہ سے کہ پوچھا انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کچھ یتیمون کا خمر
میرے پاس ہے تو آپنے فرمایا کہ بہا دے اوسکو تو کہا مینے کہ سرکہ بنا لون اوسکا کہا آپنے نہین ہم یہ کہتے ہین کہ یہ حدیث
قریب تر ہے اوس زمانے کے جب خمر حرام ہوا تھا اور اول مین آپنے واسطے نفرت دلانے کے شراب کے برتنون کا استعمال
بھی منع کر دیا تھا بعد اوسکے بالاتفاق درست ہو گیا اسی واسطے شافعی نے بھی ایک قول مین یہ سرکہ جائز کہا ہے دوسرے یہ کہ
حضرت نے فرمایا ہے اچھا سالن سرکہ ہے روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر سے اور سرکہ اس حدیث مین مطلق ہے تیسرے یہ کہ
علت حرمت خمر کی سکر ہے تو جب سکر زائل ہو گیا تو حرمت بھی جاتی رہیگی پھر جب خمر سرکہ ہو گیا تو جہان تک سرکہ ہے وہان تک برتن
پاک ہو گیا اور اوسکے اوپر کا جانب جہان سے خمر گھٹ گیا ہے تبعا پاک ہو جاویگا یہی مفتی بہ ہے اور ایک روایت مین پاک نہوگا مگر جب
وہ سرکہ وہان ڈالا جاویگا تو علی الفور پاک ہو جاویگا ہدایہ ص اسیطرح حرام ہے طلا یعنی انگور کا پانی جب پکایا جاوے اور دو تہائی
سے کم جلایا جاوے ف طلا اوسکو اسلیے کہتے ہین کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ مشابہ ہے اونٹ کی طلا سے اور صحیح یہ ہے کہ اسکا
نام باذق ہے اور جو نصف جل جاوے تو اوسکا نام منصف ہے یہ دونون اوزاعی کے نزدیک مباح ہین اور ائمہ اربعہ کے نزدیک
حرام ہین ص اور سکر یعنی کھجور کا پانی اور خشک انگور کا پانی جبکہ اوس مین جوش اور شدت پیدا ہو جاوے ف یعنی طلا اور سکر اور نقیع زبیب جب ہی
حرام ہین کہ ان مین جوش اور نشہ پیدا ہووے اور شریک بن عبد اللہ کے نزدیک سکر درست ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے
تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا اور ہماری دلیل احادیث اور اجماع صحابہ کا ہے اوسکی حرمت پر اور یہ آیت ابتدا
اسلام کی ہے جب خمر حلال تھا اور بعضون نے کہا کہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور رزق حسن کو

ترک کرتے ہو ہدایہ ص اور نجاست انکی غلیظہ ہے ف اور ایک روایت مین خفیفہ ہے ہدایہ ص لیکن حرمت
انکی ظنی ہے تو منکر اوسکا کافر نہوگا اور خمر کی حرمت قطعی ہے تو منکر اوسکا کافر ہوگا اور درست ہے مثلث انگور کا اگرچہ اوسمین شدت
ہو جاوے ف یعنی سکر پیدا ہو جاوے مثلث انگور کا اوسکو کہتے ہین کہ انگور کا پانی لیکر پکایا جاوے یہان تک کہ اوسکی دو تہائی
جل جاوے اور ایک تہائی رہ جاوے پھر اوسکو رکھ چھوڑین یہان تک کہ اوسمین شدت ہو جاوے اور جھاگ اوٹھنے لگے
اسی طرح اگر اوسمین بعد جلانے کے پتلا کرنے کے لیے تھوڑا سا پانی ڈالکر پھر پکا دین اور اوسکو رکھ چھوڑین اور درست
ہے پینا مثلث امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور شافعی اور مالک کے نزدیک بالکل حرام ہے اور طلا درحقیقت اسکی
نام ہے در مختار مین ہے کہ پینا مثلث کا کبار صحابہ رض سے ثابت ہے ص اسیطرح نبیذ کھجور کا یا انگور خشک کا جب تھوڑا سا پکا لیا جاوے
اگرچہ اوسمین شدت ہو جاوے لیکن ان تینون کا اس قدر تک پینا درست ہے کہ نشہ نکرے اور لہو و طرب کے قصد سے نپیے بلکہ قوت کے لیے استعمال
کرے ف ورنہ امام کے نزدیک بھی حرام ہے دلیل امام اعظم رح کی حدیث ہے علی رض کی کہ فرمایا حضرت نے حرام کیا اللہ تعالی
نے خمر کو بالکل اور اور مسکرات کو بقدر سکر روایت کیا اوسکو عقیلی نے اور کہا کہ اسناد مین اوسکی عبد الرحمن مجہول ہے اور حدیث
اوسکی غیر محفوظ ہے البتہ یہ ابن عباس سے موقوفا مروی ہے روایت کیا اوسکو ابو حنیفہ اور دار قطنی نے جیسا گذرا اور روایت کی
نسائی نے حلت کو شاث کی حضرت عمر رض سے تو حرام امام کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہے جس سے نشہ ہوا اور محمد اور شافعی
اور مالک کے نزدیک یہ سب حرام ہین قلیل اور کثیر ان کا اسلیے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا کثیر مسکر ہو سو
اوسکا قلیل بھی حرام ہے روایت کیا اوسکو احمد اور چارون عالمون نے جابر رض سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور روایت
کی ابو داؤد اور ترمذی نے عایشہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہووے تو اوسکا ایک
کف بھر بھی حرام ہے اور بہت سے علما نے فتوی دیا ہے محمد رح کے قول پر اس زمانے مین اسلیے کہ فاسق ان چیزون کا استعمال
کرتے ہین واسطے سکر کے اور شاید امام اعظم رح کو یہ حدیثین نہین پہونچین واللہ اعلم ص اسیطرح درست ہے خلیطان
یعنی کھجور اور انگور خشک کو ملا کر بھگو دین اور تھوڑا سا پکا کر اوسکو چھوڑ دین یہان تک کہ جوش آ جاوے اور شدید ہو جاوے جب اوسکو
پیے بغیر لہو و طرب کے ف دلیل حلت کی وہ حدیث ہے جسکو ابن ماجہ نے روایت کیا عایشہ صدیقہ رض سے کہ ہم مٹھی بھر تمر
اور مٹھی بھر انگور خشک بھگو رکھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سو جو صبح کو ترکرتے تھے تو آپ شام کو اوسکو پیتے تھے اور جو شام کو
ترکرتے تھے تو آپ صبح کو اوسکو پیتے تھے اور محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین پلانا ابن عمر کا ابن زیاد کو خلیطان روایت
کیا ہے اور وہ جو حدیث جابر مین جسکو روایت کیا ایمہ ستہ نے ممانعت اسکی منقول ہے تو محمول ہے اوپر ابتداے اسلام کے
ہدایہ ص اسی طرح درست ہے نبیذ شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا اگرچہ پکایا نجاوے بغیر لہو و طرب کے
ف امام کے نزدیک ہدایہ مین ہے کہ انکے پینے والے کو حد نپڑیگی اگرچہ مست ہو جاوے اور محمد رح کے نزدیک حرام ہین اور یہی
مفتی بہ ہے اور اوسکے پینے والے کو حد پڑیگی کذا فی الدر المختار ص اور درست ہے سرکہ بنانا خمر کا اگرچہ کوئی چیز اوسمین
ڈالکر بناوے اور نبیذ ڈالنا تونبون اور سبز گھڑے اور مزفتان اور روغن قیر یا النش سے کیے ہوے برتنون اور لکڑی کے
برتنون مین ف اسلیے کہ محمد رح نے کتاب الآثار مین بسند صحیح روایت کیا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مین نے کدو اور تونبا اور حنتم اور مزفت مین نبیذ ڈالنے سے منع کیا تھا سو اب پیو ہر برتن مین اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حرام یا حلال نہین کرتا اور نہ پیو مسکر کو اور وہ جو حدیث ابن عباس مین ہی صحیحین مین کہ آپنے وفد عبد القیس کو دبا اور حنتم اور مزفت اور نقیر کے ظروف سے ممانعت کی تھی سو منسوخ ہی ان حدیث سے **ص** اور مکروہ ہی خمر کی تلچھٹ کا پینا اور اوسکو کنگھی مین ملکر بالون کو لگانا **ف** مراد کراہت سے حرمت ہی کذا فی الاصل **ص** لیکن تلچھٹ کا پینے والا جب تک نہو وے تو اوسکو حد نہ پڑیگی **ف** اور عمر مین شرب قلیل سے حد ہی اسلیے کہ قلیل اوسکا داعی ہوتا ہی طرف کثیر کے اور اوسیر تلچھٹ مین نہین ہی تو اوسمین حقیقت سکر معتبر ہوگا کذا فی الاصل **مسائل ملحقہ** درمختار مین ہی کہ بھنگ اور افیون اور اجوائن خراسانی اور جائفل حرام ہی لیکن حرمت خمر سے ان کی حرمت کمتر ہی سو اگر کوئی شخص ان مین سے کھاوے تو اوسپر حد نہین اگرچہ اوس سے مست ہوجاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور ہدایہ وغیرہ سے اجوائن اور افیون کی حلت مفہوم ہوتی ہی اگر قلیل ہو جس سے سکر نہووے اور تنباکو کے باب مین علما مختلف ہوگئے بعض کے بیان سے حلت اور بعضون کے قول سے کراہت تنزیہی اور بعضون کی تقریر سے کراہت تحریمی مفہوم ہوتی ہی لیکن کراہت تحریمی کا قول مرجوح ہی اور کراہت تنزیہی اقرب ہی طرف حلت کے پس حلت کا قول راجح ہی اور یہی مستفاد ہی کتب شافعیہ سے اور موافق ہی اس اصل کے کہ اشیا مین اباحت اصل ہی اور وہ جو حدیث مین وارد ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر سے اور مفتر سے روایت کیا اوسکو احمد نے ام سلمہ سے تو اوس سے ممانعت تنباکو کھانے کی جو واسطے دوا کے ہووے اور قلیل ہو کہ اوس سے فتور پیدا نہووے نہین نکلتی اور یہی حکم ہی حقہ کا واللّٰہ اعلم بالصواب اور نان پاؤ جسمین خمر ملا ہووے حرام ہی اور جو اور کوئی چیز مسکر مخلوط ہووے تو بنا بر مذہب امام کے درست ہی اور موافق مذہب امام محمد کے نادرست ہی اور یہی فتویٰ ہی

کتاب الصید

یہ کتاب ہی شکار کے بیان مین صید وہ حیوان متوحش ہی جسکا پکڑنا ممکن نہین بغیر حیلہ اور حلت صید کی غیر محرم کے لیے کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور فرمایا وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَادُمْتُمْ حُرُمًا یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کیا تمپر شکار خشکی کا جب تم احرام مین ہو اور حدیث سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر جب وہ شکار کو پکڑ رکھے تو کھا اور جو وہ اوس مین سے کھالیوے تو نہ کھا روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے اور منعقد ہوا اوسکی حلت پر اجماع **ص** حلال ہی شکار ہر دانت والے جانور سے اور ہر پنجہ والے پرند سے جیسے کتا باز وغیرہ **ف** پھر جاننا چاہیے کہ سور مستثنی ہی اس اصل سے اسلیے کہ وہ نجس العین ہی اور امام ابو یوسف نے استثنا کیا شیر کا بسبب اوسکے علو ہمت کے اور ریچھ کا بسبب خساست کے اور بعض نے چیل کو بھی ریچھ سے ملحق کیا ہی خساست مین اور ظاہر یہ ہی کہ کچھ حاجت استثنا کی نہین ہی اسلیے کہ شیر اور ریچھ کی تعلیم نہین ہوسکتی اسلیے کہ شیر عالی ہمت ہی وہ کسیکا کام نہین کرتا اور ریچھ دنی الطبع ہی وہ بھی کسیکا کام نہین کرتا تو علت صید کی شرط نہین پائی جاتی کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول اللہ تعالی کا ہی وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ یعنی حلال ہی تمھارے واسطے شکار جانورون کا جو زخمی کرتے ہین جنکو تمنے تعلیم کیا اور یہ مطلق ہی شامل ہی ہر جانور کو جو زخمی

حدیث عدی بن حاتم میں لفظ کلب کا وارد ہی اور کلب کا اطلاق زبان عرب میں ہر درندے پر ہوتا ہی یہانتک کہ شیر پر بھی
ھدایہ ص بشرطیکہ تعلیم یافتہ ہوں ف اسلیئے کہ کلام اللہ میں وما علمتم کی قید ہی دوسرے یہ کہ ابی ثعلبہ خشنی نے
کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ہم شکار کرتے ہیں اپنے کتے معلّم اور غیر معلم سے تو فرمایا آپ نے کہ جو تو شکار کرے اپنے
کتے معلم سے بسم اللہ کہکر سو کھا اوسکو اور جو تو شکار کرے غیر معلم کتے سے اور اوس جانور کو ذبح کرے تو کھا اوسکو یعنی بغیر
ذکات اوسکا شکار درست نہیں ہی روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ص اور کسی مقام پر شکار کو زخم لگاوین ف
اسواسطے کہ کلام اللہ میں جوارح کا لفظ وارد ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ جراحت ضروری ہی اور یہی ظاہر الروایت ہی اور اسی پر
فتوی ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جراحت شرط نہیں ہی ص اور اونکو مسلمان یا اہل کتاب بسم اللہ کہکر چھوڑے ف
اسواسطے کہ حدیث عدی میں بسم اللہ کہنے کا امر ہی اور اوسی حدیث میں ہی کہ عدی نے کہا یا رسول اللہ میں اپنا کتا بسم اللہ کہکر
چھوڑتا ہوں اور اوسکے ساتھ ایک اور کتا آجاتا ہی اب میں نہیں جانتا کہ شکار کو کس کتے نے پکڑا تب فرمایا آپ نے کہ نکھا
اوسکو اسلیے کہ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ کہی ہی نہ دوسرے کتے پر اگر کتا چھوڑنے والا مجوسی ہو یا مسلمان لیکن
عمداً بسم اللہ ترک کر دیوے تو درست نہیں ہی ص اور وہ شکار ایک جانور ہو ممتنع یعنی جو اپنے بچانے پر قادر ہو
پاؤن سے یا پرون سے اور وحشی ہو حلال ہو ف ذکات اختیاری اوس میں نہو سکے تو جو جانور لوگون سے
انس پکڑ گیا ہی ممتنع ہی لیکن متوحش نہیں ہی اور جو شکار جال میں پھنس گیا یا کوئین میں گر گیا یا سست ہو گیا
تو وہ متوحش ہی لیکن غیر ممتنع ہی تو ایسے جانورون میں ذکات اختیاری یعنی ذبح کرنا حلت کے لیے ضرور ہی صرف ارسال
اور زخم سے حلال نہونگے ص اور اوس کلب معلم کے ساتھ دوسرا کلب جسکا شکار نہیں درست ہی ف جیسے
وہ کلب غیر معلم ہووے یا مجوسی کا ہووے یا شکار کے لیے چھوڑا نگیا ہو یا بسم اللہ عمداً ترک کرکے چھوڑا گیا ہووے
کذا فی الاکمل ص شریک نہووے ف بسبب اوسی حدیث عدی بن حاتم کے جو اوپر گذری ص اور وہ
کلب معلم تھنگ کر بعد ارسال کے ف تا کہ اوسکا شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب ہووے تو اگر وہ کلب بعد ارسال
کے آرام کے لیے ٹھیر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے پھر شکار کرے تو شکار درست نہیں برخلاف اوسکے کہ چیتے کو
شکار کے لیے چھوڑا اور وہ چھپ رہا بطریق حیلہ اور گھات کے شکار کی فکر میں نہ بطریق استراحت اور آرام کے پھر شکار
کو پکڑا کہ یہ درست ہی اور اگر کتا بھی ایسی عادت چیتے کی کرلے تو بھی درست ہی در مختار و طحطاوی ص اور کتا تعلیم
یافتہ ہو جاتا ہی اگر تین بار شکار کرے اور اوس میں سے نہ کھاوے اور باز تعلیم یافتہ ہوتا ہی جب پکارنے سے آنے لگے
ف یہی مضمون ماثور ہی ابن عباس سے کہا زیلعی نے تخریج میں کہ یہ اثر غریب ہی میں کہتا ہون روایت کی امام محمد
نے آثار میں بسند صحیح ابن عباس سے کہ کہا اونھون نے جس جانور کو پکڑے تیرا کتا تو اگر معلم ہی تو کھا اوسکو اور جو وہ
اوس میں سے کھا لیوے تو نکھا اوسکو لیکن باز اور شاہین تو کھا اگرچہ وہ اوس میں سے کھا لیوے اسلیے کہ تعلیم
اوسکی یہ ہی کہ پکارنے سے چلا آوے اور تو اوسکو مار نہیں سکتا کہ کھانا چھوڑ دیوے کہا امام محمد نے کہ ہم اسی قول
سے اخذ کرتے ہیں اور یہی قول ہی ابو حنیفہ کا ص تو اگر باز شکار میں سے کھا لیوے تو وہ شکار کھانا درست ہی

نہیں کتا اوسمین سے کھالیوے اسی طرح اگر کتے نے تین بار کھایا پھر چوتھی دفعہ کے شکار میں سے کھالیا تو وہ شکار حرام ہوجاویگا
اور اوسکے بعد جتنے جانور شکار کرے گا سب حرام ہونگے یہان تک کہ پھر تعلیم یافتہ ہوجاوے اسی طرح قبل اوس جانور کے
جتنے جانور شکار کیے ہین اگر وہ صیاد کے پاس موجود ہین حرام ہوجاوینگے ف اور جو صیاد اونکو کھا گیا ہی تو اب حرمت کے
ثبوت سے کیا فائدہ ہی ص اگر کوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اوس شکار کے حلال ہونے کی یہ ہی کہ بسم اللہ
کہکر تیر مارے ف اور جو بھول جاویگا تو بھی درست ہی اور جو قصداً ترک کرے گا تو وہ شکار حرام ہوجاویگا ص اور
وہ تیر اوس شکار کو زخمی کرے اور اگر شکار تیر کھائے ہوئے بھاگ کر کہین غائب ہوجاوے تو اوسکی جستجو سے بیٹھ نرہے
ف یعنی اوسنے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تیر کھا کر آنکھ سے غائب ہوگیا بعد اوسکے شکاری نے اوسکو مردہ پایا
تو اگر اوسکی طلب سے بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال نہین اور جو اوسکے ڈھونڈھنے مین مصروف تھا تو حلال ہی اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شکار مین جو غائب ہوجاوے شکاری سے کہ شکاری نے قتل کیا اوسکو یا زمین نے روایت
کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی رزین سے اور روایت کی مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی نے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اوسکو
پایا سو کھا جبتک وہ گندہ نہین ہوا ص اگر تیر مارنے والے نے یا کتے یا باز شکار کرنے والے نے شکار کو زندہ پایا
تو ضرور ہی کہ اوسکو ذبح کرے ف یعنی جب اوسکو زندہ پاوے اسقدر کہ مذبوح سے زیادہ اوسمین حیات ہووے تو ذکات
ضرور ہی ص تو اگر ترک کریگا عمداً ذکات کو حرام ہوجاویگا ف یعنی باوجود قدرت تذکیہ کے اگر ذکات نہ کریگا تو حرام ہوگا
اور جو قادر نہو ذکات پر تو حلال ہی یہی مروی ہی امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف سے اور یہی قول ہی شافعی کا اور ظاہر الروایۃ مین ہی
مثلاً چھری نہو یا وقت تنگ ہووے ۱۲
کہ حرام ہوجاویگا اور جو اوسکی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اوسکا اعتبار نہوگا پس تذکیہ واجب نہوگا لیکن جو جانور
اوپر سے گر پڑے یا مثل اوسکے اور جو بکری بیمار ہو تو فتوی اس پر ہی کہ اوسمین جتنی قلیل ہی حیات ہی یہان تک کہ اگر اوسکو
ذبح کریگا اور اوسمین تھوڑی سی بھی حیات ہوگی تو حلال ہوجاویگا بسبب قول اللہ تعالی کے اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ کذا
فی الاصل ص اگر مجوسی نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مسلمان نے اوس کتے کو تیز کیا اور جھڑکا یا شور کیا سو وہ
تیز ہوا اور اوسنے شکار مارا تو وہ شکار حرام ہی ف اسواسطے کہ ارسال مجوسی سے ہوا اور اعتبار ارسال کا ہی نہ جھڑکانے
اور تیز کرنے کا ص اسیطرح اگر معراض نے اوس شکار کو قتل کیا اپنے عرض کی جانب سے نہ طول کیجانب سے جدھر
دھار ہی ف تب بھی شکار حرام ہوگا معراض اوس تیر کو کہتے ہین جسکے پر کا ہووے اور نام اوسکا معراض
اسلیے ہوا کہ وہ نشانے پر عرض سے جا کر لگتا ہی نہ نوک سے اور جو اوسکے نوک مین تیزی ہووے اور وہ نوک کی جانب
سے لگے تو شکار حلال ہی کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدی بن حاتم کی حدیث
مین کہ پوچھا مینے آپ سے معراض سے تو فرمایا آپ نے جب لگے وہ نوک کیطرف سے جدھر تیزی ہی تو کھا اور جو عرض
کیجانب سے لگے تو نہ کھا اسلیے کہ وہ موقوذہ ہی روایت کیا اوسکو بخاری نے اور موقوذہ حرام ہی نص کلام اللہ سے
موقوذہ اوس جانور کو کہتے ہین جسکو لکڑی یا ڈھیلا یا پتھر سے پھینک کر مارین ص یا قتل کیا اوسکو بھاری

تھلّے نے اگرچہ وہ تھلّہ دھاردار ہووے **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ وہ جانور اوس تھلّے کے بوجھ سے
مرگیا ہووے یہان تک کہ اگر تھلّہ ہلکا ہووے اور دھاردار ہووے تو حلال ہوگا اسلیے کہ موت جراحت سے ہوگی ہدایہ
مین ان مسائل کا قاعدہ کلیہ یہ مذکور ہے کہ جب موت جراحت سے ہو یقینًا تو شکار حلال ہوگا اور جو اوسکے بوجھ اور وزن سے
ہووے یقینًا تو حرام ہوگا اور جو شک ہو کہ بوجھ سے ہوئی یا جراحت سے تب بھی حرام ہوگا واسطے احتیاط کے
ص یا اوس شکار کو تیر مارا پھر وہ پانی مین گر پڑا **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا اسلیے کہ شک ہے کہ وہ تیر سے مرا
یا پانی مین ڈوبنے سے مرا اور حدیث عدی بن حاتم مین ہے کہ اگر شکار تیرا پانی مین گر پڑا تو نہ کھا اوسکو اسواسطے کہ تو
نہین جانتا کہ پانی نے قتل کیا اوسکو یا تیرے تیر نے روایت کیا اوسکو مسلم نے **ص** یا چھت پر گرا یا پہاڑ پر
پھر وہان سے زمین پر گر پڑا تب بھی حرام ہوگا اور جو پہلے ہی سے زمین پر گرا تو حلال ہے اسیطرح حلال ہے اگر مسلمان
نے کتے کو چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا یا کسیطرح اوسکو نہین چھوڑا لیکن مسلمان نے اوسکو
ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا تو ان صورتون مین شکار حلال ہے **ف** جاننا چاہیے کہ جہان پر ارسال اور زجر دونون پائے
جاتے ہون تو اعتبار ارسال کا ہے تو اگر ارسال مجوسی سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور جو ارسال مسلمان سے ہووے
اور زجر مجوسی سے تو شکار درست ہے اور جو ارسال وہان بالکل نہو صرف زجر ہو تو زجر کا اعتبار ہوگا پس اگر زجر مسلمان
سے ہو تو شکار حلال ہے اور جو مجوسی سے ہو تو حرام ہے کذا فی الاصل **ص** اگر کتے کو یا باز کو ایک جانور پر چھوڑا اور اوسنے
دوسرے جانور کو پکڑا تو وہ حلال ہے **ف** یہ ہمارے نزدیک ہے اسواسطے کہ اس قسم کی تعلیم نہین ہوسکتی کہ جس جانور
کو معین کردیوین اوسی کو پکڑے اور امام مالک کے نزدیک حلال نہین ہے اور اگر کتے کو بسم اللہ کہکر ایک شکار پر چھوڑا اور
اوسنے جاکر اوسکو مارا پھر دوسرے شکار کو مارا دونون حلال ہین جیسے ایک تیر ایک شکار کو لگ کے پھر دوسرے کو لگ گیا
تو دونون حلال ہونگے اسیطرح اگر کتے کو بہت سے جانورون پر چھوڑا ایک ہی بار بسم اللہ کہکے اور اوسنے کئی جانور
مارے تو سب حلال ہین لیکن اگر دو بکریون کو ایک بار بسم اللہ کہکے ذبح کریگا تو دوسری بکری درست نہوگی کذا فی الاصل
ص اگر ایک شکار کو بسم اللہ کہکے تیر مارا اور اوسکا کوئی عضو جدا ہوگیا تو شکار حلال ہے لیکن وہ عضو نہ کھایا جاویگا
ف اور امام شافعی رح کے نزدیک دونون کھائے جاوینگے دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو عضو جدا
کیا جاوے جانور سے اور وہ زندہ ہو تو وہ عضو میت ہے روایت کیا اوسکو ابوداود اور ترمذی نے ابی واقد لیثی سے **ص**
اور اگر وہ جانور اسطرح کٹ گیا کہ اوسکے دو ٹکڑے ہوگئے اثلاثًا یعنی دو حصہ چوتڑ کیطرف اور ایک حصہ سر کیطرف یا اوسکا سر
آدھا کٹ گیا یا زیادہ کٹ گیا تو دونون ٹکڑے کھائے جاوینگے **ف** اسواسطے کہ ان صورتون مین حیوۃ اوسکی
ممکن نہین زیادہ حیوۃ مذبوح سے اور اوسکا اعتبار نہین تو حدیث اسکو شامل نہوگی برخلاف اوس صورت کے
کہ دو حصے اوسکے سر کی جانب مین ہووے اور ایک حصہ سرین کیجانب مین کیونکہ یہان حیوۃ ممکن ہے تو سرین والا حصہ
حرام ہوگا اور سر کی جانب کے دو حصے درست ہونگے اور برخلاف اوس صورت کے جب نصف سے کم سر کٹا ہو کیونکہ یہان بھی
حیوۃ کا احتمال ہے زیادہ حیوۃ مذبوح سے **ص** تو اگر شکار کو تیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارا تو اگر اول کے

تیر مارنے سے وہ جانور سست ہو گیا تھا تو جانور پہلے شخص کو ملیگا اور کھانا اوسکا حرام ہو جاویگا اور دوسرا تیر مارنے والا پہلے
شخص کو ضمان دیگا اوسکی قیمت کا جو بعد زخمی ہونیکے ہووے اور جو پہلے تیر سے وہ جانور سست نہین ہوا تھا تو
وہ جانور دوسرے شخص کو ملیگا اور کھانا اوسکا حلال ہوگا ف اول صورت مین حرام اسواسطے ہوگا کہ جب پہلے
تیر سے وہ سست ہو گیا تو اب ذکات اختیاری پر قدرت ہو گئی تو ذکات اضطراری ناجائز ہو گی اور دوسری صورت مین
حلال ہوگا اسلیے کہ پہلے تیر سے وہ جانور سست نہین ہوا تھا تو قدرت ذکات اختیاری کی حاصل نہین ہوئی تھی
ص اور شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے خواہ گوشت اوسکا حلال ہووے یا حلال نہووے ف جیسے لومڑی
بھیڑیا ریچھ سور وغیرہ سوا سور کے اور جانورون کی کھال اور گوشت شکار سے پاک ہو جاویگی کذا فی الاصل

کتاب الرهن

یہ کتاب ہے رہن یعنی گرو رکھنے کے بیان مین رہن کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَاِنْ کُنْتُمْ
عَلٰی سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوْضَةٌ یعنی اگر ہو تم سفر مین اور نہ پاؤ تم لکھنے والا پس گرو ہے قبضہ کی ہوئی
اور حدیث سے روایت کیا بخاری مسلم نے عائشہ رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدا ایک یہودی سے غلہ اور رہن کردی
اوسکے پاس زرہ اپنی لوہے کی اور منعقد ہوا اجماع اسپر ص رہن کے معنی شرع مین یہ ہین کہ چیز کو روک دینا بعوض
اوس حق کے جسکا حاصل کر لینا ممکن ہو اوس شی مرہون سے مثل دین کے ف پس دین کا حصول کر لینا شی مرہون
سے ممکن ہے اوسکو بیچکر بخلاف عین کے کہ وہان صورت مطلوب ہوتی ہے اور تحصیل صورت دوسری شی سے نہین
ہو سکتی جاننا چاہیے کہ شی مرہون کے مالک کو راہن کہتے ہین یعنی جو رہن رکھتا ہے اور جو رہن لیتا ہے اوسکو مرتہن کہتے ہین
اور جس چیز کو رہن رکھتے ہین اوسکو مرہون اور رہن کہتے ہین ص اور منعقد ہوتی ہے رہن ایجاب اور قبول سے
لیکن لازم نہین ہوتی تو راہن کو شی مرہون کا تسلیم کر دینا اور عقد رہن سے رجوع کرنا درست ہے ف کیونکہ ابھی رہن
تمام نہین ہوئی اسلیے کہ تمام اوسکا قبض سے ہے اور امام مالک کے نزدیک نفس عقد سے تمام ہو جاتی ہے اور دلیل ہماری
آیت ہے کلام اللہ کی جو اوپر گذری اوسمین قبضہ کی قید ہے ص پھر جسوقت راہن نے شی مرہون کو تسلیم کر دیا مرتہن
کو اور مرتہن نے اوسپر قبضہ کر لیا اور وہ شی مرہون منقسم تھی شائع نتھی اور راہن کے حقوق سے مشغول نتھی فارغ تھی
ف یہان تک کہ اگر راہن کے حق سے مشغول ہوگی تو رہن جائز نہوگی جیسے رہن کرنا زمین کا بدون اشجار کے
جو اوسمین ہین یا رہن کرنا شجر کا بدون پھلون کے جو اوسپر ہین یا رہن کرنا اوس گھر کا جسمین اسباب راہن کا ہے بدون
اسباب کے کذا فی الاصل ص اور ممیز تھی ف یعنی اگر متصل ہووے راہن کے حق سے خلقت سے جیسے
پھل اوپر درخت کے تو واجب ہے کہ اوسکو جدا کر دیوے تو فراغت سے مقصود یہ ہے کہ محل مال سے خالی ہو جب مال
مرہون نہو اور یہ ذکر اتصال محل کا ساتھ مال کی خلقت سے ہو دیا مجاورت سے اور تمیز سے غرض یہ ہے کہ مال جدا ہو
اوس محل سے جو غیر مرہون ہے یعنی اتصال خلقی نرکھتا ہو یہانتک کہ اگر اتصال بسبب مجاورت کے ہوگا تو وہ مضر
نہین ہے جیسے رہن اوس اسباب کا جو راہن کے مکان مین ہے درست ہے اگرچہ وہ اسباب مال ہے مکان مین

اور مکان اوسکا محل مرہون نہین ہی اسواسطے کہ یہ اتصال خلقی نہین ہی کذا فی الاصل مع تفصیل **ص** تو اب رہن
لازم ہوگئی اور تخلیہ رہن مین قبض ہی بمنزلہ بیع کے **ف** تخلیہ یہ ہی کہ راہن شی مرہون کو ایسے مقام مین رکھ دیوے
کہ مرتہن اوسکے لینے پر قادر ہو جاوے یہ ظاہر الروایۃ مین ہی اور ابو یوسف سے منقول ہی کہ شی منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا مگر
نقل سے اسواسطے کہ رہن قبض موجب ہی واسطے ضمان کے بمنزلہ غصب کے **ص** تو جب شی مرہون مرتہن کے قبضے مین
آگئی تو اب مرتہن اوسکا ضامن ہوگیا **ف** اور شافعی رح کے نزدیک مرتہن پر بالکل ضمان نہین ہی بلکہ شی مرہون اوسکے
پاس امانت ہی اور شی مرہون کے تلف ہو جانے سے دین ساقط نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین
روکی جاویگی رہن جسنے اوسکو رہن رکھا اوسی کے لیے ہین منافع اوسکے اور اوسی پر ہی تاوان اوسکا روایت کیا اوسکو ابن حبان
نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین ابوہریرہ رض سے اور کہا ابوداود نے کہ نہین روکی جاویگی رہن اسی قدر ہی کلام
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور باقی کلام سعید بن المسیب کا ہی نقل کیا اسکو زہری نے اونسے اور کہا کہ یہی صحیح ہی اور
روایت کیا اوسکو شافعی رح نے مرسلاً سعید بن المسیب سے کہا شافعی نے کہ معنی اس حدیث کے یہ ہین کہ تاوان مرہون کا راہن
پر ہی اور دین اوسکے ہلاک سے ساقط نہوگا اور دلیل ہماری قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے مرتہن کے
جب اوسکے پاس مرہون گھوڑا ہلاک ہوگیا کہ تیرا حق جاتا رہا یعنی دین ساقط ہوگیا روایت کیا اوسکو ابوداود نے مراسیل مین
عطا سے اور بھی روایت کی ابوداود نے مراسیل مین اوزاعی سے مرسلاً کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن بعوض
اوس چیز کے ہی جسمین وہ رہن ہی کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہی اور نکالا طحاوی نے ابوالزناد سے
بسند صحیح کہ کہا انھون نے پایا مینے اون فقہا کو کہ جنکے قول کا اعتبار ہی اون مین سے سعید بن المسیب اور عروۃ بن الزبیر
اور قاسم ہین کہ کہا ان سبھون نے رہن بعوض اوس چیز کے ہی جسمین وہ رہن ہی یعنی جب مرہون ہلاک ہوجاوے اور قیمت اوسکی
پوشیدہ ہو اور رفع کرتے تھے اسکا ایک ثقہ طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ اجماع
کیا سب صحابہ اور تابعین نے مضمون ہونے پر رہن کے مگر اختلاف کیا انھون نے کیفیت ضمان مین تو قول شافعی رح
کا مخالف ہی اجماع کے اور مراد اوس حدیث سے یہ ہی کہ رہن کو مرتہن روک نہین سکتا اسطرح پر کہ راہن اوسکو چھوڑ دے اسکے
یہی منقول ہی سلف سے جیسے طاوس اور ابراہیم نخعی وغیرہما رحمہم اللہ اور ذکر کیا مالک نے موطا مین اس حدیث کو مرسلاً
سعید بن المسیب سے اور کہا کہ تفسیر اوسکی یہ ہی کہ راہن ایک شی کو رہن کرے اور قیمت اوسکی دین سے زیادہ ہووے
تو مرتہن یہ کہے کہ اگر تو دین اس میعاد پر ادا نکرے گا تو وہ چیز میری ہو جاویگی یا راہن یون کہدیوے کہ اگر مین
دین فلان مدت تک ادا نکرون گا تو وہ شی تیری ہو جاویگی تو منع کردیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس اگر
راہن بعد میعاد کے بھی زر رہن لیکر آوے تو مرہون اوسکو ملیگی **ص** پس اگر تلف ہو جاویگی تو مرتہن پر
تاوان لازم ہوگا کمتر کا دین اور قیمت مین سے **ف** یعنی اگر دین کم ہوگا اور قیمت زیادہ تو تاوان دین
ہوگا اور جو قیمت کم ہوگی تو قیمت سے اور جو دونون برابر ہونگے تو بھی دین سے جیسا بیان اوسکا ہوتا ہے
ص تو اگر دین اور قیمت مرہون کی دونون برابر ہین تو دین ساقط ہو جاویگا اور اگر قیمت مرہون کی

ط
اور لفظ اس حدیث کا یہ ہی اذا عمی الرہن فہو بما فیہ اور یہ حدیث مرسل اور مسند دونون طرح مروی ہی لیکن مسند تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہو اور لیکن مرسل تو ابوداود نے مراسیل مین روایت کی ہی لیکن مرسل صحیح ہی قول سعید بن قطان کی اتباع یعنی شرح الہدایہ

زیادہ ہو اور دین کم ہو تو جسقدر دین سے زیادہ ہے وہ مرتہن کے پاس امانت ہے **ش** پس نقصان اوسکا مرتہن کو در صورت ہلاک کچھہ نہ دینا ہوگا **ص** اور جو دین زیادہ ہے اور قیمت کم ہے تو بقدر قیمت دین ساقط ہو جاویگا اور جسقدر دین اوسکی قیمت پر زائد ہے اوسکو مرتہن راہن سے اور لیگا **ف** مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا رہن رکھا سو روپیہ پر اب وہ گھوڑا ہلاک ہوگیا تو اگر گھوڑے کی قیمت بھی سو روپے تھی تو برابر سرابر دونوں چھوٹ جاوینگے نہ زید عمرو سے کچھہ لیگا نہ عمرو کچھہ زید سے اور جو گھوڑے کی قیمت سوا سو روپیہ تھی تو بھی سو روپیہ تو دین کے ساقط ہو جاوینگے اور پچیس زید کے گویا امانت تھی عمرو پاس تو اوسکا کچھہ تاوان عمرو نہ دیگا اور جو قیمت اوسکی پچھتر روپیہ تھی تو عمرو پچیس روپیہ زید سے لیگا اور پچھتر ساقط ہو جاوینگے **ص** اور مرتہن کو جائز ہے کہ اپنا دین طلب کرے راہن سے اور قید کرا دے راہن کو اپنے دین کے بدلے میں اور محبوس رکھنا شی مرہون کا بعد فسخ ہو جانے عقد رہن کے یہانتک کہ اپنا دین وصول کرلے یا معاف کردیوے اور نہیں جائز ہے مرتہن کو نفع اوٹھانا مرہون سے مثلاً غلام لونڈی مرہون سے خدمت لینا یا مکان مرہون میں سکونت کرنا یا کپڑہ مرہون کو پہننا یا کرایہ دینا یا عاریت دینا **ف** اسواسطے کہ حدیث سعید بن المسیب میں ہے کہ شی مرہون کے منافع راہن کے ہیں روایت کیا اوسکو ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں مگر جب راہن اجازت دیدیوے مرتہن کو نفع اوٹھانے کی تو درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ مرتہن کو فائدہ لینا اجازت سے بھی راہن کی درست نہیں اسلیئے کہ یہ ربوا ہے در مختار اور طحطاوی میں ہے کہ قول اول مفتی بہ ہے اور قول ثانی محمول ہے تقوی پر **ص** پھر اگر مرتہن نے اوس سے فائدہ حاصل کیا تو وہ متعدی ہوگیا لیکن رہن باطل نہوگا اس تعدی سے اور جب مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اوسکو شی مرہون کے حاضر کرنیکا حکم ہوگا **ف** مگر جب شی مرہون کے حاضر کرنے میں دقت ہو بوجہ بوجھہ یا کسی عقد پاس رکھنے کے سبب سے در مختار **ص** پس اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کردیا تو اوسکا پورا دین اوسکو دیا جاویگا پہلے پھر شی مرہون راہن کو دیجاویگی اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا کسی اور شہر میں سوا اوس شہر کے جہاں عقد رہن ہوا تھا تو اگر مرہون کے لانے میں بار برداری کی مشقت ہو تو مرہون کو حاضر کرنا پڑیگا ورنہ نہ پڑیگا اور دین اوسکو دیدیوینگے بغیر حاضر کرنے مرہون کے **ف** اور قہستانی نے نقل کیا ذخیرہ سے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسپر حاضر کرنے کا حکم نہوگا لیکن اگر راہن دعوی تلف ہو جانے مرہون کا کرتا ہوگا تو مرتہن سے حلف اوسکے عدم تلف پر لے سکتا ہے اور اگر نشانے بدل رہن باقساط ٹھہرایا ہو تو ہر قسط کے وقت مرہون کا حاضر کرنا بعضوں کے نزدیک ضرور ہے اور بعضوں کے نزدیک اگر راہن دعوی ہلاک مرہون کا کرتا ہے تو احضار ضرور ہے ورنہ بے فائدہ ہے در مختار و طحطاوی **ص** اور مرتہن کو حکم نہوگا احضار رہن کا جب وہ دین طلب کرے اور صورت میں کہ اوسنے مرہون کو کسی عدل کے پاس رکھا ہو اور اسی طرح حکم نہوگا احضار ثمن رہن کا اگر مرتہن نے شی مرہون کو راہن کے حکم سے بیچ ڈالا ہوگا جبتک وہ کل دین اپنا وصول نکرے اسی طرح مرتہن کو حکم نہوگا کہ راہن کو شی مرہون بیچنے دیوے جبتک اپنا دین وصول نکرلے اسی طرح اگر راہن نے کچھہ دین ادا کیا تو مرتہن کو یہ حکم نہوگا کہ بقدر اوسکے اسباب مرہون پھیر دیوے جبتک کوڑی کوڑی اپنا روپیہ نہ پالے اور مرتہن کو یہ ضرور ہے کہ حفاظت شی مرہون کی آپ کرے یا اپنے

اہل و عیال سے کراوے مثل جورو اور لڑکے کے اور اون خادم کے جو اوسی کے پاس رہتے ہین اور جو ان کے سوا اورون
سے حفاظت کراویگا یا مرہون کو کسی کے پاس امانت رکھے گا ف یا عاریت دیگا یا اجارہ دیگا یا خدمت لیگا درمختار
ص یا اوسپر تعدی کریگا تو ضامن ہوگا ف در صورت ہلاک مرہون کل قیمت کا درمختار ص اگر انگشتری مرہونہ
کو اوسی چھنگلیا مین پہنا اور وہ تلف ہوگئی تو ضمان ہوگا اور جو اور کسی اونگلی مین پہنے تو ضمان نہوگا ف اسلیے کہ چھنگلیا
مین پہنا استعمال ہے اور دوسری اونگلی مین رکھنا استعمال نہین ہے بلکہ حفاظت کے واسطے ہے کذا فی الاصل حاصل ان مسائل
کا یہ ہے کہ اگر شی مرہون کو اسطرح اپنے پاس رکھے کہ عرف مین استعمال اوسکو نہ کہین تو تلف سے ضمان نہوگا اور جو عرف مین
استعمال کہلاوے جیسے دو تلوارین مرہون باندھنا تین تلوارین تو ضمان لازم ہوگا ص اخراجات حفاظت شی مرہون کے
جیسے بیت الحفظ کا کرایہ و نگہبان کی تنخواہ مرتہن پر ہونگے اسی طرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکل جاوے جیسے غلام بھاگ
جاوے اوسکے لانے والے کی اجرت تو وہ بھی مرتہن پر ہے جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر ہو یا کم ہو ویا مرہون
کا کوئی جز نکل جاوے جیسے عضو مجروح کا معالجہ تو یہ بھی مرتہن پر ہے جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر یا کم ہووے اور جو ان دونو
صورتون مین قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے تو اوسکی تقسیم کرینگے مضمون اور امانت پر تو جسقدر مضمون ہے اوسقدر
خرچ مرتہن پر ہے اور جسقدر امانت ہے اوسقدر خرچ راہن پر ہے ف مثلاً دین سو درم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سو
درم ہین اور اوسکے علاج مین یا پکڑ لانے مین دس درم صرف ہوئے تو پانچ راہن پر ہونگے اور پانچ مرتہن پر ص
برخلاف اخراجات کرایہ مکان کے جسمین حفاظت شی مرہون کی کی جاتی ہے کہ وہ کل مرتہن پر ہونگے اگرچہ قیمت مرہون
کی دین سے زیادہ ہووے اور اخراجات ذات مرہون کی اور اوسکی اصلاح منافع کی جیسے غلام مرہون کا کھانا کپڑا چرائی کی
اجرت یا دایہ کی اجرت یا سینچائی باغ کی اور مثل اسکے اور امور راہن پر ہونگے ف راہن نے کہا کہ یہ میرا
مرہون نہین ہے اور مرتہن نے کہا کہ وہی ہے جو تونے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول مقبول ہوگا درمختار

باب بیان مین اون چیزونکے جنکا رہن رکھنا درست ہے اور جنکا درست نہین

صحیح نہین ہے رہن مشاع کا ف مطلقاً خواہ شیوع طاری ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پاس ہو یا غیر شریک پاس قسمت
پذیر ہو یا نہو درمختار ص اور پھلون کا اوپر درخت کے بدون درخت کے اور درختون کا یا کھیت کا یا عمارت کا بدون
زمین کے اسی طرح زمین کا بدون درخت یا عمارت یا کھیت کے یا درخت کا بدون پھلون کے اور حر اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا
ف اور وقف کا درمختار ص اسیطرح صحیح نہین ہے رہن بدلے مین امانت کے ف جیسے ودیعت یا مال
مضاربت یا مال شرکت یا عاریت کے صورت اسکی یون ہے کہ زید نے امانۃً یا شرکۃً یا مضاربۃً یا عاریۃً کچھ مال لیا عمرو سے
اب زید اوسکے عوض مین کوئی شی اپنی عمرو پاس گرو کردے واسطے اعتبار کے تو یہ رہن صحیح نہین ہے ص اور
رہن بالدرک ف صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر عمرو کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو یہ خوف ہے کہ شاید یہ گھر کسی اور
کا نکلے اوس وقت ثمن زید سے وصول نہو سکے تو بکر نے عمرو کے تسکین کے لیے کوئی چیز اپنی عمرو پاس گرو کردی
تو یہ رہن باطل ہے اسیطرح اگر رہن کیا کسی چیز کو بعوض اوس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی نہین جائز ہے لیکن کفالت

اسطرح درست ہی کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض اوس عین کے جو مضمون بغیرہا ہی یعنی وہ چیز جسکا تاوان بمثل
یا قیمت سے نہین ہی جیسے رہن بعوض اوس مبیع کے جو بائع کے قبضے مین ہی ف یعنی بائع نے مبیع کو بیچا لیکن
اوسکو تسلیم نہین کیا مشتری کو اب بائع مشتری کی تسکین کے لیے کوئی چیز بدلے مین مبیع کے گرو کر دیوے تو یہ رہن
ناجائز ہی اسواسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہو جاوے تو بائع اوسکا ضمان نہ دیگا نہ مثل نہ قیمت سے لیکن ثمن البتہ ساقط ہو جاویگی اور
وہ بائع کا حق ہی کذا فی الاصل ص اور رہن بعوض حاضر ضامنی کے ف یعنی ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اوس
نے کفیل پاس کوئی چیز اپنی گرو کردی تو یہ رہن باطل ہی اور جو مال الضامن ہوا اور اوسنے کفیل کی تسکین کے لیے کوئی چیز اوس
پاس گرو کر دیوے تو درست ہی کذا فی المنح ص اور قصاص کے خواہ قصاص بالنفس ہو یا ما دون النفس ف
زید پر قصاص واجب ہوا تو وہ مدعی کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کر دیوے اسلیے کہ قصاص سے نہین روکے گا ص
اور شفعہ کے ف مثلاً بائع یا مشتری نے کوئی شے گرو کردی شفیع پاس تا مکان کا شفعہ چھوڑ دے تو یہ رہن باطل ہی
اسلیے کہ شفیع کا کوئی دین بائع اور مشتری پر نہین ہی ص اور نوحہ گر یعنی رونے پیٹنے والے کی یا گانے والی کی اجرت
کے بدلے مین ف اسواسطے کہ یہ فعل شرعاً ممنوع ہین اور انکی اجرت کچھ لازم نہین ہی ص اور غلام جانی یعنی جس سے
کوئی قصور ہوا ہو یا غلام مدیون کے بدلے مین ف اسواسطے کہ مولی پر اوسکا ضمان نہین ہی یعنی اگر وہ غلام ہلاک
ہو جاوے تو مولی کو کچھ دینا نہ پڑیگا تو جب ان صورتون مین رہن صحیح نہوا تو راہن مرہون کو مرتہن سے لے سکتا ہی اور اگر قبل طلب
راہن کے مرہون مرتہن پاس تلف ہو جاوے تو مفت تلف ہو جاویگا اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کوئی حکم ضمان کا نہین ہی
تو باقی رہا قبضہ مرتہن کا مالک کی اجازت سے کذا فی الاصل ص اور نہین صحیح ہی رہن رکھنا اور نہ رہن لینا خمر کا مسلمان کو اگرچہ
ذمی سے رہن لیوے تو اگر مسلمان نے خمر رہن رکھا ذمی پاس اور وہ خمر تلف ہوگیا تو ذمی پر کچھ تاوان نہین ہی اور جو ذمی
نے مسلمان پاس خمر رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مسلمان پر ضمان آویگا ف اسواسطے کہ خمر ذمیون کے حق مین مال متقوم ہی
نہ مسلمان کے حق مین کذا فی الاصل ص اور صحیح ہی رہن عوض مین اوس عین کے جسکا ضمان بمثل یا قیمت سے لازم
آتا ہی جیسے عوض مین مغصوب کے یا بدل خلع کے یا مہر کے یا بدل صلح کے قتل عمد سے ف اسلیے کہ یہ چیزین اگر بعینہا قائم
ہوتی ہین تو بعینہ واجب ہوتا ہی اور جو تلف ہو جاتی ہین تو مثل یا قیمت دینا پڑتا ہی تو رہن انکے عوض مین صحیح ہوگا ص
اور بدلے مین دین کے اگرچہ دین موعود ہو ف یعنی مرتہن اوسکا وعدہ کرے مثلاً زید نے ایک چیز اپنی گرو کردے
عمرو پاس تا عمرو اوسکو اسقدر روپیہ قرض دیوے ص تو اگر اسصورت مین رہن ہلاک ہوگیا مرتہن پاس تو مرتہن پر
جسقدر روپے کا اوسنے وعدہ کیا تھا دینا لازم آویگا ف جب دین موعود مرہون کی قیمت کے برابر یا کم ہووے اور جو کم ہووے
تو قیمت دینا لازم آویگا در مختار ص اور بدلے مین راس المال اور مسلم فیہ کے عقد سلم مین اور ثمن کے عقد صرف مین
تو جب راس المال یا ثمن صرف کے بدلے مین رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہوگیا قبل جدا ہونے متعاقدین کے تو عقد سلم اور صرف
تمام ہوگئی اور مرتہن اپنا حق پاچکا اور جو متعاقدین جدا ہوگئے قبل ادا کرنے راس المال یا ثمن صرف کے اور مرہون
کے ہلاک ہونے کی تو صرف اور سلم باطل ہوگئی ف اور جو رہن بدلے مین مسلم فیہ کے ہوا ہی تو مطلقاً صحیح ہی تو جب رہن

تلف ہوجاویگا تو وہ عوض ہوجاویگا مسلم فیہ کا یعنی رب السلم اپنا حق پاچکا کذا فی الاصل ص اگر مسلم فیہ کے عوض مین مسلم الیہ
نے کوئی چیز رہن رکھدی بعد اوسکے عقد سلم فسخ ہوگیا تو رب السلم شی مرہون کو روک سکتا ہی جب تک اپنا راس المال
نہ پالیوے اور جو وہ شی مرہون رب السلم پاس تلف ہوگئی بعد فسخ سلم کے تو رب السلم مثل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال
لے لیوے ف اسواسطے کہ رہن جب رب السلم پاس تلف ہوگیا تو گویا مسلم فیہ اوسکو پہونچ گئی اور عقد فسخ ہوچکا
تو اوسپہ مسلم فیہ کا پھیرنا واجب ہی اسلیے مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے ص باپ کو اپنے دین کے
عوض مین صغیر کا غلام رہن رکھنا درست ہی ف اسی طرح وصی کو پھر اگر مرہون تلف ہوجاوے تو بقدر دین باپ یا وصی
صغیر کے لیے ضامن ہونگے نہ زیادہ کے درمختار ص اگر ایک شخص نے غلام یا سرکہ یا جانور مذبوح خریدا اور اوسکے ثمن کے
عوض مین بائع پاس کوئی چیز گرو کرکے بعد اوسکے وہ غلام آزاد نکلا اور وہ سرکہ خمر نکلا اور وہ جانور مردار نکلا اور شی مرہون بائع
پاس تلف ہوگئی تو بائع پر اوسکا ضمان لازم آویگا ف تو اگر قیمت مرہون کی برابر ثمن کے ہی یا اوس سے زیادہ تو بقدر ثمن
بائع کو ضمان دینا ہوگا اور جو اوس سے کم ہی تو بقدر قیمت ص ایک شخص منکر تھا دین کا لیکن اوسنے صلح کرلی مدعی سے
اور بدل صلح کے بدلے مین کوئی چیز گرو کردی پھر دونون نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع مین دین نتھا تو
شی مرہون راہن کو پھیر دیجاویگی اور جو وہ شی مرتہن پاس تلف ہوگئی تو اوسکا ضمان مرتہن پر آویگا اور صحیح ہی رہن رکھنا
چاندی اور سونے اور کیلی اور موزون کا تو اگر رہن رکھا ان چیزون کو اپنی جنس کے ساتھ اور مرہون ہلاک ہوگیا تو ہلاک ہوگا بمقابلہ
مثل اوسکے دین مین سے از روے وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے پن کے ف یعنی جودت اور رداءت
کا اعتبار نہوگا یہ مذہب امام کا ہی اور صاحبین کے نزدیک جودت و رداءت کا اعتبار ہی تو قیمت مرہون کی لگاکر خلاف
جنس سے اوسکا رہن کردینگے بعوض مرہون کے مثلا ایک ابریق چاندی کی جسکا وزن دس درم تھا دس درم کے عوض مین
رہن رکھی اب وہ ابریق تلف ہوگئی تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک دین کے مقابلہ مین ہلاک ہوگئی یعنی دین ساقط ہوگیا اور
صاحبین کے نزدیک اگر قیمت ابریق کی دس درم ہی یا زیادہ ہی تو ایسا ہی حکم ہی اور جو قیمت اوسکی دس درم سے کم ہی مثلا
آٹھ درم ہین تو اون آٹھ درم کے بدلے مین سونا خریدکے بعوض اون دس درم کے رہن کردینگے کذا فی الاصل
ص جس شخص نے کوئی چیز اپنی بیچی اس شرط پہ کہ مشتری کسی معین چیز کو اوسکی ثمن کے بدلے مین رہن کردیوے
یا کسی معین شخص کی ضمانت دیدیوے تو یہ عقد صحیح ہی استحسانا ف اور جو مرہون یا کفیل معین نہووے تو عقد فاسد ہی
کذا فی الاصل ص لیکن مشتری پر جبر نکیا جاویگا رہن رکھنے پر ف اسواسطے کہ رہن اور وعدۂ رہن لازم الوفا
نہین ہی اور زفر رح کے نزدیک جبر ہوگا ص البتہ بائع کو فسخ کا اختیار ہوگا اگر مشتری ثمن مبیع کی نقد دیوے یا اوس شی
کی قیمت جسکی رہن کرنیکا وعدہ کیا تھا بطور رہن کے بائع کے حوالے نکرے تو اگر کسیکو ایک چیز مول لیکر بائع سے یہ کہا کہ
اس کو تو اپنے پاس رہنے دے جب تک مین اسکا ثمن ادا کرون تو وہ شی ثمن کے عوض مین بائع پاس رہن ہوجاویگی
ف اسواسطے کہ معنی رہن پائے گئے گو الفاظ رہن کے نہ آوین پھر اگر مشتری اوسکو چھوڑ دیوے اور اوس شی کے بگڑ جانے
کا خوف ہو جیسے وہ چیز گوشت ہو یا اور کوئی کھانا ہووے تو بائع کو درست ہی کہ اور کے ہاتھ بیچ ڈالے تو اگر ثمن اول سے

زیادہ پہنچے تو زیادتی خیرات کر دیوے در مختار **ص** اگر زید عمرو اور بکر کا مدیون تھا اب زید نے دونوں قرضے کی بابت میں دونوں پاس ایک چیز کو رہن کر دیا تو صحیح ہے اور ہر ایک کے پاس پوری شی رہن ہوگی **ف** یعنی یہ نہوگا کہ نصف ایک کے پاس گرو ہو اور نصف دوسرے پاس اور یہ برخلاف ہبہ کے ہے کہ ہبہ ایک چیز کا دو شخصوں کو امام کے نزدیک نا درست ہے **ص** تو اگر عمرو اور بکر نے اوس شی کے رکھنے کی باری مقرر کر لی یعنی مثلاً ایک دن وہ شی عمرو کے پاس رہے اور ایک دن بکر پاس تو ہر ایک دوسرے کی باری میں مثل عدل کے ہوگا اور جو وہ شی ہلاک ہو جاویگی تو ہر ایک پر ضمان اوسکا بقدر حصہ دین کے لازم آویگا پس اگر زید نے عمرو کا قرضہ ادا کر دیا تو وہ شی پوری کی پوری بکر پاس رہیگی جب تک اوس کا قرضہ ادا نہو لیوے اور جو عمرو بکر زید کے مقروض تھے اون دونوں نے اپنے قرضے کے عوض میں ایک شی زید کے پاس گرو کر دی تو صحیح ہے وہ چیز کل دین کے عوض میں گرو رہیگی جب زید پورا قرضہ اپنا دونوں سے نہ پالیگا جب تک وہ شی نہ دیگا اگر دو شخصوں نے دعوی کیا زید پر اس طرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جو اب بالفعل زید کے قبضے میں ہے میرے پاس گرو رکھا اور مجھے تسلیم کر کے پھیر لے گیا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے **ف** اور تاریخ رہن کے نہ بیان کی اسلیے کہ اگر تاریخ بیان کرینگے تو تاریخ سابق والا اولی ہوگا در مختار **ص** تو دونوں گواہیاں لغو اور باطل ہو جاوینگی **ف** اسواسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی یہاں نہیں ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ آدھا غلام اسکے پاس رہن ہو اور آدھا اوسکے پاس رہن ہو اور نہ کوئی اون دونوں میں سے اوس غلام پر قابض ہے تا قبضہ سے ترجیح ہو اوسکے رہن کو **ص** اور جو راہن مر گیا ہووے اور غلام مرہون دونوں کے قبضے میں ہووے اور ہر ایک اس طرح سے اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کے رہن ہونے کا حکم ہوگا **ف** یہ قول ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک یہ باطل ہے اور وہی قیاس ہے اور دلیل طرفین کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے **مسائل متفرقہ** میعاد مقرر کرنا رہن میں مفسد رہن ہے لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہے اگر راہن ایسا غائب ہو جاوے کہ اوسکا پتہ نہو اور مرتہن قاضی کے پاس شی مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی اوسکو بیچکر مرتہن کا روپیہ ادا کر سکتا ہے در مختار

باب شی مرہون کو عدل کے پاس رکھنے کے بیان میں

اگر راہن اور مرتہن نے مرہون کو عدل کے پاس رکھا دیا اور عدل نے شی مرہون پر قبضہ کر لیا تو رہن تمام ہو جاویگا اور راہن اور مرتہن دونوں میں سے کسی کو اوسکے لے لینے کا اختیار نہوگا اور اگر عدل شی مرہون کو حوالے راہن یا مرتہن کے کریگا تو تاوان دیگا **ف** اسلیے کہ دونوں کا حق اوس سے متعلق ہے تو عدل راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اگر وہ اجنبی کو دیدے کذا فی الدر **ص** اور اگر وہ شی مرہون عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو مرتہن کے ضمان میں ہلاک ہوگی **ف** یعنی حکم اوسکا ایسا ہی ہوگا جیسے وہ شی مرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہو جاتی **ص** اور جو راہن قرضے کی میعاد پوری ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو **ف** جیسے مرتہن یا اور کسی کو در مختار **ص** مرہون کے فروخت کرنے کیلیے وکیل کرے تو درست ہے پھر اگر یہ وکالت عقد رہن میں مشروط ہو تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مر جانے سے

یا مرتہن کی موت سے وہ وکیل معزول نہوگا بلکہ اگر وکیل مرجاویگا تو وکالت جاتی رہیگی **ف** اور اوسکا وارث یا وصی
قائم مقام اوسکے نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی اوسکا بیع کرسکتا ہی کذا فی الاصل درمختار مین ہی کہ وکیل بالبیع اس
مقام مین جبر کیا جاویگا اوپر بیع کے یعنی حاکم اوسکو قید کریگا تین روز اگر اسپر بھی نہ بیچے تو حاکم اوسکو بیچ ڈالیگا اور اگر یہ وکالت
بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اسکا بھی حکم یہی ہی **ص** تو اگر راہن مرگیا تو اوس وکیل کو شی مرہون کی بیع ورثہ کی
غیبت مین بھی درست ہی **ف** اسلیے کہ وکیل کو راہن کی حیات مین بھی بغیر موجودگی اوسکی کے بیع درست تھی درمختار
ص راہن اور مرتہن مین سے کسیکو شی مرہون کا بیچنا بدون دوسرے کی رضامندی کے نہین ہوسکتا اگر مدت قرضے کے وعدے
کی پوری ہو جاوے اور راہن غائب ہووے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا واسطے بیع مرہون کے اگرچہ عقد وکالت بعد رہن کے
مشروط ہوا ہو صحیح تر قول مین جیسے وکیل بالخصومت پر جب موکل غائب ہووے واسطے خصومت کے جبر کیا جاویگا تو اگر شی مرہون کو
عدل نے بیچ ڈالا تو اوسکا زر ثمن رہن رہیگا اب اگر زر ثمن عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو حکم اوسکا ایسا ہوگا جیسے شی مرہون
تلف ہو جاوے سو اگر عدل نے زر ثمن مرہون کا مرتہن کو دیدیا اب وہ شی مرہون سوا راہن کے اور کسی کی نکلی اور مرہون مشتری پاس
تلف ہو گیا ہی تو شخص مستحق کو اختیار ہی اگر وہ چاہے تو راہن سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ غاصب ہی تو بیع اور قبضہ
مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہو جاوینگے اسواسطے کہ راہن شی مرہون کا مالک ہو گیا بوجہ ادا ضمان کے اور چاہے تو عدل سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ
متعدی ہی بسبب بیع اور تسلیم کے تو عدل کو اختیار ہوگا یا راہن سے ضمان لیوے قیمت مرہون کا تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہو جاوینگے یا ثمن مرتہن سے
پھیر لیوے اور وہ ثمن اوسی عدل کی ہو جاویگی اور مرتہن اپنا دین راہن سے وصول کر لیوے اور جو شی مرہون مشتری پاس موجود ہی تو مستحق اپنی شی اوس سے
لے لیوے اور مشتری عدل سے اپنی ثمن وصول کر لیوے پھر عدل کو اختیار ہی خواہ وہ راہن سے ثمن پھر لیوے تو قبضہ مرتہن
کا ثمن پر صحیح ہو جاویگا خواہ مرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے اپنا دین پھر لیوے اور یہ اختیار عدل کو اوس صورت
مین ہی کہ وکالت عقد رہن مین مشروط ہوا ہو اور جو بعد عقد رہن کے مشروط ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کریگا خواہ
مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو **ف** صورت اوسکی یہ ہی کہ عدل نے شی مرہون کو راہن کے حکم سے بیچا اور ثمن عدل
پاس جاتی رہی بغیر اوسکی تعدی کے بعد اوسکے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان جو عدل پر پڑیگا عدل اوسکا رجوع راہن پر کریگا
کذا فی الاصل **ص** اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن پاس بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن کے اور کسی کا تھا اور اوس
شخص مستحق نے قیمت اوسکی راہن سے بھر لی تو مرہون ہلاک ہوا بعوض دین کے **ف** یعنی راہن ادا ضمان سے مالک
ہو گیا اوس شی مرہون کا اور مرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا اپنا دین پا چکا **ص** اور جو مستحق نے
قیمت اوسکی مرتہن سے بھری تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھی وصول کر لیوے

باب بیان مین تصرف اور جنایت کے مرہون مین

اگر راہن نے شی مرہون کو بیچ ڈالا تو یہ بیع مرتہن کی اجازت پر یا اوسکا دین ادا کرنے پر موقوف رہیگی تو اگر مرتہن نے اجازت
دیدی مرہون کے بیع کی تو ثمن مرہون کی رہن رہیگی مرتہن پاس اور جو مرتہن نے اجازت ندی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ ہو گی
صحیح تر قول مین پس مشتری کو چاہیے کہ صبر کرے یہان تک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی تک

تا وہ بیع کو فسخ کردیوے ف جاننا چاہیے کہ مرتہن جب فسخ کردے بیع راہن کو تو ایک روایت میں بیع فسخ ہوجاتی
ہے لیکن اصح یہ ہے کہ فسخ نہو گی کذا فی الاصل ص اور صحیح ہے راہن کو آزاد کردینا اور مدبر کردینا اور ام ولد بنانا مرہون کا
تو اگر راہن مالدار ہوا اور مرتہن کا دین بلا میعاد ہووے تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے لیوے اور اگر دین میعادی ہو تو
مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لیکر مرہون کی جگہ اوسکو میعاد تک رکھہ چھوڑے اور جو راہن مفلس ہو تو آزاد کرنیکی
صورت میں غلام سعی کرے کسب کرے اور ادا کرے دین یعنی اگر قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرے مشقت کرکے اور جو دین کم ہو
تو دین ادا کرے اور جب مالک روپیہ والا ہوجاوے تو غلام اوس سے پھیر لیوے اور مدبر اور مستولدہ کی سعی کرے کل دین کے ادا کرنیکو
اور مولی پر رجوع نہیں کرسکتا اور راہن اگر مرہون کو تلف کرڈالے اور وہ مالدار ہو تو دین اگر بلا میعاد ہے تو اوسی وقت مرتہن
لے لیگا اور جو میعادی ہے تو اوسکی قیمت لیکر رکھہ چھوڑیگا میعاد تک اور جو شخص اجنبی مرہون کو تلف کرڈالے تو مرتہن قیمت
اوسکی اوس شخص سے وصول کرکے رکھہ چھوڑے اور یہ قیمت رہن رہیگی دین کے وصول تک بجائے مرہون کے اگر مرتہن شی
مرہون کو عاریت دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شی تلف ہوجاوے یا راہن یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص
ثالث کو مرہون عاریتاً دیوے تو ضمان شی مرہون کا ساقط ہوجاویگا ف یعنی اوسکی ہلاک سے دین مرتہن کا ساقط نہوگا
ص اور جو مستعیر پاس وہ شی تلف ہوگئی تو بصفت امانت تلف ہوگی اور راہن اور مرتہن ہر ایک کو پہونچتا ہے کہ پھیر لیوے بطور سابق
اوس شی کو لیکر رہن کردیوے تو اگر راہن نے شی مرہون کو رد نہیں کیا مرتہن پر اور مرگیا تو مرتہن زیادہ حقدار ہے اوس شی مرہون
کا اور قرضخواہوں سے راہن کے ف اسواسطے کہ حکم رہن کا یہ ہے کہ جب راہن مرجاوے تو پہلے قرضہ مرتہن کا اوس شی
کو بیچکر دینگے پیچھے اسکے جو بچیگا وہ اور قرضخواہوں کو راہن کے ملیگا اور عاریت عقد غیر لازم ہے کذا فی الاصل ص
اور اگر راہن نے مرتہن کو اذن دیوے مرہون کے استعمال کا یا مرتہن راہن سے مرہون کو عاریتاً لیوے واسطے استعمال کے
تو اگر مرہون قبل عمل کے یا بعد عمل کے ہلاک ہوجاوے تو مرتہن اوسکا ضامن ہوگا ف یعنی دین اوسکا ساقط ہوگا ص اور جو
حالت استعمال میں ہلاک ہوجاوے تو ضامن نہوگا ف اسواسطے کہ وہ ہلاک ہوا اوپر امانت کے واسطے قائم ہونے قبضہ
عاریت کے درمختار ص صحیح ہے عاریت لینا شی کا واسطے گرو رکھنے کے تو مستعیر کو پہونچتا ہے کہ اوسکو جتنے پر چاہے گرو
کرے بشرطیکہ استعارہ مطلق ہوا اور اگر معیر نے مقید کردیا ہو اوس رہن کو ساتھہ مقدار دین کے یا جنس دین کے یا مرتہن
معین یا شہر معین کے تو رہن اوسی قید کے ساتھہ مقید ہوگا پھر اگر مستعیر اوسکے خلاف کرے اور معیر اوس سے تاوان لیوے
تو عقد رہن درمیان میں مستعیر کے اور مرتہن کے تمام ہوجاویگا ف اسلیے کہ مستعیر اداء ضمان سے اوس شی کا مالک
ہوگیا ص اور جو معیر مرتہن سے تاوان لیوے تو مرتہن دین اور جسقدر تاوان معیر کو دیا ہے دونوں راہن سے
پھیر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نہ کیا اور وہ شی مرتہن پاس تلف ہوگئی تو مرتہن اپنا دین پاچکا اگر قیمت اوسکی
مثل دین کی ہووے یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر اوس دین کے جتنا اوسنے مرتہن سے پایا ہے معیر کو دیگا قیمت اوس
شی کی اور جو قیمت اوس شی کی دین سے کم ہووے تو مرتہن بقدر قیمت کے اپنا دین پاچکا اور باقی راہن سے لیگا
ف یعنی جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شی مرہون مرتہن پاس ہلاک ہوگئی تو اگر قیمت اوسکی مثل دین کی

اور دین بھی دس درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پا چکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا اور جو قیمت اوسکی پندرہ درم تھی اور دین دس درم تھا تب بھی مرتہن اپنا دین پا چکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا کیونکہ مستعیر نے اسی قدر درم مرتہن سے لیے تھے اگرچہ قیمت اوسکی پندرہ درم ہین لیکن پندرہ کا ضمان نہ دیگا اور جو قیمت اوسکی دس درم ہو اور دین پندرہ درم ہین تو مرتہن نے اپنا ایک حصہ دین کا یعنی دس درم وصول پائے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی رہے لیکن اسصورت مین بھی مستعیر معیر کو دس درم دیگا اسلیے کہ معیر کی شی سے اسیقدر دین ساقط ہوا مستعیر کے ذمے سے کذا فی الاصل ص اور جو اس صورت مین معیر نے روپیہ دین کا لا کر مرتہن کو دیا اور شی مرہونہ کا فک چاہا تو مرتہن پر جبر کیا جائیگا واسطے قبول زر دین کے اور شی مرہونہ معیر کو دینا پڑیگی بعد اوسکے معیر جسقدر روپیہ دین کا اوسنے دیا ہے مستعیر سے پھر لیگا اور جو مرہون ہلاک ہوگیا مستعیر پاس قبل رہن کے یا بعد فک رہن کے تو مستعیر ضمان نہ دیگا اگرچہ وہ مستعار سے خدمت یا سواری لے چکا ہو دے ف اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر مامور بہ مین دین سے تو قول معیر کا مقبول ہے اور جو شی مرہون ہلاک ہوگئی بعد اسکے راہن اور مرتہن نے نزاع کیا دین مین اور قیمت مین بھی شی مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہے قدر دین اور قدر قیمت مین درمختار ص اگر راہن کسی قسم کی جنایت شی مرہون پر کرے تو وہ تاوان ہوگا جیسے جنایت مرتہن کی صورت مین بقدر جنایت کے دین اوسکا ساقط ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا اون دونون کے مال کی تو وہ ہدر یعنی باطل ہے اوسکا کچھ عوض نہین ہے اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپیہ کی قیمت کا رہن رکھا ہزار روپیہ میعادی پر اور نرخ کم ہوتے ہوتے اوسکی قیمت سو روپیہ رہ گئی اب اوس غلام کو کسی نے قتل کر ڈالا اور سو روپیہ کا تاوان دیا اب دین مرتہن کی مدت آ پہونچی تو مرتہن اوسی سو روپیہ پر قبضہ کرے اور باقی دین اوسکا ساقط ہوگیا ف یہی حکم ہے اگر وہ غلام مرجاوے مرتہن پاس درمختار ص اور جو مرتہن نے اوسکو راہن کے حکم سے سو روپیہ کو بیچ ڈالا اب اوسکا نرخ سو کا ہوگیا تھا اور ثمن پر اوسکی قبضہ کر لیا تو اب باقی روپیہ راہن سے لیگا اور جو اوس غلام کو ایک ایسے غلام نے مار ڈالا جسکی قیمت سو روپیہ تھی اور وہ غلام قاتل مقتول کے بدلے مین مرتہن پاس آیا تو راہن اوس غلام کو کل دین ادا کرکے چھوڑا دیگا اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مرتہن نے اوسکا فدیہ دیا تو وہ راہن سے نہ پھیریگا تو اگر مرتہن نے انکار کیا فدیہ دینے سے پس راہن یا اوس غلام کو دیدیگا یا اوسکی طرف سے فدیہ دیگا اور دونون صورتون مین دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا اور جو راہن مرگیا تو وصی اوسکا رہن کو بیچکے پہلے قرضہ مرتہن کا ادا کرے تو اگر اوسکا کوئی وصی نہووے تو قاضی اوسکی طرف سے ایک وصی مقرر کردیوے ف یہ جب ہے کہ اوس میت کے قرضہ کیا رہنون ورثہ فک رہن اون کے ذمہ ہے اور رہن باطل نہوگا راہن اور مرتہن کے مرجانے سے درمختار

فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان مین ص

ایک شخص نے شیرہ انگور گرو رکھا کہ قیمت اوسکی دس درم ہے دس درم پر پھر وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور سرکہ کی قیمت بھی دس درم ہے تو وہ سرکہ اوس دس درم کے بدلے مین رہن رہیگا اور جو ایک بکری راہن نے گرو رکھی دس درم پر اور اوسکی قیمت بھی دس درم تھے پھر وہ مرگئی اور اوسکی کھال باغت کی گئی [illegible] تو وہ ایک ہی درم پر رہن رہیگی اور شی مرہون کی بڑھوتی جیسے اولاد دودھ یا پھل [illegible] شی مرہون کے ساتھ رہن رہیگا اور

اور جو ہلاک ہو جاوین تو کچھہ دین انکے بدلے مین ساقط نہوگا اور جو اصل شی ہلاک ہو جاوے اور بہرہ جاوین تو دین کو ان چیزونکی قیمت پر جو فک رہن کے دن ہو اور اصل شی کی قیمت پر جو دن قبض کے تھی تقسیم کرکے اصل شی کے حصے کو ساقط کر دیوینگے اور یہ چیزین بعوض اپنے حصۂ دین کے فک کی جاوینگی ف مثلاً دین دس درم تھا اور قیمت اصل شی کی روز قبض کے دس درم تھی اور قیمت بڑھوت کی فک رہن کے روز پانچ درم ہی تو دو ثلث دس کے حصہ اصل کا ہی وہ ساقط ہو جاویگا اور ایک ثلث دس کا حصہ بڑھوت کا ہی وہ دیکر بڑھوت کا فک کیا جاویگا کذا فی الاصل ص اور زیادہ کر دینا رہون مین صحیح ہی ف مثلاً ایک کپڑا دس درم پر رکھا بعد اوسکے ایک اور کپڑا دیا اب دونون دس درم پر رہن ہو گئے ص نہ دین مین پس اگر رہن رکھا ایک غلام کو جو ہزار روپئے کا تھا بعوض ہزار کے پھر دوسرا غلام دیا کہ وہ بھی ہزار کا تھا بعوض اول غلام کے تو اول غلام رہن رہیگا جب تک مرتہن اوسکو راہن کو نہ پھیر دیوے اور مرتہن دوسرے غلام مین امین ہوگا یہان تک کہ اوسکو بجائے اول کے کر لیوے اور اگر مرتہن نے راہن کو دین سے بری کر دیا یا وہ دین ہبہ کر دیا اوسی راہن کو اب شی مرہون تلف ہو گئی مرتہن پاس تو مفت تلف ہوئی اور جو مرتہن نے اپنا کل دین لے لیا یا بعض دین راہن یا غیر راہن سے یا اوس دین کے عوض مین کوئی چیز راہن سے خرید لی یا صلح کر لی اوس دین سے اوپر ایک مال کے یا مرتہن نے اپنے دین کا حوالہ کر دیا ایک اور شخص کو راہن پر بعد اسکے وہ شی مرہون تلف ہو گئی تو تلف ہوئی بعوض دین کے تو مرتہن نے جو لیا ہی پھیر دیوے اور حوالہ باطل ہو جاویگا یہی حکم ہی اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق کیا اس بات پر کہ راہن پر دین نہین ہی پھر مرہون تلف ہو گیا یعنی اب بھی مقابلہ دین کے تلف ہوگا ف جو حکم رہن صحیح کا ہی وہی حکم رہن فاسد کا ہی اور رہن کرنا رہن کا باطل ہی خواہ اوسکو راہن رہن رکھے یا مرتہن لیکن اگر مرتہن نے رہن کو راہن کی اجازت سے رکھے گا تو باطل نہوگا کذا فی الدر المختار

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہی جان اور اعضا تلف کرنے کے مسائل کے بیان مین ص قتل کی پانچ قسمین ہین ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجرای خطا پانچوین قتل بالسبب تو ہر ایک کے احکام مستقلے جدا گانہ بیان کیے قتل عمد یہ ہی کہ مارنا ہی قصداً اوس چیز سے جو اجزاے بدن کو جدا جدا کر ڈالے جیسے ہتھیار ف مثل تلوار بندوق چھری برچھی تیر نیزہ بھالا بلم جنبیہ خنجر کٹار توپ وغیرہ ص یا تیز چیز سے یعنی دھار دار ہے اگرچہ لکڑی ہو یا پتھر ہو یا نرکل ہو یا آگ ہو ف اور جو چیز ہتھیار نہو اور دھار دار بھی نہو جیسے ہتھوڑا دھار کا یا لوہے کے ہانٹ یا عمود آہنی یا اور کوئی چیز جو بوجھہ کے سبب مار ڈالے مثلاً موٹھہ کلہاڑی کا یا مگدر وغیرہ تو قتل اوس سے قتل عمد نہوگا بموجب مذہب امام صاحب کے اور اسی پر فتوی ہی اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہی ہدایہ مین دلیل امام صاحب کی یہ لکھی ہی کہ عمد ایک امر باطنی ہی اوسپر اطلاع ممکن نتھی تو آلے کو قائم مقام کیا اسکے ص قتل عمد کے سبب سے قاتل گنہگار ہوتا ہی ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما
یعنی جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصداً تو جزا اوسکی جہنم ہی ہمیشہ رہیگا اوسمین اور غصہ ہوا اللہ اوسپر اور لعنت کی

اوسکو اوسنے تیار کیا اوسکے واسطے بڑا عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زائل ہو جانا دنیا کا آسان تر ہی اوپر
اللہ تعالیٰ کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور نسائی نے عبد اللہ بن عمرو سے اور وقف اسکا صحیح ہی اور
روایت کی ترمذی نے ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کے لوگ
شریک ہون ایک مومن کے خون مین البتہ سرنگون کریگا اللہ اون سب کو آگ مین اور روایت کیا ابو داؤد نسائی نے ابو درداء
اور معاویہ رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخش دیگا اوسکو مگر جو شخص مشرک مرے یا کسی مومن کو قصداً
قتل کرے اور قتل مومن کے قتل ذمی کا ہی اور جسکو امن دی گئی ہو اسلام مین روایت کی بخاری نے عبد اللہ بن عمرو سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے اوس کافر کو جس سے عہد ہو گیا ہو تو وہ نہ سونگھے گا بو جنت کی اور بیشک
بو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہی **ص** اور اوس پر قصاص واجب ہوتا ہی فقط **ف** یہ ہمارے
نزدیک ہی اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص غیر معین ہی بلکہ ولی کو اختیار ہی چاہے قصاص لیوے اور چاہے دیت اور ہم کہتے ہیں
کہ دیت وارد ہی صرف قتل خطا مین نہ عمد مین تو عمد مین قصاص علی التعیین واجب ہوتا ہی لیکن ولی جب قصاص کو چھوڑ دیتا ہی
تو رضامندی سے مال واجب ہوتا ہی بطریق صلح کے خواہ وہ مال بقدر دیت ہو یا کم و بیش اور دلیل ہماری قول ہی اللہ تعالیٰ
کا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى یعنی فرض کیا گیا اوپر تمہارے قصاص بیچ مقتولون کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ
نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العمد هو القود الا ان يعفو ولي المقتول
یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہی مگر یہ کہ ولی مقتول معاف کر دے کذا فی العینی شرح الہدایہ **ص** نہ کفارہ **ف**
اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کفارہ قتل عمد مین بھی واجب ہی اور ہم یہ کہتے ہین کہ کفارہ اوس گناہ کو محو کرتا ہی جو خفیف ہو
اور قتل خطا خفیف ہی برخلاف قتل عمد کے کذا فی الاصل **ص** قتل شبہ عمد **ف** اور اسکو خطاء عمد بھی کہتے ہین
چونکہ یہ قتل خطا اور عمد کے درمیان مین ہی **ص** مارنا ہی قصداً غیر سے اون چیزون کے جو قتل عمد مین مذکور ہوئین
ف یعنی ہتھیار اور دھار دار تیز چیز نہووے **ص** جیسے لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر یا لکڑی سے مارنا **ف**
اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی عمد ہی اور دلیل امام اعظم رحمہ اللہ کی حدیث ہی حسن کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتیل
مقتول کا لکڑی اور کوڑے سے قتل شبہ عمد ہی اور اوس مین سو اونٹ واجب ہین روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے
مصنف مین **ص** قتل شبہ عمد سے قاتل گنہگار ہوتا ہی اور اوس پر کفارہ واجب ہوتا ہی اور دیت مغلظہ اوسکی عاقلہ
پر لازم ہوتی ہی نہ قصاص **ف** یعنی قصاص نہین آتا اگرچہ وارث قصاص طلب کرتے ہون اور دیت مغلظہ
اور عاقلہ کا بیان آگے آویگا ان شاء اللہ تعالیٰ **ص** اور جو شبہ عمد مادون النفس مین ہووے تو وہ عمد ہی **ف**
یعنی عمد اور شبہ عمد کا فرق قتل نفس مین ہی اور مادون النفس مثلاً کسی عضو کے تلف کرنے یا مجروح کرنے مین شبہ
عمد اور عمد یکسان ہی بلکہ وہان شبہ عمد کچھ نہین ہی سب عمد ہی **ص** قتل خطا اسکی دو صورتین ہین ایک خطا فی القصد
ف جسکو خطا فی المحل بھی کہتے ہین **ص** یعنی قاتل کے گمان اور قصد مین خطا واقع ہووے جیسے مسلمان
کو تیر مارا شکار یا حربی یا مرتد سمجھکر **ف** تو محل مین خطا ہوئی اسلیے کہ قاتل نے اپنے گمان مین محل کو مباح سمجھکر

۵ اور زہر دیکر مارنا یا پانی مین ڈبو کر مارنا یا کوئیں مین یا پہاڑ سے یا چھت سے گرا کر مارنا یا گلا گھونٹ کر مارنا یا لات اور گھونسون سے مارنا یہ سب شبہ عمد مین داخل ہین ۱۲ مصنف ظلہ

تیر مارا پھر وہ محقون الدم نکلا ص دوسری خطا فی الفعل جیسے اوسنے تیر نشانے کو مارا وہ آدمی کے لگ گیا ف یا گولی کسی جانور کو ماری وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہہ ہی کہ قتل خطا دو قسم ہی ایک خطا فی القصد اور ایک خطا فی الفعل تو خطاے فی الفعل یہہ ہی کہ قصد کرے ایک فعل کا اور صادر ہو جاوے اوس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارے نشانے پر اور لگ جاوے آدمی کو اور خطا فی القصد یہہ ہی کہ خطا فعل مین نہووے مگر قصد مین ہووے مثلاً اوسنے قصد کیا تیر کی زد سے حربی کا پھر قصد اوسکا غلط نکلا اور وہ مسلمان ظاہر ہوا کذا فی الاصل صاحب درمختار نے صدر الشریعہ پر خطا فی الفعل کی تعریف مین یہہ اعتراض کیا ہی کہ قصد خطا فی الفعل مین ضرور نہین مثلاً لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی کسیکے ہاتھ سے سو اوسکے صدمے سے کوئی مر گیا تو یہ قتل خطا فی الفعل ہی حالانکہ مطلقاً اسمین قصد نہین ہی جواب اوسکا یہہ ہی کہ یہ قتل خطا فی الفعل نہین ہی بلکہ جاری مجرای خطا ہی اور اوسکا بیان آگے آویگا پس نسبت خطا کی طرف صدر الشریعہ کے خطا فی الفعل ہی صاحب درمختار سے واللہ اعلم

ص قتل جاری مجرای خطا جیسے کوئی سونے والا آدمی کسی پر پلٹ کے گر پڑے اور اوسکے صدمے سے وہ مر جاوے ف مثلاً سونے والا آدمی چبوترہ یا چھت پا اور کوئی بلند جگہ پر ہی وہاں سے وہ کروٹ لینے مین نیچے ایک شخص پر گر پڑا اور اوسکے گرنے سے نیچے کا آدمی دب کر مر گیا تو یہ قتل خطا نہین ہی بلکہ جاری مجرای خطا یعنی قائم مقام خطا اور اوسکے مشابہ ہی ایسا ہی ہی اگر سوار کا جانور کسی کو روند ڈالے یا اوسکے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور اوسکے سبب سے کوئی مر جاوے یا گاڑی یا چھکڑا کسی پر سے پھر جاوے تو یہ سب قتل جاری مجرای خطا ہین عالمگیری

ص قتل خطا اور جاری مجرای خطا مین قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آتی ہی اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہی ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ یعنی جو شخص قتل کر ڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہی ایک بردے مسلمان کا اور دیت ہی سپرد کیجاوے اوسکے گھر والون کو ص اور قاتل پر گناہ نہین ہوتا قتل کا ف مگر ترک احتیاط سے گنہگار ہوتا ہی اسیلیے کفارہ واجب ہوا ھدایہ ص قتل بالسبب یہہ ہی کہ آدمی اپنے زمین غیر مملوک مین ف بغیر اذن حاکم کے درمختار ص کنوان کھودے یا پتھر رکھے اور اوسکو کنوئین مین گر کے یا پتھرون سے ٹھوکر کھا کے کوئی مر جاوے تو اسمین دیت واجب ہوتی ہی عاقلہ پر اور کفارہ نہین لازم ہوتا ف اور شافعی کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوتا ہی ص جمیع اقسام قتل مین سوا قتل بالسبب کے قاتل محروم ہوتا ہی میراث سے مقتول کی ف اور شافعی کے نزدیک قتل بالسبب مین بھی حرمان میراث کا ہوگا اصل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاتل نہین وارث ہوتا ہی اور نہین ہی واسطے قاتل کی میراث مین سے کچھ روایت کیا اوسکو نسائی اور دارقطنی نے اور قوت دی اسکو ابن عبد البر نے اور معلول کیا اوسکو نسائی نے اور صواب یہہ ہی کہ موقوف ہوتا ہی اوسکا عمرو پر کذا فی بلوغ المرام

ص باب بیان مین اوس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہی اور جس سے لازم نہین آتا

واجب ہوتا ہی قصاص قتل سے اوس شخص کے جو محفوظ الدم ہی ہمیشہ جب قتل عمد ہووے ف اور محفوظ الدم دائمی مسلمان ہی یا ذمی ہی اور اس سے احتراز ہوا مستامن اور حربی اور مرتد کہ انکے قتل سے قصاص واجب نہوگا منح الغفار

ص تو قتل کیا جاویگا ...

اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ کے اور شافعیؒ کے نزدیک عبد کے بدلے میں حر نہ قتل کیا جاویگا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ تو مقابلہ حر سے ساتھ حر کے مفہوم ہوتا ہے یہ امر کہ حر عبد کے عوض میں قتل نہ کیا جاویگا ہم یہ کہتے ہیں کہ
اس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں حر کے اور عبد بدلے میں عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حر کا
قتل بدلے میں عبد کے اور عبد کا بدلے میں حر کے سو آیت اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ سے معلوم ہوگیا اور اگر آیت اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عبد بدلے میں حر کے قتل نہ کیا جاوے حالانکہ اسکے
شافعی بھی قائل نہیں ہیں دوسری دلیل ہماری حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کریگا اپنے عبد کو
یعنی اپنے بھائی مسلمان کے عبد کو قتل کرینگے ہم اوسکو روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی
اور نسائی نے سمرہ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حلال ہے قتل مسلمان کا مگر تین سبب سے ایک زانی محصن
دوسرے جو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً پس وہ قتل کیا جاویگا تیسرے جو شخص نکلجاوے اسلام سے روایت کیا اوسکو ابو داود
اور نسائی نے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے حضرت عائشہؓ سے اور اسمیں قید حر کی نہیں ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ **ص** اور مسلمان
بدلے میں ذمی کے **ف** اور ذمی بدلے میں مسلمان کے اور شافعیؒ کے نزدیک مسلمان کو بدلے میں ذمی کے قتل نکرینگے
اور دلیل شافعی کی حدیث ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل کیا جاویگا مسلمان بدلے میں کافر کے روایت کیا
اوسکو بخاری اور احمد اور ابو داود اور نسائی نے حضرت علیؓ سے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا عبد الرزاق نے
عبد الرحمن بن بیلمانی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا مسلمان کو بدلے میں ذمی کے اور فرمایا بہتر وہ ہے جسنے
پورا کیا ذمی کو اپنے اور یہ حدیث مرسل ہے اور عبد الرحمن یہ تابعی ثقہ ہے ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات میں اور روایت
کیا اس حدیث کو دارقطنی نے موصولاً ابن عمرؓ سے اور صحیح مرسل ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی میں بھی مذکور
ہے اور حدیث علیؓ میں کافر سے مراد کافر حربی ہے تا دونوں روایتوں میں موافقت ہوجاوے دوسرے یہ کہ بعد اوسکے
وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ ہے جس سے قطعاً ظاہر ہوتا ہے کہ کافر سے مراد حربی ہے اسلیے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں تغایر ضروری ہے
وَاللّٰہُ اَعْلَمُ **ص** اور نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے میں مستامن کے بلکہ مستامن بدلے میں مستامن
کے قتل کیا جاوے اور قتل کیا جاوے عاقل بدلے میں مجنون کے اور بالغ بدلے میں نابالغ کے اور صحیح تندرست بدلے
میں اندھے اور لنجے اور لولے اور لنگڑے کے اور مرد بدلے میں عورت کے اور عورت بدلے میں مرد کے اور فروع
ف یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسہ نواسی **ص** بدلے میں اصول **ف** یعنی باپ اور دادا اور نانا نانی ماں دادی
ص کے اور قتل نکیے جاوینگے اصول بدلے میں فروع کے **ف** یعنی مثلاً باپ بیٹے کو یا دادا پوتے کو یا نانا نواسے کو
مار ڈالے تو باپ اور دادا اور نانا سے قصاص نہیں لیا جاویگا اسی طرح ماں نانی دادی کا حکم ہے اصل اس باب میں
قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں قتل کیا جاوے والد بدلے میں ولد کے روایت کیا اوسکو احمد اور ترمذی
اور ابن ماجہ نے عمر بن الخطابؓ سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن الجارود اور بیہقی نے **ص** اور نہ قتل کیا جاویگا
مولیٰ بدلے میں اپنے غلام کے **ف** اسواسطے کہ غلام اوسکا مملوک ہے تو یہ ملک شبہ ہوگئی رفع قصاص میں

جیسے باپ اور بیٹے مین ص اور مکاتب کے او سکے ہر سکے اور اپنے بیٹے کے غلام کے اور اوس غلام کے جسکے بیٹے مین جسکے
ایک حصہ کا وہ مالک ہی اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا جب تک راہن
اور مرتہن جمع نہولین ف اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر
مستقل ہو تو مرتہن کا حق دین مین باطل ہوتا ہی لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہوا تا حق مرتہن
اوسکی رضامندی سے ساقط ہو جاوے کذا فی الاصل ص اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور وہ اتنا مال چھوڑ جاوے
کہ بدل کتابت اوس سے پورا ادا ہو سکے اور وارث بھی اوسکے ہون اور مولی بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا ف اسلیے
کہ اختلاف کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسے مکاتب مین کہ وہ آزاد مرا یا رقیق تو اگر آزاد مرا ہی تو ولی اوسکا وارث ہی ورنہ مولی ہی
تو صاحب حق مشتبہ ہو گیا پس قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اگرچہ وارث اور مولی دونون مجتمع ہون ص اور جو سوا
مولی کے اور کوئی وارث نہو یا وارث ہو لیکن مال اسقدر نہ چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولی قصاص قاتل
سے لے سکتا ہی اور ساقط ہو جاویگا وہ قصاص جسکو کوئی شخص اپنے باپ پر ورثۃً پاوے ف بسبب حرمت ابوت کے مثلاً
اسکی صورت یہ ہی مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اوس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ
باپ سے قصاص نہین لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جورو اوس شخص کی قبل استیفائے قصاص کے مر گئی
اب اوسکا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہی قائم مقام ہوا اوسکا یا ایک شخص نے اپنے ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو
مقتولہ کی بیٹی تھی قبل استیفائے قصاص کے مر گئی اب بیٹا اوسکا جو قاتل کے نطفے سے ہی وارث ہوا قصاص کا
اپنے باپ پر یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کر ڈالا اور اوسکا کوئی وارث سوائے زوجہ قاتل کے نہین ہی بعد اوسکے
زوجہ قاتل قبل استیفائے قصاص کے مر گئی اب بیٹا اوسکا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتون مین
قصاص ساقط ہوگا ص اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف سے ف یعنی تلوار سے یا جو اسکے مثل ہو اگرچہ
قاتل نے مقتول کو کسی اور طرح قتل کیا ہو دیکھنا اور شافعی رح کے نزدیک قاتل کو اوسی طرح قتل کرینگے جسطرح اوسنے
مقتول کو قتل کیا واسطے مساوات کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا قود الا بالسیف
یعنی نہین قصاص ہی مگر تلوار سے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے سنن مین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اور دارقطنی نے علی مرتضی رضی اللہ عنہ
سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا قود فی النفس وغیرها الا بحدید تا یعنی قتل نفس وغیرہ
مین قصاص نہین مگر لوہے سے ص معتوہ ف یا صغیر ص کے قریب کو اگر کسی نے مار ڈالا یا خود معتوہ
کے ہاتھ یا پاؤن یا کسی عضو کو کاٹ ڈالا تو باپ کو اوس معتوہ کے پہونچتا ہی کہ اوسکے قاطع یا قاتل سے قصاص
لیوے یا صلح کر لیوے ف مقدار دیت پر اور اوس سے زیادہ پر نہ دیت سے کم پر دیکھنا ص اور معاف نہین کر سکتا
اور وصی کو معتوہ کے صرف صلح پہونچتی ہی اور صبی کا حکم مثل معتوہ کے ہی اور قاضی مثل باپ کے ہی یہی صحیح ہی ف تو اگر
مقتول کا کوئی وارث نہو تو حاکم قصاص لے سکتا ہی اور صلح کر سکتا ہی نہ عفو دیکھنا ص اگر مقتول کے چند وارث
ہون بعض اونمین سے نابالغ اور بعض بالغ تو ورثہ کبار کو پہونچتا ہی کہ قبل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص لیوین

جب بعض وارث بالغ ہون اور بعض نابالغ

ف اور صاحبین کے نزدیک نہیں پہونچتا اور فتوی امام کے مذہب پر ہے دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ ابن ملجم لعین قاتل
حضرت علی مرتضیٰؓ کا قتل کیا گیا حالانکہ اونکے وارث بعض صغار بھی تھے اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے واقع ہوا تو بمنزلہ
اجماع کے ہوگیا لیکن یہ شرط ہے کہ وارث کبیر اجنبی ہو صغیر سے مثلاً زید مقتول ہوا اوسکے ایک لڑکا ہے نابالغ زوجہ اولی
سے اور ایک زوجہ ثانیہ ہے تو زوجہ ثانیہ اوس لڑکے سے اجنبیہ ہے اوسکو استیفاے قصاص نہ پہونچیگا بلکہ انتظار کیا
جاویگا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہے اور اوسکے ماں موجود ہے تو ماں کو استیفاے قصاص پہونچیگا اور بعض فقہا کے
نزدیک صورت اول میں بھی زوجۂ ثانیہ کو صغیر کیطرف سے استحقاق استیفاے قصاص حاصل ہے اسواسطے کہ قرابت
سے مراد عام ہے جو شامل ہے زوجیت کو بھی تو اس مقام میں تامل کرنا چاہیے کذا فی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہوں
لیکن بعض موجود ہوں اور بعض غائب تو ورثۂ حاضرین کو قصاص لینا نہیں پہونچتا جبتک سب وارث جمع نہولیں
کذا فی الہدایہ ص اور قصاص لیا جاویگا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ صاحب فراش رہا یہانتک
کہ مرگیا ف اسواسطے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف جراحت کے ظاہراً بشرطیکہ مجروح بیچ میں اچھا نہوگیا ہو اور
جو قاتل نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہوکر مرا اور ولی مقتول نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مجروح
بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہونگے در مختار ص اور قصاص لیا جاویگا اگر قاتل نے مقتول
کو بھاوڑی سے مارا اوسکی دھار کیطرف سے اور جو اوسکی پشت کیطرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی اور مثقل سے یا گلا گھونٹا یا غرق
کیا پانی میں یا کوڑے مارتے مارتے مار ڈالا تو ان صورتوں میں قصاص نہ لیا جاویگا ف اسلیے کہ یہ صورتیں قتل شبہ عمد
کی ہیں جیسا کہ گذرا لیکن اگر قاتل ایسے افعال کی عادت کرلے یعنی ایکبار سے زیادہ اوسکا مرتکب ہو تو اوسکا قتل سیاستاً
حاکم کو پہونچتا ہے در مختار ص اگر مسلمان نے مسلمان کو مار ڈالا مشرکین کی صف میں مشرک سمجھکر تو اوسپر قصاص نہیں
بلکہ کفارہ اور دیت دیوے اور جو ایک شخص نے اپنا سر آپ پھوڑ لیا پھر زید نے بھی اوسکو زخمی کیا پھر شیر نے اوسکو مجروح کیا
پھر سانپ نے اوسکو کاٹ کھایا اور ان سب امورات کی وجہ سے وہ آفت رسیدہ مرگیا تو زید پر تیسرا حصہ دیت کا لازم
آویگا اور جس شخص نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی تو واجب ہے اوسکا قتل کرنا اور اوسکے قتل سے کچھ تاوان نہ آویگا اور جس شخص نے ہتھیار اوٹھایا دوسرے شخص پر
رات کو یا دن کو شہر میں یا باہر شہر کے یا لٹھ اوٹھایا مارنے کے لیے رات کو شہر میں یا رات یا دنکو بیرون شہر میں اور دوسرے شخص نے اس ہتھیار اوٹھانیوالے
یا لٹھ اوٹھانے والے کو مار ڈالا تو اوس پر کچھ نہیں ہے ف جاننا چاہیے کہ ہتھیار اوٹھانے والے کا تو قتل مطلقاً درست ہے اور لاٹھی اوٹھانے
والے میں اگر رات کو اوٹھاوے تو خواہ شہر میں ہووے یا بیرون شہر میں قتل اوسکا درست ہے اور جو دن کو اوٹھاوے
باہر شہر کے تب بھی قتل کرنے والے پر کچھ نہیں ہے اور جو دن کو اندر شہر کے اوٹھاوے تو اوسکا قتل درست نہیں اسلیے کہ
شہر میں بہت سے لوگ فریادرس ہیں کہ وہ اوس سے بچالیوینگے کذا فی الاصل مع زیادة ص اگر چور مال لیکر گھر سے
چلا اور مالک مال نے اوسکا پیچھا لیکر اوسکو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہیں ہے ف یہ جب ہے کہ مالک مال اپنا مال
نہ لے سکتا ہو بدون قتل کے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقاتلہ کر تو اپنے مال کے لیے یہانتک کہ تو
شہدائے آخرت سے ہووے یا اپنا مال بچا رکھے روایت کیا اوسکو نسائی نے مخارق سے اسی طرح جائز ہے مالک کو قتل کرنا

پھر کا جب وہ اوسکے مال لینے کا قصد کرے اور اوسکے دفع پر بدون قتل کے قادر نہو یا کوئی اوسکے مکان مین مسلح گھس آوے اور اوسکو یقین ہو کہ میرے قتل کرنے کے لیے آیا ہے تو اوسکا قتل حلال ہے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص نے زید پر لاٹھی مارنے کے لیے اوٹھائی شہر کے اندرون کے وقت اور زید نے اوس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاویگا قصاصاً **ف** اسواسطے کہ لاٹھی مارنے سے فوراً آدمی نہین مرتا دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریادرس پہونچ سکتا ہے شہر مین اور اسمین خلاف ہے صاحبین کا کذا فی الاصل **ص** اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور مار بھی دی لیکن عمرو مرا نہین بعد اوسکے زید لوٹ گیا تب عمرو نے جا کر اوسکو مار ڈالا تو عمرو قصاصاً قتل کیا جاویگا **ف** اسلیے کہ جب زید نے تلوار مار دی اور عمرو مقتول نہین ہوا اور زید لوٹ گیا تو اوسکی عصمت پھر آئی پھر جو اوسکو قتل کریگا قتل کیا جاویگا اور جو زید لوٹا نہین اور پھر مارنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اوسکا مار ڈالنا درست ہے کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** اگر مجنون یا نابالغ نے کسی پر تلوار اوٹھائی مارنے کے لیے اور اوس شخص نے مجنون یا صبی کو مار ڈالا تو اوسپر دیت لازم آویگی اوسکے مال میں اور جو کسی جانور نے مثلاً اونٹ نے اوسپر حملہ کیا اور اوس شخص نے اوس جانور کو مار ڈالا تو اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی **ف** اور شافعی کے نزدیک نہ دیت لازم آویگی مجنون اور صبی مین اور نہ قیمت جانور مین اسلیے کہ اوسنے قتل کیا دفع شر کے لیے اور دلیل ہماری اصل کتاب مین مذکور ہے **مسائل ملحقہ** اگر کوئی شخص کسیکو عمداً قتل کرے اور اوسپر قتل عمد ثابت ہو جاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہے کہ حکم قصاص کا نہ دیوے جب تک کہ ان شروط مین غور نکر لیوے ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسرے یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسرے یہ کہ تمام ورثہ حاضر ہوں چوتھے یہ کہ سب وارث قصاص کے خواہان ہووین اور اگر ایک وارث بھی دیت کا خواہان ہو جاویگا یا عفو کریگا یا صلح کریگا کسی قدر مال پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا پانچوین یہ کہ ورثہ بالغ ہون یا بعض نابالغ ہون اور بعض بالغ قصاص چاہتے ہون اور جو سب نابالغ ہونگے یا بعض بالغ اور بعض نابالغ اور ورثہ بالغین عفو کیے ہونگے یا کسی قدر رقم دیت سے کم کے خواہان ہونگے تو ورثہ نابالغین کے بلوغ تک حکم قطعی ملتوی رکھے چھٹے یہ کہ قاتل مقتول کے اصول مین سے نہووے جیسے باپ دادا پردادا نانا پرنانا نانا یا مان دادی نانی پرنانی پردادی وغیرہ ساتوین یہ کہ قاتل کے ساتھ کوئی نابالغ یا مجنون قتل مین شریک نہووے ورنہ قاتل کے ذمے سے بھی قصاص ساقط ہو جاویگا آٹھوین یہ کہ قاتل کے ساتھ مقتول کا باپ یا اور کوئی اوسکے اصول مین سے شریک قتل نہووے ورنہ قاتل کے ذمی سے بھی قصاص ساقط ہوگا نوین یہ کہ قاتل کے ساتھ اور کوئی قتل مین ایسا شخص شریک نہووے جسکا قتل شبہ عمد یا خطا ہے دسوین یہ کہ مقتول نے قاتل پر تلوار یا اور کسی ہتھیار یا آلے سے قبل قتل کے حملہ نہ کیا ہو کہ قاتل نے اپنے تئین بچانے کے لیے اوسکو قتل کر ڈالا ہو ورنہ قصاص نہوگا گیارھوین یہ کہ مقتول کوئی حرکت وقت قتل کے ایسی نہ کرتا ہو جس سے اوسکا قتل مباح ہو جاوے جیسے مال قاتل کا چراتا ہو یا لوٹتا ہووے یا اوسکی جورو سے زنا کر رہا ہووے یا اوسکے گھر مین بے اذن باوجود منع کے جبراً گھس آیا ہو بارھوین یہ کہ قاتل کسی وارث کے اصول مین سے نہووے تیرھوین یہ کہ مقتول نے قاتل کو حکم نہ کیا ہو اپنے قتل کا ورنہ دیت واجب ہوگی چودھوین یہ کہ وارث مقتول نے حکم نہ کیا ہو قاتل کو واسطے قتل مقتول کے ورنہ دیت واجب ہوگی استحساناً پندرھوین

یہ کہ قاتل ورثہ مقتول مین سے کسی کا وارث ہو جاوے قبل استیفاے قصاص کے سولھوین یہ کہ مقتول قبل قتل قاتل کے
ایسی حالت نزع مین ہووے جس سے اوسکی زندگی کی امید نہووے سترھوین یہ کہ قاتل تا سپرد کرنے اوسکے کے طرف ولی کے
واسطے استیفاے قصاص کے مجنون ہو جاوے اور جو بعد ولی کے حوالے کرنیکے مجنون ہو جاوے تو قصاص ساقط نہ ہوگا
واللہ اعلم **مسئلہ** اگر کسی نے دوسرے کو زہر کھلا دیا تو یہ قتل شبہ عمد ہے تو اوسکی کئی صورتین ہین پہلی یہ کہ زہر دینے
والے کو اوس چیز کے زہر ہونے کا علم نہو تو اس صورت مین زہر کھلانے والے پر کچھ لازم نہ آویگا دوسری یہ کہ اوسکو علم ہو
اوس چیز کے زہر ہونے کا تو اگر قاتل نے مقتول کو زہر دیدیا یا کسی چیز مین ملا کر دیا اور اوسنے خود کھا لیا تو نہ قصاص ہے نہ دیت
لیکن وہ قید رکھا جاویگا اور اوسکو تعزیر دیجاویگی اور مدت قید کی امام کی رائے کیطرف مفوض ہے اور جو زبردستی زہر اوسکے حلق
مین ڈال دیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر المختار والانقروی **مسئلہ** اگر کوئی شخص کسی کو
پانی مین ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالباً نہین مرتا اور نجات ممکن ہے وہان سے تیر کر اور وہ مرگیا تو یہ شبہ عمد ہے سب کے
نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو تو اگر اوس سے نجات ممکن ہو مقتول کو تیر کر جیسے اوسکے ہاتھ پانون کھلے ہین اور وہ تیرنا جانتا ہے
اور مرگیا تو بھی شبہ عمد ہے ورنہ عمد ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک شبہ عمد ہے عالمگیری **مسئلہ** اگر
کسی نے دوسرے کو حجرے مین بند کر دیا اور وہ بھوک کے مارے وہان مرگیا یا اوسکے ہاتھ پانون باندھ کر اوسکو شیر کے سامنے
یا اور کوئی درندہ کے ڈال دیا اور اوسنے اوسکو مار ڈالا یا اوسکو اور سانپ یا بچھو یا کسی اور موذی کو ملا کر ایک حجرے مین
بند کر دیا اور اوس آدمی کو اوسنے قتل کیا تو ان سب صورتون مین قصاص اور دیت نہین ہے لیکن اوس شخص پر تعزیر واجب
ہے اور حبس مادام الحیات در مختار **مسئلہ** فتاواے عالمگیری اور شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص
قتل کرے اسطرح پر کہ اوسپر نہ قصاص آوے نہ دیت تو وہ اگر وارث ہوگا مقتول کا ترکہ پاویگا واللہ اعلم **مسئلہ** اگر زید
نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اوس سے زندگی بکر کی متصور نہ تھی بعد اوسکے عمرو نے اوسکو ایک زخم مارا تو قاتل بکر کا زید
سمجھا جاویگا جب ہے کہ دونون جراحتین آگے پیچھے ہون اور جو ایک ساتھ دونون نے زخم پہونچائے تو دونون قاتل
ہین اگرچہ ایک شخص نے دس زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے کذا فی الخلاصہ **مسئلہ** اگر کسی نے کسی کو
زندہ درگور کر دیا اور وہ مرگیا تو دیت لیجاویگی اسی پر فتوی ہے اور محمد کے نزدیک قتل کیا جاویگا کذا فی الظہیریہ **مسئلہ**
اگر کسی کے گھر مین دروازے سے جھانکا اور صاحب خانہ نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہوگا اگر صاحب خانہ
اوسکو بغیر آنکھ پھوڑنے کے دفع نہین کر سکتا اور جو دفع کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا در مختار **مسئلہ** کئی آدمی ایک
کے بدلے مین قتل کیے جاوینگے اگر ہر شخص نے مقتول کو جراحت مہلک مارے ایک ساتھ اور جو آگے پیچھے مارین پھر وہ مرجاوے
اور معلوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نتھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ اسپر اطلاع ہونا متعذر ہے
اور جو یہ معلوم ہو جاوے کہ کسکا کاری ہے اور کسکا غیر کاری اور نہوگا یہ مگر قبل مرجانے مقتول کے تو قصاص اوس شخص پر ہوگا جسکا
زخم کاری ہے اور جن لوگون کا کاری نہین ہے اونپر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسی کا زخم کاری نتھا لیکن مقتول سب زخمون سے
مرجاوے تو کسی پر قصاص نہوگا لیکن دیت اون پر آویگی کذا فی الشامی اور جو لوگ قتل مین شریک نہوں لیکن تماشائی ہین

ہون یا قاتل کو وہ غلام سے تہون یا قاتل کے مددگار ہون یا مقتول کو روکے ہوے ہون تو اونپر تعزیر ہے اور قصاص اور دیت نہین ہے کذا فی الشامی **مسئلہ** ساحر جب پکڑا جاوے اور اقرار کرے سحر کا تو قتل کیا جاوے اور توبہ اوسکی مقبول نہین ہے اور جو کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ مینے فلان شخص کو دعا سے یا باطنی تیرون سے یا سورۂ انفال کی قرأت سے مارڈالا تو اوسپر کچھ لازم نہ ہوگا اسلیے کہ یہ محض جھوٹھ ہے اور مؤدی ہے طرف علم غیب کے شامی

باب قصاص مادون النفس کے بیان مین ص

قصاص مادون النفس وہی جگہہ ہے جہان رعایت مماثلت کی ہوسکے تو اگر کسینے دوسرے کا ہاتھہ کاٹ ڈالا جوڑ سے تو اوسکا بھی ہاتھہ کاٹ ڈالینگے اوسی جوڑ سے **ف** اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ الآیۃ یعنی زخمون مین قصاص لیا جاویگا کذا فی الہدایۃ اور جو نصف پنڈلی کاٹ ڈالی یا نصف ساعد تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ یہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہے کذا فی الاکمل حاصل یہ ہے کہ جب عضو جوڑ سے کاٹا جاوے تو قصاص لیا جاویگا اور جو قطع ہڈی کاٹ کی ہو تو اوسمین قصاص نہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا اوسمین کوئی خلل زیادہ پیدا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی **ص** اگرچہ قاطع کا ہاتھہ بڑا ہووے مقطوع کے ہاتھہ سے ایسا ہی حکم ہے پانون مین اور نرمہ بینی مین **ف** ناک مین بانسے کے نیچے جسقدر گوشت نرم ہے وہ نرمہ بینی کہلاتا ہے اور عربی مین اوسکو مارن کہتے ہین تو مارن مین قصاص ہے اور بانسے مین نہین ہے اسواسطے کہ وہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہے کذا فی الاکمل **ص** اور کان مین اور اوس آنکھہ مین جسکی روشنی ضرب سے جاتی رہی ہووے اور آنکھہ قائم ہو تو اوسکے قصاص کی یہ شکل ہے کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روئی ڈالیجاوے اور اوسکی آنکھہ کے مقابل مین گرم آئینہ رکھا جاوے **ف** یہ حکم خلافت عثمانی مین علی مرتضی رض کی تجویز سے بحضور صحابۂ کرام واقع ہوا روایت کیا عبد الرزاق نے مصنف مین حکم بن عیینہ سے کہ ایک شخص نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھہ قائم تھی تو صحابہ رض نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی رض آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھہ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھہ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھہ قائم رہی کذا فی العینی **ص** اور اگر آنکھہ حلقے مین سے نکالی جاوے تو اوسکا قصاص نہین **ف** بسبب متعذر ہونے مساوات کے **ص** اور قصاص ہوگا ہر اوس زخم مین جسمین مماثلت ہوسکتی ہے جیسے جراحت موضحہ **ف** موضحہ اوس جراحت کو کہتے ہین جسمین کھال اور گوشت قطع ہوکر ہڈی کھل جاوے **ص** اور نہین قصاص ہے ہڈی مین سوا دانت کے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ الآیۃ **ص** تو دانت اوکھاڑا جاویگا اگر اوسنے اوکھیڑا ہے اور جو اوسنے توڑ ڈالا ہے تو اوسکا دانت ریتا جاویگا اور نہین ہے قصاص مادون النفس درمیان مین عورت اور مرد کے اور غلام کے اور آزاد کے اور دو غلامون مین اور اوس ہاتھہ مین جو ساعد سے کاٹا جاوے اور جائفہ مین جو اچھا ہو جاوے **ف** جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ کے پہونچ گیا سینے کیطرف سے یا شکم یا پشت کیطرف سے اسمین قصاص نہین اسلیے کہ تندرستی اس جراحت سے نادر اور ظاہر ہے کہ اگر جارح سے قصاص لیوین جائفے کا تو وہ مرجاویگا پس جب جائفہ مجروح کا اچھا ہوا اور مجروح مرگیا تو قصاص لیا جاویگا جارح سے یعنی قتل کیا جاویگا اور جو نہین مرا تو انتظار کرنا چاہیے اوسکی صحت یا موت کا کذا فی الاکمل

ص اور نہین قصاص ہی زبان مین اور ذکر مین مگر جب حشفہ کاٹا جاوے اور ذمی اور مسلمان کے اعضا برابر ہین اور جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا اوسکی انگلیان کم ہون یا سر (یعنی سیاری ۱۲) اوسکا بڑا ہو اور مجروح کے ہاتھ اور انگلیان سالم ہین اور سر اوسکا چھوٹا ہی تو مجروح کو اختیار ہی خواہ جارح سے قصاص لیوے یا تاوان لیوے اور ساقط ہو جاتا ہی قصاص قاتل کی موت سے اور ورثہ مقتول کے عفو سے اور اونکی صلح کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر اور واجب ہوگا بدل صلح فی الفور دینا قاتل کو اگر اوسکی میعادی یا نقد ہونیکی تصریح نہوئی ہو اور جو ایک وارث بھی عفو کر دیگا یا صلح کریگا تو قاتل کے ذمے سے قصاص ساقط ہو جاویگا اور باقی وارثون کو حصہ دیت ملیگا اگر ایک آزاد اور غلام نے ملکر ایک شخص کو مار ڈالا بعد اوسکے اوس شخص آزاد نے اور اوس غلام کے مولی نے ایک شخص کو حکم کیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح کرا دیوے اور اوسنے صلح کرا دی تو مولی کو اور اوس شخص آزاد کو دونون کو پانچ پانچ سو روپیہ دینا ہونگے اور چند آدمی قتل کیے جاوینگے ایک کے بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیون کے تو اگر اون مقتولون کے وارثون مین سے ایک مقتول کے وارثنے اگر قصاص لے لیا تو باقی مقتولون کے ورثہ کو اب کچھ نملیگا اور شافعی رح کے نزدیک اون کو مال دلایا جاویگا اگر دو شخصون نے ملکر ایک کا ہاتھ کاٹا اسطرح پر کہ ایک چھری دونون نے لیکر اوسکے ہاتھ پر چلا دی تو اوسکے عوض مین اون دونون کے ہاتھ نکاٹے جاوینگے بلکہ دیت اون دونون سے دلائی جاویگی اور جو ایک شخص نے دو شخصون کے داہنے ہاتھ کاٹے تو اون دونون کو پہونچتا ہی کہ اوسکا داہنا ہاتھ کاٹین اور ایک ہاتھ کی دیت لیکر آدھون آدھ بانٹ لین اگر دونون ساتھ حاضر ہون اور جو پہلے ایک حاضر ہوا اور اوسکے ہاتھ کے عوض مین قاطع کا ہاتھ کاٹا جاوے اب دوسرا آوے تو اوسکو دیت ملیگی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اوسکو قتل کرینگے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو تو وہ تیر اوس مرد کو لگ کے پار نکل کے دوسرے کے لگ گیا اور دونون مر گئے تو اول شخص کے بدلے مین قصاص لیا جاویگا کیونکہ وہ قتل عمد ہی اور دوسرے کے بدلے مین دیت آویگی اسلیے کہ وہ قتل خطا ہی ف ہر چند یہ فعل واحد ہی لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا ذیلیے ص زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اوسکو مار ڈالا تو اسکی آٹھ صورتین ہین اسواسطے کہ قطع یا عمد یا خطا ہی اسی طرح قتل یا عمد ہی یا خطا ہی پھر چارون صورتون مین عمرو بیچ مین تندرست ہوا ہی یا نہین تو اگر دونون فعل عمدا کیے پس اگر بیچ مین عمرو اچھا ہو گیا تو قصاص دونون فعلون کا زید سے لیا جاویگا یعنی پہلے قطع کا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین مین حاصل نہین ہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہی کہ قطع پہلے کے بعد قتل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزاے قطع قتل کی جزا مین داخل ہو جاویگی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہو گئی ہو تو قطع اور قتل دونون کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی ہو تو فقط قتل کی دیت کافی ہوگی اور اگر قطع عمد ہی اور قتل خطا ہی خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی دینا ہوگی اور جو قطع خطا ہی اور قتل عمد ہی خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا زید نے عمرو کو سو کوڑے مارے اسطرح کہ پہلے نوے ۹۰ مارے اوس سے وہ چنگا ہو گیا بعد دس ۱۰ مارے اوس سے مر گیا تو ایک ہی دیت لازم آویگی ف اسواسطے کہ وہ جب چنگا ہو گیا نوے ۹۰ کوڑے سے تو اونکا مارنا معتبر نرہا مگر تعزیر کے حق مین البتہ معتبر ہی اور اسیطرح غیر معتبر ہی ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو

اور اوسکا نشان باقی نرہا ہو دے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اسکے مانند مین حکومت عدل ہی
اور محمدؒ سے روایت ہی کہ طبیب کی اجرت اور دوائیون کا ثمن واجب ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو پہلے تو سے
کوڑے مارے اوس سے وہ اچھا ہوگیا لیکن اثر اوسکا باقی رہا بعد اوسکے دس کوڑے مارے اوس سے مرگیا تو حکومت
عدل اور دیت نفس دونون واجب ہونگے ف باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر المختار اور حکومت
عدل کا بیان انشاء اللہ تعالی کتاب الدیات مین آویگا ص ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اوسنے معاف کردیا پھر
اوس قطع کے سبب سے وہ مرگیا تو قاطع کو دیت دینا پڑیگی ف یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہی اور صاحبین کے
نزدیک قاطع کو کچھ نہ دینا ہوگا اسلیے کہ عفو قطع سے عفو ہی اوسکے موجب سے امام صاحب یہ کہتے ہین کہ مقطوع نے عفو کیا
صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کرگیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع پس دیت واجب ہوگی اسلیے کہ قصاص بسبب شبہۂ عفو
کے ساقط ہوگیا کذا فی الاصل ص اور جو اوسنے عفو کردیا جنایت سے یا قطع سے اور جو اوس سے پیدا ہو تو وہ عفو ہوگا
نفس سے پس قاتل کو دیت نہ دینا ہوگی لیکن اگر یہ قطع خطا سے ہی تو ثلث مال سے معتبر ہوگا اور جو عمداً ہی تو کل مال سے یہی حکم ہی
سر کے زخم کا تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اوسنے اوس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ
کی دیت بدلے مین پھر وہ مرگیا تو مرد پر اوس عورت کا مہر مثل واجب ہی اور اوسکے ہاتھ کی دیت عورت کے مال مین دیجاویگی اگر
اوسنے عمداً ہاتھ کاٹا اور اوسکے عاقلہ پر ہی اگر خطا سے کاٹا اور جو نکاح کیا اوس ہاتھ پر اور جو اوس سے پیدا ہو یا جنایت پر
پھر مرگیا تو عمد مین مہر مثل ہی اور خطا مین عورت کے عاقلہ سے بقدر مہر ساقط ہوکر باقی اونکے لیے بطور وصیت کے
سمجھا جاویگا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کل ساقط ہوگا ورنہ بقدر ثلث ساقط ہوگا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور
اوسکے عوض مین عمرو کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مرگیا تو عمرو بھی مارا جاویگا اور جو عمرو مرگیا تو زید کو دیت نفس دینا ہوگی ف
یہ جب ہی کہ زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو اور صاحبین کے نزدیک زید کو کچھ نہ دینا ہوگا اسلیے کہ اوسنے اپنا
حق وصول کیا اور سرایت سے بچنا اوسکے اختیار مین نہین ہی اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو یا معلم باپ کے اذن سے
لڑکے کو تعلیم کے لیے ضرب معتاد کرے اور وہ مرجاوے تو اوسپر ضمان نہین البتہ اگر حد معروف سے زیادہ ماریگا اور لڑکا
ہلاک ہوجاویگا تو اوسکو تاوان دینا ہوگا در مختار ص اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ
کاٹا پھر عفو کردیا قتل سے تو اوسکو دیت دینا پڑیگی ہاتھ کی اور صاحبین کے نزدیک نہ دینا پڑیگی

باب قتل کی گواہی اور حالت قتل کے اعتبار مین

حق استیفاے قصاص وارثون کے لیے ثابت ہوتا ہی ف یعنی ورثۂ مقتول کے لیے حق حاصل ہوتا ہی اس بات
کا کہ قاتل سے قصاص لیوین اور یہ حق ثابت ہوتا ہی وارثون کے لیے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ترکہ کا مستحق ہی
اوسکو یہ حق بھی حاصل ہی اور جو ترکہ سے محروم ہی وہ اس حق سے بھی محروم ہی مثلاً مقتول کا بیٹا اگر موجود ہی تو بھائی بھتیجے چچا
ماموں محروم ہونگے اسی طرح باپ سے دادا چچا بھائی بھتیجے ماموں وغیرہ اور ماں سے نانی محروم ہوگی وعلی ہذا القیاس ص
ابتدا سے نہ بطور میراث کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے خصم نہین ہوسکتا پس اگر مقتول کے دو بھائی تھے اون

سے ایک حاضر اور موجود تھا اوسنے گواہون سے قتل عمد قاتل پر ثابت کر دیا اب دوسرا بھائی آیا تو گواہون کی گواہی کا
اعادہ ضرور ہے ف امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک ص اور جو قتل خطا ہو یا دعوی دین کا تو دوسرے
بھائی کو اعادہ شہود کی شہادت کا بالاجماع ضرور نہین ہے پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ قائم کر دیے تو
وارث حاضر اوسکا خصم ہو جاویگا اور قصاص ساقط ہوگا یہی حکم ہے اگر غلام مشترک قتل کیا جاوے اور ایک شریک
غائب ہو ص پس اگر قصاص کے دو وارثون نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو شہادت باطل ہے گی لیکن یہ شہادت
اون دونون کیطرف سے عفو قصاص ہوگی تو اگر قاتل نے ان دو وارثون کی تصدیق کی تو تینون وارثون کو ایک
ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اگر دونون کی تکذیب کی تو ان دو وارثون کو کچھ نملیگا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملیگا اور جو
اونکی تصدیق صرف تیسرے وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اوسکو تہائی حصہ دیت کا ملیگا ف لیکن تیسرا
حصہ اون دونون وارثون کو دیا جاویگا استحسانًا در مختار اور ایک چوتھی صورت ہے اوسکو مصنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہے کہ قاتل نے
اور تیسرے وارث نے دونون کی تصدیق کی اون دونون وارثون کی تو اس صورت مین تیسرے وارث کو کچھ نملیگا
اور اون دونون کو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اصل کتاب مین اسکے دلائل تفصیل مذکور ہین ص اگر اختلاف کیا قتل
کے گواہون نے زمان قتل مین یا مکان قتل مین یا آلہ قتل مین یا ایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور دوسرے
نے کہا کہ مجکو معلوم نہین کس ہتھیار سے مارا ف یا ایک نے گواہی دی معاینہ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر در مختار
ص تو ان سب صورتون مین شہادت لغو ہو جاویگی اور جو شاہدون نے قتل کی شہادت دی اور کہا کہ آلہ قتل ہمکو معلوم
نہین تو دیت واجب ہوگی ف اور قیاس یہ ہے کہ کچھ واجب نہو اسلیے کہ حکم قتل کا مختلف ہوتا ہے باختلاف آلہ وجہ استحسان
کی یہ ہے کہ گواہون نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق مجمل نہین ہے تو ثابت ہوگا اقل موجب اوسکا اور وہ دیت ہے
اور واجب ہوگی دیت مال مین قاتل کے اسلیے کہ اصل قتل مین عمد ہے اور عاقلہ نہین بار اوٹھاتے ہین عمد کا کذا فی الاصل
ص اگر قتل مقتول کا دو شخصون مین سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم دونون نے اوسکو مارا ہے
تو دونون قتل کیے جاوینگے اور جو ایک شہادت گذری کہ زید کو عمرو نے مارا ہے اور دوسری شہادت یہ گذری کہ زید کو
خالد نے مارا ہے اور ولی نے یہ کہا کہ زید کو عمرو اور خالد دونون نے مارا ہے تو دونون شہادتین لغو ہو جاوینگی ف
اسواسطے کہ ولی کا قول تکذیب اور تفسیق ہے شہود کی اور وہ مبطل شہادت ہے ص اور اعتبار وجوب و عدم وجوب
دیت وغیرہ مین حالت تیر اندازی کا ہے نہ تیر لگنے کا وقت تو واجب ہوگی دیت جس شخص نے تیر مارا ایک مسلمان کو
اور وہ قبل تیر لگنے کے مرتد ہو گیا پھر تیر لگا اور قیمت غلام کی مولی کو جب تیر مارا غلام کے اور وہ قبل تیر لگنے کے آزاد
ہو گیا اور جزا اوس محرم پر جسنے تیر مارا حالت احرام مین اور قبل تیر لگنے کے حلال ہو گیا اور نہ واجب ہوگی جزا اوس
حلال پر جسنے تیر مارا بعد اوسکے محرم ہو گیا قبل تیر لگنے کے اور نہین ضمان دیگا وہ شخص جس نے تیر مارا
اوسکو جسکے سنگسار کرنے کا قاضی حکم کر چکا تھا جب گواہ رجم کے قبل تیر پہونچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاوین
اور حلال ہے وہ شکار کہ تیر مارا اوسکو مسلمان نے پھر مجوسی ہو گیا قبل تیر پہونچنے کے نہ وہ شکار جسکو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہو گیا قبل تیر لگنے کے

کتاب الدیات

مقدار دیت سونے سے چار ہزار دینار ہیں اور چاندی سے دس ہزار درم اور اونٹ سے سو اونٹ **ف** اسواسطے کہ حدیث ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان مارنے میں دیت سو اونٹ کی ہے اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے مراسیل میں اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان نے اور روایت کی بیہقی نے طریق شافعی سے کہ کہا شافعی نے کہا محمد بن الحسن نے پونہچا ہمکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ اونہون نے مقرر کیا سونے والون پر دیت کو ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درم کہا محمد بن الحسن نے اور خبر دی ہمکو ثوری نے مغیرۃ ضبی سے اونہون نے ابراہیم سے کہا کہ تھی دیت پہلے اونٹوں سے پھر ہر اونٹ کو قائم مقام ایک سو بیس درم کے کر دیا وزن ستہ سے تو وہ بارہ ہزار درم ہوگئے اور وزن سبعہ سے دس ہزار درم ہوئے اور روایت کی محمد ابن الحسن نے انا ابو حنیفۃ عن الہیثم عن عامر الشعبی عن ابی عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطاب قال علی اہل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درہم وعلی اہل الذہب الف دینار الحدیث یعنی کہا عمر بن الخطاب نے کہ چاندی والون پر دیت دس ہزار درم ہیں اور سونے والون پر ہزار دینار ہیں اور شافعی کے نزدیک بارہ ہزار درم ہیں اسواسطے کہ حدیث ابن عباس میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت ایک مقتول کی بارہ ہزار درم روایت کیا اوسکو چاروں عالمون نے اور جواب اس حدیث سے چند وجوہ ہے ایک یہ کہ اس حدیث کا ارسال صحیح ہے ترجیح دیا اوسکے ارسال کو نسائی نے اور ابو حاتم نے اور حدیث مرسل شافعی کے نزدیک قابل احتجاج نہین دوسری یہ کہ مراد ان دراہم سے وہی دراہم ہین جنکا وزن ستہ تھا یعنی دس دراہم چھ مثقال کے تھے بدلیل اوسکے جو روایت کی محمد بن الحسن نے ابراہیم سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی مقدار دیت معین نہین ہوا تھا تو کبھی آپ نے بارہ ہزار درم دلائے جیسا کہ حدیث ابن عباس میں ہے اور کبھی آٹھ ہزار درم جیسا کہ حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص میں ہے اخراج کیا اوسکا ابو داؤد نے چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباس میں صرف حکایت ہے ایک واقعہ کی اور قرار داد عمر رضی اللہ عنہ مقدار دیت میں بغیر سمع شارع کے نہین ہوسکتی اور تھی یہ محضر میں صحابہ کرام سے تو اخذ ساتھ اسکے اولی ہوا واللہ اعلم **ص** اور دیت قتل شبہ عمد کی سو اونٹ ہین اسطرح کہ پچیس بنت مخاض ہون اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور اس دیت کا نام دیت مغلظہ ہے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤد نے علقمہ اور اسود سے کہ کہا عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے شبہ عمد کی دیت میں پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض **ص** اور قتل خطا کی دیت بھی سو اونٹ ہین لیکن اسطرح کہ بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس ابن مخاض **ف** یعنی نر اونٹ ایک سال کے اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت خطا کی بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس بنت مخاض اور بیس

[illegible]

ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کفارہ خطا میں فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ الآیہ ص تو اگر اس سے عاجز ہو دو مہینے
پے در پے روزہ رکھے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ص
کفارۂ قتل میں کھانا کھلانا مساکین کو کافی نہیں ہی ف اسلیے کہ اطعام بیان نص کلام اللہ مین وارد نہیں ہوا
ص اور صحیح ہی آزاد کرنا اوس شیر خوار کا جسکے ماں یا باپ مسلمان ہون یا اوس بچے کا جو شکم مین ہی اور عورت کی دیت
نصف ہی مرد کی دیت سے خواہ جان کی دیت ہو یا اعضا کی ف یہ مذہب ہمارا ہی اور شافعی رح کے نزدیک ما دون
الثلث دیت مرد اور عورت کی برابر ہی اور جو ثلث سے زیادہ ہی تو وہ نصف ہی عورت کی دلیل شافعی رح کی حدیث ہی نسائی کی کہ دیت عورت کی برابر ہی مرد کی دیت
کے یہان تک کہ پہونچے تہائی دیت کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اور حجت ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا بیہقی نے معاذ بن
جبل سے مرفوعًا دية المرأة على النصف من دية الرجل یعنی دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی اور یہ حدیث مطلق ہی شامل ہی ثلث کو اور ما دون ثلث کو
اور بھی روایت کی بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انھون نے دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کے
اور روایت کی شافعی رح نے ابراہیم سے انھون نے عمر بن الخطاب اور علی بن ابی طالب سے کہ دونون نے کہا دیت عورت
کی نصف ہی دیت مرد کی ص اور دیت ذمی کی اور مسلمان کی برابر ہی ف ہمارے نزدیک اور امام شافعی رح کے نزدیک
دیت یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم ہین اور مجوسی کی آٹھ سو درم ہین اور امام مالک کے نزدیک دیت یہودی اور
نصرانی کی نصف ہی دیت مسلمان کی یعنی چھ ہزار درم کیونکہ دیت مسلمان کی اونکے نزدیک بارہ ہزار درم ہین دلیل
امام شافعی کی حدیث ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیے اوپر ایک مسلمان کے
کہ قتل کیا تھا اوسنے کتابی کو چار ہزار درم دیت کے روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور یہ موقع کہ مجوسی کا نہین ہی اور روایت
کی شافعی نے پھر بیہقی نے منصور بن المعتمر سے انھون نے ثابت بن الحداد سے انھون نے ابن المسیب سے کہ عمر بن خطاب رض
نے فیصلہ کیا دیت مین یہودی اور نصرانی کے چار ہزار درم کا اور مجوسی مین آٹھ سو درم کا دلیل امام مالک کی حدیث ہی عمرو بن
شعیب کی عن ابیہ عن جدہ کہ فرمایا حضرت نے دیت کافر کی نصف ہی دیت مسلمان سے اور ایک روایت مین ہی کہ دیت معاہد
کی نصف ہی دیت اہل اسلام سے روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ نے دلیل ہماری قول ہی اللہ تعالی کا
وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ کیونکہ ظاہر آیت دلالت
کرتی ہی اس بات پر کہ دیت اوسکی مثل دیت مسلمان کے ہی اور حدیث ابو ہریرہ رض کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت
یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہی روایت کیا اوسکو امام اعظم رح نے مسند مین زہری سے انھون نے سعید
ابن المسیب سے انھون نے ابو ہریرہ سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہی اور روایت کی طبرانی نے معجم اوسط مین ابن عمر سے باسناد
حسن کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی کہا صاحب تیسیر نے کہ اسناد اس حدیث کا حسن ہی اور اسی سے اخذ
کیا ابو حنیفہ اور جماعت علما نے اور روایت کی ابو داود نے مراسیل مین سند صحیح سے ابن المسیب سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت ہر عہد والے کافر کی اوسکے عہد مین ہزار دینار ہین اور نقل کیے ابن عبد البر نے تمہید مین اپنی
سند سے بہت سے آثار ایک جماعت سے اونمین سے ہین ابن المسیب کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان

سکے ہے اور روایت کی طحاوی نے بسند حسن ابن المسیب سے مثل روایت ابو داؤد کے پس یہ روایت ابن المسیب کی معارض ہے
اوس روایت ابن المسیب کے جس سے تمسک کیا شافعی رحمہ اللہ نے باوجود اسکے کہ روایت شافعی موقوف ہے اور یہ مرفوع
ہے اور روایت کیے ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کئی آثار اس باب مین ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور زہری اور یعقوب بن
عتبہ اور سمعیل اور صالح اور عطا اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہ ہے کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے
ہے اور روایت کی عبد الرزاق نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھون نے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور زہری رحمہ اللہ سے کہا کہ دیت یہودی اور نصرانی اور مجوسی
اور ہر ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور کہا کہ ایسا ہی حکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد مین یہان تک کہ ریاست
ہوئی معاویہ رض کی سو انھون نے یہ کیا کہ دیت کا نصف بیت المال مین رکھا اور ولی مقتول کو نصف دیا اور روایت کی
عبد الرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن عمر رض سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمان رض مین سو حضرت عثمان
نے نہین قتل کیا اوس مسلمان کو لیکن دیت اوس پر مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاوی نے باسناد
حسن جعفر بن عبد الرحمن بن الحکم سے کہ رفاعہ بن سموال یہودی قتل کیا گیا شام مین تو حضرت عمر رض نے دیت اوسکی ہزار دینار مقرر
کی کہا شارح مسند امام نے کہ سند طحاوی کی اوپر شرط مسلم کے ہے سوا ابن منقذ کی اور وہ ثقہ ہے روایت کی اوس سے حاکم
نے مستدرک مین اور ابن حبان نے صحیح مین اور روایت کی عبد الرزاق نے بسند صحیح انس بن مالک رض سے کہ وہ حدیث
بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مارا گیا تو حکم کیا اوسمین حضرت عمر رض نے بارہ ہزار درم کا دیت سے تو روایت شافعی اور بیہقی
کی ثابت حداد سے انھون نے ابن المسیب سے کہ حکم کیا حضرت عمر رض نے یہودی اور نصرانی کی دیت مین چار ہزار درم کا
قابل التفات کے نہین ہے کئی وجہون سے ایک تو اسوجہ سے جو ہمنے بیان کیا کہ اوس روایت کے خلاف صحیح ہوا عمر رض سے
دوسرے وہ جو ذکر کیا مالک اور ابن معین نے کہ ابن المسیب نے نہین سنا عمر رض سے تیسرے ثابت الحداد مجہول ہے نہین پہچانا جاتا
اور اسی واسطے کہا ذہبی نے اپنے مختصر مین اور کون ہے ثابت الحداد اور ذکر کیا اوسکو حافظ ابن حجر نے تقریب مین کہ وہ
ثابت بیٹا ہے ہرمز کوفی کا کنیت اوسکی ابو المقدام الحداد ہے مشہور ہے اپنی کنیت سے اور وہ صدوق ہے لیکن وہم کرتا ہے
تو ضعیف کیا اوسکو بسبب علت وہم کے چوتھے ابن المسیب سے اوسکے خلاف اخراج کیا ابو داؤد نے اور طحاوی نے
اور مراسیل ابن المسیب کے شافعیہ کے نزدیک بھی مقبول ہین کہا احمد بن جریر طبری نے تہذیب مین کہ نہین خلاف ہے اس امر
مین کہ کفارہ قتل مسلمان اور ذمی مین یکسان ہے پس دیت بھی برابر ہونی چاہیے اور رد کیا اوس شخص پر جسنے واجب کیا کم کو
دیت سے ہذا خلاصۃ ما فی شرح المسند للامام ص اور قتل نفس مین اور ناک اور ذکر اور حشفہ کاٹنے مین پوری دیت ہے
ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بیشک مارنے مین جان کے دیت
ہے اور ناک مین جب پوری کٹے پوری دیت ہے اور ذکر مین پوری دیت ہے الحدیث روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے مراسیل
مین اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان اور احمد نے اور اختلاف کیا ہے اوسکی صحت مین ص
اور جو ایسی مار مارے کہ مضروب کی عقل اوس سے جاتی رہے تو ضارب پر پوری دیت ہے ف بسبب فوت ہوجانے
منفعت ادراک کے اور یہی مدار نفع ہے معاش و معاد مین ہدایہ ص اسی طرح اگر مضروب کی قوت شامہ یا ذائقہ

ابن منقذ ثقہ

ثابت الحداد مجہول

یا سامعہ یا باصرہ جاتی رہی تب بھی پوری دیت لازم ہوگی **ف** اسلیے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جداگانہ مقصود ہے
ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کی عوف اعرابی سے کہ ایک شخص نے پتھر مارا دوسرے شخص کے زمانے میں
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تو مضروب کی سمع اور عقل اور زبان اور ذکر جاتی رہی تو نہ قریب ہو سکتا تھا عورتوں سے
تو حکم کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اوسمیں چار دیتوں کا ہدایہ میں اس کا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہے کہ جب جنس منفعت کی بالکل
فوت ہو جاوے یا جمال و حسن ظاہری جاتا رہے تو پوری دیت واجب ہوگی **ص** اگر زبان پوری کاٹ ڈالی یا اسقدر
کہ گویائی اوس سے جاتی رہے یا اکثر حروف نکلنا موقوف ہو گئے تو پوری دیت واجب ہوگی **ف** اسواسطے
کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ زبان میں پوری دیت ہے **ص** اگر داڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر وہ نہ نکلی یا سر کے
بال مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ جمے تو پوری دیت واجب ہوگی **ف** اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک حکومت
عدل واجب ہوگی کذا فی الاصل **ص** جو عضو انسان کے بدن میں دو دو ہیں **ف** جیسے ہاتھ اور آنکھ اور
کان اور پاؤں اور ہونٹ اور فوطے ہدایہ **ص** تو اگر دونوں کو تلف کر دیوے تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر
ایک کو تلف کرے تو نصف دیت واجب ہوگی **ف** مثلاً اگر دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالے تو پوری دیت اور جو
ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف دیت واجب ہوگی حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ دونوں آنکھوں میں پوری دیت ہے اور دونوں ہاتھوں میں پوری دیت ہے اور دونوں
بیضوں میں پوری دیت ہے اور ایک آنکھ میں اور ایک پیر میں نصف دیت ہے کذا فی شرح النقایہ **ص** اور پلکوں میں اگر چاروں تلف ہو جاویں تو پوری
دیت ہے اور جو ایک تلف ہووے تو ربع دیت ہے **ف** اسلیے کہ پلکیں چار ہیں ہدایہ **ص** اور ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووین یا پاؤں کی دسواں
حصہ دیت کا ہے **ف** اسلیے کہ انگلیاں بھی دس ہیں اور حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤں کی دس اونٹ ہیں
اور روایت کی ترمذی اور ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مثل اسکے **ص** اور جس انگلی میں تین جوڑ ہیں
سو اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسویں حصہ کا ثلث ہے اور جس میں دو جوڑ ہیں اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے
دسویں حصہ کا نصف ہے **ف** اسواسطے کہ انگلی کی دیت جوڑوں پر تقسیم کر دی گئی ہدایہ **ص** جیسے ہر دانت
میں بیسواں حصہ دیت کا ہے **ف** اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ دانت میں پانچ اونٹ ہیں اور
روایت کی ابوداؤد نے ابوموسی اشعری سے مثل اسکے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو بتیس ہیں پھر ہر دانت
میں بیسویں حصے کے وجوب کی کیا وجہ ہے بلکہ چاہیے تھا کہ بتیسواں حصہ لازم آتا جواب اوسکا یہ ہے کہ دانتوں کا عدد
اگرچہ بتیس ہے لیکن اخیر کے چار دانت یعنی عقل کی داڑھیں تو بعض آدمیوں کے نہیں نکلتیں اور بعض آدمیوں میں چار
ہوتی ہیں اور بعضوں میں کم تو عدد متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا پھر دانت سے دو نفع ہیں ایک زینت اور
دوسرے چبانا پس جب ایک دانت تلف ہو گیا تو اوسکی منفعت تو بالکل زائل ہو گئی یعنی زینت بھی گئی اور چبانا
بھی گیا اور اوسکے پاس والے دانت کی ایک منفعت یعنی چبانے کی جاتی رہی اور زینت کی منفعت باقی رہی پس جب عدد
متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسواں حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی
جاتی رہی اوسکی نصف دیت ساٹھواں حصہ ہوا اور تیسواں اور ساٹھواں حصہ ملا کر بیسواں حصہ ہوا اسلیے ایک

دانت کے تلف ہونے میں بیسواں حصہ واجب ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی
نے حجۃ اللہ البالغہ میں اسکی بیان کی ہے کہ دانت کبھی اٹھائیس ہوتے ہیں کبھی چھبیس ہوتے ہیں اور ایک کی نسبت
نکالنی ان اعداد کی طرف مشکل تھی محتاج تھی طرف غور وخوض کے حساب میں تو مقرر کر دیا شارع نے بیس کو اور واجب
کیا ہر دانت میں نصف عشر دیت واللہ اعلم ص جس عضو کا نفع مارنے سے جاتا رہے تو اوسمیں دیت اوس عضو
کی واجب ہوگی مثلاً ہاتھ شل ہو جاوے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے اور سر اور چہرہ کے زخموں میں قصاص نہیں ہے مگر جراحت
موضحہ میں جب عمداً ہووے ف موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دیوے کذا فی الاصل ص اور جو جراحت موضحہ
خطا سے ہووے تو اوسمیں بیسواں حصہ دیت کا واجب ہے اور ہاشمہ میں ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے ص دسواں حصہ دیت کا ہے اور منقلہ میں
ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہہ سے منتقل کر دیوے ص دسواں حصہ اور پانچواں حصہ دیت کا واجب ہے اور آمہ میں ف یعنی جو زخم بھیجے کی کھال
تک پہونچ جاوے ص اور جائفہ میں ف یعنی جو زخم پیٹ کے اندر تک پہونچے خواہ شکم کیطرف سے یا پشت کیطرف سے یا سینے کی طرف سے یا گردن
کیطرف سے یا اور طرف سے ص ثلث دیت کا واجب ہے اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہو جاوے تو اوسمیں دو ثلث دیت کے
ہیں ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ آمہ میں ثلث دیت ہے اور جائفہ میں ثلث دیت ہے اور منقلہ میں پندرہ
اونٹ ہیں اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں اور اوسمیں ذکر ہاشمہ کا نہیں ہے اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف میں
زید بن ثابت رضی سے کہ ہاشمہ میں دسواں حصہ دیت کا ہے شرح نقایہ ص اور حارصہ ف یعنی کھرونچا جس سے
کھال فقط چھل جاوے ص اور دامعہ ف یعنی جو خون کو ظاہر کر دیوے لیکن نہ بہاوے مثل آنسو کے ص اور دامیہ
ف جو خون کو بہاوے ص اور باضعہ ف یعنی جو جلد کو قطع کر دیوے ص اور متلاحمہ ف یعنی جو گوشت میں
پہونچ جاوے ص اور سمحاق ف یعنی جو زخم سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی
کے درمیان میں ہے ص میں حکومت عدل ہے یعنی مجروح کو غلام فرض کرکے بلا جراحت اوسکی قیمت لگاویں اور اوسکے بعد
بجراحت تو جسقدر تفاوت دونوں قیمتوں میں ہوگا وہی دیت ہے اسی پر فتوی ہے ف یہ احتراز ہے قول سے کرخی کے کہ مقدار
اس زخم کا جراحت موضحہ سے دیکھکر بقدر اوسکے بیسویں حصے میں سے واجب ہوگا ص اگر ایک ہاتھ کی سب اونگلیوں
کو کاٹ ڈالا خواہ بغیر ہتھیلی کے یا ہتھیلی سمیت تو نصف دیت واجب ہوگی اور جو نصف ساعد سمیت کاٹ ڈالا تو نصف
دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی اگر اوس ہتھیلی کو کاٹا جسمیں ایک ہی اونگلی تھی تو دسواں حصہ دیت کا واجب ہوگا
اور جو دو اونگلیاں تھیں تو پانچواں حصہ اور کف کا بدلا کچھہ واجب نہوگا اگر کسی نے زاید انگشت کو قطع کر ڈالا یا لڑکے کی
آنکھہ یا ذکر یا زبان کو تلف کیا اور ان اعضا کی صحت وسلامتی معلوم نہوئی تھی مثلاً آنکھہ سے اوسنے ایسا فعل کبھی نہیں کیا
تھا جس سے دیکھنا اوسکا سمجھا جاتا یا ذکر نے اوسکے جنبش نکی تھی اور زبان سے بات نہیں کی تھی تو حکومت عدل واجب
ہوگی اگر جراحت موضحہ سے اوسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو موضحہ کی دیت اوسکی پوری دیت میں داخل ہو جاویگی
الگ نہ دینا پڑیگی اور جو سماعت یا بصارت یا بول چال اوسکی جاتی رہی تو داخل نہوگی اور جو موضحہ سے اوسکی دونوں آنکھیں
جاتی رہیں تو موضحہ اور آنکھوں کی دونوں کی دیت واجب ہوگی یہ نہوگا کہ موضحہ کا قصاص لیا جاوے اور آنکھوں کی

دیت جیسا مذہب صاحبین کا ہی اور قصاص نہین اوس اونگلی کے قطع سے جسکے پاس کی اونگلی خشک ہوگئی بلکہ دونون
کی دیت واجب ہوگی ف یہ مذہب امام کا ہی اور صاحبین اور زفر رح کے نزدیک پہلی اونگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت
واجب ہوگی کذا فی الاصل ص اور قصاص نہین اوس اونگلی مین جسکا اوپر کا جوڑ کاٹا گیا سو باقی انگلی بھی خشک ہوگئی
بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہوگی اور اوس دانت مین جسکا نصف توڑا گیا سو باقی سیاہ ہوکر
رہ گیا بلکہ پورے دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے اپنے دانت کا قصاص لیا پھر قصاص لینے والے کا دانت جم آیا تو اوسپر دیت واجب ہوگی اسی طرح
اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اوکھاڑا اوسنے اوٹھا کر رکھ لیا اور گوشت اوسپر جم آیا تو دیت اوکھیڑنے والے پر سے ساقط ہوگی البتہ اگر دوسرا
دانت اوسکے عوض جم آیا تو دیت ساقط ہوگی اسی طرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا منہ کا زخم بھر گیا اور چنگا ہوگیا یا مارنے سے
جو زخم پیدا ہوا تھا وہ اسطرح اچھا ہوگیا کہ اثر اوسکا باقی نرہا ف اور امام محمد رح کے نزدیک اجرت طبیب کی اور دوا کی دینا
پڑیگی ص اور کسی زخم کا قصاص نہ لیا جاویگا جب تک وہ تندرست نہولے ف اسلیے کہ احتمال ہی مجروح کی موت کا
زخم کے صدمے سے پس اوسوقت قصاص بالنفس واجب ہوگا اسلیے انتظار چاہیے صحت کا اور روایت کی امام احمد اور
دارقطنی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہ قصاص لیا جاوے زخم کا جب تک
اچھا نہو زخمی اوسکا اور شافعی کے نزدیک فی الحال قصاص لینا چاہیے اور حجت ہی اون پر یہ حدیث ص اور صبی اور
مجنون کا عمد مثل خطا کے ہی تو دیت اونکی عاقلہ پر واجب ہوگی ف اور شافعی رح کے نزدیک اوسکے مال مین واجب ہوگی
اور ہماری دلیل روایت ہی بیہقی کی حضرت علی رض سے کہ عمد صبی اور مجنون کا خطا ہی ص اور کفارہ اون پر
نہوگا اور محروم نہونگے میراث سے ف اور جو قاتل بعد قتل کے مجنون ہوگیا تو قتل کیا جاویگا کذا فی الدر المختار

فصل جنین کے بیان مین

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ مین ضرب لگائی سو بچہ مردہ نکل پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی بیسوان حصہ دیت کا پانسو
درہم لازم آوینگے ف اسواسطے کہ روایت کی ایمہ ستہ نے حدیث ابی ہریرہ رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا
جنین مین غرہ کا غلام ہو یا لونڈی لیکن اوسمین پانسو درہم کا ذکر نہین ہی البتہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین
زید بن اسلم سے کہ عمر بن الخطاب رض نے قیمت لگائی غرہ کی پچاس دینار اور ہر دینار دس درم کا اور روایت کی بزار نے بریدہ
سے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے بچے مین پانسو کا اور روایت
کی ابوداؤد نے سنن مین ابراہیم نخعی سے کہ غرہ پانسو درہم ہین کذا فی شرح النقایہ ص ایک سال کے عرصے
مین ف اور امام مالک رح کے نزدیک غرہ قاتل کے مال مین سے واجب ہوگا اور شافعی رح کے نزدیک تین سال مین ادا
کیا جاویگا مثل دیت نفس کے دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی
اوپر عاقلہ کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداؤد نے اور مروی ہی صحیحین مین مانند اسکے اور ہدایہ مین ہی کہ کہا محمد بن الحسن نے
پہونچا ہمکو یہ امر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اوپر عاقلہ کے ایک سال مین ص اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا
پھر مر گیا تو پوری دیت نفس کی واجب ہوگی اور جو بچہ مردہ گرا پھر مان بھی اوسکی مر گئی تو غرہ اور دیت دونون واجب ہونگے

ف غرہ جنین کے لیے اور دیت اوسکی مان کی روایت کی بخاری مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ ہذیل کی دو عورتین آپس مین لڑین تو
ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور مر گئی وہ اور جو اوسکے پیٹ مین تھا مر گیا تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت
جنین کی غرہ ہے خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اوسکی عاقلہ پر ص اور جو مان مر گئی پھر بچہ مردہ
اوسکے پیٹ مین سے گر پڑا تو ایک دیت واجب ہوگی ف یعنی صرف دیت مان کی اسلیے کہ ممکن ہے کہ موت جنین کی
ضرب سے نہوئی ہو بلکہ دم گھٹنے سے اور شافعی رح کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا ص اور جو مان مر گئی پھر بچہ اوسکا زندہ
پیٹ سے گر کر مر گیا تو دو دیتین نفس کی پوری واجب ہونگی اور جنین کی دیت سب ورثہ اوسکے پاوینگے سوا ضارب کے
ف اسلیے کہ ضارب قاتل اوسکا ہے اور قاتل کو میراث نہین ملتی ص اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اوسکی قیمت حالت
حیات کی لگا کر بیسوان حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہووے اور دسوان حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر
یعنی اگر زندہ رہتا تو اوسکی قیمت کیا ہوتی وہ لگانی ہوگی ۱۲
ایک لونڈی کو ضرب پڑی پھر مولی نے اوسکے حمل کو آزاد کر دیا بعد اوسکے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہو کر مر گیا تو قیمت اوسکی حالت
حیات کی واجب ہوگی نہ دیت ف اسلیے کہ موت اوس بچے کی ضرب کے سبب سے ہوئی اور اوس وقت مین وہ غلام تھا
آزاد نہین ہوا تھا ص اور جنین کے قتل مین کفارہ قاتل پر نہین ہے اور جو جنین ایسا ہو کہ اوسکے بعض اعضا
بن گئے ہون تو وہ مثل پورے جنین کے ہے پس عورت نے عمداً جنین کو مردہ گرا دیا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن شوہر کے
تو اوسکی عاقلہ پر غرہ لازم آویگا اور جو عورت کا عاقلہ نہووے تو اوسکی ذات پر لازم آویگا ایک سال مین اور جو خاوند کے اذن سے
گرایا تو غرہ واجب نہوگا ف جاننا چاہیے کہ جس جنین کے اعضا ظاہر نہوئے ہون تو اوسکے اسقاط سے عورت گنہگار نہوگی ورنہ گنہگار ہوگی درمختار

باب راہ مین کوئی امر جدید کرنے کے بیان مین ص

جو شخص شارع عام مین سنڈاس یا پرنالہ یا برج یا مہری یا چبوترہ یا دکان بنا دے تو ہو سکتا ہے اگر لوگون کو ضرر نکرے
ف یعنی اگر ضرر نکرے تو درست ہے اور جو ضرر کرے تو بالکل درست نہین کذا فی الاصل اسواسطے کہ روایت
کی طبرانی نے معجم اوسط مین کہ فرمایا حضرت نے نہین ضرر پہونچانا ہے اسلام مین ص باوجود اسکے ہر شخص کو ف اگرچہ
ذمی ہو درمختار ص اوسکا توڑ ڈالنا پہونچتا ہے ف کیونکہ شارع عام مین ہر شخص کو حق مرور حاصل ہے تو خواہ ضرر کرے یا نکرے
ہر حال مین اوسکا توڑ ڈالنا جائز ہے ہر شخص کو ص اور کوچہ غیر نافذہ مین ایسے امور کرنا درست نہین ہین اگرچہ ضرر نکرے مگر اور شرکا کی اجازت سے
درست ہین پس اگر ان چیزون کے گرنے کے سبب سے کوئی آدمی مر جاوے تو بنانے والے کے عاقلہ پر اوسکی دیت لازم آویگی
جیسے کوئی پتھر راہ مین رکھدیوے یا کنوان راہ مین کھودے اور اوسمین کوئی گر کر مر جاوے اور جو کوئی جانور مر جاوے تو اوسکا ضمان
بنانے والے پر آویگا یہ سب صورتین جب ہین کہ اوسنے بغیر اذن امام کے ان چیزون کو بنایا ہووے ف اپنے نفس کے لیے
اور جو مسلمانون کے نفع کے لیے بنایا ہو جیسے مسجد یا امام کے اذن سے تو وہ توڑا نجاویگا درمختار ص اور جو امام
کے اذن سے بنایا ہووے یا راہ کے کوئین مین گرنے والا گرنے سے نمرے بلکہ بھوک سے یا دم کے گھٹنے سے مر جاوے تو ضمان
نہ آویگا ف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے درمختار ص جس شخص نے راستے کے پتھر کو اوٹھا کر دوسری
جگہ رکھا اوسکے سبب سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اوٹھا کے رکھنے والا ضامن ہوگا نہ پہلا رکھنے والا جیسے ضامن ہوگا وہ

شخص جسنے بوجھ لاد اپنے سر یا پیٹھ پر راہ میں اور وہ کسی پر گر پڑا یا بوریا یا قندیل یا پتھریان غیر کی مسجد میں لے گیا یا مسجد میں سوائے نماز اور فعل کے لیے بیٹھا اور ان امورات سے کوئی شخص ہلاک ہو گیا ف مثلاً اوس بوجھ کے گرنے سے یا بوریا یا قندیل یا پتھریوں کے ظروف گرنے سے کوئی مرگیا یا سوائے نماز کے اور کام کے لیے مسجد میں بیٹھا تھا اتنے میں ایک اندھا آیا اور اوسپر گر پڑا اور مرگیا تو ضامن ہوگا ص ضامن نہوگا وہ شخص جو چادر اوڑھے ہوئے تھا اوسکی چادر کے سبب سے کوئی مرگیا یا قندیل بوریا پتھریان وغیرہ اپنے محلہ کی مسجد میں لیگیا یا نماز کے لیے مسجد میں بیٹھا تھا سو اوسکے سبب سے کوئی مرگیا

ف فصل جھکی دیوار کے مسائل میں ص

اگر دیوار جھک جاوے شارع عام کیطرف ف یا ایک ہی مکان کیطرف لیکن اس صورت میں حق طلب اون مکان والوں کا ہوگا ص اور اوسکے توڑنے کے لیے کوئی شخص مسلمان یا ذمی مالک دیوار سے کہدیوے ف یعنی اوس شخص سے کہدیوے جسکو توڑنے کا اختیار ہو جیسے راہن سے کہ وہ فک رہن کرکے توڑ سکتا ہے یا ولی طفل سے یا وصی سے یا مکاتب سے یا نابالغ جسے کذا فی الملتقی ص اور وہ اوسکو نہ توڑے اوس زمانے تک جسمیں توڑ ڈالنا اوسکا ممکن ہے تو ضامن ہوگا اوس شخص کا یا مال کا جو اوس دیوار سے تلف ہووے ف لیکن ضمان مال کا مالک دیوار کی ذات پر آویگا اور ضمان نفس کا عاقلہ پر اوسکے اور بعض کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ گواہ کر دینا بھی ضرور ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اشہاد شرط نہیں ہے بلکہ اسواسطے چاہیے تا کہنے والا اپنے قول کے اثبات پر قادر ہووے اگر مالک دیوار اوس سے انکار کرے تو یہ احتیاط ہے ص اور ضامن نہ ہوگا اگر بعد اشہاد کے اوسنے وہ دیوار بیچ ڈالی اور مشتری نے اوسپر قبضہ کر لیا پھر گر پڑی یا توڑ ڈالنے کی درخواست اوس سے کی گئی جو توڑنے پر قادر نہیں ہے جیسے مرتہن اور کرایہ دار اور مستودع اور گھر میں رہنے والا تو اگر وہ دیوار کسی کے گھر کی طرف جھکی ہوئی ہے تو اوس گھر والے کو توڑنے کی درخواست پہونچتی ہے اور اوسکو مہلت دینے اور ضمان معاف کر دینے کا اختیار ہے اور جو اوسنے پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو ضامن ہوگا بدون درخواست کے چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں ف یا پاخانہ یا پرنالہ میں کذا فی الاصل ص ایک دیوار پانچ آدمیوں میں مشترک تھی ایک شریک سے درخواست اوسکے توڑنے کی کی گئی پھر وہ گر پڑی ایک شخص پر تو جس شریک سے درخواست توڑنے کی کی گئی تھی اوسکی عاقلہ پر پانچواں حصہ دیت کا لازم آویگا جیسے دو ثلث دیت کے لازم آوینگے جب تین شریکوں میں سے ایک نے مکان مشترک میں کنوان کھدوایا یا دیوار اوٹھائی اور اوسکے سبب سے کوئی ہلاک ہو گیا

باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے بیان میں

اگر سواری کا جانور کسیکو روندڈالے یا ہاتھ یا پاؤن یا سر سے تلف کرے یا منہ سے کاٹ کھائے یا ہاتھ سے مارے یا دھکا دیوے تو سوار پر ضمان لازم آویگا اور جو لات یا دم سے مارے تو سوار اوسکا ضمان نہ دیگا ف کیونکہ روندنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہے نہ لات اور دم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعی کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دیگا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہے طرف سوار کے کذا فی الاصل ص اگر جانور نے چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اور اس

کچھ تلف ہوگیا یا اوسکو کھڑا کیا لید یا پیشاب کے لیے تو ضمان نہوگا اور جو کسی اور کام کے لیے کھڑا کریگا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر جانور نے چلنے مین ہاتھہ یا پانون سے کنکری یا گٹھلی اڑائی یا غبار اوڑایا یا چھوٹا پتھر اور اوس کے سبب سے کسیکی آنکھہ پھوٹ گئی یا کپڑا بگڑ گیا تو سوار پر ضمان نہوگا اور جو بڑا پتھر اوڑایا تو ضامن ہوگا **ف** اسلیے کہ بڑے پتھر کے اوڑانے سے بچاؤ ممکن ہے نہ کنکری اور پتھری کے اوڑانے سے کذا فی الاصل **ص** جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار کے ہین ضمان اور عدم ضمان مین لیکن سوار پر کفارۂ قتل بھی لازم آویگا نہ اون دونون پر اور سوار محروم ہوگا میراث سے مقتول کی نہ وہ دونون اگر دو سوار آپسمین ایک دوسرے کی دھکے سے مرجاوین تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر ہوگی اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اوسکا زین کسی پر گرا وہ مرگیا یا آگے سے اونٹ کی قطار کو کھینچا اوسمین سے ایک اونٹ نے کسیکو روندڈالا تو دیت دینا ہوگی اور جو قطار کو پیچھے سے بھی کوئی ہانکتا تھا تو دونون پر دیت آویگی اگر زید اونٹ کی قطار لیے جاتا تھا عمرو نے بے اوسکے اطلاع کے ایک اور اونٹ باندھدیا اور اوس اونٹ نے کسی کو روندکر تلف کیا تو دیت زید کی عاقلہ سے لیجاویگی پھر زید کا عاقلہ وہ دیت عمرو کی عاقلہ سے بھر لیگا اگر کسیے کتے کو کسی پر چھوڑا اور پیچھے سے اوسکو ہانکا سو اوس کتے نے اوسی وقت جاکر کچھ تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہوگا اور جو اوس کتے کو ہانکا نہین یا پرندہ چھوڑا خواہ اوسکو ہانکا یا نہ ہانکا تو ضمان لازم نہ آویگا جیسے کوئی جانور خود بخود چھوٹ بھاگا سو اوسنے مال یا جان کو تلف کیا رات کو یا دن کو تو ضمان نہوگا **ف** اسواسطے کہ روایت کیا بخاری ابوداود ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ یعنی بے زبان کا زخمی کرنا رایگان ہے **ص** اگر کسی شخص نے اوس جانور کو مارا جسپر زید سوار ہے یا لکڑی سے اوسکو کونچا تو اوسنے ہاتھہ یا پانون سے کسیکو مارا یا بھڑک کر کسیکو صدمہ دیا اور مار ڈالا تو ضمان چھیڑنے والے پر ہے نہ سوار پر **ف** یہ مذہب ہمارا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک دونون پر ضمان نصفا نصف ہے یہ حکم جب ہے کہ بغیر اذن سوار کے یہ فعل کیا ہووے اور جو اوسکے اذن سے ہووے تو ضمان نہوگا اور جو وہ جانور اوسی چھیڑنے والے کو مار ڈالے تو خون اوسکا رایگان ہوگا یعنی کسی پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا کذا فی الہدایہ **ص** اگر قصاب کی بکری کی آنکھہ پھوڑی تو جسقدر قیمت مین اوسکی نقصان ہوگیا دینا ہوگا اور گائے بیل اونٹ کی اگر آنکھہ پھوڑی خواہ قصاب کے ہوون یا اور کسیکے تو چوتھائی قیمت دینا ہوگی ایسا ہی حکم ہے خچر اور گھوڑے مین

باب لونڈی غلام کی جنایت اور اونپر جنایت کرنے کے بیان مین

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اوس غلام کو حوالہ کردیوے بعوض جنایت کے اور ولی جنایت اوسکا مالک ہو جاویگا یا دیت اوس جنایت کی بطور فدیہ کے غلام کیطرف سے ادا کرے فی الفور پس اگر مالک نے فدیہ دیدیا بعد اوسکے غلام نے اور دوسری جنایت کی تو پھر فدیہ دیوے یا غلام حوالہ کرے البتہ اگر غلام نے دو جنایتین یا زیادہ کین تو مولی کو اختیار ہے خواہ اون سب جنایتون کے بدلے مین غلام کو دیدیوے یا ہر ایک کی دیت جداگانہ دیوے پس اگر مولی نے اوسکو ہبہ کردیا یا آزاد یا مدبر یا ام ولد بنایا اور اوسکو جنایت کی خبر نتھی تو دیت اور قیمت غلام مین سے کمتر کا تاوان دیدیوے اور جو خبر تھی تو دیت دیوے جیسے مولی نے اوس غلام کی آزادی کو معلق کردیا زید کے قتل یا جہت پر اور اوس غلام نے وہ کام کیا تو مولی کو دیت دینا آویگی اگر غلام نے آزاد کا ہاتھہ عمدًا کاٹا اور غلام اوسکو دیا گیا سو اوسنے آزاد کردیا پھر ہاتھہ

زخم سے وہ مرگیا تو غلام صلح ٹھہر گیا بعوض جنایت کے اور جو اوسنے آزاد نہین کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مرگیا تو غلام پھیر
دیا جاویگا مولی کو سو وہ قتل ہوگا قصاص مین یا معاف کیا جاویگا اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطا سے اور
مالک کو اسکا علم نہو وہ اوسکو آزاد کردیوے تو مالک کمتر کا تاوان دیوے قیمت اور دین مین سے قرضخواہون کو اور کمتر کا قیمت
اور دیت مین سے ولی جنایت کو پس اگر لونڈی ماذونہ مدیونہ بچہ جنے تو قرضہ مین اوسکے ساتھ بچہ بھی بیچا جاویگا اور جنایت
مین بچہ نہ دیا جاویگا زید کے غلام کی عمرو نے آزادی کا اقرار کیا پھر اوسنے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو کچھ نہ ملیگا نہ غلام سے
نہ اوسکے مولی سے اگر غلام نے کہا کہ مینے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطا سے مارا ہے اور زید نے کہا کہ نہین بلکہ بعد
آزادی کے تو قول غلام کا سچ سمجھا جاویگا زید نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا پھر کہا کہ مینے تیرا ہاتھ کاٹا یا مال تیرا لیا قبل آزادی
کے اور لونڈی نے کہا بعد آزادی کے تو قول لونڈی کا مقبول ہوگا مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین کہ ان مین قول مولی کا
مقبول ہوگا اگر غلام محجور نے یا صبی نے ایک صبی کو کسیکے قتل کے لیے کہا اور اوس صبی نے قتل کر ڈالا تو دیت قاتل کی
عاقلہ پر ہوگی اور وہ عاقلہ قاتل اوس غلام آمر سے بعد عتق کے پھیر لیوینگے نہ صبی آمر سے اور جو غلام محجور نے غلام محجور کو حکم
کیا قتل کا تو قاتل کا مولی اوس غلام کو حوالے کردیوے یا فدیہ دیدیوے قتل خطا مین اور آمر پر رجوع اب نہین ہوسکتا لیکن بعد
آزادی کے کمتر قیمت اور فدیہ مین سے لے سکتا ہے ایسا ہی قتل عمد مین اگر غلام قاتل صغیر سن ہوا اور جو بالغ ہوگا تو قصاصاً
قتل کیا جاویگا اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصون کو قصداً مار ڈالا اور ہر مقتول کے دو دو ولی تھے ایک ایک نے اونمین سے عفو
کردیا تو باقی دو وارثون کو چاہیے مالک نصف غلام دیدیوے یا چاہیے ایک پوری دیت ادا کرے اور جو ایک شخص کو عمداً اور
دوسرے کو خطاءً قتل کیا اور عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے عفو کردیا تو مالک پوری دیت دیوے قتل خطا کے وارثون
کو اور نصف دیت قتل عمد کے اوس وارث کو جسنے عفو نہین کیا یا غلام کو اون تینون کے حوالے کردیوے تو اوس غلام کے
تین حصے کرکے بانٹ دینگے تینون مین امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک چار حصے کرکے تین حصے خطا کے وارثون
کو اور ایک عمد کے وارث کو ملیگا اگر دو شخصون مین ایک غلام مشترک تھا اوسنے اون دونون کے ایک رشتہ دار کو مار ڈالا
اور ایک نے عفو کردیا تو سب باطل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک عفو کرنے والا نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیوے یا ربع دیت
فدیہ دیوے **فصل** غلام کی دیت اوسکی قیمت ہے پس اگر قیمت اوسکی آزاد شخص کی دیت تک پہونچ جاویگی تو اوسمین سے
دس درم کم کرینگے **ف** امام ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک اور ایسی ہی روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے
عبد اللہ بن مسعود رض سے اور ابو یوسف اور شافعی رح کے نزدیک جہان تک قیمت اوسکی ہوگی دینا پڑیگی **ص** اور غصب
مین کم نہ کرینگے بلکہ جسقدر قیمت ہوگی دینا پڑیگی باجماع سب علما کے اور شخص آزاد مین جو حصہ دیت کا جنایت مین مقرر
غلام مین وہ حصہ قیمت سے مقرر کیا جاویگا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو نصف قیمت اوسکی لازم آویگی
ف پس اگر اوسکی قیمت دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ کم پانچہزار درم دینا ہونگے کذا فی الاصل **ص** اگر غلام کا
ہاتھ عمداً کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعد اوسکے اوس زخم سے مرگیا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا اگر غلام کا وارث
صرف مولی ہو ورنہ نہ لیا جاویگا اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون مین سے ایک کو آزاد کیا پھر دونون غلام مجروح ہو

بعد اوسکے مولی نے مقر کیا کہ مردہ میری ہی غلام تھا خالص تھا تو دونون کی دیت مولی کو ملیگی اور جو اون دونون غلامون کو
کسینے مار ڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مار ڈالا تو قیمت اون
دونون کی لازم آویگی اگر ایک شخص نے ایک غلام کی دونون آنکھین پھوڑ ڈالین تو مولی کو اختیار ہی خواہ غلام کو جانی
کے حوالے کرے اور اوس سے پوری قیمت اوسکی لے لیوے اور چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور نقصان نہین
لے سکتا ف اور صاحبین کے نزدیک نقصان لے لیگا اور شافعی کے نزدیک پوری قیمت لیگا اور غلام کو بھی رکھ چھوڑیگا
کذا فی الاصل **فصل** اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولی کمتر کا تاوان دیگا دیت اور قیمت میں سے تو اگر مولی
نے قاضی کے حکم سے تاوان ولی جنایت کو دیدیا بعد اوسکے پھر انھون نے جنایت کی تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت
والے کا شریک ہوجاویگا اوس قیمت مین جو اوسکو قاضی کے حکم سے ملی ہی اور جو مالک نے بدون حکم قاضی کے دیا تو دوسری
جنایت والا پہلی جنایت والیکا پیچھا کرے خواہ مولی کا ف لیکن اگر مولی سے لیگا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع
کریگا اسواسطے کہ مولی پر صرف ایک قیمت واجب ہی دیکھنا ص مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اوسکو غصب
کیا ایک شخص نے اور زخم کے سرایت سے وہ غلام مرگیا غاصب پاس تو غاصب تاوان دیدیوے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا اور جو مولی نے
ہاتھ کاٹا اپنے غلام کا اور وہ غلام غاصب پاس تھا تو غاصب بری ہوگیا تاوان سے اگر غلام محجور نے غلام محجور کو غصب کیا پھر
مغصوب غاصب پاس مرگیا تو غاصب پر تاوان آویگا ف اسلیے کہ محجور سے مواخذہ کیا جاتا ہی افعال مین پس اگر
غصب ظاہر ہوگا تو وہ اوسکے بیچ کیا جاویگا اور جو غصب صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہو تو مواخذہ ہوگا اوس کے
بعد آزادی کے کذا فی الاصل ص اگر مدبر نے اپنے غاصب پاس جنایت کی پھر مولی پاس آنکر دوسری جنایت کی یا
اسکا اولٹا ہوا تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دیوے دونون ولی جنایت کو اور نصف قیمت پھر لیوے غاصب سے اور پہلے
کرے اوسکو پہلی جنایت والون سے پھر رجوع کر لیوے اوسکا غاصب پر صورت اولی مین نہ ثانی مین
اور خالص غلام بھی یعنی قن مثل مدبر کے ہی دونون صورتون مین لیکن مولی یہان خود غلام کو حوالے کرے جیسے
مدبر مین اوسکی قیمت دیتا ہی اگر زید کے مدبر کو عمرو نے غصب کیا اور اوسنے جنایت کی عمرو پاس پھر عمرو نے
رد کر دیا اوسکو طرف زید کے بعد اوسکے پھر غصب کیا پھر اوسنے جنایت کی تو مالک پر پوری قیمت اوس
مدبر کی دونون اولیاے جنایت کے لیے لازم آویگی پھر وہ پوری قیمت عمرو سے بھر لیگا اور
اوس مین سے نصف پہلی جنایت والون کو دیکر پھر وہ نصف غاصب سے بھر لیگا اگر زید نے کسیکا
آزاد لڑکا غصب کیا پھر وہ لڑکا زید پاس اچانک یا بخار سے مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور جو بجلی کے گرنے یا سانپ کے
کاٹنے سے مرگیا تو زید کے عاقلہ پر دیت لڑکے کی آویگی ف آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہی اوسکے لے جانے سے
کیونکہ غصب شخص آزاد مین متصور نہین ہی درمختار مین ہی کہ بیر کا حکم بھی اس صورت مین مثل صغیر کے ہی اگر غاصب اوسکو
ایسے مکانات کی طرف لے گیا کہ اوسکو حفاظت اپنی ممکن نہین ہی اور اگر کسینے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اوسکے
پاس سے غائب ہوگیا تو غاصب قید رکھا جاویگا یہان تک کہ اوس صغیر کو لاوے یا اوسکی موت معلوم ہوجاوے اگر زمان

صغیر کا حشفہ کاٹ ڈالا تو اگر لڑکا مرگیا تو ختان کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی اور جو زندہ رہا تو پوری دیت اور حجام سے ہی چہ بیان کا کہ وہ کون سا جانی ہی کہ اگر اوسکی جنایت سے مجنی علیہ مرجاوے تو نصف دیت ہی اور جو نہ مرے تو پوری دیت ہی

ص جیسے ایک لڑکے کے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اوس لڑکے نے اوس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے دیت غلام کی آویگی اور اگر لڑکے نے کسیکا مال تلف کیا بغیر ایداع کے تو اوسپر ضمان ہی اور جو اوسکے پاس ایداع ہوا یعنی بطور امانت کے رکھا گیا اور اوسنے تلف کیا تو ضمان نہین ہی **ف** یہ احکام جب ہین کہ صبی عاقل ہو اور غیر عاقل پر مطلقاً تاوان نہین ہی در مختار

باب قسامت کے بیان مین

وہ مردہ جسپر اثر ضرب کا یا جراحت کا ہو یا گلا دابنے کا نشان ہی یا خون بہتا ہی اوسکے کان یا آنکھ سے کسی محلہ مین پایا گیا یا اوسکا اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا اور اوسکا قاتل معلوم نہین ہی اور ولی مقتول دعوی قتل کا رکھتا ہی کل اہل محلہ پر یا بعض پر تو ولی پچاس آدمیون کو محلہ والون مین سے چھانٹے اور اونسے یہ قسم لیجاے کہ واللہ ہمنے اسکو قتل نہین کیا اور نہ اوسکے قاتل کو ہم جانتے ہین **ف** یعنی ہر ہر شخص اون مین سے اسطرح قسم کھاوے کہ مینے اسکو قتل نہین کیا اور نہ مین قاتل کو اوسکے جانتا ہون اور امام شافعی رح کے نزدیک اگر اہل محلہ پر لوث ہو قتل کا یعنی اون مین سے کسی پر علامت قتل پائی جاوے یا ظاہر حال اسکا شاہد ہو مثلاً مقتول سے اونکو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا جماعت غیر عادلہ شہادت دیوے اس بات کی کہ اہل محلہ نے اوسکا قتل کیا ہی تو اولیاء مقتول کو پچاس حلفین دیجاوینگے اس امر پر کہ واللہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہی پھر حکم کیا جاوے دیت کا مدعی علیہم پر برابر ہی کہ دعوی قتل عمد کا ہو یا خطا کا اور امام مالک نے کہا کہ حکم کیا جاویگا قصاص کا اگر دعوی قتل عمد کا ہو اور یہی ایک قول ہی شافعی کا اگرچہ لوث نہو تو مذہب مالک کا مثل ہمارے مذہب کے ہی مگر فرق اتنا ہی کہ وہ ایمان کو مکرر نہین کرتے اہل محلہ پر بلکہ رد کرتے ہین اونکو اولیاء مقتول پر پس اگر حلف کرلیوین اہل محلہ تو وہ دیت نہین دلاتے اور ہماری دلیل قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر روایت کیا اوسکو بیہقی نے ابن عباس سے اور صحاح ستہ والون نے مانند اوسکے تو قسمین اہل محلہ پر اسلیے مقرر ہوئین کہ اگر انھون نے قتل کیا ہی تو قسم دروغ سے بچکر اقرار کرین قتل کا پس واجب ہووے قصاص اور جو حلف کرلیوین تو قصاص سے برات ہو جاویگی لیکن دیت واجب ہوگی اون پر اسواسطے کہ مقتول انکے بیچ مین ہی **ص** پس جب اہل محلہ حلف کرلیوین تو اونپر دیت کا حکم کیا جاویگا **ف** اسواسطے کہ روایت کیا بیہقی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت مقرر کی یہود پر جب محیصہ کا بیٹا اونکے دروازہ پر مقتول پایا گیا تھا اور روایت کی بزار نے سعید بن المسیب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع کیا یہود سے ساتھ قسامت کے اور مقرر کی اونپر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے اور شافعی رح نے عمر بن الخطاب سے کہ انھون نے پچاس آدمیون کو حلف کا حکم کیا قسامت مین پس حلف دلائی اونکو اور مقرر کی اونپر دیت **ص** تو اگر ولی نے دعوی کیا قتل کا اوس شخص پر جو اہل محلہ مین سے معین ہی تو قسامت اہل محلہ سے ساقط ہو جاویگی پس اگر اہل محلہ پچاس سے کم ہون تو مکرر اون سے قسم لیجاوے یہانتک کہ پچاس قسمین پوری ہو جاوین **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابی ملیح سے کہ عمر بن الخطاب نے مکرر کین قسمین یہانتک کہ پوری ہوگئین اور روایت کیا عبد الرزاق نے کہ حضرت

حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو پچاس قسمین دلائین جب اوسکا مولی مارا گیا تھا پھر اوسپر دیت مقرر کی اور روایت کی
ابن ابی شیبہ نے شریح سے اور عبدالرزاق نے ابراہیم نخعی سے مثل اسکے ص اور جو شخص اہل محلہ مین سے انکار کرے
قسم کا تو وہ قید رکھا جاوے یہان تک کہ قسم کھاوے اور قسامت مین صبی اور مجنون اور عورت اور غلام شریک نہونگے
اور نہین ہی قسامت اور نہ دیت اوس نعش مین جسپر اثر زخم کا نہین ہی یا خون اوسکے منہ یا دبر یا ذکر سے نکلا ہی
ف اسواسطے کہ ان اعضا سے خون نکلتا ہی خود بخود بھی برخلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون اونمین سے
نہین نکلتا کذا فی الاصل ص اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور اوسکے ساتھ ایک ہانکنے والا ہی یا کھینچنے والا ہی یا
سوار ہی تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے عاقلہ پر ہوگی اور جو تینون ہون تو اون سب کو دیت دینا ہوگا اور اگر ایک جانور
پایا گیا دو قریون کے درمیان مین اور اوسپر ایک مقتول ہی تو جو گانون وہان سے قریب تر ہوگا اوسپر قسامت اور دیت ہی
ف اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی حکم کیا جب ایک مقتول دو گانون کے بیچ مین پایا گیا تھا روایت
کیا اوسکو ابو داؤد طیالسی اور اسحق بن راہویہ اور بزار نے اپنے مسانید مین اور بیہقی نے اپنے سنن مین اور حضرت عمرؓ نے
بھی ایسا ہی حکم کیا تھا اس واقعہ مین اخراج کیا اوسکا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین زیلعی ص اور جو مقتول کسیکے گھر
مین ملا تو گھر والے پر قسامت ہی اور اوسکے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اگر ثابت ہو یہ امر کہ گھر اوسی کا مملوک ہی حجت سے اور جو مقتول
اپنے ہی گھر مین ملے تو دیت اوسکی وارثون کے عاقلہ پر ہوگی ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین اور زفرؒ کے نزدیک
کچھہ اس صورت مین لازم نہ آویگا اور یہی حق ہی کذا فی الاصل ص اور دیت اور قسامت اہل خطہ پر ہی ف جنکو امام نے
سند لکھدی ملکیت کی ابتدا فتح اسلام کے وقت اگرچہ اونمین سے ایک ہی شخص باقی ہو در مختار ص نہ رہنے والون
اور خریدارون پر پھر اگر سب مالکون نے اوسکو بیچ کر ڈالا ہو تو دیت اور قسامت خریدارون پر ہی ف باجماع سب علما
ہمارے کے در مختار ص اگر مقتول مکان مشترک مین پایا گیا اور بعضون کا حصہ زیادہ ہی تو قسامت اور دیت شرکا کی شمار کے
موافق ہوگی ف نہ حصون کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت مین برابر ہونگے ص
اگر گھر بیچا گیا لیکن مشتری کے قبضے مین نہین آیا تھا کہ اوسمین مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہی اور بیع
بالخیار مین قابض کی عاقلہ پر اور کشتی مین اہل کشتی پر یعنی جو اوسمین سوار ہین یا ملاح اور مسجد محلہ مین اہل محلہ پر اور دو گانون کے
بیچ مین قریب گانون والون پر اور بازار خاص مین جو کسیکی مملوک ہو مالک بازار پر اور بازار غیر مملوک اور شارع عام اور قیدخانہ
اور جامع مسجد ف اور جو مکان عامہ مسلمین سے متعلق ہو در مختار ص مین اگر مقتول ملے تو قسامت نہین ہی
اور دیت اوسکی بیت المال مین سے ملیگی اور جو ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر جدا ہو گئی تو
اہل محلہ پر قسامت اور دیت ہی اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمے ہی مگر یہ کہ وارث مقتول کا قوم پر یا اون مین سے
کسی شخص معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھہ واجب نہوگا اور خون رائگان ہوگا اوسکی دیت وغیرہ کچھہ نہ ملیگی اگر مقتول
جنگل مین یا آب جاری مین بہتا ہوا ملے اگر جن لوگون سے حلف طلب ہووے قسامت مین اونمین سے ایک نے کہا کہ مقتول
کو زید نے مارا ہی تو اوس سے یون حلف لیجاویگی واللہ مینے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو سوا زید کے

اور کسیکو جانتا ہون لیکن یہ اظہار اوسکا زید پر قبول نہ کیا جاویگا اور باطل ہی شہادت اہل محلہ کی اور لوگون پر بابت قتل کے
یا اپنے مین سے کسی پر اور جو شخص کسی محلہ مین مجروح ہوا پھر وہان سے اوٹھایا گیا لیکن صاحب فراش رہکر مر گیا تو دیت اور
قسامت اونھین محلہ والون پر ہوگی جہان پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان مین صرف دو ہی شخص تھے ایک اونمین سے مقتول
پایا گیا تو دوسرا ضامن ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسف کے نہ محمد کے اور جو مقتول کسی عورت کے گانون مین پایا تو اوس عورت
پر قسمین مکرر کی جاوینگی اور دیت اوسکی عاقلہ پر ہوگی ف یہ مذہب طرفین کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک
قسامت بھی عاقلہ پر ہوگی اسواسطے کہ قسامت اون لوگون پر ہی جنسے نصرت متصور ہی اور عورت اسکی اہل نہین ہی

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہی اون لوگون کے بیان مین جن پر دیت واجب ہوتی ہی یعنی عواقل کے بیان مین جو جمع ہی عاقلہ کی ص جو
شخص لشکری ہی تو اوسکے عاقلہ وہ لوگ ہین جنکا نام دیوان مین مرقوم ہین ف دیوان عبارت ہی اون اوراق سے
جنمین اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہانہ لکھا جاتا ہی یعنی دفتر لشکر اہل اسلام تو لشکری کا عاقلہ بھی لشکری
لوگ ہین ص اور یہ ہمارے نزدیک ہی اور شافعی رح کے نزدیک عاقلہ قاتل کے اوسکے کنبے والے ہین اسلیے کہ ایسا ہی
تھا زمانے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ف روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے شعبی سے مرسلاً کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اوپر قریش کے اور دیت انصار کی انصار پر ص اور نسخ نہین ہوسکتا بعد زمانہ حضرت
علیہ السلام کے اور ہماری دلیل یہ ہی کہ عمر رض نے جس گاہ دفاتر مرتب کیے محضر مین صحابہ کرام کے تو دیت اہل دیوان پر مقرر کی ف
روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے اور شعبی سے کہ اول جسنے عطا کو مقرر کیا عمر بن الخطاب رض ہین اور مقرر کی دیت اونکی
عطا مین تین سال مین اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف مین عمر رض سے کہ انھون نے دیت مقرر کی عطاؤن مین تین
سال کے اندر اور ایک روایت مین ہی کہ حضرت عمر رض نے حکم کیا دیت کا تین سال مین ہر سال مین ایک ثلث اور اہل دیوان سے
اونکی عطاؤن مین ص اور یہ فعل حضرت عمر رض کا نسخ نہین ہی بلکہ تقریر ہی اس معنی کر کہ دیت اوپر مددگارون کے ہی اور مددگاری
کی صورتین مختلف ہین مثل قرابت کے اور مانند اسکے تو حضرت عمر رض کے زمانے مین نصرت دیوان سے ٹھہری اسی طرح اگر نصرت حرفہ سے
ہو تو اہل حرفہ اوسکے عاقلہ ٹھہرینگے پس وصول کیجاویگی دیت اونکی عطاؤن سے تین سال کے عرصے مین ف اسی طرح
جو دیت قاتل کے مال مین واجب ہو تو وہ بھی تین سال کے عرصے مین لیجاویگی جیسے باپ بیٹے کو عمداً قتل کرے اور امام
شافعی کے نزدیک فی الفور لیجاویگی کذا فی الاصل ص پھر اگر عطائین تین سال سے زیادہ یا کم مین بیت المال مین سے
نکلین تو اوسی طرح دیت لیجاویگی ف مثلاً اگر تین سال کی عطا پہلے ہی سال مین پیشگی مل گئی تو کل دیت اوس سے لیجاویگی اور
جو چار برسمین ملی تو چار سال مین دیت وصول کیجاویگی ص اور جو شخص لشکری نہین ہی تو اوسکا عاقلہ اوسکے کنبے والے
ہین اور دیت اون پر تقسیم کیجاویگی اسطرح کہ ہر ایک سے تین سال مین تین درم لیے جاوینگے یا تین سال مین چار درم اس سے
زیادہ کسی سے نہ لینگے یہی صحیح ہی پس اگر کنبے والے اسقدر نہون کہ دیت پوری اون سے وصول ہوسکے تو اوسکے قریب
جو بہتر کنبے والون کو پھر تیسرے کنبے والون کو اسی طرح ملاتے جاوینگے یہان تک کہ دیت پوری ہو جاوے اور قاتل عاقلہ مین سے

ایک شخص کے مانند ہی ف یعنی دیت دینے مین وہ بھی شریک ہوگا اور اوسی قدر دیگا جسقدر ایک ایک آدمی عاقلہ مین سے دیتا ہی اور جو کوئی شخص عجمی قاتل ہو تو اوسکا عاقلہ نہین ہی اگر اوسکے مددگار نہون اور جو وہ پیشہ والا ہو جیسے چمار جولاہہ وغیرہ جسکے اہل حرفہ مددگار ہون تو عاقلہ اوسکا اوسکے حرفہ والے ہین تو جسکا عاقلہ نہین ہی اگر وہ مسلمان ہی تو دیت اوسکی بیت المال مین ہی اور اگر وہ ذمی ہی تو دیت اوسکے مال مین سے دیجاویگی اور بعضون کے نزدیک خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی جب اوسکا عاقلہ نہو تو دیت اوسکی مال مین ہی تین برس کے اندر اوس سے وصول کیجاویگی کذا فی الدر المختار ص اور غلام آزاد کا عاقلہ اوسکے مالک کا قبیلہ ہی اور مولی الموالاۃ کا اوسکا مولی اور مولی کا قبیلہ اور عاقلہ پر وہ دیت لازم آویگی جسکو قتل موجب ہی ف جیسے دیت قتل خطائی اور قتل شبہ عمد کی ص اور بیسوین حصے سے دیت کے کم نہین ہی بلکہ بیسوان حصہ یا زائد ہی ف اسواسطے کہ روایت کیا ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے نہین دیت دیگی عاقلہ کم کا موضحہ سے اور نہ دیت دیگی عمد کا اور نہ صلح کا اور نہ اعتراف کا مدعی علیہ کے اور ہدایہ مین ہی کہ ابن عباس سے موقوفا اور مرفوعا مروی ہی ایسا قول دیت نہ دینگے عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو کم ہو دیت سے موضحہ کی یعنی بیسوین حصے سے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اس حدیث کو موقوفا تو امام محمد نے روایت کیا ہی اور مرفوعا غریب ہی ص اور نہ وہ دیت جو صلح یا اقرار سے مدعی علیہ کے واجب ہوئی مگر جب عاقلہ اوسکے اقرار کی تصدیق کرین اور نہ وہ دیت جو قتل عمد مین واجب ہی کی بسبب ساقط ہوجانے قصاص کے کسی شبہ سے یا قرابت سے اور جنایت غلام سے یا عمد سے اور بیسوین حصے سے کم کی دیت بلکہ دیتین جانی کے مال مین واجب ہونگی

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہی وصیتون کے بیان مین ص وصیت کہتے ہین ایجاب کو بعد موت کے اور مستحب ہی وصیت تہائی مال سے کم کی اگر وارث مالدار اور غنی ہون یا جسقدر ترکہ اونکو بعد وصیت کے ملے اوس سے غنی ہوجاوین ورنہ ترک وصیت اولی ہی ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہی جو اپنے ناتے والے پر ہو روایت کیا اوسکو امام احمد نے ابی ایوب انصاری سے اور جواز وصیت کا ثابت ہی کلام اللہ اور احادیث اور اجماع امت سے ص حمل کے لیے وصیت کرنی مثلاً یون کہنا کہ میرا اسقدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کی وصیت کسی اور کو کرنی مثلاً یہ کہنا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلان شخص کو ملے درست ہی بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہو اسی طرح لونڈی حاملہ کی وصیت کرنا اور اوسکے حمل کو مستثنی کرنا درست ہی ف مثلاً یون کہے کہ یہ لونڈی فلان کو دینا مگر حمل اوسکا نہ دینا ص مسلمان اگر ذمی کے لیے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کے لیے تو درست ہی ف اسواسطے کہ اہل ذمہ معاملات مین مثل مسلمانو کے ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ یعنی نہین منع کرتا ہی تمکو اللہ تعالی اس بات سے کہ جن لوگون نے تمسے قتال نہین کیا دین مین اور تمکو تمھارے شہرون سے نہین نکالا تو تم اونکے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو اونسے ص وصیت درست ہی اجنبی کے لیے بقدر ثلث مال کے ثلث سے زیادہ مگر جب ورثہ اجازت دیدین ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ کہا مینے یا رسول اللہ مین مالدار ہون اور وارث میرا سوا ایک بیٹی کے کوئی نہین ہی تو مین صدقہ

دون دو تہائی مال کا فرمایا آپ نے نہین پھر کہا مینے صدقہ دون مین نصف مال کا فرمایا نہین کہا مینے تصدق کرون مین تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہی بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثون کو غنی بہتر ہی اس سے کہ چھوڑ جاوے تو اونکو مفلس ہاتھ پھیلاوین لوگون کے سامنے اور معاذ بن جبل سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی نے صدقہ مقرر کیا تم پر تہائی مال کا تمھارے مرنے کے وقت واسطے بڑھانے نیکیون کے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور امام احمد نے اور بزار نے ابوالدرداء کی حدیث سے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی سے لیکن یہ سب روایتین ضعیف ہین اور قوی کرتی ہی ایک روایت دوسری روایت کو وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بُلُوغ المرام **ص** اور درست نہین ہی وصیت وارث کے لیے **ف** یعنی جو شخص میت کے ترکہ مین سے حصہ کا مستحق ہو اوسکے لیے وصیت درست نہین ہی اور جو وہ محروم ہو جاوے جیسے بھائی کے کے لیے وصیت کی باوجود بیٹے ہونے کے تو درست ہی دلیل اس باب مین حدیث ہی ابی امامہ باہلی رض کی کہا کہ سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے دیا ہر حقدار کو اوسکا حق پس اب وصیت نہین ہی وارث کے لیے روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے مگر نسائی نے اور حسن کہا اوسکو احمد نے اور ترمذی نے اور قوی کہا اوسکو ابن الخزیمہ اور ابن الجارود نے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ابن عباس سے اور زیادہ کیا اوسکے آخر مین مگر یہ کہ چاہین سب وارث اور اسناد اوسکا حسن ہی بلوغ المرام اور آیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا اَلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ منسوخ ہی اس حدیث سے یا آیت مواریث سے یا ماؤل ہی **ص** اور قاتل کے لیے جو مباشر ہو قتل کا **ف** اسواسطے کہ ہدایہ مین ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی وصیت قاتل کے لیے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اخراج کیا اس حدیث کا دارقطنی نے مبشر بن عبید سے انھون نے حجاج بن ارطاۃ سے انھون نے حکم سے انھون نے ابن عیینہ سے انھون نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی بن ابی طالب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین درست ہی قاتل کے لیے وصیت کہا دارقطنی نے کہ مبشر بن عبید متروک ہی بناتا ہی حدیث کو مباشر کی قید سے احتراز ہوا قتل بالسبب سے مثل حفر بیر کے اور امام شافعی کے نزدیک قاتل کے لیے وصیت درست ہی اور اسی خلاف پر ہی اگر ایک شخص کے لیے وصیت کی پھر اوسنے موصی کو مار ڈالا الکذا فی الاصل **ص** وصیت نہین درست ہی اگر موصی صبی ہو یا مکاتب ہو اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے اور مقدم ہوگا ادا دین وصیت پر **ف** اسواسطے کہ ادا کرنا دین کا ضروری اور فرض ہی اور وصیت تو زیادتی حسنات کے لیے مستحب ہی اور قرآن شریف مین اگرچہ وصیت ذکر مین مقدم ہی دین پر لیکن حکم مین مؤخر ہی باجماع مفسرین کے **ص** اور وصیت قبول کیجاتی ہی بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہی قبول اور رد اوسکا حیات مین موصی کے اور موصی له مالک نہین ہوتا وصیت کا جبتک اوسکو قبول نکرے مگر ایک صورت مین وہ یہ ہی کہ موصی له بعد موصی کے مرجاوے قبول سے پہلے تو وصیت موصی له کے وارثون کو ملیگی اور موصی کو جائز ہی پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو مغصوب سے **ف** مثلاً موصی موصی به مین ایسا تصرف کرے کہ اوسکا نام بدل جاوے اور اعظم منافع جاتے رہین **ص** یا ایسے فعل سے کہ موصی به مین ایک ایسا امر زائد ہو جاوے کہ بغیر اوسکے تسلیم موصی به کی ممکن نہو سکے مثلاً موصی به ستو کو گھی مین لت کر ڈالے یا موصی به گھر مین عمارت بنالے یا ایسے تصرف سے جو موصی کی ملک کو زائل کر دے مثلاً موصی به کو بیع یا ہبہ کر دیوے اور کپڑے موصی به کا دھلانا رجوع نہوگا وصیت سے اسی طرح انکار کرنا وصیت سے

ف اور امام ابو یوسف کے نزدیک انکار کرنا موصی کا وصیت سے رجوع ہی اور دونون قول مفتی بہ ہین درمختار **ص** اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہی اوس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا بعد وصیت اور ہبہ کے اسی طرح باطل ہی اقرار اور وصیت اور ہبہ اوسکا اپنے کافر بیٹے کے لیے یا غلام کے لیے اگر بیٹا اوسکا مسلمان ہوگیا یا غلام کو آزاد کردیا بعد اسکے اور جائز ہی ہبہ اوس شخص کا جسکے پاؤن رہ گئے یا اوسکو فالج نے مارا یا اوسکے ہاتھ رہ گئے یا اوسکو سل ہوگئی تمام مال سے اگر ایک سال تک یہ مرض ممتد ہوئے اور موت کا خوف نرہا ورنہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اگر کئی قسم کی وصیتین جمع ہوئین اور تہائی مال اون سب کو کافی نہین ہی تو جو وصیت فرض ہی اوسکو مقدم کرینگے نفل پر اور جو سب وصیتین یکسان ہووین تو جسکو موصی نے مقدم کیا ہو وہی پہلے ادا کی جاویگی تو اگر اوسنے وصیت کی حج کی تو اوسکی طرف سے ایک شخص کو سوار کر کے موصی کے شہر سے حج کراوینگے اور جو خرچ اسقدر کافی نہو تو جس شہر سے کافی ہو وہان سے کراوینگے اور حج کرنے والا راستے مین مرگیا اور وصیت کی اوسنے حج کی تو اوسکے شہر سے حج کرایا جاویگا **ف** امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان تک کافی ہو وہان سے کراوینگے اور صاحبین کے نزدیک جہان پر مرا ہی وہان سے کراوینگے اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کراوینگے اور قول امام معتمد ہی اور وہی پر متون ہین کذا فی الدر المختار

باب ثلث مال کی وصیت کے بیان مین

جب اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت نہ دی تو تہائی مال دونون شخصون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے لیے اور سدس مال کی عمرو کے لیے تو ثلث مال کے تین حصے کر کے دو زید کو دینگے اور ایک عمرو کو اور جو ثلث مال کی وصیت کی بکر کے لیے اور کل مال کی وصیت کی خالد کے لیے تو امام صاحب کے نزدیک ثلث مال کو نصفا نصف بکر اور خالد بانٹ لینگے اور صاحبین کے نزدیک ثلث مال کے چار حصے کر کے ایک حصہ بکر کو اور تین حصے خالد کو دینگے **ف** امام صاحب نے کہا کہ وصیت ثلث سے زیادہ کی جب اوسکے ورثہ نے جائز نرکہا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت کی ثلث کی بکر اور خالد کے لیے تو ثلث کو نصفا نصف بانٹ دینگے اور صاحبین نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت باطل ہی اس معنی کر کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین ہی بسبب حق ورثہ کے اور معتبر ہی اس باب مین کہ موصی ثلث مین سے بقدر اوسکے حصہ لیگا اسلیے کہ اسکے باطل ہونے کی کوئی وجہ نہین ہی تو کل کے تین ثلث ہوئے اور تین ثلث اور ایک ثلث ملکر چار ہوے تو اسی طرح ثلث مال چار حصون پر تقسیم ہوگا کذا فی الاکمل **ص** امام اعظم کے نزدیک موصی لہ کا حصہ ثلث سے زیادہ ٹھہرایا جاویگا **ف** یعنی ثلث سے زیادہ مین ضرب نہوگی ایسی جب وصیت کی ثلث مال کی ایک کے لیے اور کل مال کی ایک کے لیے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک سہام وصیت کے دو ہو ہر ایک کو نصف ملیگا پس نصف کو ضرب دینگے ثلث مین تو نصف ثلث یعنی سدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملیگا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت چار ہونگی اور چار کا ایک ربع ہی تو ربع کو ثلث مال مین ضرب کرینگے حاصل ہوگا ربع ثلث کا وہی ملیگا صاحب ثلث کو پھر صاحب کل کے تین ہین چار مین سے یعنی تین ربع ثلث کے وہ اوسکو ملینگے یہی معنی ہو ضرب کے اور سہام وصیت کے سہام ہوگئے ہین کذا فی الاکمل **ص** مگر تین

سقاموں مین محاباة اور سعایت اور دراہم مرسلہ مین ف محاباة کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک
(مراد محاباة سے بیچ ہی ساتھ قیمت کے کمی کے نرخ بازار سے ۱۲)
تیس روپے کا ایک ساٹھ روپے کا سوا اوسنے وصیت کی کہ تیس روپے کا غلام زید کے ہاتھ دس روپے کو بیچا جاوے اور ساٹھ والا
عمرو کے ہاتھ بیس کو بیچا جاوے اور سوا ان دو غلامون کے اور کوئی جائداد موصی کی نتھی تو زید کے حق مین بیس درم کی وصیت
ہوئی اور عمرو کے حق مین چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہائی تقسیم ہوگا تیس والا غلام زید کو
بیس مین دیا جاویگا اور دس درم اوسکی وصیت کے ٹھہرے اور ساٹھ والا غلام عمرو کو چالیس مین ملیگا اور بیس درم اوسکی
وصیت مین ٹھہرے تو عمرو نے ثلث مین سے بقدر اپنے وصیت کے لیا اگرچہ وصیت زائد تھی ثلث پر یعنی یہان پر امام اعظم رح
نے زید اور عمرو کو برابر فائدہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصون کے تقسیم ہوا اور اگر اوسطرح پر یہان عمل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتا اور
صورت سعایت کی یہ ہی کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلامون کو آزاد کیا اور سوا ان دو غلامون کے اور کچھ مال اوسکے پاس
نہین ہی تو اول غلام کے لیے وصیت ثلث مال کی ہوئی اور باقی دونون غلامون کے لیے دو ثلث کی وصیت ٹھہری تو وصیت
کے سہام تین تہائی ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسیطرح اونمین تقسیم کیا جاویگا تو اول غلام کا
ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہی اور وہ سعایت اور کوشش کرے بیس درم مین اور ثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا اور وہ
بیس درم ہی تو وہ سعی کرے چالیس درم مین تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنے وصیت کے اگرچہ زائد ہی ثلث پر اور صورت
دراہم مرسلہ کی یہ ہی کہ ایک شخص نے زید کے لیے تیس درم کی وصیت کی اور عمرو کے لیے ساٹھ درم کی اور کل مال موصی کا
صرف اسی قدر ہی تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے اور دراہم مرسلہ سے غرض یہ ہی کہ مطلق ہین انمین قید
اور ثلث کی نہین ہی کذا فی الاصل مع اختصار ص اور صحیح ہی وصیت اپنے بیٹے کے حصے کے مانند کی نہ اپنی
بیٹی کے حصے کی ف اگر بیٹا موجود ہو کیونکہ بیٹے کا حصہ غیر کو کیسے مل سکتا ہی برخلاف اوسکے مثل کے ص تو اگر
موصی کے دو بیٹے ہین تو ثلث مال موصی لہ کو ملیگا اور جو وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جز کی تو اوسکا بیان وارثون
کی طرف ہی ف تو وارثون سے کہا جاویگا کہ جسقدر تمہارا جی چاہے اوسکو دیدو اسواسطے کہ جزو مال مجہول ہی اور جہالت
صحت وصیت کو مانع نہین ہی تو بیان اوسکا وارثون کی طرف ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو وصیت کی ایک سہم کی
اپنے مال مین سے تو مراد اوس سے سدس مال ہوگا عرف مین عرب کے اور سہم مثل جز کے ہی ہمارے عرف مین پھر اگر موصی نے کہا
کہ میرے مال کا سدس فلان شخص کے لیے ہی پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکے لیے ہی اور وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ
کو ثلث ملیگا ف یعنی سدس داخل ہو جاویگا ثلث مین ص اور جو سدس مال کی دوبارہ وصیت کی تو اوسکو سدس
ہی ملیگا اور جو وصیت کی اپنے تہائی روپیون کی یا تہائی بکریون کی یا تہائی کپڑون کی جو مختلف ہین یا تہائی غلامونکی
پھر دو ثلث تلف ہوگئے تو باقی کل روپے اور بکریان اوسکو مل جاوینگی اور کپڑون اور غلامون مین ثلث باقی کا ثلث ملیگا
اگر ہزار درم کی وصیت کی اور موصی کا مال عین بھی ہی اور دین بھی ہی لوگون پر تو اگر ہزار درم عین مال کے ثلث مین سے
نکل سکینگے تو دیے جاوینگے ورنہ تہائی عین کی نکالکر باقی جو رہیگا دین مین سے وصول کرکے دیا جاوے گا اگر وصیت
کی ثلث مال کی زید اور عمرو کے لیے اور عمرو مردہ ہی تو زید کو پورا ثلث ملیگا اور جو کہا کہ ثلث درمیان مین زید اور عمرو کے ہی

تو زید کو نصف ثلث ملیگا اگر وصیت کی ثلث مال کی اور موصی اوسوقت محتاج ہے تو موصی لہ کو ثلث اوس مال کا ملیگا جو موصی
کے پاس وقت موت کے ہو اگرچہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہووے اور جو وصیت کی تہائی بکریون کی اور موصی کے پاس
بکریان نہین ہین یا تہین لیکن قبل موت کے مرگئین تو وصیت باطل ہوگئی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنے مال
مین سے تو قیمت اوسکی اوسکے مال مین سے دلائی جاویگی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنی بکریون مین سے اور اوسکے
پاس بکریان نہین ہین یا تو وصیت باطل ہے اگر ثلث کی وصیت کی اپنی امہات اولاد کے لیے اور فقیرون اور
مسکینون کے لیے حالانکہ ام ولد اوسکے تین ہین تو ثلث مال کے پانچ حصے کرکے تین حصے امہات اولاد کو اور دو حصے
فقرا و مساکین کو دینگے اور جو ثلث کی وصیت کی زید اور فقرا کے لیے تو نصف زید کو اور نصف فقرا کو ملیگا اگر سو روپے کی وصیت
کی زید کے لیے اور سو روپے کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے شخص کو اون دونو کا شریک کر دیا تو تیسرے کو ہر ایک کے سے کی تہائی ملیگی ف اسواسطے کہ پہلے دو مرد کا
حصہ برابر ہے اور ایک تیسرا اونکے ساتھہ شریک ہوگیا تو ممکن ہوگئی تینون کی برابری تو ہر ایک کو سو کی دو تہائیان ملینگی ص اور جو سو کی وصیت
کی زید کے لیے اور پچاس کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے کو اونکا شریک کر دیا تو تیسرے کو زید کے حصے کا نصف اور عمرو کے حصے کا نصف ملیگا ف یعنی پچیس ص اگر اپنے وارثو
کہا کہ فلانے کا مجھپر قرض ہے تم اوسکی تصدیق کیجیو تو تصدیق کیجاویگی مقدار دین مین ثلث مال تک اور جو اوسکے سوا وصیتین بھی
کین تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت کے لیے اور دو تہائیان وارثون کے لیے اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثون
سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو پھر جسقدر کا اہل وصایا اقرار کرین اوسکا ثلث اونکے حصے مین سے
لیا جاویگا اور جو بچے وہ اونکو ملے اور جسقدر کا ورثہ اقرار کرین اوسکے دو ثلث ورثہ کے حصے مین سے لیے جاوین جو بچے اونکو
ملے اور اصحاب وصایا اور وارث اوسنے حلف لیجاوے اگر مدعی دعوی زیادہ کا کرتا ہووے اونکے علم اور واقفیت پر ف یعنی
اپنے علم پر قسم کھاوین کہ واللہ ہم اسیقدر دین کو جانتے ہین ص اگر وصیت کی کسی شی عین کی وارث اور اجنبی کے لیے
تو نصف اوس شی کا اجنبی کو ملیگا اور وارث کو کچھہ نہ ملیگا ف اجنبی کے واسطے نصف اس صورت مین ملا اسلیے کہ وارث
قابل ہے وصیت کے برخلاف اوس صورت کے جب وصیت کی حی اور میت کے لیے کیونکہ میت اہل نہین ہے وصیت کے
کذا فی الاصل ص اگر ایک شخص نے وصیت کی تین تھانون کے کپڑے کی اومین ایک عمدہ ہے دوسرا متوسط تیسرا
ناقص تین شخصون کے لیے اسطرح پر کہ عمدہ زید کا ہے اور متوسط عمرو کا اور ناقص بکر کا پھر ایک تھان تلف ہوگیا اور معلوم نہین
کہ وہ عمدہ تھا یا متوسط یا ناقص اور وارث ہر ایک سے یہ کہتے ہین کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی لیکن اگر وارث
درگذر کرکے باقی دو تھانون کو تینون کے حوالے کر دین تو زید اون دونون تھانون مین سے جو عمدہ ہے اوسکے دو ثلث لیوے اور
بکر ناقص تھان کے دو ثلث اور عمرو ہر ایک تھان کا ایک ایک ثلث لیوے اگر زید نے ایک مکان مین سے جو اوسکے اور
بکر کے درمیان مین مشترک تھا ایک کوٹھری کی وصیت کی عمرو کے لیے تو اوس مکان کو تقسیم کرینگے اگر وہ کوٹھری
زید کے حصے مین آوے تو عمرو وسے لیگا اور جو بکر کے حصے مین آوے تو اوسقدر جگہہ گزون سے ناپکر زید کے حصے مین سے
عمرو کو دلائی جاویگی یہی حکم اقرار مین ہے ف یعنی اگر وصیت کی جگہہ اقرار کیا احد الشریکین نے ایک بیت کا دار مشترک سے

دیجاویگی ص اگر ہزار روپے معین کی جو غیر کے مملوک ہین وصیت کی تو اوس غیر کو جائز ہی کہ بعد مرجانے موصی کے اجازت دیوے اور بعد اجازت کے پھر منع بھی کرسکتا ہی اگرچہ ترکہ تقسیم ہوگیا ہو میت کا اوسکے دو لڑکون مین پھر ایک فرزند نے اپنے باپ کی وصیت بالثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصے مین سے ثلث ادا کرے اگر لونڈی کی وصیت کی پھر اوسکا لڑکا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے تو لونڈی اور اوسکا لڑکا دونون موصی لہ کے ہونگے اگر دونون ثلث مال سے نکل آوین ورنہ موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اوسکے ولد سے ف یہ مذہب امام کا ہی اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین کے نزدیک دونون مین سے برابر حصہ لیگا مثلاً موصی کے پاس چھ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اوسکا لڑکا تین سو کا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے یہان تک کہ مال اوسکا بارہ سو کا ہوگیا تو ثلث کل مال کا چار سو ہوے پس امام صاحب کے نزدیک موصی لہ لونڈی کو لے لیگا اور تہائی لڑکے کی اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث لونڈی کے اور لڑکے کے لیگا کذا فی الاصل

باب بیماری مین آزاد کرنے کے بیان مین

اگر تصرف منجز یعنی فی الحال ہووے سو اوسمین اعتبار حالت عقد کا ہی پس اگر صحت مین ہووے تو کل مال سے نافذ ہوگا ورنہ ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو طرف موت کے تو وہ ثلث مال مین سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت مین ہووے ف تصرف منجز وہ ہی جسکا حکم فی الحال ثابت ہو جاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہی کہ وہ اپنے حکم کو موجب ہو بعد موت کے جیسے کہے کہ تو آزاد ہی بعد میری موت کے یا یہ زید کا ہی بعد میری موت کے پس منجز مین حالت تصرف کا اعتبار ہی تو اگر اوسوقت صحیح اور تندرست ہی نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر بیمار ہی نافذ ہوگا ثلث سے پس مراد تصرف سے وہ تصرف ہی جسمین انشا اور احداث ہی ایک عقد کا اور اوسمین معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہین یہان تک کہ اگر اقرار کیا کسیکے دین کا مرض مین تو وہ نافذ ہوگا کل مال مین سے اور اسیطرح اگر نکاح کیا مرض مین مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کل مال سے لیکن تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت مین کرے یا مرض مین کذا فی الاصل ص جو بیماری کہ اوسکے بعد صحت ہو جاوے وہ مثل صحت کے ہی اور مریض کا اعتاق اور محاباۃ ف یعنی قیمت واجبی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خرید کرنا ط ص اور ہبہ اور ضمان حکم وصیت کا رکھتے ہین تو اگر محاباۃ کے بعد عتق ہوا تو محاباۃ مقدم ہی اور جو عتق کے بعد محاباۃ کی تو دونون برابر ہین ف محاباۃ کے بعد اعتاق کی صورت یہ ہی کہ ایک غلام کو جسکی قیمت دو سو روپے تھی سو کو بیچا پھر ایک غلام کو جسکی قیمت سو روپے تھی آزاد کیا اور سوا ان دو غلامون کے اور کچھ مال نہین رکھتا تو ثلث مال کو پہلے محاباۃ کی طرف صرف کرینگے اور جس غلام کو آزاد کیا ہی وہ اپنی کل قیمت مین سعی کریگا اور عتق کے بعد محاباۃ کی صورت یہ ہی کہ سو روپے والے غلام کو آزاد کیا پھر دو سو روپے والے کو سو کو بیچ ڈالا تو ثلث مال یعنی سو روپے کو تقسیم کرینگے دونون مین نصفا نصف تو جس غلام کو آزاد کیا ہی نصف اوسکا مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ڈیڑھ سو مین لیگا کذا فی الاصل ص اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین عتق مقدم ہوگا تو اگر دو محاباتون کے بیچ مین ایک عتق ہوا تو نصف ثلث صرف کیا جاویگا پہلے محاباۃ کی طرف اور باقی دونون کیطرف اور جو ایک محاباۃ دو عتقون کے بیچ مین ہوئی تو نصف محاباۃ مین اور نصف دو عتقون مین صرف

کیا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک ان دونون صورتون مین عتق مقدم ہوگا اگر وصیت کی کہ ان سو درہم سے ایک غلام
خرید کرکے آزاد کیا جاوے پھر ایک درم تلف ہوگیا تو باقی سے وصیت نافذ نہوگی لیکن حج نافذ ہوجاویگا اگر غلام کی آزادی کی
وصیت کی پھر اوسنے جنایت کی اور اوسمین دیا گیا تو وصیت باطل ہوگئی اور جو فدیہ دیا گیا تو وصیت باطل نہوگی اگر وصیت
کی زید کے لیئے ثلث مال کی اور موصی نے ایک غلام آزاد کیا بعد اوسکے زید یہ مدعی ہے کہ میت نے یہ غلام صحت مین آزاد کیا تھا
تا اوسکی وصیت ثلث مال سے نافذ ہوجاوے اور وارث یہ کہتے ہین کہ اوس غلام کو مرض مین آزاد کیا تھا اور عتق فی المرض مقدم
ہے وصیت پر تو قول وارثون کا قسم سے معتبر ہوگا اور زید کو کچھ نہ ملیگا مگر جب ثلث مال اس غلام کی قیمت سے زائد ہووے
تو جسقدر زائد ہے وہ زید کو ملیگا یا زید گواہ لاوے اس بات پر کہ عتق صحت مین ہوا تھا اگر ایک شخص نے دعوی کیا دین کا
میت پر اور اوسکے غلام نے دعوی کیا عتق کا صحت مین اور وارث نے دونون کی تصدیق کی تو غلام
قرضخواہ کے حوالے کیا جاویگا اور وہ اپنی قیمت مین سعی کرکے آزاد ہوجاوے گا

باب وصیت مین اقارب وغیرہ کے بیان مین

ہمسایہ وہ شخص ہے جسکا مکان ملا ہوا ہے ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جو ایک محلے مین
رہتے ہین اور ایک مسجد اونکو جامع ہو قول امام صاحب کا موافق قیاس کے ہے اسلیے کہ شفعہ مین وہی جار مستحق ہے جو ملا ہوا ہے
ص صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو اوسکی زوجہ سے قرابت محرمیت رکھتے ہین ف جیسے باپ دادا چچا ماموں
اوسکی بہنین وغیرہ ہدایہ مین اسکی دلیل لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کیا صفیہ سے تو اوسکے محرم
قرابت دارون کو اونکے مالکون سے آزاد کردیا واسطے اکرام اونکے کے اور وہ اصہار کہے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور یہان
پر سہو ہوا ہے صاحب ہدایہ سے بجاے صفیہ کے جویریہ بنت حارث کہنا چاہیے روایت کیا اوسکو ابوداود نے اپنی سنن مین ص

سہو صاحب ہدایہ

ختن یعنی داماد وہ لوگ ہین جو اوسکے محرم عورتون کے خاوند ہین ف یہ سب اونکے عرف مین ہے اور ہمارے عرف
مین صہر خسر کو کہتے ہین اور ختن بیٹی کے شوہر کو مختصر ص اور اہل عبارت ہے اوسکی زوجہ سے ف اور صاحبین کے نزدیک شامل ہے اوسکے سب عیال کو
دلیل امام صاحب کی آیات ہین کلام اللہ کے جیسے وسار باہلہ اور عرف اہل عرب کا ص اور آل عبارت ہے اوسکے اہل بیت
سے اور اوسکے باپ دادا بھی اوسمین داخل ہین اور اقارب اور اقربا اور ذوی قرابت یا ذوی انساب اوسکے دو یا
تین یا زیادہ ذی رحم محرم ہین قریب تر پھر قریب تر سوا والدین اور ولد کے پس وصیت اقارب مین اگر اوسکے دو چچا
اور دو ماموں نکلے تو دونو چچاؤن کو ملیگا اور جو ایک چچا اور دو ماموں ہین تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونون ماموں کو
ملیگا اور جو ایک ہی چچا ہے تو اوسکو نصف ملیگا اور چچا اور پھوپھی برابر ہین اگر وصیت کی زید کی اولاد کے لیے تو لڑکا
لڑکی اوسکے برابر ہونگے حصے مین اور جو وصیت کی اوسکے ورثہ کے لیے تو فرزند کو دونا حصہ ملیگا لڑکی کا اگر وصیت کی
کسی شخص کے یتیم فرزندون کے لیے یا اونکے اندھون کے لیے یا لنگڑون کے لیے یا اونکے بیکسون محتاجون کے لیے تو اگر
وہ لوگ محصور اور معدود ہون تو فقیر اور غنی اور مرد اور عورت اونکے سب داخل ہونگے ورنہ اونکے فقیرون کو ملیگا اور جو کسی شخص کے فرزندون کے لیے وصیت کی
تو اوسمین عورتین داخل نہونگی ف جب فلان عبارت ہو قبیلہ یا فخذ سے ورنہ اناث بھی داخل ہونگے مختصر ص وصیت کی کسی شخص کے موالی

سکے لیے اور اوسکے آزاد کرنے والے بھی ہین اور آزاد کیے ہوئے بھی ہین تو وصیت باطل ہوگی **ف** اسواسطے کہ مولی کا لفظ مشترک ہے معتق بالکسر اور معتق بالفتح مین اور بعض کتب شافعیہ مین ہے کہ وصیت کل کے لیے ہو جاوے گی

باب خدمت اور سکونت اور پھلون کی وصیت کے بیان مین

صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معین تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے محاصل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام یا گھر کی ذات تہائی مال سے نکل آوے تو موصی لہ کو تسلیم کیے جاوین واسطے اجرائے وصیت کے اور جو ثلث سے نکل سکین تو گھر کی تقسیم کیا جاوے **ف** یعنی موصی لہ کو گھر مین سے بقدر ثلث مال حوالے کر دین کہ اوسمین اجرائے وصیت ہووے **ص** اور غلام مین مہایاۃ کر لین **ف** یعنی باری باری نفع لین تو موصی لہ ایک دن لیوے اور سقدر غلام سے جس مین وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیوین اوس مقدار مین جسمین وصیت صحیح نہین ہوئی کذا فی الاصل **ص** اگر موصی لہ موصی کے زندگی مین مرجاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصی کے مرنے کے مرے تو موصی لہ کے وارثون کو پھر آویگی اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حال آنکہ باغ مین پھل موجود ہے تو موصی لہ کو صرف یہی پھل ملینگے نہ آیندہ البتہ اگر موصی نے لفظ ابدًا کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اوسکو یہ پھل بھی ملینگے اور آیندہ بھی مالک رہینگے جیسے غلۂ باغ کی وصیت مین خواہ ابدًا کا لفظ کہے یا نکہے پھل بھی ملینگے اور آیندہ بھی ملا کرینگے اور بھیڑون کے بال کی وصیت مین اور اونکے بچون اور دودھ کی وصیت مین وہی بال اور بچے اور دودھ پاویگا جو موصی کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابدًا کا لفظ کہے یا نہ کہے **ف** ثمرہ یعنی پھل اور غلہ اور صوف یعنی بالون مین فرق یہ ہے کہ غلۂ باغ آمدنی باغ کو کہتے ہین خواہ بالفعل ہو یا آیندہ اور ثمرہ اور صوف موجود کو کہینگے مگر جب اوسنے ابدًا کا لفظ کہدیا تو یہ قرینہ ہوگیا اس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہین موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمرۂ معدومہ پر عقد صحیح ہے جیسے مساقاۃ مین نہ صوف معدوم اور ولد معدوم مین کذا فی الاصل **ص** کافر نے اپنی صحت مین عبادت گاہ بنائی تو وہ بعد اوسکے اوسکے وارثون کو ملیگی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادت گاہ کے بنانے کے لیے خواہ معین لوگون کے لیے یا غیر معین لوگون کے لیے تو صحیح ہے جیسے وصیت مستامن کی جسکا کوئی وارث نہین ہے ساتھ کل مال کے کسی مسلمان یا ذمی کے لیے صحیح ہے

باب وصی کے بیان مین

عرب کہتے ہین اوصی الی فلان جب اوسکو اپنے مال مین اختیار دیا تصرف کا بعد موت کے اور اوسکو موصی الیہ اور وصی کہتے ہین **ص** زید کو ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے قبول کر لیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہوگیا پھر اگر رد کیا موصی کے سامنے تو وصایت رد ہوگئی ورنہ رد نہوگی **ف** یعنی موصی کے پیٹھ پیچھے پھر وصایت سے انکار کرے تو صحیح نہوگا بلکہ وصایت باقی رہیگی اسلیے کہ موصی نے اوسپر بھروسا کیا اب وہ اگر اوسکے غیبت مین رد کرے تو فریب دہی ہوگی کذا فی الاصل **ص** اور جو زید نے سکوت کیا یہان تک کہ موصی مرگیا تو زید کو رد اور قبول دونون جائز ہین پس اگر وصی نے ترکہ مین سے کوئی چیز بیچی تو وصایت لازم ہوگئی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے سے ناواقف ہو پھر اگر وصی نے

قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہی مگر جب کہ قاضی نے
اوسکے رد کرنے کو نافذ کر دیا اور اگر موصی نے وصی کیا غلام یا کافر یا فاسق کو تو قاضی اونکے بدلے مین اور کسیکو کرے اور جو اپنے
غلام کو وصی کیا تو صحیح ہی اگر وارث موصی کے نابالغ ہین ورنہ نہین اور جو وصی کہ حقوق وصایت کے ادا کرنے سے عاجز ہو
تو قاضی اوسکے ساتھ دوسرے کو ملا دے پس اگر وصی امین ہی اور حقوق وصایت کے ادا کرنے پر قادر ہی تو قاضی اوسکو معزول نہ
کرے بلکہ واجب ہی وصی رکھنا اوسکا ف اور جو قاضی نے بالفعل اوسکو معزول کر دیا تو معزول نافذ ہی لیکن قاضی نے
ظلم کیا اور گنہگار ہوا دیکھنا ص اگر وصی میت کے دو شخص ہین تو ایک وصی بغیر دوسرے کے کوئی کام نہین
کرسکتا مگر میت کے واسطے کفن خرید کرسکتا ہی اور اوسکی تجہیز کرسکتا ہی اور اوسکے حقوق کی خصومت اور اوسکے قرضہ کا تقاضا اور مطالبہ اور واسطے
طفل کیواسطے خرید حوائج اور اوسکے لیے ہبہ قبول کرنا اور غلام معین کا آزاد کرنا جسکی آزادی کی موصی نے وصیت کی ہووے
اور ودیعت معین کا پھیر دینا اور وصیت معینہ کا جاری کرنا اور اموال ضائعہ کا جمع کرنا اور جسکے تلف ہونیکا خوف ہی
اوسکا بیچنا یہ کام بھی کرسکتا ہی ف امام ابوحنیفہ اور محمد کا یہ مذہب ہی اور ابو یوسف کے نزدیک سب کام کرسکتا ہی
کذا فی الایضاح ص وصی کا وصی خواہ وصی بنایا اوسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہووے بہر صورت دونون ترکون مین وصی ہی
اور صحیح ہی تقسیم وصی کی ساتھ موصی لہ کے ورثہ کبار کی طرف جب غائب ہون یا صغار کی طرف سے پھر جب وصی نے
موصی لہ کا حصہ ترکے سے بیا سے کیو وارثون کا حصہ لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو وارث موصی لہ سے کچھ پھیر نہین سکتے
ف اسواسطے کہ قسمت صحیح ہوگئی ص اور وصی کی قسمت موصی لہ کیطرف سے ساتھ ورثہ کے درست نہین ہی تو اگر وصی
نے موصی لہ کا حصہ لے لیا اور وہ اوسکے پاس تلف ہوگیا تو موصی لہ باقی مال سے پھر ثلث لیوے البتہ قاضی موصی لہ
کیطرف سے تقسیم کرکے حصہ اوسکا لے سکتا ہی اگر وصی نے وارثون کے ساتھ قسمت کی اور حج کی وصیت کا مال نکال لیا
اب وہ مال تلف ہوگیا خواہ وصی کے پاس سے یا جسکو حج کرنے کو دیا تھا اوسکے پاس سے تو پھر حج کرایا جاوے ما بقی مال کے ثلث مین سے
اور وصی کو درست ہی کہ ایک غلام کو ترکہ مین سے بیچ ڈالے اگرچہ قرضخواہ حاضر نہووین ف اسلیے کہ قرضخواہ کا
حق مالیت سے متعلق ہی نہ عین ترکے سے دیکھنا ص اگر میت نے وصیت کی کہ اس غلام کو بیچکر اسکی قیمت تصدق
کر دینا پس وصی نے اوس غلام کو بیچا اور ثمن اوسکی لے لی بعد اوسکے وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی
اور غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لیوے اور وصی ترکے مین سے لے لیوے اسیطرح اگر ترکہ تقسیم ہوا
اور نابالغ کو ایک غلام حصے مین پہونچا اور اوسکو وصی نے بیچکر ثمن اوسکی لے لی پھر وہ ثمن وصی کے پاس جاتی رہی بعد
اوسکے غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے لیوے اور وصی نابالغ کے مال مین سے اور نابالغ اور وارثون سے
حصہ رسد پھیر لیوے اور وصی کی بیع اور شرا ایسی صحیح نہین ہی مگر اوسی قدر غبن سے جو لوگون کے اندازہ
مین ہوا کرتی ہی نہ غبن فاحش سے اور وصی مال کو بطور مضاربت اور شرکت اور بضاعت کے دے سکتا ہی اور حوالہ
قبول کرسکتا ہی اوسپر جو پہلے مدیون سے زیادہ غنی ہو نہ مفلس پر اور قرض نہین دے سکتا اور وصی وارث کبیر کا مال
جو غائب ہی اوسکی بیع کرسکتا ہی مگر عقار کی کہ اوسکی حفاظت ضرور نہین ہی اور اوسکے مال مین تجارت نہین کرسکتا

اور باطل ہی گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا اور کسی
طرح سے اور وارث کبیر کے حق مین مال ترکہ مین سے اسکے سوا اور جگہہ درست ہی جیسے صحیح ہی گواہی دو مردون کی
اور دو شخصون کے لیے ہزار درم دین ہونیکی میت پر اور اونہین دونون شخصون کی پہلے دونون مردون کے
لیے ہزار درم دین ہونیکی میت پر ف یعنی زید اور عمرو نے شہادت دی کہ بکر اور خالد کے ہزار درم میت پر
آتے ہین اور بکر اور خالد نے شہادت دی کہ زید اور عمرو کے ہزار درم میت پر آتے ہین تو دونون شہادتین
صحیح ہین ص اور جو ہر فریق نے شہادت دی دوسرے کے لیے اس بات کی کہ میت نے اونکے لیے ہزار درم
کی وصیت کی ہی تو یہ شہادت باطل ہی یا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے کے لیے ایک غلام کی وصیت کی
ہی اور دوسرے فریق نے گواہی دی کہ اول کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ہی تب بھی باطل ہی

کتاب الخنثی

یہ کتاب ہی خنثی کے احکام مین ص خنثی وہ ہی جو فرج اور ذکر دونون رکھتا ہو پس اگر پیشاب کرے ذکر سے
تو وہ مرد ہی اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہی ف اسلیے کہ روایت کیا ابن عدی نے کامل مین
ابن عباس رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اوسکی میراث سے تب فرمایا آپنے کہ جہان سے پیشاب
کرتا ہی اوسکا اعتبار ہوگا اور روایت کیا عبد الرزاق نے مصنف مین حضرت علی رض سے مثل اسکے کذا فی تخریج الہدایہ
ص اور جو دونون جگہہ سے پیشاب کرتا ہی تو جہان سے اول پیشاب نکلتا ہی اوسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونون جگہہ
سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو وہ خنثای مشکل ہی ف اور صاحبین کے نزدیک پھر کثرت کا اعتبار ہوگا یعنی دیکھا جاویگا
کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہی ص یہ سب باتین قبل بلوغ کے ہین پھر جب بالغ ہوا اور اوسکی داڑھی نکل آئی
یا کسی عورت سے اوسنے جماع کیا تو وہ مرد ہی اور جو اوسکی چوچیان ابھر آئین یا دودھ اوتر آیا یا حیض آگیا یا حمل
رہ گیا یا اوس سے کسی شخص نے وطی کی تو وہ عورت ہی اور جو کوئی علامت ان مین سے ظاہر نہین ہوئی یا دونون
قسم کی علامتین پائی گئین مثلا داڑھی بھی نکلی اور چوچیان بھی ابھر آئین تو وہ خنثای مشکل ہی ف آگے اوسی کے
احکام مذکور ہوتے ہین وہ احکام یہ ہین ص اگر عورتون کی صف مین کھڑا ہووے تو نماز کا اعادہ کرے اور جو مردون کی صف
مین کھڑا ہو تو اوسکے داہنے بائین والا اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرے اور نماز پڑہے سر ڈھانپ کر اور ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنے اور اپنا بدن نہ کھولے
عورت اور مرد کے سامنے اور اوس سے خلوت نہ کرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور سفر نہ کرے بغیر محرم کے
اور مرد یا عورت کو اوسکا ختنہ کرنا مکروہ ہی بلکہ اوسکو ایک لونڈی خرید دین کہ وہ اوسکا ختنہ کرے اگر اوسکے پاس
مال ہو ورنہ بیت المال سے خرید دین پھر بیچکر روپیہ اوسکا بیت المال مین داخل کرلین اور جو قبل اوسکے حال کھلنے کے
کہ مرد ہی یا عورت مرجاوے تو اوسکو غسل نہ دیوین بلکہ تیمم کرادیوین ف اور یہان پر اوسکے غسل کرانے کے لیے لونڈی
خرید نہین سکتے کیونکہ لونڈی اول تو میت کی مملوک نہین ہوسکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سید کا غسل موت کے بعد منع
ہی اور خنثی جب قریب بلوغ کے ہووے تو عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہی اوسکی قبر پر پردہ کرنا

اور جو خنثی اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کے لیے آوے تو امام کے قریب پہلے مرد کو رکھیں پھر خنثی کو
پھر عورت کو **ف** واسطے رعایت ترتیب تاکہ عورت کا جنازہ دور تر ہووے لوگون کی آنکھ سے پھر خنثی کا کفن
فی الاصل ص اگر خنثائی مشکل کا باپ مرگیا اور ایک بیٹا اور خنثی کو چھوڑا تو بیٹے کو دو حصے اور خنثی کو ایک حصہ
ملیگا **ف** یہ مذہب امام کا ہی اسواسطے کہ خنثی کو اونکے نزدیک اقل النصیبین ملیگا اسی پر فتوی ہی درمختار اور
اصل کتاب مین اس مقام پر تفصیل کی ہی جسکا جی چاہے دیکھ لیوے **مسائل متفرقہ** گونگے کا لکھنا
اور اشارہ کرنا او سطرح پر کہ اوس سے نکاح یا طلاق یا بیع اوسکی معلوم ہووے مثل زبان سے کہنے کے ہی **ف**
لیکن کتابت تین قسم ہی ایک غیر مستبین یعنی جو معلوم نہین ہوتی جیسے کتابت صفحہ ہوا پر یا پانی پر تو اسکا اعتبار
نہین ہی دوسرے مستبین غیر مرسوم جیسے درخت کے پتے پر یا دیوار پر یا کاغذ پر لیکن نہ بطور رسم کتابت کے تیسرے
مستبین مرسوم یعنی بطور کاغذ پر ہووے اور عنوان ہو جیسے فلان کیطرف سے فلان کو تو یہ مثل زبان سے کہنے کے
ہی خواہ غائب ہو یا حاضر سے کذا فی الاصل **ص** لیکن گونگے پر اشارے سے حد نہ پڑیگی اور جسکی زبان بند
ہوگئی ہو تو اگر یہ امر ایک مدت تک رہے اور اوسکے اشارے معلوم ہونے لگین تو مثل گونگے کے اوسکا حکم ہی ورنہ
نہین **ف** اور مقدار امتداد بعضون کے نزدیک ایک سال ہی اور بعضون کے نزدیک یہ ہی کہ زمانہ موت تک
رہے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الاصل **ص** چند بکریان ذبح کی ہوئی ہین اور اونمین بکریان مردار بھی ہین لیکن مردار
کم ہین تو سوچ کر کھاوے اگر مضطر نہووے **ف** اسواسطے کہ حالت اضطرار مین تو مردار بھی کھانا حلال
ہی اور اس مین امام شافعی کا خلاف ہی اور دلیل ہماری اصل کتاب مین مذکور ہی فقط
الحمد للہ والمنۃ کہ جلد رابع نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ بھی اختتام کو پہونچی خدا اس کتاب کو مقبول فرماوے
اور مصنف و مترجم اور کاتب اور اسکے چھاپنے والے کو اور مسلمانون کو توفیق خیر عطا فرماوے اور خاتمہ سب کا نیک کرے
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِ
الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ

تمت

الحمد للہ والمنۃ کہ اب عاصی دلی حاصل ہوا یعنی ترجمہ شرح وقایہ مع چارون جلدون کے چھپکر کامل ہوا کہ یہ چوتھی جلد اوسکی
باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور مطبع نظامی واقع کانپور سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین چھپی فقط

وجہ مہر و دستخط

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب چھپی ہوئی مطبع نظامی کی ہی مہر و دستخط مہتمم کے آخر مین ثبت کیے گئے

محمد روشن خان حاجی